تاریخ ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد ہشتم

بادشاہ نامۂ عالمگیری

جس میں

شاہ ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بادشاہ غازی کا حال اوّل سے آخر تک

مستند و معتبر فارسی اور انگریزی کتابوں سے لکھا گیا ہے

مصنفہ

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

باہتمام محمد مقتدی خان شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ واقع علی گڑھ میں ۱۹۱۷ء میں طبع ہوئی

فہرست کتب موجودہ بُک ڈپو

مدرسۃ العلوم علی گڈھ

تاریخ ہندوستان (مصنفہ خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب شمس العلماء مرحوم دہلوی) مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ ۱۰ جلدوں میں (جنمیں جلد ہشتم کتاب ہذا قیمتی عہ ۱۲آنہ ہی) یہ تفصیل

جلد اول (صفحہ ۲۱۴) جس میں یہ مضامین ہیں (۱) تمہید (۲) مقدمہ تاریخ کے باب میں (۳) جاہلیت (۴) الحیسو اٹھارہ خاندان سلاطین اسلامیہ کا بیان (۵) تاریخ سندھ (۶) خاندان غ (۷) خاندان غوری قیمت عہ

جلد دوم (۴۰۶) صفحات ہیں اور مضامین یہ ہیں (۱) خاندان خلجیہ کی تاریخ (۲) خاندان تغ تاریخ (۳) سلاطین سادات اور لودھی کی تاریخ قیمت عہ

جلد سوم اس جلد کے تین حصے ہیں جن کے نام یہ ہیں (۱) بابرنامہ اس میں خاندان تیمور انساب و تیمور کا بالاجمال حال اور ہندوستان کے فتح کرنیکا ذکر بالتفصیل اور ظہیر الدین محمد غازی فردوس مکانی کا بیان ہے (۲) ظفرنامہ ہمایوں اس میں نصیر الدین محمد ہمایوں جنت کا حال از ولادت سے ایران کے جانے تک ہی (۳) رزم نامہ شیر شاہی اس میں شیر شا از ابتدا تا انتہا اور خاندان سور کے تمام بادشاہوں کا اور ہمایوں کے دوبارہ سلطنت کرنے کا قیمت عہ ۱۲آنہ

جلد چہارم اس کے دو حصے ہیں حصہ اول میں (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجر (۴) تاریخ مالوہ (۵) تاریخ خاندیس (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سلاطین جونپور حصہ د (۱) تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور (۳) تاریخ سلاطین نظ شاہیہ گولکنڈہ (۴) تاریخ سلاطین عمادیہ ملک برار (۵) تاریخ سلاطین بریدیہ شاہیہ ملک بیدر (۶) ضمیمہ تاریخ دکن و پرتگیزوں کی تاریخ (۷) تاریخ دکن کاریویو قیمت عہ

جلد پنجم اقبال نامہ اکبری جس میں شہنشاہ اکبر کا حال تمام و کمال لکھا ہے قیمت ہے۔

جلد ششم کارنامہ جہانگیری جس میں شہنشاہ شاہجہاں کا حال از اول تا آخر مندرج ہی قیمت

پتہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ د

فہرست مضامین بادشاہنامۂ عالمگیری

ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی کا بیان ولادت سے بادشاہ ہونے تک صفحہ ۳ سے ۲۵ تک

سیواجی کی ولادت اور تعلیم صفحہ ۱۲۵ سے ۱۴۸ تک

سال ۱۰۷۲ مطابق سنہ جلوس و قلعہ بریندہ کی فتح۔ سری نگر سے سلیمان شکوہ کو حضور میں لانا۔ ایلچیوں کا آنا۔ گرانی غلہ۔

واقعات سال چہارم سنہ ۱۶۶۱ صفحہ ۱۸۰ سے ۲۱۳ تک

بداق بیگ سفیر ایران۔ قلعہ کھانا کھری کی فتح۔ چنپت بندیلہ۔ شاہزادہ محمد معظم کی شادی تسخیر ولایت پلاؤں (پالامئو) واقع صوبہ بہار۔ بادشاہ کا حال۔ خان خانان عرف معظم خان کی تمہیدات ملک آشام کی فتح کی۔ کوچ بہار کا حال۔ فتح آشام کے قصد سے لشکر کا کوچ۔ ملک آشام میں لشکر کا آنا۔ قلعہ سملہ گڈہ کا محاصرہ۔ قلعہ سملہ گڈہ کی فتح۔ نوارہ کا حال اور رنگھہ گر میں لشکر شاہی کا آنا۔ لشکر کا لکھوگر سے کوچ کرنا اور کھرگانو کا فتح ہونا۔ آشامیوں کی قید سے ہندو و مسلمانوں کا چھوٹنا۔ آشام کی غنیمت۔ ملک آشام کے طول و عرض کا اور اہل آشام کی اوضاع کا بیان۔ لشکر کا کھرگانو سے متھراپور جانا اور تھانوں کا مقرر ہونا۔ برسات کا آنا اور فسادوں کا اوٹھنا۔ کوچ بہار پر راجہ نراین کا پھر تصرف میں آنا۔ لکھوگر کی جانب فرہاد خاں کا جانا اور قضایا عجیبہ کا نمودار ہونا اور اس کا واپس آنا۔ راہوں کا مسدود ہونا اور تھانوں کا اوٹھنا اور اور قضیئے۔ کھرگانو میں جو لشکر کو قضیئے پیش آئے۔ لکھوگر اور نوارہ کا حال اور اور قضایا کہ اس محال میں پیدا ہوتے۔ کھرگانو و متھراپور میں امراض وبا کا پھیلنا اور غلہ کا قحط پڑنا اور نواب کی مراجعت کرنی۔ راہوں کا کھلنا اور وبا و قحط کا کم ہونا۔ راجہ کا تعاقب اور موضع نیام میں پہنچنا اور اور واقعات۔ مصالحہ کا ہونا اور اہل اسلام کا طلسم آشام سے نجات پانا۔ نواب کا انتقال کرنا۔

واقعات سال پنجم سنہ ۶۲ صفحہ ۲۱۳ سے ۲۱۸ تک

جشن جلوس عید۔ بادشاہ کی علالت و صحت۔ جشن قمری و صحت۔ قطب الدین خاں خویشگی کو حکم۔ جوناگڈہ کا ملک جام کا فتح کرنا اور زمیندار رائے سنگھ کا کشتہ ہونا۔ شاہزادہ مراد بخش کا قتل ہونا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پادشاہ نامۂ عالمگیری

میں نے پادشاہ نامہ عالم گیری کو کتب مفصلہ ذیل کی اعانت سے تالیف کیا ہے۔

(۱) عالم گیر نامہ تصنیف منشی محمد کاظم بن محمد امین۔

محمد کاظم کو مرزا کاظم بھی اور اُس کے باپ محمد امین کو مرزا امینا ے کاشی بھی کہتے ہیں جس نے شاہ جہاں نامہ لکھا ہے اورنگ زیب کے سال اوّل جلوس میں محمد کاظم پادشاہ کا ملازم ہوا۔ پادشاہ کو اُس کی انشا پردازی پسند آئی اُسکو پادشاہ نے اشارہ کیا کہ ہماری سلطنت کا حال سچا سچا لکھے اور حکم دیا کہ جب تک مؤلف سوانح نگاری اور وقائع نگاری کرے نسخۂ واقعات اور فہرست واردات کو وقائع نگار احوال ماہ بماہ و سال بسال معہ صوبجات اور ولایت کے سوانح کے اُس کو حوالہ کرتے رہیں اور یہ مقرر کیا کہ جو سوانح و اخبار تحریر میں آئیں وہ ترتیب پانے کے بعد اوقات مناسب میں خلوت میں پادشاہ کو داستان داستان سنائے جائیں۔ تاکہ اُس کی تصحیح و تنقیح پادشاہ کرتا رہے۔ یہ بھی حکم دیا کہ پادشاہ نامہ میں ہماری شاہزادگی کا حال تو مفصل لکھا جا چکا ہے اب ایام سلطنت کا احوال آغاز سلطنت جمادی الاولیٰ ۱۰۶۸ھ سے اٹھارہ سال تک لکھا جائے اور اُس کی ایک جلد بنائی جائے پادشاہ کے فرمانے کے موافق مؤلف نے جمادی الاولیٰ ۱۰۶۸ھ سے رجب ۱۰۷۸ھ ہجری تک ایام سلطنت کا دس سال کا احوال تالیف کیا اور ۳۲ سنہ جلوس میں پادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ پادشاہ نے اس سبب سے کہ اس کے نزدیک آثر باطن کی تاسیس

کے سامنے آثار ظاہری اتقا کی وقعت کچھ نہ تھی مؤلف کو منع کر دیا کہ اب دس سال سے آگے وہ ہماری سلطنت کی تاریخ نہ لکھے۔ مؤلف نے اس دس برس کی تاریخ پر بس کی۔

(۲) مآثر عالمگیری۔ اس کا مصنف محمد ساقی خاں مستعد ہے وہ بہادر شاہ کے وزیر عنایت اللہ خاں کا منشی تھا۔ اس نے عالمگیر نامہ محمد کاظم سے اوّل دس سال کا احوال سلطنت خلاصہ کرکے لکھا۔ باقی چالیس سال کا حال زیادہ تر اپنی آنکھوں کا دیکھا تحریر کیا وہ ان چالیس سال میں بادشاہ کے دربار کے حاضرین میں سے تھا۔

(۳) فتوحات عالمگیری۔ اس کتاب کو واقعات عالمگیری بھی کہتے ہیں اس کا مصنف محمد معصوم ہے وہ اورنگ زیب کے بھائی شاہ شجاع کا ملازم تھا یہ تینوں عالمگیر نامے عہد نویس مورخوں نے لکھے ہیں اس کتاب کا نام ظفرنامہ عالمگیر بھی ہے۔

(۴) منتخب اللباب۔ اسکو اکثر تاریخ خافی خاں کہتے ہیں اس کا مصنف اورنگ زیب کی خدمت میں رہا تھا وہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ اگرچہ اورنگ زیب کی پچاس سال کی سلطنت کا خلاصہ لکھنا دریا کے پانی کو کلیا سے ناپنا ہے خصوصاً آخر چالیس سال کا حال جس میں بادشاہ نے مورخوں کو تاریخ کے لکھنے سے منع کر دیا تھا وہ ایک بحر بے پایان ہے لیکن راقم نے بقدر مقدور دست و پا زنی کرکے تفتیش تمام اور تفحص تمام کرکے مقدمات اور واقعات کو قابل تحریر کیا۔ جن میں سے بعض کو ثقہ اور بوڑھوں کی زبانی اور بعض کو اور اہل دفتر اور واقعہ نگاروں سے تحقیق کیا ہے اور بعض کو اس مدت میں اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔

(۵) وقائع نعمت خان عالی۔ یہ مشہور کتاب ہے جس میں اورنگ زیب کی سلطنت کے بعض وقائع بطور استہزا کے لکھے ہیں وہ تاریخ نہیں ہے۔

(۶) جنگ نامہ نعمت خان عالی۔ یہ کتاب نعمت خان عالی نے جس کا لقب

دانشمند خاں تھا لکھی ہے اس میں حالات اس زمانہ سے کہ اورنگ زیب داراسے لڑا ہے بہادر شاہ کی جانشینی تک لکھے ہیں۔

(۷) آداب عالمگیری۔ اس کتاب میں وہ ساری عرضداشتیں ورقعات وتحریرات جمع ہیں جو عالمگیر نے باپ کو اور امیروں و وزیروں و مشایخ و بزرگوں و شہزادوں کو لکھے ہیں۔ اپنے منشی ابو الفتح سے لکھائے ہیں جسکا خطاب قابل خاں تھا۔

(۸) رقعات عالمگیری۔ جس کا مصنف خود عالمگیر ہے اس کے تین مجموعے ہیں جنکے نام یہ ہیں (۱) کلمات طیبات (۲) رقائم کرائم (۳) دستور العمل آگاہی۔ اس میں کچھ تاریخی حالات بھی لکھے ہیں اکثر یہ کتاب تالیف کے وقت زیر مطالعہ رہی ہے۔

(۹) تاریخ فتح آسام۔ اس میں شہاب الدین طالش خاں نے آسام کی فتح کا حال لکھا ہے جس جنگ میں وہ خود شریک تھا۔

اِن کتابوں کے سوا اور چھوٹی موٹی کتابیں تالیف کے وقت زیر مطالعہ رہیں۔ اور انگریزی تاریخوں کی ورق گردانی اس بادشاہ کے حال کے لئے بہت کی گئی۔ اس بادشاہ کے حالات کی تاریخیں پندرہ لکھی گئیں۔ مگر افسوس ہے کہ کوئی کامل تاریخ اس کی ایسی نہیں جیسے کہ اس کے آباؤ اجداد کی تاریخیں ہیں اسی لئے اس کے حالات میں اختلافات تاریخوں میں ایسے ہیں کہ کسی اور بادشاہ کے حال میں نہیں۔

ابو المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی کا بیان ولادت سے بادشاہ ہونے تک

خافی خاں نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اورنگ زیب ۱۰۲۸ھ ۱۶۱۹ء میں پیدا ہوا اس کی تاریخ ولادت آفتاب عالمتاب لکھی۔ بادشاہ نامہ میں تاریخ ولادت ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۷ھ ہے اور ظفر نامہ میں شب یکشنبہ ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۲۸ھ لکھی ہے وہ دو ہود (جو اصل میں دو حد ہے)

جس کی وجہ تسمیہ ہم نے پہلے لکھی ہے وہ اُجین سے ۱۰ میل پر اور بڑودہ سے شمال مشرق میں ۷۰ میل پر ہے) میں پیدا ہوا جو صوبہ احمد آباد اور مالوہ کی سرحدوں پر ہے۔ ایام شاہزادگی میں بلخ و بدخشاں کی تسخیر میں اور قندہار و دکن کی مہمات میں اور مست جنگی ہاتھی سے لڑنے میں جو کام اُس سے ظہور میں آئے وہ ہم نے ظفر نامہ صاحب قرانی میں مفصل بیان کر دیے ہیں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مگر بعض واقعات ایسے ہیں کہ ہم نے ظفر نامہ میں اُن کو بیان کر دیا ہے مگر یہاں اُن کو ہم مکرر لکھتے ہیں جن سے معلوم ہو کہ عالمگیر کیونکر تخت نشین ہوا۔

شاہجہاں کی علالت اور داراشکوہ کا اختیار سلطنت لینا

۷ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ کو دار الخلافہ شاہجہاں آباد میں بیمار ہوا۔ مرض کی شدت سے روز بروز ضعف بڑھتا گیا جس کے سبب سے وہ امور مملکت کے نظم و نسق میں مصروف نہ ہوا اور دستور کے موافق وہ غسل خانہ میں بھی نہ آیا اور نہ خاص و عام کو اپنا چہرہ دکھایا۔ خلق کو اُس کی زیارت کی ہر روز عادت تھی جب وہ اُس سے محروم ہوئے تو اُن کو اور خیالات پیدا ہوئے۔ داراشکوہ اپنے تئیں ولیعہد جانتا تھا۔ بادشاہ کے پاس سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا۔ جب باپ عارضہ جسمانی کے سبب سے ملک کا کام نہ کر سکا تو سلطنت کا سارا اختیار اُس نے خود اپنے ہاتھ میں لیلیا۔ خرد اُس کی رہنما نہ تھی اسلئے اُس نے تمام اطراف و حدود میں خبروں کا بھیجنا مسدود کر دیا آدمیوں کے خطوط اور نوشتوں کو پکڑ لیتا اور دربار کے وکلا کو منع کر دیا کہ اطراف و اکناف میں اخبار اور حقائق حال کو نہ لکھیں اُن کو محض تہمت و مظنہ پر محبوس و مقید کرتا اُس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس مملکت کے کل صوبوں و بلاد میں شاہزادوں و امیروں کو بلکہ اکثر اہل دار الخلافہ کو یقین نہ رہا تھا کہ بادشاہ زندہ سلامت ہے اسلئے احوال ملک میں خلل پڑا۔ ہر گوشہ و کنارہ سے سرکشوں نے اور ہر سرکار و صوبہ میں متمردوں نے فتنہ و فساد کے لئے سر اوٹھایا اور جہاں رعایا واقعہ طلب تھی اُس نے مالگزاری کو ترک کیا۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک آئی کہ مراد بخش نے گجرات میں خودسری کا

داراشکوہ کی تدبیر سلطنت حاصل کرنے کی۔

علم بلند کیا اور تخت پر بیٹھا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ جاری کیا اور شجاع نے یہی مسلک اختیار کیا۔ پٹنہ پر لشکرکشی کی اور وہاں سے بڑھ کر بنارس میں آیا جب داراشکوہ کے استقلال کو کمال ہوا۔ اسباب جاہ کی کثرت سے اسکو پندار پیدا ہوا وہ سپاہ موفور کے ساتھ حضور میں رہتا تھا۔ اس علالت میں بادشاہ اس کا بڑا ملاحظہ کرتا تھا۔ قوارجسمانی کی سبب سے بادشاہ کے دماغ میں بھی خلل آگیا تھا وہ داراشکوہ کی خودسری کو روکتا نہ تھا۔ بلکہ اس کی استرضا و خاطرداری سے انجاح مطالب وملتمسات میں کوشش کرتا تھا۔ داراشکوہ کے دل میں عالمگیر کا بڑا رعب بیٹھا ہوا تھا اور اس سے بہت ڈرتا تھا۔ اس نے بادشاہ کو سمجھا بجھوکر ان لشکروں کو طلب کرایا جو ولایت بیجاپور کی تسخیر کے لئے کمک بھیجے گئے تھے یہ طلب اس وقت ہوئی کہ بیجاپور پر یورش ہو رہی تھی اور وہ فتح ہونے کے قریب تھا اس سبب کی اس مہم میں تاخیر ہوئی اور امراء عظام میں سے سوائے معظم خاں و شاہ نواز خاں و نجابت خاں کے کوئی اورنگ زیب کا کوکی نہیں رہا۔ اب داراشکوہ نے اپنے صلاح کار اس میں دیکھی کہ شجاع و مراد بخش کے مقدمہ سرکشی کو ان کے دفع و استیصال کے لئے شاہی لشکروں کے بھیجنے کا بہانہ بنائے اور بادشاہ کی عین حیات میں اس کی استظہار سے ان دونوں کا کام تمام کرے اور پھر خاطر جمعی سے اپنے سارے لشکر اور کل بادشاہی لشکروں کو لیکر دکن کی طرف مصروف ہو اور عالمگیر کی تدبیرکار کے درپے ہو اس مدعا کے حاصل کرنے کے لئے وہ اکبرآباد کو اس سبب سے بہتر جانتا تھا کہ مملکت کے وسط میں وہ واقع تھا اور سارے خزانے اور ذخیرے وہاں تھے۔ یہ باتیں سوچ کر اس نے بادشاہ کو اکبرآباد جانے کے لئے ترغیبیں دیں اور عین شدت مرض میں جسمیں سکون اور آرام کرنا چاہیئے تھا سفر کرایا۔ بادشاہ ۲۰ محرم ۱۰۶۸ھ کو شاہجہاں آباد سے چلا اور ۱۹ صفر کو اکبرآباد میں پہونچا یہاں داراشکوہ کھیل کھیلا۔ راجہ جے سنگھ کچھواہہ کو امراء نامدار اور شاہی لشکر بیشمار کے ساتھ روانہ کیا۔ توپ خانہ اور کل اسباب محاربہ تیار کیا اور اپنے بڑے بیٹے کو اس سپاہ کا سپہ سالار مقرر کرکے شجاع سے لڑنے کے لئے اکبرآباد سے روانہ کیا۔ یہ لشکر بنارس سے گذر کر موضع

[illegible]

بہادر پور میں آیا جو شہر سے ڈھائی کروہ پر گنگا کے کنارہ پر تھا اور شجاع وہاں مقیم تھا اور نوارہ بنگالہ اس پاس تھا۔ ڈیڑھ کروہ کے فاصلہ پر اس سے لشکر شاہی اُترا اور دست برد کی گھات میں بیٹھا۔ راجہ نے ۱۲ر جمادی الاولی کو تبدیل منزل اور تغیر مکان کا بہانہ بنا کے کوچ کا آوازہ بلند کیا اور سحر گاہ جنگ و پیکار کے لئے سوار ہوا۔ اُس وقت شجاع بے پروا خواب آلود غفلت میں پڑا تھا اُس نے صفوف رزم کو آراستہ کیا اور رنہ اور مقدمات حرب و قتال کی تمہید کی کہ صبح کے وقت مرزا کے لشکر پر ناگہاں خدعہ و غدر کے طور پر لشکر شاہی حملہ آور ہوا شجاع تھوڑی دیر لڑا جب دیکھا کہ ہاتھ سے کام گیا اور ہاتھ کام سے گیا۔ تو وہ خود بھاگ کر نوارہ میں گیا اور کشتی میں سوار ہو کر بھاگ گیا اس کا کل لشکر و خزانہ و توپ خانہ و دواب و کارخانے تباہ و غارت ہوئے۔ وہ پٹنہ سے گذر کر مونگیر میں گیا۔ جب یہاں بھی لشکر شاہی نے اس کا تعاقب کیا تو یہاں چند روز ٹھیر کر بنگالہ کی راہ لی۔ مونگیر سے پٹنہ تک ملک دارا شکوہ کی اقطاع میں داخل ہوا شجاع کے جو آدمی گرفتار ہوئے تھے وہ دارا شکوہ نے اکبر آباد میں بلائے اور ان کی اہانت و تشہیر کر کے ان کے ہاتھ کاٹے جس کے سبب سے بعض آدمی مر گئے۔ جب دارا شکوہ نے شجاع کے مقابلہ کے لئے سلیمان شکوہ کو بھیجا تھا تو اُس نے یہ سوچا کہ ایک لشکر عظیم مالوہ میں بھی بھیجے جو دکن کی راہ میں ہے اور یہ لشکر اجین میں جو اس ولایت کا حاکم نشین ہے مقیم ہو کر اسکی قلعوں اور حدود کی حفاظت کرے اور دریائے نربدا کے اور اُس کی گذروں کی ایسی نگہبانی کرے کہ دکن کی راہ مسدود ہو جائے غرض اس سے یہ تھی کہ عالمگیر اس طرف نہ آنے پائے اس سے خوف کے مارے دارا شکوہ کی جان نکلتی تھی۔ یہ تدبیر سوچ کر اُس نے شاہجہاں سے سخنان غرض آلود مصلحت نما اور مقدمات غوایت آمیز فسادافزا ایسے گھڑ کر کہے کہ پادشاہ نے اس کی اس تجویز کو مان لیا اور راجہ جسونت سنگھ راٹھور کو جو ہندوستان کے منتخب راجاؤں میں تھا مالوہ روانہ کیا۔ امرائے ذی شوکت اور بڑا لشکر او رخزانہ وافر اور بڑا توپ خانہ ان کے ساتھ گیا دارا شکوہ یہ بھی چاہتا تھا کہ مراد بخش کا حال شجاع کا سا کرے تو اس نے پادشاہ کی طبیعت کو ایسا اس سے

دارا شکوہ کا جسونت سنگھ اور قاسم خاں کو بھیجنا

برگشتہ کر دیا کہ وہ اس کے استیصال کے درپے ہوا۔ بادشاہ نے قاسم خاں کے ساتھ ایک جدا لشکر ہمراہ کیا اور یہ تجویز کیا کہ وہ راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ اُجین جائے اور وہاں پہنچکر اگر مصلحت ہو تو گجرات سے مرادبخش کے خارج کرنے کے لئے قاسم خاں متوجہ ہو۔ اور نہیں تو راجہ جسونت سنگھ کے لشکر کا ضمیمہ بنے۔ دونو متفق ہو کہ جو مہم پیش آئے اُس پر قیام کریں۔ ۲۲ ربیع الاول ۱۰۶۸ھ کو بادشاہ کے پاس سے یہ لشکر روانہ ہوا۔ دارا شکوہ نے باپ سے کہہ سنکر مملکت وسیع مالوہ کو بھی اپنے اقطاع میں لیا اور خواجہ محمد صادق اپنے بخشی دوم کو شایستہ فوج کے ساتھ مالوہ میں بھیجا کہ اس ولایت کا بندوبست کرے اور اس مرز و بوم کے زمینداروں کی استمالت قلوب ایسی کرے کہ کار و پیکار کے وقت وہ راجہ جسونت سنگھ کے کمکی بن جائیں۔ اب راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خاں دونو اُجین میں پہنچے اور وہاں مقیم ہو کر صوبہ مالوہ کا انتظام اور قلعوں اور حدود کی حفاظت کرنے لگے دارا شکوہ اس انتظار میں تھا کہ اگر سلیمان شکوہ اور اس کا لشکر جو شجاع سے لڑنے گیا تھا آجائے تو اُس کو بھی اسی ہیئت مجموعی سے اوجین میں بھیجوں کہ دونو لشکر جمع ہو کر اس کی خاطر خواہ کام کریں شجاع و مرادبخش کی سرکشی کے سبب سے اطراف کے آدمیوں نے بھی نافرمانی شروع کی مگر اورنگ زیب میں حلم و وقار اور عالی حوصلگی ایسی تھی کہ اپنے باپ کی رضاجوئی و متابعت کی راہ سے باہر قدم نہیں رکھا اور سرکشی اور نافرمانی کا خیال بھی نہیں کیا اور نگ زیب کی طرف سے مقدمات ناملائم غرض آلود و امور غیر واقع وحشت انگیز دارا شکوہ بادشاہ کے خاطر نشین ایسے کرتا تھا کہ رفتہ رفتہ بادشاہ کا مزاج اس سے ایسا منحرف ہو گیا تھا کہ اورنگ زیب کے وکیل عیسیٰ بیگ کو جو بادشاہ کے دربار میں رہتا تھا بغیر کسی جرم کے صادر ہونے کے محبوس کیا اور اس کے مال ومتاع کے ضبط کرنے کا حکم دیا مگر کچھ دنوں بعد اس ادا کو اپنے حق میں بُرا سمجھ کے اُسے قید سے رہا کیا اور خلعت دیکر اورنگ زیب پاس بھیجدیا۔ اورنگ زیب کو دارا شکوہ سے بڑی نفرت اس سبب سے تھی کہ جس کو دارا شکوہ تصوف جانتا تھا اُس کو اورنگ زیب الحاد سمجھتا تھا۔ دارا شکوہ ہندوؤں کے دین اور آئین کی طرف مائل تھا۔ برہمنوں اور جوگیوں اور سنیاسیوں کے ساتھ

صحبت رکھتا تھا اور اُن کو مرشد کامل اور عارف بحق و اصل سمجھتا تھا اور اُن کے وید کی کتاب کو آسمانی وخطاب ربانی جانتا تھا اور اُس کو مصحف قدیم و کتاب کریم خیال کرکے پڑھتا تھا اور کمال اعتقاد کے سبب سے اُس نے اطراف سے سنیاسی اور برہمن بڑی سعی سے جمع کئے تھے اور وید کا ترجمہ کرتا تھا اور ہمیشہ اسی کام میں اپنی اوقات صرف کرتا تھا اور بجائے اسماء حسنائے الٰہی کے پربھو جسکو ہندو اسم اعظم جانتے ہیں۔ ہندی خط میں الماس و یاقوت و زمرد وغیرہ کے نگینوں پر نقش کراکے پہنتا اور ان کو متبرک جانتا وہ اس کا معتقد تھا کہ ناقصوں کے واسطے تکلیف عبادت ہے اور عارف کامل کو عبادت درکار نہیں اور اُس کی دلیل آیہ کریمہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ اس کی دلیل بتلاتا تھا۔ اس لئے اُس نے نماز و روزہ اور کل تکالیف شرعیہ کو خیرباد کیا۔ اس کے برعکس اورنگ زیب پاک اعتقاد تھا اور ہمیشہ دین مبین کی حمایت اور شرع حضرت سید المرسلین کی رعایت کو پیش نظر رکھتا تھا سلطنت و دولت کا مقصود ترویج شرع ملت اور شاہی و سروری کے غرض دیں پروری وہ سمجھتا تھا اور ہمیشہ لڑکپن و جوانی میں اپنی اوقات کو فرائض اور سنت و نوافل کی ادا میں صرف کرتا تھا اور حتی المقدور مراسم امر معروف و نہی منکر میں کوشش کرتا تھا وہ دارا شکوہ کے عقائد کو ردی اور اطوار کو باطل جانتا تھا اور اس سبب سے اُس کی حمیت دین و مسلمانی کی رگ حرکت میں آتی تھی اور یہ بات سب پر روشن تھی کہ اگر دارا شکوہ فرمان فرمائے اور حکم روائی میں مطلق العنان ہوگیا تو اس سے ارکان شریعت میں خلل پڑے گا اور صیت اسلام و ایمان کفر کے طنطنہ سے مبدل ہوجائے گا۔

جب اورنگ زیب بیجاپور کے محاصرہ میں مصروف تھا تو بادشاہ نے دارا شکوہ کے کہنے سے اس لشکر کو جو بیجاپور کی تسخیر کے لئے مامور تھا بلا لیا تو ناچار اورنگ زیب نے سکندر عادل شاہ بیجاپور سے دار و مدار کرکے ایک کروڑ روپیہ کی پیشکش نقد و جنس کی بوعدہ اقساط قبول کرلی اور اورنگ آباد میں وہ آگیا۔ جب اورنگ زیب کو

اورنگ زیب اور دارا شکوہ کے عقائد میں فرق

اورنگ زیب کا بیجاپور سے اورنگ آباد [illegible]

معلوم ہوا کہ پادشاہ بیماری کی کوفت سے بے اختیار ہے اور داراشکوہ کی تبہ رائی سے ملک میں فتنہ انگیزی ہوری ہے تو اُس نے یقینی جان لیا کہ پادشاہ پر ضعف کا ایسا غلبہ ہے کہ وہ مملکت کے کاموں کو نہیں کرسکتا اور حزم و احتیاط کے سبب سے داراشکوہ کے عنان اختیار کو ڈھیلا کر رکھا ہے اور اس سے مواسات کرتا ہے جس سے خوف یہ ہے کہ اگر چندروز اسی طرح گذرے تو ارکان سلطنت اور اساس خلافت میں خلل عظیم ایسا پڑیگا کہ اس کا تدارک کسی وجہ سے نہیں ہوسکیگا دین و دولت کا حفظ ناموس اور امور . . . مملکت و ملت کے اختلال کا جبر پادشاہانہ غیرت و حمیت کے مذہب میں جب ہے اور یہ امر بھی متحقق ہے کہ اگر داراشکوہ کو مراد کے استیصال سے فرصت مل گئی اور وہ اس مہم سے فارغ ہوگیا اور سلیمان شکوہ اور اس کا لشکر داراشکوہ سے مل گئے تو اُس کو قوت و شوکت عظیم ایسی حاصل ہوگی کہ وہ مہم دکن کی تدبیر میں لگیگا اور چونکہ اسکی طبیعت جبلت میں کینہ جوئی و فساد انگیزی داخل ہے اسکے ساتھ حلم و مدارا کچھ فائدہ نہیں رکھتا اس لیے اس جاہل بے خرد کے اعمال و افعال ناپسندیدہ پر صبر اور ملک و دولت کی شورش پر اس سے زیادہ تحمل نہیں کرنا چاہیے اسلیے اورنگ آباد سے اکبرآباد پادشاہ کی خدمت میں جانا چاہیے . باپ کی خدمت میں رہکر امور ملک کا نظم و نسق ایسا کرنا چاہیے کہ سلطنت کے ارکان و قواعد میں فتور راہ نہ پائے اور امور دولت سے داراشکوہ کا ہاتھ کوتاہ کرنا چاہیے وہی اس تمام فتنہ و فساد کا مصدر ہے اور سلطنت و حکمرانی کے گھوڑے خالی میدان میں دوڑا رہا ہے پادشاہ کو اسکے تسلط کی قید سے چھوڑانا چاہیے .

اورنگ زیب نے یہ بھی تجویز کیا کہ مراد بخش نے جو اپنی خامی و بیحوصلگی سے ادعائے جاہلانہ کی ہیں اسکو اپنے ساتھ لیجا کر باپ سے اسکی تقصیرات کو معاف کرائے . عالمگیرنامہ میں تو فقط یہ لکھا ہے اس کو ہم نے ظفرنامہ میں بیان کیا اس عزیمت کی تصمیم کے بعد اورنگ زیب نے سوچا کہ میرا لشکر مالوہ کی راہ سے گزریگا راجہ جسونت سنگھ اور قاسم خاں

مراد بخش کی پاس اورنگ زیب کا پیام

بڑے لشکروں کے ساتھ اُجین میں موجود ہیں اور احتمال یہ ہے کہ داراشکوہ باپ پاس

میرے جانے سے راضی نہ ہوگا وہ ان کو اشارہ کریگا کہ راہ میں میرے لشکر کو روکیں اور محاربہ
و پیکار سے پیش آئیں اور بادشاہ کے تخت کے قریب بھی داراشکوہ غصہ و کینہ سے میرے لشکر
سے مقابلہ کریگا۔ اسلیے مختصر سپاہ کے ساتھ اس سفر کا کرنا احتیاط کے قانون کے خلاف ہے
اسلیے حزم شاہانہ اس کا مقتضی ہوا کہ توفیر لشکر و سامان توپخانہ و کل اسباب فوج آرائی
اور لوازم نبرد آزمائی میں کوشش کیجائے اور ایک لشکر جو اس مہم کے لائق ہو سامان کیا
جائے۔ اورنگ زیب نے اس بات پر توجہ کرکے تھوڑے دنوں میں ایک لشکر نمایاں و
توپخانہ شایاں تیار کرلیا اور سپاہ کے سرداروں کو مناصب عالیہ اور خطاب ہائے شائستہ
عنایت کیے اور تنخواہیں بڑھادیں غرہ جمادی الاولی ۱۰۶۸ھ کو شاہزادہ محمد سلطان کو عنایتخاں
کے ہمراہ برسم منقلا مقدمہ لشکر بنا کے پہلے برہان پور روانہ کیا۔ پانچویں ماہ مذکور کو اپنا پیش خانہ
خاندیس کی طرف روانہ کیا اور پادشاہزادہ محمد معظم کو دکن کی صوبہ داری پر متعین کیا اور
شاہزادہ محمد اکبر کو جو ابھی پیدا ہوا تھا دولت آباد کے قلعہ میں اہل حرم کے ساتھ بھیجا اور
مرادبخش کے نام فرمان بھیجا کہ گجرات سے مالوہ کی طرف متوجہ ہو اور جب ہمارا لشکر نربدا کے
پار ہو تو وہ اس سے ملجائے اور شاہزادہ محمد اعظم کو اپنے ہمراہ لے۔ ۱۲ ماہ مذکور روز جمعہ کو
اورنگ آباد سے برہانپور کی طرف کوچ کیا۔ ایک منزل چلکر شاہزادہ محمد اعظم کو اورنگ آباد رخصت
کیا۔ ۲۵ ماہ مذکور کو برہان پور میں اورنگ زیب آیا۔ شاہزادہ محمد سلطان جو پہلے یہاں
آگیا تھا وہ باپ کی خدمت میں آیا اورنگ زیب نے یہاں ایک مہینے توقف کیا۔

اس اثنا میں عیسی بیگ وکیل دربار جس کو داراشکوہ نے قید کرکے چھوڑ دیا تھا اورنگ زیب کی
خدمت میں آگیا اورنگ زیب نے باپ کی خدمت میں ایک عرضداشت مزاج پرسی کے
لیے بھیجی تھی اس کے جواب کے انتظار میں ایک مہینے تک برہان پور میں توقف کیا اس کو
یہ امید تھی کہ شاید باپ کا عارضہ بالکل زائل ہوجائیگا اور صحت کامل ہوجائیگی اور وہ
مہمات سلطنت کا نظم و نسق کرنے لگے گا اسکے ضعف و آزار کے سبب زمام دولت

اور کشور ستانی کے دستور العمل میں نہایت خلل آگیا تھا۔ پادشاہ اپنے نفس نفیس سے از سر نو انتظام کریگا اور دارا شکوہ کے دست تصرف و استقلال کو کوتاہ کریگا اتنی مدت تک وہ خبر مسرت اثر کے انتظار میں رہا کہ دربار سے حصول صحت و عافیت دائمی کا مژدہ سُنے مگر جو اخبار متواتر آئے وہ اسکی ضد تھے روز بروز مملکت میں فساد اور اختلال پھیلتا جاتا تھا اور اسی حال میں عیسیٰ بیگ جس کا اوپر ذکر ہوا اکبرآباد سے آگیا اس نے دربار کے اخبار و دقائق کو اور دارا شکوہ کی تیز رائی اور حکمرانی و جہاں داری کو اور پادشاہ کی بے اختیاری کو جس طرح دیکھا تھا عرض کیا اسکے سوا راجہ جسونت سنگھ اُجین میں خاندیس کے ہمسایہ میں لشکر لیے موجود تھا۔ ۵ جمادی الآخر کو برہانپور سے اکبرآباد کی طرف اورنگ زیب چلا۔ غرہ رجب کو وہ موضع مانڈو میں آیا۔ ان دنوں میں شاہنواز خاں صفوی کی نیت میں فساد آیا وہ لشکر کے ساتھ نہ آیا۔ برہانپور میں رہ گیا وہاں سے آنے میں بہانہ بناکے دفع الوقت کرنے لگا اورنگ زیب کے نزدیک اس کا لشکر کے ساتھ نہ چلنا صلاح کار و مصلحت وقت کے خلاف تھا اس نے شہزادہ محمد سلطان کو شیخ میر کے ساتھ برہان پور بھیجا کہ اس کو دستگیر کرکے قلعہ برہان پور میں مقید کردیں ان دونے جب کر اس کو اپنے گھر سے سوار کراکے قلعہ میں مقید کردیا اور خود اُلٹے اورنگ زیب پاس آگئے اورنگ زیب متواتر سات کوچ کرکے دریاے نربدہ کے کنارہ پر آیا۔ دسویں کو گذر اکبرپور سے دریا سے عبور کیا راہ میں ہر روز بہت امیروں کو منصب خطاب عطا کیے اس کے پاس چاروں طرف کے رئیس آآکے ملتے گئے۔ ۲۰ کو وہ دیبال پور کے باہر آیا۔ ۲۱ کو دیبالپور سے کوچ کیا کہ راہ میں مراد بخش اُس پاس آنکر مل گیا۔ یہ دونوں بھائی موضع دھرمات پور میں آگئے جو اُجین سے سات کروہ پر واقع ہے راجہ جسونت سنگھ و قاسم خاں مع تمام لشکر شاہی کے مقابلہ کے عزم سے اورنگ زیب کے لشکر سے ایک کروہ پر برابر آئے اورنگ زیب نے نالہ چور تریہ کے کنارہ پر خیمہ لگایا۔

راجہ جسونت سنگھ کا حال یہ ہے کہ وہ اُجین میں آیا تھا۔ پادشاہ نے اُسکو مراد بخش کی

تنبیہ وتاکید کے لیے مامور کیا تھا۔ جب اس نے سُنا کہ گجرات سے مالوہ کی طرف مراد بخش آتا ہے تو وہ
قاسم خاں اور سارے لشکر کو لیکر بانس برلہ کی راہ سے لڑنے کے قصد سے مراد کی سرراہ پر گیا اور
کاچرودہ سے تین کوس پر آنکر ٹھیرا جس سے مراد بخش اٹھارہ کروہ پر تھا اور جاسوسوں کو بھیجا کہ
مراد بخش کی عزیمت کی خبر محقق پر اطلاع دیں۔ اورنگ زیب نے دریائے نربدا کے گذروں اور
رستوں کا بندوبست ایسا کر رکھا تھا کہ صوبہ دکن اور خاندیس کی کوئی خبر راجہ پاس نہیں پہنچ سکتی
تھی اس کو یہ خبر ہی نہیں ہوئی کہ اورنگ زیب برہان پور سے مالوہ کی طرف چلا ہے وہ صرف مراد بخش
سے لڑنے کے لیے آمادہ و تیار تھا جب مراد بخش کو راجہ کی اور اسکے ساتھ لشکر شاہی کے آنے
کی خبر ہوئی اور اُس نے دیکھا کہ مجھ میں اس لشکر کے مقابلہ کی تاب و تواں نہیں ہے تو وہ اورنگ زیب
کی ہدایت وارشاد سے جو اُس نے اپنے مراسلات میں کی تھی کاچرودہ سے اٹھارہ کروہ کے
فاصلہ پر ہے اس راہ کی سمت بدلی جس پر آتا تھا اور دیبال پور کے نواحی میں اورنگ زیب
سے آن ملا راجہ جسونت سنگہ نے کاچرودہ میں چار مقاموں کے بعد سُنا کہ مراد بخش
جس راہ پر آتا تھا اُسے بدل کر دوسری راہ پر چلا گیا اب وہ اس راہ کی تفتیش میں ہوا
اور اب تک اُس کو خبر نہوئی کہ اورنگ زیب کا لشکر دریائے نربدا سے پار آ گیا ہے
اس عرصہ میں راجہ شیورام گوڑ نے جو مانڈو میں تھا راجہ پاس نوشتہ بھیجا جسمیں اورنگ زیب
کے نربدا سے پار ہونے کا حال مجمل لکھا تھا اور یہ بھی ہوا کہ قلعہ دھار میں جو داراشکوہ کے
نوکر تھے وہ اورنگ زیب کے لشکر کے قریب آنے سے ڈر کر قلعہ کو چھوڑ کر بھاگے اور راجہ سے
جا کر ملے راجہ نے یہ خبر سُنکر کاچرودہ میں جس راہ سے آیا تھا اسی راہ سے بازگشت کی اور
جنگ کے ارادہ سے دھرمات پور سے ایک کروہ پر آیا کہ اورنگ زیب کے لشکر کا
سدراہ ہو اورنگ زیب یہ نہیں چاہتا تھا کہ لڑائی ہو اور مسلمانوں کا خون ہو دھرمات
پور میں آنے سے پانچ چھ روز پہلے کب رائے کو کہ ایک برہمن فہمیدہ تھا راجہ جسونت سنگھ
پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ ہمارا ارادہ جنگ کا نہیں ہے صرف باپ کی ملازمت کی

نیت ہے۔ ہمارے ساتھ تم پادشاہ کی خدمت میں چلو یا ہمارے سر راہ سے ہٹ کر جودھپور اپنے وطن چلے جاؤ۔ نہیں تو لڑائی میں تمھارا بڑا نقصان ہوگا۔ راجہ نے اس پیغام کو کچھ نہ سنا اور جنگ و پیکار کے لیے آمادہ ہوا کب رائے کو اُلٹا بھیجدیا۔ جب اورنگ زیب کو یقین ہوگیا کہ لڑنا ضرور پڑیگا تو وہ تدبیر جنگ اور توزک سپاہ میں مصروف ہوا۔

اورنگ زیب اور راجہ جسونت سنگھ کی لڑائی اور اورنگ زیب کی فتح

روز جمعہ ۲۲ رجب ۱۰۶۸ھ ۱۶۵۸ء کو اورنگ زیب نے لشکر توپخانہ و ہاتھیوں کو آراستہ کیا اور خود ہاتھی پر سوار ہوکر میدان جنگ میں آیا۔ شاہزادہ محمد سلطان اور نجابت خاں کو ہراول کا سردار بنایا اور توپخانہ مرشد قلی خاں کو حوالہ ہوا۔ مراد بخش کو برانغار کا سردار اور محمد اعظم کو جرانغار کا سردار بنایا۔ لشکر کی قراولی خواجہ عبداللہ و قزلباش خاں کے سپرد ہوئی اور قلب لشکر کی سرداری خود اورنگ زیب نے کی ان فوجوں کے سرداروں کے ساتھ اور بہت سے نامی سردار تھے جنکے نام لکھنے تطویل سے خالی نہیں۔ سپاہ کے یمین و یسار کو اورنگ زیب نے آراستہ کیا۔ عالمگیر نامہ میں لکھا ہے کہ راجہ جسونت سنگھ اورنگ زیب کے لشکر کی ہیبت سے ایسا خوف زدہ ہوا کہ اُس نے اپنا وکیل اورنگ زیب کے پاس بھیجا اور اپنی بندگی و عجز و ندامت و سرافگندگی کا اظہار کیا اور یہ پیغام دیا کہ میں حضور کے لشکر سے لڑنے کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ میرا ارادہ حضور کی ملازمت کا ہے۔ بندگی اور اخلاص کے سوا میں کسی اور طریقہ پر چلنا نہیں چاہتا اگر مجھ پر حضور فضل و کرم کرکے نبرد سے باز آئیں تو حضور کی آستان بوسی کروں۔ اورنگ زیب نے اس بات کا اعتبار نہیں کیا اسکو جواب دیا کہ ہم جنگ میں توقف نہیں کرتے اگر تو سچا ہے تو لشکر سے جدا ہوکر تنہا نجابت خاں پاس جا وہ تجھ کو شاہزادہ محمد سلطان پاس لیجائیگا اور وہ میرے پاس تجھکو لائیگا تو میں تیرے جرائم معاف کرونگا مگر راجہ یہ کب سُنتا تھا وہ جنگ پر مستعد ہوا۔ قاسم کو ہراول کا سردار بنایا اور اس کے ساتھ بڑے بڑے راجپوت راجہ اور مسلمان امرا ہمراہ کیے بہادر بیگ بخشی داروغہ توپخانہ تھا اسکے ہمراہ توپخانہ شاہی لشکر سے آگے بھیجا اور ان کے نامی سپاہیوں مخلص خاں و محمد بیگ و یادگار بیگ کو قراول مقرر کیا ہے جنہیں دا(؟) گور

دگوردہن راٹھور کو التمش مقرر کیا اور اپنے تئیں قول میں رکھا اور افتخار خاں کو میسرہ میں اور مالوجی و پرسوجی اور راجہ دیبی سنگھ بندیلہ کو لشکر کی محافظت کے لیے مقرر کیا پانچ چھ گھڑی دن چڑھا تھا کہ لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی۔ اول مقدمہ جنگ میں طرفین سے گولی گولیاں بان چلنے شروع ہوئے پھر ہنگامہ جنگ گرم ہوا لشکر آہستہ آہستہ تیر و بندوق و بان سے لڑتے ہوئے آگے بڑھے راجپوت جیسے کہ مکند راؤ ہاڈہ و رتن راٹھور، و دیال داس جھالا اور ارجن گور تھے توپخانہ پر گرے۔ اور مرشد قلی خاں کی جان لی۔ اور ذوالفقار خاں کو زخمی کیا اور توپخانہ سے گذر کر وہ ہراول پر حملہ آور ہوئے۔ شاہزادہ و نجابت خاں خوب اُن سے لڑے۔ مسلمانوں کے تیر و تلواریں ہندوؤں کے پیشانیوں کے صندل اور گردن کے زنار کی بنتے تھے ہندوؤں کے تیغ و سنان مسلمانوں کی زرہ و مغفر کو چیرتے تھے۔ غرض جب اورنگ زیب نے ان راجپوتوں کا غلبہ اپنے لشکر پر دیکھا تو وہ خود جنگ پر متوجہ ہوا اُس نے دشمن کو ہٹایا اور مراد بخش جو برانغار میں صف آرا تھا وہ دائیں طرف سے اعدا کی بنگاہ پر جو لشکر مخالف کے عقب میں تھا حملہ آور ہوا۔ اور تاخت و تاراج شروع کی۔ مالوجی و پرسوجی جو محافظت کرتے تھے تاب مقاومت نہ لائے اور بھاگنے کا ارادہ کیا۔ دیبی سنگھ نے مراد بخش کے ہاتھی کے پاس آنکر پناہ مانگی مراد نے اس کو اپنے ہمراہ لے لیا غرض راجہ جسونت کو شکست ہوئی اور وہ کچھ زخمی راجپوتوں کو ہمراہ لیکر اپنے وطن کو چلا گیا اور قاسم خاں اور سارا لشکر پادشاہی فرار ہوا۔

اورنگ زیب نے اس لشکر کا تعاقب اس خیال سے نہیں کیا کہ وہ عاجز کشی تھی اُس نے کمال دین پروری اور مسلمانی کے سبب سے حکم دیا کہ معرکہ وغا میں جو مسلمان ہاتھ آئے اس کو جان کی امان دیں اور اس کا خون نہ کریں اور ملین کے عرض و ناموس کے متعرض نہوں۔

اورنگ زیب نے اس فتح کا شکریہ الٰہی ادا کیا اور مراد بخش کو پندرہ ہزار اشرفی اور چار ہاتھی عنایت کیے اور شاہزادہ محمد سلطان کا پنج ہزاری پنجہزار سوار کا اضافہ منصب کرکے پانزدہ ہزاری دہ ہزار سوار بنایا اور جن امرا نے اس جنگ میں جانفشانی

کی تھی ان کو بڑے بڑے جاہ و منصب و خلعت انعام دیئے اور انکے اضافے کیے۔ اورنگ زیب نے بلدۂ اُجین سے باہر تین مقام کیے ۲ رجب کو وہاں سے چلا۔ ۲۸ کو کوچ اور تین مقام کرکے ۲۸ شعبان کو حدود گوالیار میں آیا اور بلدۂ مذکور کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ جب اورنگ زیب گوالیار میں آیا تو دارا شکوہ دھولپور میں آیا اور اُس نے ایسی تدبیریں کیں کہ اورنگ زیب کا لشکر چنبل ندی سے عبور نہ کرسکے۔ اکثر مشہور گذروں پر اُس نے توپ خانے اور آلات جنگ لگادیئے تھے۔ اورنگ زیب نے یہاں کے زمینداروں سے دریافت کرلیا کہ گوالیار سے دائیں طرف بیس کروہ پر بھدوریہ ایسا گذر ہے کہ جہاں سے لشکر پایاب عبور کرسکتا ہے چونکہ اورنگ زیب کا لشکر کنار دریا سے دور تھا اور گذر گو غیر مشہور تھا دارا شکوہ نے اسکی محافظت نہیں کی تھی اورنگ زیب نے خانخاناں بہادر سپہ سالار اور صف شکن خاں کو اس گذر پر بھیجا کہ اُس پر قبضہ کریں۔ وہ سلخ شعبان کو چنبل کے کنارہ پر پہنچے اور بے توقف جیسی آب پر پایاب گذرتی ہے انھوں نے عبور کیا۔ اور اس طرف پر دریا کے قبضہ کیا...... اور غرہ رمضان کو اورنگ زیب نے مع لشکر کے دریا سے عبور کیا۔ پادشاہ کا حال جو اکبرآباد میں ہوا وہ بیان کیا جاتا ہے۔

شاہجہاں کا حال

اکبرآباد میں شاہجہاں کے مرض میں کچھ افاقہ ہوگیا تھا لیکن عارضہ بالکل دفع نہیں ہوا تھا آزار باقی تھا اور ضعف بہت قوی ہوگیا تھا گرمی کا موسم قریب آگیا تھا اور اکبرآباد کی ہوا بہ نسبت شاہجہان آباد کی ہوا کے بہت زیادہ گرم تھی اور یہاں کے دولتخانہ کی عمارات بہ نسبت شاہجہاں کے دولتخانہ کی عمارات کی وسعت و فضا و نزہت و صفا میں کمتر تھیں اسلیے اطبا نے تجویز کیا کہ اکبرآباد میں رہنے سے پادشاہ کے عود مرض کا اندیشہ ہے شاہجہان آباد جانا مناسب ہوگا۔ پادشاہ نے بھی اس دار الخلافہ کی عزیمت کی کہ تابستان میں وہاں باغ و بستاں اور تسلسل نہر کی طراوت سے راحت ہوگی۔ دارا شکوہ پادشاہ کے سفر پر راضی نہیں ہوتا تھا اسکو اپنے مطالب کے منافی جانتا تھا مگر اسمیں پادشاہ کی طبع مبارک بہت مائل تھی اور دارا شکوہ جانتا تھا کہ راجہ جسونت سنگھ اورنگ زیب کو اُجین سے آگے نہ بڑھنے دیگا اس لیے وہ بھی پادشاہ کے اس سفر پر راضی ہوگیا شاہجہان آباد کو روانہ ہوا۔

اور موضع بلوچ پور میں آیا راجہ جسونت سنگھ کے پاس رستم بیگ گرز بردار اور بیادل بیگ گئے ہوئے تھے اُنھوں نے آنکر بادشاہ کو راجہ کی شکست کی خبر سُنائی اس خبر کے سُننے سے داراشکوہ کے ہوش اُڑے وہ خود اکبر آباد کو اُلٹا پھرا۔ نہم ماہ مذکور کو بلوچ پور سے بادشاہ کو بھی منت وسماجت کر کے لے آیا اور سپاہ و لشکر اور اسباب نبرد و پیکار کے جمع کرنے میں کوشش کرنے لگا اور جن صوبجات اور محال سے منصب داروں و جاگیرداروں کا آنا ممکن تھا ان کو بلا لیا اور انکے قلوب کی تسخیر میں اور خواطر کی تسلی میں کوشش کی۔ سب کو اپنا ہمداستان بنایا اور بادشاہ کے سارے عمدہ ملازموں اور امرار کو چرب نرمی و ملائمت و نوید احسان و رعایت سے مستمال کیا اور جنگ کے لیے آمادہ کیا اور تھوڑے دنوں میں بادشاہ کے نوکروں اور قدیم و جدید سپاہیوں کا ایک انبوہ جمع کر لیا جسمیں ساٹھ ہزار سوار تھے انکو تورخانہ شاہی سے ہتیار جتنے جی چاہا دیدیئے۔ کل توپخانہ و جنگی ہاتھی اس لشکر کے ساتھ کیے۔ خزانہ کے مُنہ کھول دیئے جتنا زر سپاہ میں پریشان کیا اتنا ہی اپنی پریشانی کے لیے سامان کیا

داراشکوہ کا محمد امین خاں کو قید کرنا

سب سے زیادہ اس کا ناصواب کام یہ تھا کہ معظم خاں کے بیٹے محمد امین خاں کو اُس نے قید کیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ اورنگ زیب نے معظم خاں کو بیجاپور کی حدود میں اسلیے چھوڑا تھا کہ وہ ایک کروڑ روپیہ کی پیشکش لے آئے جو اُس کے مراجعت کے شکرانہ میں عادلخاں نے دینی قبول کی تھی داراشکوہ نے عادلخاں اور ارکان دولت بیجاپور کو ایسا کچھ لکھ بھیجا کہ اورنگ زیب کا یہ مطلب دلخواہ نہ ہونے دیا اور اس کے کام کو تاخیر میں ڈال دیا۔ اور اس نے بادشاہ سے ایسا کچھ کہا سُنا کہ بادشاہ نے معظم خاں کو اپنے پاس بلایا۔ وہ بادشاہ کے حکم سے باقی لشکر کو جو اُس حدود میں تھا ہمراہ لیکر اورنگ آباد میں آیا کہ یہاں سے بادشاہ کے دربار میں جائے مگر اس کے جانے کو اورنگ زیب نے منافی مصلحت اس سبب سے جانا کہ دکنی زیادہ تر خیرہ سر ہو جائینگے۔ معظم خاں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں جب تقاعد کرنا نہ چاہا تو اورنگ زیب نے معظم خاں کو دستگیر کر کے دکن میں نگاہ رکھا۔ داراشکوہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اُس نے بداندیشی اور بدگمانی سے

دریائے چنبل پر اورنگ زیب کے لشکر کے روکنے کے لیے دارا شکوہ کا فوج بھیجنا

پادشاہ سے اس مقدمہ کو اس پیرایہ میں گوش گزار کیا کہ اورنگ زیب و معظم خاں نے اتفاق کر کے سازش کی ہے اسلیے اسکے بیٹے محمد امین خاں کو جو میر بخشیگری سلطنت تھا دارا شکوہ نے اپنے گھر میں بلا کر امور غیر واقع سے متہم کرا کے مقید کیا۔ شاہجہاں پر تین چار روز کے بعد خان مذکور کی بے گناہی اور حقیقت حال پر اطلاع ہوئی اس نے دارا شکوہ سے خود ہی اسکے حکم کو منسوخ کر کے اسکو رہا کرایا۔ شاہجہاں یقینی جانتا تھا کہ اورنگ زیب سے دارا شکوہ لڑ کر خراب ہوگا اور اپنے بخت و دولت کے پاؤں میں آپ کلہاڑی مار یگا۔ وہ صلح و صلاح کا مشورہ دیتا اور سمجھاتا کہ بیٹا بھائی سے نہ لڑ۔ مگر دارا شکوہ اپنی لشکر کشی اور سپہ آرائی سے باز نہ آتا تھا۔ اندنوں پادشاہ کے ہات سے سر رشتہ اختیار و اقتدار جا چکا تھا وہ منع و زجر پر قادر نہ تھا ناچار دارا سے مدارا کرتا تھا۔

۱۶ ر شعبان کو دارا شکوہ نے خلیل اللہ خاں کو برسم منقلا پہلے روانہ کیا اور بعض امرا و سپاہ کو اسکے ہمراہ کیا کہ وہ دھول پور میں جا کر اسکے آنے تک اقامت کرے اور دریائے چنبل کے گھاٹوں پر توپ خانے لگا کے اور سپاہ مقرر کر کے محافظت کرے۔ ۲۵ ر شعبان کو اکبرآباد سے خود سارے لشکر اور اپنے چھوٹے بیٹے سپہر شکوہ کو ہمراہ لیکر برآمد ہوا اور پانچ منزلیں طے کر کے دھول پور میں آیا اور اس مرز و بوم کے زمینداروں کی دلالت سے دریا کے گزروں کا انتظام کیا اور جہاں مخالف کے پایاب ہو کر عبور کرنے کا گمان بھی تھا وہاں بھی بندوبست کیا اس کو یہ انتظار تھا کہ اس کا بڑا بیٹا سلیمان شکوہ اور اُس کا لشکر اس سے آن ملے۔ اُن کو اُس نے طلب کیا تھا وہ جلد چلے آتے تھے اسیلیے اس کی رائے میں یہ آیا تھا کہ اُن کے آنے تک اس طرح کارزار وصف آرائی میں چند روز دفع الوقت کرے مگر اورنگ زیب کے عبور ہونے کا یہ دریا کیسے مانع ہو سکتا تھا اُس نے عبور کیا جس کا بیان اوپر ہوا تو دارا شکوہ اس لشکر سے لڑنے کے لیے دھول پور سے روانہ ہوا اور راجپورہ آیا (اکبرآباد سے دس کروہ پر ہے) اور دریائے جمن پر ایک زمین جنگ کے واسطے تجویز کی۔ یہاں خیمے ڈالے اور

فوج کی ترتیب میں مصروف ہوا۔ اسوقت بھی بادشاہ نے اسکو نصیحت کی کہ جنگ و ستیز سے باز آ مگر اُس نے نہ سُنا۔ گو اس وقت بادشاہ پر ضعف کا استیلا اور قوار کا ضعف تھا گرمی کی تیزی اور ہوا کی حرارت کی شدت تھی۔ مگر اس نے ارادہ کیا کہ دریا کی راہ سے اس لشکر گاہ میں خیمہ گاہ لگا کے بھائیوں کی جنگ کی آگ کو بجھاوے۔ منازعت کو مٹا کے مصالحت کرا دے اس عزم سے پیش خانہ بھیجا اور حکم دیا کہ دونوں لشکروں کے درمیان خیمہ گاہ کھڑا کریں اور پیچھے خود بھی سوار ہونے کا ارادہ تھا۔ داراشکوہ جانتا تھا کہ بادشاہ کے جانے سے مصالحت ہو جائیگی جسکو وہ پسند نہیں کرتا تھا اسلیے وہ بادشاہ کے جانے پر راضی نہیں ہوا۔ اُس نے حیلے حوالہ کرکے اس کام کو جھمیل میں ڈالدیا اور جنگ پیکار میں جلدی کی جس کا سرانجام اسکے حق میں جو ہوا وہ بیان کیا جاتا ہی۔

اکبرآباد کے قریب اورنگ زیب اور داراشکوہ میں لڑائی اور دارا کا شکست پاکر دلی بھاگ جانا اور دلی سے لاہور جانا

اورنگ زیب نے دریائے چنبل سے عبور کرکے دور دور مقام کیا کہ سپاہ و لشکر نے جو مسافت بعیدہ طے کی تھی آرام پائے جب اُسنے سُنا کہ دھول پور سے داراشکوہ لڑنے کے قصد سے آتا ہی تو ۶ رمضان کو وہ چنبل کے کنارہ سے چلا۔ ۶ کو داراشکوہ کے لشکر سے ڈیڑھ کوس پر آنکر مقیم ہوا کہ مخالف کے لشکر کی حقیقت اور اُس کے فساد کی عزیمت معلوم ہو۔ اسی روز اورنگ زیب کا لشکر قریب آیا داراشکوہ صف آرائی کرکے جنگ کے عزم سے سوار ہوکر اپنے لشکرگاہ سے آگے بڑھا۔ لوئیں آگ برسارہی تھیں زمین شعلے اُٹھا رہی تھی گرمی کے غلبہ سے اور پیاس کی شدت سے اور کمیابی آب سے آدمی سراب عدم میں چلے جاتے تھے اسکے لشکر کو نہایت تکلیف ہوئی اور شام کو بغیر لڑے وہ الٹا چلا گیا اُس دن اورنگ زیب کا لشکر بھی پانچ کوس گرمی کی شدت اور جلتی دھوپ اور پانی کی قلت میں آیا تھا اس نے اس سبب سے آج لڑنے کو مصلحت نہ جانا اور لشکرگاہ میں مقیم ہوا اور حکم دیا کہ رات کی خبرداری کے لیے مورچل قائم ہوں اور چوکی پہرے سارے لشکر میں تقسیم ہوں۔ اور محافظت کی شرائط ادا ہوں اورنگ زیب کے اس حکم سے لشکر کے سردار اور سپہدار احتیاط و بیداری کے لوازم کو بجا لائے اور صبح کے منتظر رہے جب صبح ہوئی۔

تو اورنگ زیب نے لشکر کو آراستہ کیا اور توپخانہ کو اور جنگی ہاتھیوں کو آگے روانہ کیا اور شاہزادہ محمد سلطان کو خانخانان بہادر کے ساتھ ہراول کا سپہ سالار بنایا اور شہزادہ محمد اعظم کو برانغار کی سرداری سپرد ہوئی۔ جرانغار مرادبخش کے حوالہ ہوا۔ التمش کی سرداری شیخ میر کو مفوض ہوئی۔ دست راست کی طرح بہادر خاں کو حوالہ ہوئی اور دست چپ کی طرح خاندوران خاں کو اور خواجہ عبداللہ بیگ کو قرار دی۔ اورنگ زیب ہاتھی پر سوار ہوا اور بیٹے محمد اعظم کو اپنے ساتھ بٹھایا اور قول میں رونق افروز ہوا۔ اورنگ زیب کو یہ تجربہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ تائید آفریدگار اور ثبات قدم واستقلال سردار پر فتح وظفر موقوف ہے اس لیے وہ غنیم کے کثرت لشکر سے خائف نہیں ہوتا تھا۔ ۷۔ رمضان کو یہ لشکر اسی میدان جنگ میں گیا جو پہلے تجویز ہوا تھا۔

داراشکوہ کی ترتیب افواج اس طرح تھی کہ دست راست کی طرف تو اس کا اپنا توپ خانہ برق انداز خاں میر آتش کے اہتمام میں اور دست چپ میں توپ خانہ بادشاہی حسین بیگ خاں کی سرداری میں لشکر کی صفوں کے آگے کھڑے کیے تھے۔ راؤ ستر سال کو ہراول کا سردار بنایا اور داؤد خاں خویشگی کو چار ہزار سواروں کے ساتھ اس کا ضمیمہ کیا۔ خلیل اللہ خاں کو ہراول سپرد کی اور اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو رستم خاں کے ساتھ جرانغار کا سپہ سالار بنایا اور خود قول میں رہا۔ قول کے یمین و یسار میں خود میمنہ کا سردار ظفر خاں کو اور فوج میسرہ کا سردار فاخر خاں نجم ثانی کو مقرر کیا۔ پھر دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی۔ دونوں طرف سے اول بان و توپ و تفنگ چلے آتش حرب جب اور زیادہ تیز ہوئی اور دونوں لشکر قریب آئے تو تلوار سے لڑائی شروع ہوئی۔ جرانغار کے سردار سپہر شکوہ اور رستم خاں اورنگ زیب کے توپخانہ کے روبرو آئے توپوں کی مار سے وہ پیچھے ہٹے۔ رستم خاں کی فوج کے ایک ہاتھی کے گولہ لگا جس سے وہ گر پڑا جب سپاہ نے دیکھا کہ توپخانہ کے استحکام کے سبب سے کام نہیں چل سکتا تو وہ یہاں سے پھر کر مخالف کے برانغار پر جھکے اور بہادر خاں سے لڑائی شروع ہوئی اور وہ زخمی ہوا اس کے

ہمراہیوں میں سے سید دلاور خاں اور ہادی داؤد خاں کشتہ ہوئے۔ غنیم کی فوج عظیم تھی برانغار کی سعی سے وہ دفع نہ ہو سکی قریب تھا کہ برانغار میں لغزش آئے کہ شیخ میر فوج التمش کے ساتھ اس کی کمک کو آیا اس نے دشمن کو پرے ہٹایا۔ اس جنگ میں رستم خاں جنگ رستمانہ کر کے تیر قضا کا ہدف ہوا سپہر شکوہ بھاگ گیا۔ اورنگ زیب کے برانغار میں سے حسن بخش و سیف خاں و غریب بیگ و محمد صادق و ممریز مہمند زخمی ہو کر کشتہ ہوئے اسکے بعد قول اور التمش کی فوج دارا شکوہ لیکر اورنگ زیب کے توپخانہ و ہراول کے روبرو آیا مگر مقابلہ میں ٹھیر نہ سکا دست راست کی طرف گیا مراد بخش سے جو برانغار میں تھا جا ٹھیرا۔ خلیل اللہ خاں پھر برانغار کی فوج پر حملہ آور ہوا اور اسکے لشکر ازبکیہ نے دلیری و مردانگی کی داد دی اور راجپوتوں نے بھی بڑی جلادت دکھائی کہ راؤ ستر سال ہاڈہ و رام سنگھ راٹھور و بھیم پسر راجہ بیٹھلداس گور و راجہ سیورام برادر زادہ راجہ مذکور اور دلیر و نامور راجپوتوں کی جماعت اورنگ زیب کے بہت قریب آگئی اور راجہ روپ سنگھ اورنگ زیب کی سواری کے ہاتھی کے قریب گھوڑے سے اتر کر جلادت و بہادری کے کام کرنے لگا اورنگ زیب نے اسکی یہ بہادری دیکھکر اپنے نوکروں کو اس کے قتل کرنے سے منع کیا اور زندہ پکڑنے کا حکم دیا مگر نوکر اس کی اس گستاخی کے متحمل نہ ہوئے۔ انھوں نے اسے مار ڈالا۔ یہ واقعہ اورنگ زیب کے رحم و مروت پر شہادت دیتا ہی کہ جو شخص اس کے قتل کرنے کے قصد سے آئے اس پر وہ عنایت فرمائے۔ اورنگ زیب بھی عجب مروت کیش رحم گستر و فتوت آئین عفو پرور تھا کہ اس کا قہر مہر کے ساتھ رہتا اور اس کا غضب لطف سے دمساز تھا اپنی حسن نکوئی اور لطف خوشی کے سبب سے سب وقت کینہ جو مخالفوں کو رجوع پر آمادہ اور عین جنگ میں بخشائش و رافت سے پر خاش جو دشمنوں کے سیلے در صلح کو کشادہ رکھتا تھا جب دارا شکوہ نے دیکھا کہ رستم خاں و راؤ ستر سال اور اور عمدہ راجپوت جو اس جنگ میں اس کے قوت بازو تھے ہلاک ہوئے تو اُس نے کچھ تھوڑی دیر اور کوشش کی کہ اس کا دیوان محمد صالح جس کو

وزیر خاں کا خطاب دیا گیا تھا مارا گیا اور عمدہ آدمیوں کی ایک جماعت قتل ہوئی اور اس کی سواری
کے قریب چند بان متواتر مخالفوں کے لشکر سے آنکر پڑے تو پھر میدان جنگ میں نہ ٹھیر سکا باوجودیکہ
اس کے پاس ایک جماعت موجود تھی اور لڑائی ختم نہ ہوئی تھی کہ وہ بھاگ گیا اور بہت ہراس
و بیدلی سے ہاتھی سے اُتر کر بے یراق وسلاح ننگے پاؤں گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس حرکت و
اضطراب بے ہنگام سے اس کا لشکر پراگندہ و پریشان ہوا اس حال میں ایک خدمتگار اسکی کمر
میں ترکش باندھتا تھا کہ وہ تیر لگنے سے مر گیا تو وہ اور خوف زدہ ہوا وہ بھاگا اور اس فرار میں اسکا
بیٹا سپہر شکوہ بھی آن ملا۔ دارا شکوہ کو شکست اور اورنگ زیب کو فتح ہوئی۔ اگرچہ اورنگ زیب
نے اپنے لشکر کو تعاقب کا حکم نہیں دیا تھا پھر بھی اکبر آباد تک جو دس کروہ تھا ہر قدم پر زخمی
مردہ پڑے تھے اس جنگ میں بہت آدمی مارے گئے اور بڑے بڑے امیر جو ریاست و حکومت
رکھتے تھے اُنھوں نے خاک ہلاک پر عدم کی راہ لی۔ دارا شکوہ اپنے چھوٹے بیٹے سپہر شکوہ
کے ساتھ بھاگ کر اکبر آباد گیا اور اپنے گھر میں جا کر اُترا خجالت و شرمساری کے سبب سے
کسی آشنا و بیگانہ سے نہ ملا۔ خوف کے مارے باپ کے سامنے نہ گیا باپ کو کیا منہ
دکھاتا وہ پہلے ہی اس نازپروردہ کی حقیقت کو جانتا تھا اورنگ زیب کو خوب پہچانتا
تھا اس لیے مقابلہ کو منع کرتا تھا۔ اگر دارا باپ کے کہنے پر چلتا تو کیوں یہ ذلت و خواری
اُٹھاتا۔ تین پہر رات تک یہاں ٹھیرا آخر شب میں اپنے گھر سے فرار کیا اور بیوی اور
لڑکی اور بعض اور اہل حرم کو ساتھ لیا اور کچھ جواہر و مرصع آلات اور سونا اور اشرفیاں
جو اس اضطراب و سراسیمگی میں ہاتھ لگے ساتھ لیگیا۔ اندھیری رات میں سپہر شکوہ اور
بارہ سوار اکبر آباد سے اسکے ہمراہ تھے وہ اسکے ساتھ دہلی گئے۔ مگر اس کے بعد
اس کی سپاہ شکستہ جس میں کچھ زخمی کچھ گرمی کے مارے ستے اُس سے جا کر ملے اس طرح
پانچہزار سوار اس پاس جمع ہو گئے بعض اس کے کارخانے بھی اس پاس پہنچ گئے مگر اکثر
نوکر اس کے جدا ہو کر اورنگ زیب پاس چلے آئے جن کو اُسنے مناسب مناصب دیئے اور ان پر

نوازش کی اور اکبر آباد میں دارا کا اکثر خزانہ وجواہر ومرصع آلات وکارخانہ جات وگھوڑے ہاتھی اور تمام اسباب حشمت وتجمل رہ گیا اس پاس نہ پہنچ سکا۔

اس لڑائی میں یہ امر قابل غور ہے کہ اکبر کی اس تدبیر سے کہ راجپوتوں کے ساتھ رشتہ ہو اور اس قوم پر از حد نوازش اور ان کی ترتیب کی جائے۔ راجپوتوں کو مسلمانوں کے ساتھ اور مسلمانوں کو راجپوتوں کے ساتھ ایسی محبت ہو گئی تھی کہ مسلمان اپنی سلطنت کے فیصلہ کرنے میں ان کو اپنا شریک بناتے اور وہ شریک ہو کر اسکا فیصلہ کراتے تھے۔

جب اورنگ زیب نے اعدا کو ہزیمت دی تو اُس نے خدا کی درگاہ میں شکریہ ادا کیا۔ اور افواج کو ہمراہ لیکر مخالفوں کے لشکرگاہ میں گیا۔ دشمنوں کی منزلگاہ میں غارت اور تاراج کی جاروب نے صفائی کر دی تھی مگر دارا شکوہ کا خیمہ اپنی جگہ پر کھڑا تھا اور نگ زیب اس خیمہ میں جتبک ٹھیرا کہ اسکا اپنا خیمہ دولتخانہ آیا امرا رفیع القدر اور اخلاص شعار تسلیم مبارک باد اور آداب تہنیت بجا لائے۔ مراد بخش کا چہرہ زخموں کے لگنے سے گلرنگ ہو رہا تھا۔ اورنگ زیب نے اول زخموں پر حریرِ نرمی کے ساتھ اپنے لطف ونوازش کا مرہم رکھا۔ پھر ماہر جراح وتجربہ کار اطبا علاج کے لیے بھجوائے۔ جب بادشاہ کا خیمہ آگیا تو وہ کھڑا ہوا اور کام بخشی وعطا گستری کی مراسم ادا ہوئیں اور جن امرا ونوکروں نے اس جنگ میں کوشش وجانفشانی کی تھی اور جوہر مردی وشجاعت وگوہر اخلاص وارادت دکھایا تھا ان پر شاہانہ مہربانیاں ہوئیں اور ہر شخص کو اُس کے رتبہ وقدر کے موافق عطیات عنایت ہوئے۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرائی۔ کشتوں کو خاک سے اُٹھایا۔ دوسرے روز شکار گاہ سموگڈھ میں اورنگ زیب آیا جمنا کے کنارے پر مکانات میں اترا اور اسی روز باپ پاس معذرت نامہ بھیجا جس میں صورت حال وصف آرائی کا اعتذار اور بحکم شرع وفتوائے عقل دارا شکوہ نے جنگ کا سبب نہایت ادب کے ساتھ لکھکر بھیجا اُسی دن محمد امین خاں پسر معظم خاں اس کی خدمت میں آیا پھرا اور بہت بڑے بڑے امرا اسکی خدمت میں آئے اور اُنھوں نے بڑے بڑے انعام وخلعت

و خطاب پائے۔ ۱۱ رمضان کو اورنگ زیب سموگڑھ سے باغ دلکشا نور منزل میں آیا۔ یہاں اورنگ زیب کے معذرت نامہ کا جواب شاہجہاں نے اپنے ہاتھ سے لکھکر فاضل خاں میر سامان کے ہاتھ بھیجا اور سید ہدایت اللہ صدر کو بھی اسکی رفاقت میں روانہ کیا۔ اُنھوں نے باغ نور منزل میں پادشاہ کا یہ صحیفہ پیش کیا اور مقدمات جنکے لیے وہ مامور تھے گذارش کیے اورنگ زیب نے ان کو خلعت دیکر رخصت کیا دوسرے روز پادشاہ کے حکم سے یہ دونوں آدمی اورنگ زیب پاس آئے اور ایک شمشیر موسوم بہ عالمگیر ان کے ہاتھ پادشاہ نے عالمگیر کے لیے بھجوائی اور پادشاہی امرا اورنگ زیب پاس آتے جاتے تھے۔ شہر کے باہر اسکے ٹھیرنے سے اہل شہر پریشان خاطر تھے اورنگ زیب نے سُناکہ مرادبخش کے نوکروں کا نظم و نسق نہ ہوا اور بے پروائی کے سبب سے خودسر ہوئے ان میں سے بعض حکم کے برخلاف شہر میں جہاں جاتے دست تعدی دراز کرتے اس سبب سے قریب تھا کہ شہر میں اراذل و اوباش ایک آشوب برپا کرتے اور فساد کا ہنگامہ گرم ہوتا اور خلائق کی آسائش و آرامش میں فتور آتا اورنگ زیب نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو کچھ سپاہ ہمراہ کرکے حکم دیا کہ وہ شہر میں جاکر انتظام کرے حسب الحکم ۱۲ رمضان کو محمد سلطان اور خانخانان بہادر سپہ سالار شہر میں داخل ہوئے اور اہل شہر کو امن و امان کا مژدہ سُنایا و لطف و احسان کی نوید دی اور خوب انتظام کردیا اب بڑے بڑے امیر اورنگ زیب کی خدمت میں آتے جاتے تھے اور منصبوں اور جاگیروں پر سرافراز ہوتے تھے۔ داراشکوہ کی چکلہ داری میں متھرا تھا داراشکوہ کی پراگندگی کے سبب سے اس میں واقعہ طلب مفسدوں نے فساد مچا رکھا تھا اورنگ زیب نے جعفر خاں ولد اللہ وردی خاں کو اس چکلہ کی فوجداری و نظم مہمات سپرد کی، ۱۷ رکو اورنگ زیب نے محمد سلطان کو حکم دیا کہ وہ دادا کی خدمت میں جائے وہ حسب الحکم قلعہ میں دادا کی خدمت میں گیا اور باپ کی طرح آداب و کورنش بجالایا ۱۹ رکو شاہجہاں کے کہنے سے بیگم صاحب باغ نور محل میں اورنگ زیب پاس

آئیں اب روز بروز اورنگ زیب کے دربار کو رونق زیادہ ہوتی جاتی تھی رائے رایان جو سر دفتر اہل دیوان تھا مع کل دیوانی کے متصدیوں اور کل زمرۂ اہل قلم و ارباب محاسبات کے حاضر ہوا اور مراتب ملک و مال جن میں اس مدت میں فتور و اختلال آیا تھا اُنھوں نے اورنگ زیب کی خدمت میں عرض کیا انکے باب میں اُسنے احکام دیئے۔ غرہ رمضان سے ۱۲ تاریخ تک ایک جمع کثیر اسکی مراحم و عنایات شاہنشاہی سے کامیاب بہرہ ور ہوئی۔ منجملہ اُن کے شاہزادہ محمد سلطان کو جیغۂ و خنجر مرصع علاقہ مروارید کے ساتھ اور دو زنجیر فیل مرحمت ہوئے۔ اور مراد بخش کو خزانہ سے چھبیس ۲۶ لاکھ روپیہ عطا کیا۔

دارا شکوہ ۱۰۶۸

۱۴ رمضان کو دارا شکوہ اپنے پانچہزار سواروں کے ساتھ دہلی میں آ گیا۔ کوئی لکھتا ہے کہ یہ سوار شاہجہاں نے اس پاس بھیجے تھے اور پرانی دلی کے قلعہ میں لیا اُترا جیسے کہ ویرانہ میں اُلو۔ اورنگ زیب نے اسکے تعاقب کے واسطے کوئی لشکر نہیں متعین کیا تھا۔ وہ خود اکبرآباد میں مقیم تھا کہ دارا شکوہ دہلی میں توقف کر کے پھر لشکر و سپاہ کا سامان تیار کرنے لگا۔ وہ کارخانہ خاصہ بادشاہی کی اشیاء اور اموال و گھوڑوں اور ہاتھیوں پر امرا کے نقد و جنس و امتعہ و ذخائر پر دست درازی کرنے لگا۔ جس کا مال جو ہاتھ آیا اسکو ضبط کیا۔ اُسنے سلیمان شکوہ کے لشکر کو طلب کیا تھا وہ پٹنہ سے چلا آتا تھا اُس نے ان امرا کو جو اس لشکر کے ساتھ تھے لکھا تھا کہ وہ جمنا کے اس طرف سے دہلی کی سمت میں بہت جلد آنکر مجھ سے مل جائیں وہ بیٹے کے لشکر کا انتظار کرتا تھا اور یہ سمجھا تھا کہ اُسکے لشکر کے آنے کے بعد دونوں لشکر یک جا ہو جائینگے تو دوبارہ صف آرائی کی شکست اُس میں ہو جائیگی۔ وہ مدت سے جانتا تھا کہ امرا و لشکر و سپاہ کا دل اورنگ زیب کی طرف مائل ہے لیکن اسپر بھی اپنی مکر بازی سے باز نہ آتا تھا خفیہ خطوط و استمالت نامے فریب آمیز امرا کو ارکان دولت و صوبجات کے امرا اور ولایات کے حکام کو بھیجکر اغوا کرتا تاکہ وہ اورنگ زیب کی نافرمانی و مخالفت کریں اور اطاعت نہ کریں ان کو اپنی طرف دعوت کرتا تھا جو امرا اورنگ زیب کے ساتھ خالص عبودیت نہیں رکھتے تھے۔

ان کی اوضاع سے اورنگ زیب کو معلوم ہوتا تھا کہ دارا شکوہ کا لکھنا اثر رکھتا ہے دارا شکوہ پوشیدہ نوشتے باپ پاس بھی بھیجکر اُس کے دل میں وسوسے ڈالنے میں کوشش کرتا تھا۔ چونکہ آدمی کی نہاد میں یہ امر داخل ہے کہ وہ نقوش وساوس کو اور آثار تخیلات کو قبول کرتا ہے خصوصاً جو نیکخواہی اور خیر اندیشی کے لباس میں غلط نما ہو کر خرد آشوب دانش زیب ہوں۔ شاہجہاں کے بعض اطوار سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ دارا شکوہ کی محبت والفت وطرفداری کو دور نہیں کرسکتا۔ جب حضرت شاہجہاں نے افضل خاں کے ہاتھ یہ فرمان اورنگ زیب کو بھیجا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کہ اے میرے فرزند میں تیری صورت دیکھنے کو ترستا ہوں مدت کے بعد اب تو یہاں آیا ہے امتداد فراق سے اشتیاق زیادہ ہو گیا ہے خدا کی عنایت سے مینے دوبارہ زندگی پائی ہے تو میرے پاس آنکر سعادت قدمبوسی حاصل کر۔ اورنگ زیب نے اس کا جواب یہ لکھا کہ میری بڑی خوش نصیبی ویاوری اقبال ہے کہ حضور نے مجھے یاد فرمایا اب میں حضور سے اس امر کا امیدوار ہوں کہ میری ملازمت کے واسطے کوئی ساعت مسعود قرار دی جائے بادشاہ اس عرضداشت کو سنکر بڑا خوش ہوا اور ملنے کا اشتیاق اور زیادہ بڑھ گیا مگر اورنگ زیب دل سے چاہتا تھا کہ میں باپ کے پاس جاؤں اور مراسم اخلاص عقیدت کو بجا لاؤں اور خاطر اشرف کے استرضا میں کوشش کروں اگر بادشاہ کے دل میں اسکی طرف سے کچھ غبار ہو تو اُس کو بالمشافہ بے توسط اغیار آستین اعتذار سے پوچھوں کہ بالکل حجاب رفع ہو جائے اور صفائی ہو جائے لیکن شاہجہاں کو دارا شکوہ کے اصلاح حال کی رعایت چلی جاتی اور اسکی طرف توجہ باطنی تھی جو کچھ وقوع میں آیا تھا وہ اُسکے مطلوب کے منافی تھا اسلیے اورنگ زیب نے باپ سے ملنے کا ارادہ کیا تھا اُس کو ترک کر دیا اس کو جب معلوم ہوا کہ دہلی میں دارا شکوہ لڑنے کا سامان تیار کر رہا ہے تو اُس نے اُسکے شر کے دفع کرنے کو سب کاموں پر مقدم جانا۔

ارادہ اورنگ زیب کا طرف شاہجہان آباد اور [illegible]

جب اورنگ زیب کا ارادہ شاہجہان آباد کے جانے کا ہو گیا تو اُس نے شاہزادہ محمد سلطان کو ایک لشکر کے ساتھ دارالخلافہ اکبر آباد میں متعین کیا اور اسلام خاں کو اس کا اتالیق بنایا۔ فاضل خاں کو شاہجہاں کی خدمت کے لیے اور مہمات بیوتات کی پرداخت کے واسطے اور

...کارخانجات خاصہ کے بند وبست کے لیے مقرر کیا۔ ذوالفقار خاں کو قلعہ کی حراست سپرد کی اور مقرب خاں کو جس نے شاہجہاں کے معالجہ میں بڑی کوشش کی تھی اور اسکے مزاج سے آشنا ہو گیا تھا حکم ہوا کہ وہ بادشاہ کی بقیہ کوفت کا علاج اور صحت مزاج کی تدبیر کرے اسکو تین ہزار اشرفیاں انعام دیں اور خلعت دیا۔

۲۲ رمضان کو اورنگ زیب شاہجہان آباد کو روانہ ہوا۔ اس تاریخ شاہزادہ محمد اعظم باپ کے حکم سے دادا کی خدمت میں گیا اور پانچسو مہر اور چار ہزار روپئے بطریق نذر گزرانے۔ دادا پوتے کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور اُس کو گلے لگایا بہت عنایت کرکے اس کو رخصت کیا دارا شکوہ جانتا تھا کہ اورنگ زیب دہلی آئیگا اور اسکے بیٹے سلیمان شکوہ جس کا انتظار وہ دہلی میں کر رہا تھا راہ میں روکے گا اور مجھ سے ملنے نہیں دیگا اسلیے اُس نے جب سُنا کہ اورنگ زیب دہلی آتا ہے تو وہ ۱۲ رمضان کو لاہور کو روانہ ہوا اور اپنا حال سلیمان شکوہ اور اُسکے اتالیق باقی بیگ کو جس کا بہادر خاں خطاب تھا لکھ بھیجا اور یہ ہدایت کی کہ اگر ہوسکے تو جمنا کی اس طرف سے یوریہ سہارنپور کی راہ سے بہت جلد سہرند میں یا لاہور میں آجاؤ۔ الہ آباد میں دارا شکوہ کی طرف سے سید قاسم خاں بارہ صوبہ تھا وہ اورنگ زیب کی اطاعت نہیں کرتا تھا بر سر فساد تھا اسلیے اورنگ زیب نے خاندوراں کو لشکر کے ساتھ الہ آباد روانہ کیا کہ اگر قاسم خاں اطاعت کرے تو اُس کو ہمارے پاس بھیجدو اور اگر سرکشی پر آمادہ ہو اور قلعہ نہ حوالہ کرے تو قلعہ کو مفتوح کرو۔ مراد آباد کی محال قاسم خاں کو عطا کی اور اس کو وہاں روانہ کیا۔ ارادت خاں کو اودھ کا صوبہ مقرر کیا عبدالنبی خاں کو اٹاوہ کا فوجدار مقرر کیا اور اسی طرح سے اور قلعہ دار و فوجدار اور صوبہ دار مقرر کیے۔ امرا کو ہزاروں روپئے انعام دیئے خانجہاں کو جس کو بادشاہ نے دارا شکوہ کی شکست کے بعد جاگیر و منصب سے معزول کیا تھا اسکو منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کا عنایت کیا۔ امیرالامرا کا خطاب یا دو کروڑ دام کی جاگیر دی۔ خاندوران خاں کو دو لاکھ روپیہ انعام دیا اور دو کروڑ دام جمع کی جاگیر دی۔ دلیر خاں و عبداللہ خاں ولد سعید خاں بہادر مرحوم نے سلیمان شکوہ کی رفاقت کو ترک کیا اور وہ اورنگ زیب

مرادبخش کا گرفتار ہونا

پاس آئے اُس نے اپنی مرحمت خسروانہ سے انکو سرفراز کیا۔ ۲ رشوال کو اورنگ زیب متھرا میں آیا۔

سے آنکس کہ ظل ذو الجلال است ۔۔۔ شرکتش چوں شریک حق محال است

شہنشاہ فردمی باید در اقلیم ۔۔۔ بُر یکتا بود در خور دیہیم

مرادبخش کے قید ہونے کے واقعہ کو مورخ مختلف طرح سے بیان کرتے ہیں جسکو میں بیان کرتا ہوں عالمگیر نامہ محمد کاظم میں لکھا ہی کہ مرادبخش کو تمنا رسلطنت کا سودا تھا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ شاہجہاں کے بعد ملک سلطنت کی وراثت کا دعویٰ مجھے پہنچتا ہی اور ہندوستان کی فرمانروائی اور سرآرائی اُسکو پہنچیگی۔ جب شاہجہاں بیمار ہوا اور اطراف میں اُسکی خبر متوحش پھیلی تو بے تحقیق حال اور اندیشہ مآل تخت سلطنت پر ہو بیٹھا۔ مروج الدین اپنا لقب لکھا اپنے نام کا خطبہ وسکہ جاری کیا۔ بندر سورت بیگم صاحب سے تعلق رکھتا تھا اس میں فوج بھیجی اسکے قلعہ کو تصرف سے لیا اور سرکار پادشاہی اور بیگم صاحب میں جو اموال اور اشیا رتھیں اُن پر متصرف ہوا اور آدمیوں کے اموال اور امتعہ پر دست تعدی دراز کیا اور ناشائستہ کام کرنے لگا چنانچہ محمد شریف پسر اسلام خاں مرحوم کو جو بندر سورت کی مہمات کا متصدی تھا اس کو مع اور متصدیوں کے قید کیا اور انکی اہانت کی ان کو آزار پہنچایا اور علی نقی جو اسکی سرکار کی مہمات کی کفایت رکھتا تھا اور پادشاہ کی طرف سے دیوانی کرتا تھا اور اُس کا دیوان تھا بے گناہ ناحق اسکے نفاق کے توہم سے اور عدم یک جہتی کے مظنہ سے اپنے ہاتھ سے قتل کیا غرض علانیہ سرکشی وخودرائی اختیار کی۔ مگر اورنگ زیب نے اپنا تغیر وضع نہیں کیا اور اورنگ سلطنت پر جلوس نہیں فرمایا۔ جب اخبار موحشہ کا جھوٹ ظاہر ہوگیا اور تحقیق ہوگیا کہ اگرچہ پادشاہ بیمار ہوا تھا اور اسکے قویٰ میں فتور عظیم آیا تھا مگر ابھی اسکی شمع حیات انجمن ہستی میں روشن ہی تو مرادبخش کچھ ہوش میں آیا۔ اورنگ زیب کی عاطفت کا دامن پکڑا کہ وہ باپ پاس لیجاکر عفو تقصیرات معاف کرا دے مگر اب بھی نادانی اور بے خردی سے اپنے اوضاع سابق کو نہ چھوڑا۔ تخت وچتر وسایر لوازم سلطنت کو اپنے ساتھ رکھا اس بات کو اورنگ زیب اُسکی خردسالی وجاہلی پر محمول کرتا تھا اور اپنی بزرگی اور نادانی کے سبب اُس سے درگذر کرتا تھا۔

اور حسن اخلاق اس کے ساتھ برتتا تھا کہ شاید رفتہ رفتہ وہ اپنی ان حرکات سے باز آئے مگر وہ اپنی نادانی اور غفلت سے باز نہ آتا تھا جب داراشکوہ کو شکست ہوئی اور اُس نے دیکھا کہ اورنگ زیب کو سلطنت ہاتھ آئی تو اُس کے دل میں نفاق و مخالفت کا خیال پختہ ہوا اور ہمسری کے لیے سر کھجانے لگا فتنہ و فساد و سرکشی کا قصد ہوا باوجودیکہ خزانہ پاس نہ تھا مگر لشکر کو بڑھایا۔ اور بادشاہی بندوں اور امرا کے ساتھ طرح طرح سے استمالت اور ملائمت کی اور اپنی طرف دعوت کی۔ یوں کچھ امیر اسکے طرفدار ہوئے ان کو نامناسب مناصب اور بے موجب روپئے اور بیسر و پا آدمیوں کو بیجا خطاب دیئے اور اسباب شورش و سرکشی کو سرانجام دیا اور اسراف شروع کیا۔ روز بروز بے اعتدالی کو بڑھایا جب اورنگ زیب نے اکبرآباد سے سفر کیا تو ساتھ چلنے کے لیے بہانے بنائے۔ آخر کو ہمراہی اختیار کی کچھ دنوں اورنگ زیب کے لشکر کے پیچھے کوچ کرکے اور چند کروہ پیچھے کینے کی کمین میں رہتا اسلیے اورنگ زیب نے اسکی شورش انگیزی اور مخالفت کو یہ سمجھکر کہ خلقت کی آسایش و امن میں اس سے شورش پیدا ہوگی تو اُس نے بلطائف دانش و تدبیر دستگیر کیا جس سے اسکی تنبیہ و تادیب ہوجائے اور فتنہ و آشوب نہ برپا ہو۔ ۴؍ ماہ شوال کو متھرا میں جب مراد بخش کورنش کے لیے آیا تو اُس کو تدبیر سے دستگیر کیا اور آدھی رات کو شیخ میر کو سپرد کرکے شاہجہان آباد بھجوا دیا۔

خافی خاں یہ لکھتا ہے کہ شاہزادہ مراد بخش سادہ لوح تھا اکثر صفات پسندیدہ سے موصوف تھا مغلوں کی رعایت اور خطا بخشی میں بہت کوشش کرتا تھا اور اپنی صفائی باطن و حسن عقیدت سے بزرگوں کے اس قول پر خیال نہیں کرتا تھا کہ دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند۔ وہ اورنگ زیب کے دلفریب وعدوں سے اور نقد و جنس کی تواضعات سے کہ بطریق عاریت و امانت قبل از جنگ بعد از فتح وہ کرتا تھا اپنا دل خوش رکھتا تھا اور اپنی سادہ لوحی سے تمنائے سلطنت کو لوح دل پر منقش کرتا تھا اور سلاطین کے طریقہ کو نہیں چھوڑتا تھا۔ اور بھائی کے عہد و پیماں کے عدم ایفا کا توہم بھی اُسکو نہ ہوتا تھا۔ باوجودیکہ اسکے ہواخواہ مکرر گوش گزار کرتے کہ زمانہ کا رویہ بد عہدی ہے خاصکر اس مادہ سلوک

ہیں کہ ملوک نے وارث ملک کے ساتھ زمانہ سلف میں کیا مگر وہ نہیں سنتا بے محابا چند آدمیوں کے ساتھ بھائی کی خلوت میں جاتا۔ ایکدن ایک سپید ریش سفید معمر قدیم الخدمت نیک خصلت نے اس وقت کہ مراد بھائی پاس جاتا تھا عرض کیا کہ میرے خواب کی تعبیر کبھی غلط نہیں ہوتی مینے عالم رویا میں مکرر دیکھا ہی کہ جو عہد و پیماں آپکے اور بھائی کے درمیان ہوئے ہیں وہ اعتماد کے لائق نہیں ہیں مراد اس بات کو خوشامد سمجھا اور اسکی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور خواجہ شہباز کی طرف مخاطب ہوا (جو اسکو اکثر اس قسم کی نصیحتیں کیا کرتا تھا کہ ایسی لایعنی باتوں سے محبت و قرار عہد میں اختلال پڑتا ہی القصہ ۴ شوال کو متھرا میں منزل ہوئی اوّل روز میں مراد بخش کو حسن تدبیر سے جسکی تفصیل نہیں کرتا اس کو دستگیر کرکے پابہ زنجیر کیا اس رات کو چار حوضے پردہ دار ہاتھیوں پر رکھکر چاروں طرف روانہ کیے اور ہر ایک کے ہمراہ ایک فوج اور دو سردار نامی مقرر کیے اس حوضہ کو جس میں یہ مجبور محبوس بیٹھا تھا شیخ میر و دلیر خاں کے ساتھ سلیم گڑھ کے قلعہ میں بھیجدیا یہ احتیاط اسلیے کی گئی تھی کہ جس حوضہ میں اس محبوس کو بٹھایا گیا تھا اسپر مغلیہ اور اُسکے ہوا خواہ غلبہ نہ کریں اور اسکے تمام خزانے اور کارخانے قبضہ میں آجائیں اور ایک دام و درم ضائع نہ ہو۔

اب ہم برنیر اور تاریخ ہندوستان ڈو صاحب سے اس واقعہ کی نقل کرتے ہیں جنکے پڑھنے سے ہم کو وہی مزہ آتا ہی جو بے سر و پا اخبارات ہند میں آجکل واقعات کے بیانات کے مطالعہ میں لطف آتا ہی کہ ایک جھوٹی بات اس واقعات سے نمک مرچ اور گل پھول لگا کے بیان کرتے ہیں جسکے ہونے میں وہ لوگ ذرا بھی تامل نہ کریں جو اصل حقیقت حال سے ناواقف ہوں۔ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہی کہ جب آگرہ سے عالمگیر کے سفر کا دن آیا تو مراد بخش کے خاص دوستوں نے خاصکر زیادہ تر شہباز خواجہ سرا نے ہر طرح کی دلائل سے سمجھایا کہ حضور کو دہلی اور آگرہ کے ہمسایہ میں اپنے لشکر کے ساتھ رہنا چاہیے چرب نرم و مودبانہ چاپلوسی کی افراط میں ہمیشہ فریب دھوکہ ہوتا ہی اُنھوں نے بیان کیا کہ حضور خاص و عام کے نزدیک بادشاہ ہیں اور آپکی بادشاہی کو اورنگ زیب بھی تسلیم کرتا ہی تو یہ امر عاقلانہ تدبیر سے دور ہی کہ آپ آگرہ یا دہلی سے آگے چلے جائیں اپنے بھائی کو تنہا دارا شکوہ کے تعاقب میں جانے دیجیے۔ اگر اس دانشمندانہ صلاح کو مراد مان لیتا تو اورنگ زیب بڑی مشکلوں اور حیرانیوں میں پڑ جاتا مگر اس فہمائش کا اثر ذرا بھی اسکے دل پر نہ ہوا اُسنے اپنے بھائی کے ان وعدوں اور قسموں

پر پورا اعتماد کیا جو اُنکے درمیان قرآن پر قسم کھا کر ہوئے تھے دونوں بھائیوں نے ساتھ آگرہ سے دہلی کی طرف کوچ کیا۔ آگرہ سے چار چھوٹی منزلوں کو طے کرکے متھرا میں اُنھوں نے قیام کیا۔ مراد کے ہوا خواہوں نے بہت کچھ ایسا دیکھا اور سُنا کہ جس سے اُنکے دلمیں شُبھے پیدا ہوئے۔ ایک دفعہ پھر اُنھوں نے کوشش کی کہ مراد کو سنکر ڈرائے اُنھوں نے اُس سے کہا کہ ہم نے تحقیق کر لیا ہی کہ اورنگ زیب کی نیت میں آپکی طرف سے فساد ہی اور یقینی ایک خوفناک سازش آپ کی خرابی کے لیے ترقی پذیر ہی مختلف حلقوں سے جسکی اطلاع ہم کو آئی ہی اسواسطے بھائی کی ملاقات کو آپ ہرگز نہ جائیں اور خاصکر آج کے دن اُدھر رُخ بھی نہ کیجیے اور مصلحت یہ ہی کہ آپ اس بلا کو یوں ٹالیے کہ بیماری کا بہانہ بنائیے جس سے اورنگ زیب حسب معمول آپ کی عیادت کو خود تھوڑے آدمیوں کے ساتھ ضرور آئیگا اپنا کام بنائے گا۔ اورنگ زیب کی تزویر و چاپلوسی و ریاکاری کے افسوں سازی نے اُس نامراد شہزادہ پر ایسا اثر کیا تھا کہ ہوا خواہوں کے دلائل اور منت و سماجت کب اسکی سمجھ میں آتے تھے اورنگ زیب کو بھائی کے آنے کی توقع تھی اُسنے میر خاں اور تین چار اور امیروں کے ساتھ اپنے منصوبے کا مشورہ کیا جب مراد آیا تو بھائی اپنی اس مقررہ قربانی کے ساتھ پہلے سے بہت زیادہ تپاک سے پیش آیا اور ایسی خوشی ظاہر کی کہ جسکے سبب سے آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اورنگ زیب نے اپنے ہاتھ میں رومال لیکر اُس سے چہرہ کا پسینہ پونچھا اور گرد دور کی دونوں بھائیوں نے ساتھ بیٹھکر ہنسی خوشی کھانا کھایا اور ظاہر میں محبت و الفت کی باتیں نہایت تپاک کے ساتھ ہوئیں اور کہیں بیچ میں اُن کا تار نہیں ٹوٹا جب کھانے سے فارغ ہوئے تو کابل و شیراز کی مزہ دار شرابیں بہت سی آئیں تو اورنگ زیب اُٹھا اور مُسکرا کر اُس نے کہا کہ صاحب عالم تم خوب جانتے ہو کہ میں مسلمان ہوں مجھے مشکل ہی کہ میں تمھارے ساتھ اس مے نوشی میں مزے اُڑاؤں اسلیے مجھ پر لازم ہی کہ میں یہاں سے غیر حاضر ہوں مگر آپکی مصاحبت میں عمدہ آدمی ہیں میر خاں اور دیگر احباب آپکی خدمت مہمانداری کرینگے۔ مراد بخش کی تو عادت میں بہت شراب پینا داخل تھا جب یہ نفیس شرابیں اُسکے آگے آئیں تو اس قدر انکو پیا کہ یہ مست ہوکر بے خبر سو گیا اورنگ زیب کی مراد بر آئی کہ مراد بے ہوش پڑا سوتا تھا مراد بخش کے نوکروں کو حکم ہوا کہ وہ باہر چلے جائیں۔ اپنے

آقا کے خواب راحت میں خلل نہ ڈالیں میرخاں نے دونوں اسکی تلوار اور جمدھر لے لیا (جمدھر اسل میں یاما دھار یعنی موت کا لانے والا ہی) یہ ایک چوڑا خنجر ہوتا ہی اور اس کا قبضہ پھل کے اوپر قائم الزاویہ ہوتا ہی بعض ان میں سے دو کھانا اور بعض تین کھانا ہوتے ہیں. منوچی سے پادری کیٹ رو نقل کرتے ہیں کہ یہ تلوار اور جمدھر اورنگ زیب کے پوتے اعظم پسر شاہزادہ محمدؐ نے اُٹھائے تھے وہ چھ برس کا لڑکا تھا. اورنگ زیب نے اپنے سوتے بھائی کے ساتھ یہ ایک دل لگی کی کہ پوتے سے کہا کہ اگر اسکی تلوار اور جمدھر اس طرح اُٹھالاؤ کہ مراد جاگے نہیں تو ہم تم کو ایک جواہر انعام دینگے. اس لڑکے نے بڑی پھرتی سے اس کام کو کیا اور دونوں ہتھیاروں کو متصل کے خیمے میں لیگیا) تھوڑی دیر بعد اورنگ زیب اپنے بھائی کے جگانے کے لیے خیمہ میں آیا اور آتے ہی وحشیانہ اول اس شہزادہ کو دو تین لاتیں ماریں جب اُس نے آنکھیں کھولیں. تو اُس نے ملامت کے لیے یہ چند فقرے کہے کہ بڑی شرم اور بدنامی کی بات ہی کہ تو بادشاہ ہو کر اتنی کم ہوشیاری رکھے بھلا دنیا کے لوگ میرے اور تیرے جہنم میں کیا تھوکینگے. اس کمبخت شرابی کے ہاتھ اور پاؤں باندھو اور اندر لے جاؤ کہ اس بے شرمی کا سونا وہاں سوئے. حکم دینے میں دیر تھی تعمیل میں دیر نہ تھی. پانچ چھ سپاہی دوڑ پڑے اور وہ مراد کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر لے گئے وہ چیخیں مارتا اور دُہائی دیتا رہا اور زور کرتا رہا. بھلا یہ تشدد مراد بخش کے آدمیوں کے ظلم سے کسی طرح چھپائے چھپ نہیں سکتا تھا اُسکے آدمیوں نے غل شور مچایا. مگر مراد بخش کے میر آتش علی قلی نے اُس کو دبا دیا اور اورنگ زیب نے اسکو پہلے ہی زر دیکر اپنے ساتھ گانٹھ لیا تھا اُسکے لشکر کی فوجوں میں شور و غوغا ہوا اور اندیشہ تھا کہ وہ یکایک نہ چڑھ آئیں مگر رات کو جاسوس ایسے بھیجدئے گئے تھے. جنھوں نے اورنگ زیب کے واقعات کو نہایت خفیف کر کے بیان کیا کہ وہ کوئی بڑی بات نہیں ہی ہم وہیں تھے کہ مراد بخش نے شراب اتنی کثرت سے پی تھی کہ اپنے اختیار میں نہیں رہا تھا بدکلامی کرنے لگا اس کی گالیوں سے کوئی شخص نہیں بچا یہاں تک کہ اورنگ زیب کو اُس نے مغلظ دشنام سنائیں اور وہ دنگہ اور اودھم مچایا کہ کسی طرح

سنبھالے نہ سنبھلا۔ ناچار اس کو جدا بند کرنا پڑا صبح کو جب رات کا نشہ اُتر جائیگا تو وہ پھر آزاد ہو جائے گا۔

اس اثنا میں بڑی بڑی رشوتیں اس کے تمام امراء عظام کو چٹائی گئیں اور بڑے بڑے وعدے اُن سے کیے گئے اور فوراً کل سپاہ کی تنخواہ بڑھا دی گئی بہت ہی تھوڑے آدمی ایسے تھے جو پہلے نہیں جانتے تھے کہ مراد کا زوال آنیوالا ہے اسلیے جب دن ہوا تو اُس شورش کا نشان بھی مشکل سے ملتا تھا۔

جب اورنگ زیب کو اطمینان ہوا تو اُس نے اپنے بھائی کو ایک زنانی عماری میں بند کرکے دہلی بھیجدیا کہ وہ قدیمی قلعہ سلیم گڈھ میں جو جمنا کے بیچ میں بنا ہوا ہے مقید رہے اب ڈو صاحب کی تاریخ ہندوستان کی داستان سُنیئے جو غالباً اُنھوں نے کسی داستان گو سے سُنکر لکھی ہوگی اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب متھرا میں لشکر اُترا تو مراد بخش نے اورنگ زیب کو دعوت میں بلایا جب وہ آیا اور دونوں بھائی کھانے بیٹھے تو شہباز خاں خواجہ سرا نے جو مراد بخش کا راز دار تھا مراد سے سرگوشی کی کہ عمدہ پوشاک میں چاک کرنیکا وقت ہے یعنی اورنگ زیب کا اب سمجھ لینا چاہیے تو اورنگ زیب جو عنوان ظاہر سے باطن کا حال جان لیتا تھا بات کو سمجھ گیا مگر اس کو بلا کر چکا ہو گیا تو مراد بخش نے شہباز کو کہا کہ اب جاؤ اور اس اشارہ کے منتظر رہو تو اورنگ زیب نے یہ سمجھکر کہ میرے قتل کا منصوبہ ہے تو وہ پیٹ کے درد کا بہانہ بنا کے بہت جلد اپنے گھر چلا گیا تیسرے روز یہ درد مصنوعی جاتا رہا۔ مراد بخش نے اسکی بڑی خوشی منائی۔ بھائی نے اسکی دعوت کی۔ خوب ناچ رنگ کیا۔ ایک حسین عورت کو دیکھکر مراد بخش لٹو ہو گیا اورنگ زیب نے اس وقت پابندی اسلام کو بھی سلام کیا بھائی کو شراب پلا کے بالکل بے ہوش کیا اور اس کے امراء بھی شراب پی پی کر بیہوش ہوئے اورنگ زیب نے مراد بخش کے ہتھیار اُٹھوائے اور اسکے ہاتھ آہستہ آہستہ باندھنے شروع کیے مراد چونکا کچھ آدمیوں کو لاتیں ماریں تو آدمی دوڑے مگر اورنگ زیب کی اس ڈانٹ کے بتانے سے کہ اگر مراد ذرا ہاتھ یا

پاؤں ہلائے تو اس کو ابھی قتل کر ڈالو تو یہ سنکر مراد کچھ ہکا بکا ہو گیا اور پاؤں بھی بند ہوئے شہباز خاں جو دلی خیر خواہ تھا یوں قید ہوا کہ وہ ایک خیمے کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اسکی رسیاں کاٹ دیں وہ اسکے نیچے دبا اور اسکے الجھیڑے سے نکل نہ سکا گرفتار ہوا اور باقی امراء کو مسلح آدمیوں نے پکڑ لیا انہوں نے اورنگ زیب کی اطاعت قبول کی۔ مراد اور اسکا رفیق بہ حفاظت کامل آگرہ کو روانہ کئے گئے۔

ظفر نامہ میں لکھا ہے کہ ۲۲۔ رمضان ۱۰۶۸ء کو اورنگ زیب نے آگرہ سے کوچ کیا بہادر گڈھ میں شوال کو ۴۴۔ کوس ای گھاٹ پہنچکر دو روز مقام کیا جب اسکو معلوم ہوا کہ مراد بخش نے آگرہ سے ابتک کوچ نہیں کیا ہے اور ملازمان شاہی کی ایک جماعت مثل ابراہیم اللہ علی مردانخاں امیرالامراء وغیرہ نے مراد کی ملازمت اختیار کی اور مواجب مناصب دو بیست دہ پانزدہ مقرر کرتا ہے تو بہت آدمیوں نے اسکی طرف رجوع کی ہے بیس ہزار سوار اس پاس جمع ہو گئے ہیں اور ظاہر پرست صورت میں منصب کی طمع میں آکر لشکر عالمگیری سے جدا ہو گئے ہیں اور اس سے جا ملے ہیں۔ اور آناً فاناً میں اسکی جماعت بہت زیادہ ہو گئی ہے تو عالمگیر مراد کی اس ترک رفاقت کو اپنی مصلحت و دولت کے خلاف سمجھا اور اپنے مدعا دلی میں خلل انداز جانا اپنے معتمد کو بھیجکر مراد بخش سے رفاقت کے ترک کرنے کی وجہ پوچھی تو مراد نے جواب میں اپنی ناداری کی وجہ سے فوج کی پریشان حالی بیان کی تو اورنگ زیب نے بیس لاکھ روپیہ بھیجدیا اور کہلا بھیجا کہ بالفعل اس کو اپنی فوج میں خرچ کیجئے اور حسب وعدہ خزانہ اور غنیمت کی تہائی بہت جلد جائے گی۔ اور مہم داراشکوہ کے اتمام کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ پنجاب و کابل اور کشمیر اور ملتان آپ کو تفویض دیا جائیگا۔ اس معاملہ میں آپ مطمئن رہیں اور جلد تشریف لائیں تاکہ بالاتفاق یہ بڑی مہم جو درپیش ہے حسب دلخواہ سرانجام پائے۔

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ اس فساد کی ابتدا یہ ہوئی کہ فتح کے بعد مراد نے

عالمگیر کو پیغام دیا کہ وعدہ یہ تھا کہ ملک و دولت بالمناصفہ تقسیم ہوگا اب اس کا ایفاء کیجئے
عالمگیر اس تقریر کو سنکر اسکے مقید کرنے کی تدبیر میں ہوا اور یہ جواب بھیجا کہ ابھی جنگ باقی
اور بادشاہ زندہ ہے جسکی توجہ داراشکوہ کی طرف بہت ہے اس گفتگو کا محل نہیں ہے سلطان مرادبخش
نے بالجملہ تسلی وتسکین پائی اور آگرہ سے چلا مگر اب بھی بھائی کے لشکر سے اپنا لشکر ایک کوس پیچھے
رکھتا اسطرح دونو بھائی آگے پیچھے چلتے ہوئے متھرا میں آئے تو پہلے سے بھی زیادہ فاصلہ پر
مراد نے اپنا قیام کیا۔ اولیاء دولت نے مراد کی ان اوضاع و اطوار و حرکات وسکنات کو
یک دلی و یکجہتی کے خلاف جانا اور خلوت میں عالمگیر کو اسپر مطلع کیا کہ ایسے وقت میں کہ بڑے
بڑے کام کرنے درپیش ہیں اور حسب دلخواہ معاملہ نے صورت نہیں پکڑی ہے اور مخالفان دولت سے جمعیت
خاطر نہیں ہوئی۔ مراد کی ان اداؤں سے عالمگیر کو تردد ہوا اور مصلحت دولت کا یہ تقاضا ہوا کہ اپنے
ہواخواہوں کی خاطر کو جمع کرنیکے لئے مراد مقید کیا جائے۔ جب رائے اسطرف ہوئی تو اول اُسنے
مراد کے امراء عظام کو بڑی بڑی رشوتیں دیکر اور بڑے بڑے وعدے کرکے اپنی طرف
کر لیا اور پھر صلاح ومشورہ کے بہانہ سے مرادبخش کو اپنے گھر بلایا مگر وہ اس روز بعض
خیراندیشوں وہواخواہوں کے منع کرنے سے کچھ بہانہ بناکے نہ آیا۔ اورنگزیب کے دل
میں یہ کانٹا کھٹکتا تھا اس کو جلد نکالنا چاہتا تھا۔ اُس نے متھرا میں قیام کیا اس کو یوں پھسلانا
شروع کیا کہ کبھی ملاقات کا شوق ظاہر کیا کبھی معاملات ملکی میں صلاح ومشورہ کو
حیلہ بنایا۔ مرادبخش اپنی سادہ دلی سے جانے کو تیار ہوا تو اس کے نیک خواہوں نے
جو اس فریب سے آگاہی رکھتے تھے اس کو روکا اور کہا کہ ہم کو اورنگزیب کی طرف سے
اطمینان نہیں کہ وہ آپ سے دغا کریگا اور پھر آپ کا پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا مگر اس نامراد
نے ان کی بات کو اس کان سے سُنا اور اس کان سے اُڑا دیا اور یہ جواب دیا کہ این محض واہمہ
است کہ برطبیعت شما غالب گشتہ باوجود عہد وپیمان موکد باغلاظ ایمان ازاں حضرت
ایں ہمہ تردد وسلسلہ وواہمہ رامرا بخاطر راہ دادن از طریقہ مسلمانی نباشد

یہ دن بھی یوں گفتگو میں گیا اور نگ زیب نے اس معاملہ کو ادھورا چھوڑ کر آگے مہم کے لئے سفر کرنا عقل کے خلاف جانا اور متھرا میں توقف کیا اور ہر روز کئی کئی دفعہ آدمی بھیجا اور پیغام دیتا کہ بڑے بڑے معاملات ایسے پیش ہیں کہ ان میں بغیر آپ کی صلاح ومشورہ لینے کے میں آگے کچھ نہیں کرسکتا آپ کی تشریف آوری کا انتظار حد سے زیادہ ہے اگر آپ تشریف لائیں تو ایک پنتھ دو کاج ہوں ایک ملاقات کی مسرت دوم امور مرجوعہ کی اصلاح کی تدابیر۔ مراد بخش سادہ لوحی سے اورنگ زیب کے فقروں میں آگیا اور اسکو سچا جان کر ملاقات کرنے پر رضامند ہوگیا۔ سوم روز صبح کو سیر و شکار کے لئے صحرا میں گیا۔ اُس کا خاص ملازم نورالدین اورنگ زیب کے ساتھ گٹھ گیا تھا گھوڑا دوڑا کر وہ سامنے سے آیا اور عرض کیا کہ اورنگ زیب کے پیٹ میں دفعتہً شدید درد اٹھا ہے اور بستر پر لوٹ رہا ہے اور محبت کے مارے آپ کو بار بار یاد کرتا ہے ایسی صورت میں اس کی عیادت کے لئے جانا نہایت مناسب ہے مراد بخش سیدھا سادا آدمی مکر و فریب سے محض ناآشنا تھا وہ نورالدین کو سچا جان کر جریدہ چند خدمتگاروں اور خواصوں کے ساتھ گھوڑا دوڑا وارد دولت میں پیاسے دار آیا۔ اورنگ زیب کے ہوشمند ملازم اس حال کے منتظر تھے استقبال کو دوڑے دولت خانہ کے خاص خیمہ میں لے گئے اور اس کے ملازموں کو یہ کہکر باہر ٹھیرایا کہ اندر جگہ تنگ ہے۔ اورنگ زیب نہایت تعظیم و احترام سے پیش آیا اور بہت اپنی بشاشت و مسرت دلی ظاہر کی اور خلوت کدہ میں لے گیا اور کہا کہ آپ کی حاضری کا وقت آگیا ہے وہ تناول کیجئے اور قیلولہ فرمائیے۔ استراحت کے بعد معاملات سلطنت میں فراغ خاطر سے گفتگو اور مشورہ کیا جائیگا۔ مراد بخش کچھ کھانا کھا پلنگ پر لیٹ گیا اور اپنی سادہ لوحی سے بے تکلف بے سوچے سمجھے ہتھیار کھول کر ایک کونے میں رکھ دئے اور سوگیا۔ اورنگ زیب یہ دیکھ کر کہ سارا کام ٹھیک ہوگیا استراحت کے بہانہ سے حرم سرا میں چلا گیا۔ ایک لونڈی اندر سے آنکر اس کے تلوار اور ہتھیار اٹھا کر لے گئی اور شیخ میر اور بعض اور لوگ جو اسی کام کے منتظر تھے اور اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہ تھی

خوابگاہ میں آن گھسے اُن کے پاؤں کی آہٹ سے اور شیخ میر کی صدائے پسر سے انکی آنکھیں کھلیں تو ایک نیا عالم دیکھا متحیر ہو کر کھڑا ہوا اور جب اپنے ہتھیاروں کا پتا نہ پایا تو اب سمجھا کہ معاملہ کیا ہی ٹھنڈے سانس بے یاس ہو کر کھینچنے لگا اور بولا کہ مجھ جیسے درست اخلاص اور صاف باطن کے ساتھ ایسا کیا اور درست عہد و پیمان جن کا ضامن طرفین میں قرآن شریف تھا اسکا حق یہ بجالائے یہ سنکر حضرت اورنگ زیب نے پردہ کے پیچھے سے ارشاد فرمایا کہ برادر عزیز چونکہ تم سے ان دنوں میں کچھ ایسی باتیں سرزد ہوئیں جن سے فتنہ و فساد اور خلقت و ملک کی بربادی کا گمان ہوتا تھا اور چند حمق اور شریر لوگوں کے بہکانے سے جو کہ تمہارے گرد و پیش جمع تھے تمہارے دماغ میں کچھ ایسا غرور اور نخوت سماگئی تھی کہ عقلمند اور سمجھ دار لوگوں کو ملک کے امن و امان میں خلل پڑنے اور سلطنت کے انتظام میں فتور آجانے کا یقین ہو گیا اسلئے تمہارے مزاج کی اصلاح اور ملک و سلطنت کی مصلحت کیلئے کچھ دنوں تم کو گوشہ عافیت میں بٹھانا اور زمانہ کی کشمکش سے اور کن مکن کے دردسر سے چھوڑانا لازم ہوا اور خدا نہ کرے کوئی ایسا امر کہ جو آپ کی پیاری جان کے اندیشہ کا باعث ہو میرے دل میں نہیں ہے اور خدا کا شکر ہے کہ اس عہد و پیمان میں جو آپ کے ساتھ کیا گیا ہے کسی طرح کا خلل و فتور نہیں آیا اور تمہاری جان عزیز خدا کی ضبط و حمایت میں ہے پس مقتضاء عقل یہی ہے کہ اس کو اپنے لئے موجب بہتری سمجھ کر حزن و ملال کو طبیعت میں جگہ نہ دیجئے۔ ع در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست + بمقتضائے (عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم) جس شے کو تم مکروہ جانتے ہو عنقریب وہ تمہارے لئے خیر ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل میں مورخوں کا اختلاف ہے مگر نفس معاملہ میں اتفاق ہے اورنگ زیب نے جو دلائل اس بھائی کی گرفتاری کی خود بیان میں لکھی ہیں اسسے اسکی نہایت عاقلانہ تدابیر معلوم ہوتی ہیں۔ یوں اس کی باتیں بُری مکر و فریب کی معلوم ہوتی ہیں لیکن پولیٹکل اخلاق میں وہ حسن اخلاق میں داخل ہے۔ ہر پادشاہ اپنا فرض

داراشکوہ و سلیمان و مرادبخش کے امراء کا اورنگ زیب پاس آنا

سمجھتا ہے کہ مدعی سلطنت کو اسطرح نکالنے لگے کہ ملک کو اسکے فتنہ سے بچائے ۔ اورنگزیب نے بھی یہی کیا مگر تدبیر و تزویر سے جو خونریزی سے ہزار درجہ بہتر ہے سلیمان شکوہ کے پاس سے علحدہ ہوکر یہ امرا آئے راجہ جیسنگہ اور رائے سنگہ اس کا برادر زادہ [illegible] سنگہ و سید فیروز خاں بارہ اور بڑے بڑے امیر راجہ کے ساتھ آئے ۔ راجہ جی سنگہ مثل اور راجپوت راجاؤں کے داراشکوہ کا اسلئے طرفدار تھا کہ اسکے خیالات مذہبی وسیع تھے اور ہندوؤں کے حق میں اچھے تھے ۔ سوا ازیں استحقاق سلطنت بھی اسکے نزدیک دارا کا تھا و مرزا شجاع سے لڑنے کو بے تامل چلا گیا مگر اورنگزیب سے لڑتے ہوئے اس سبب اسکو شرم آتی تھی کہ وہ دکن میں ۔ توں تک اسکے ساتھ لڑائیوں میں شریک رہا تھا وہ اسکی لیاقتوں اور حکمتوں سے ماہر تھا سوا اسکے اب سلطنت کا تخت اسکے قدموں کے تلے تھا اب اس سے لڑنے کے لئے راجہ کا قدم کیسے اٹھتا ۔ غرض اُسنے اپنی صلاح و فلاح اسی میں دیکھی کہ نوجوان پچیس برس کی عمر کے شہزادہ سلیمان شکوہ کو چھوڑکر اورنگ زیب پاس آگیا ۔

مرادبخش کے رفقا میں سے اورنگ زیب پاس یہ امرا آئے ۔ ابراہیم علی خاں پسر علی مردانخاں کنور لعل سنگہ اری برادر رانا ۔ قطب الدین خویشگی و رامہ وہی سنگہ بندیلہ سید حسن ولد سید دلیر خاں و سید منصور بارہ و رحمت خاں و دلدار بیگ اور اسکا بھائی و جیا بہر خاں بیجاپوری و محمد عابد نیلا وری و منوہر داس پسر غریب داس سیسو دیہ اور بعض اسکے سردار علی قلی بیگ اور میر فتاح اور میر مہدی میر سامان اور تمام عمدہ نوکر ۔

بخشیوں کو اورنگزیب نے حکم دیا کہ مرزا مراد کی سپاہ اگلی پچھلی چوبیس ہزار کے قریب ہی اسکو ملاحظہ کریں ان سب کو اُسنے اپنی سپاہ کا ضمیمہ بنالیا اور انکے افسروں کو بڑے بڑے منصب دیدئے ۔

داراشکوہ کا حال دہلی سے لاہور تک جانے میں اور اورنگزیب کی عزیمت پنجاب

داراشکوہ کو اپنی بادشاہی کی دہن چلی جاتی تھی جب وہ دہلی سے لاہور بھاگا تو راہ میں سرہند میں چند روز قیام کیا ۔ یہاں کی مہمات کا نظم و نسق راجہ ٹوڈرمل کو سپرد ہوا جب اُسنے یہاں داراشکوہ کے آنے کی خبر سنی تو وہ دور اندیشی و پیش بینی کرکے کہیں جنگل میں بھاگ گیا دارا نے اسکے ذخیروں کی تلاش کے لئے آدمی مقرر کئے اسکا مال بیس لاکھ روپیہ کا بعض جگہ سے

اورنگ زیب کا تخت سلطنت پر بیٹھنا اور دارا شکوہ و سلیمان شکوہ کے لیے لشکر بھیجنا اور خود پنجاب کی طرف جانا اور ستلج سے پار ہونا

مدفون تھا وہ آدمیوں کی نشان دہی سے نکال لیا اور اس پر متصرف ہوا یہاں سے لاہور کو روانہ ہوا جو اُسکی جاگیر میں تھا۔ جب ستلج کے کنارہ پر آیا تو گذروں پر کشتیوں کو جمع کیا۔ ان میں سے بعض کو ڈبویا۔ بعض کو توڑا۔ اُس نے سوچا کہ برسات کا موسم ہے اور کیچڑ پانی کی کثرت سے راہوں میں اورنگزیب کا لشکر چل نہ سکیگا اور ستلج کہیں اپنی طغیانی کے سبب سے پایاب نہیں اور کشتیاں ناپید ہیں۔ گذرگاہوں پر اپنے عمدہ نوکر داؤد خاں کو لشکر کے ساتھ مقرر کیا کہ کچھ دنوں اورنگ زیب کے صدموں سے بچے۔ جبتک برسات ختم نہ ہوگی اورنگ زیب پنجاب میں نہ آسکے گا۔ اس عرصہ میں لاہور میں خزاین پادشاہی اور اپنے اموال پر جو ایک کروڑ روپیہ کے قریب ہے اور توشہ خانہ و توپ خانہ پر اور کارخانوں پر اور اسباب تجمل پر اور ادوات نبرد و پیکار پر متصرف ہو کر اپنی اصلاح حال فارغ البال ہو کر کریگا۔ لشکر و سپاہ جمع ہو جائیگی دوبارہ اورنگ زیب سے محاربہ خوب ہوگا۔ مگر وہ اس سے غافل تھا کہ یہ اسکی حکمت اورنگ زیب کے آگے نہ چلیگی وہ اس کو پنجاب میں اسباب جنگ کو نہیں جمع کرنے دیگا اور پنجاب سے باہر نکال دیگا پہلے تو اُس نے امیروں کو بھیجا تھا اب آپ خود پنجاب جلنے کا ارادہ اس نے کیا اگرچہ برسات کا موسم تھا لشکر کا رستہ چلنا دشوار تھا پھر دریاء ستلج سے پار جانا اور بھی مشکل تھا اور اس سال میں اُسنے اور اُسکے لشکر نے بھی مکرر معرکہ آرائیوں میں مشقت شاقہ اُٹھائی تھی اور بڑی بڑی مسافتیں طے کی تھیں مگر اس نے اس یورش کا عزم کیا اور کچھ اس کا خیال نہیں کیا کہ سپاہ کچھ دنوں آرام کرے اور میں خود آسایش کروں اور (فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہ) پر خیال کر کے پنجاب کا قصد کیا۔

اورنگ زیب کی اورنگ نشینی کی تاریخ نجومیوں نے روز جمعہ غرہ ذیقعدہ مقرر کی تھی اب اتنی فرصت نہ تھی کہ وہ شاہجہاں آباد میں داخل ہوتا اور اپنے خاندان کی رسم اور آئین کے موافق تخت نشین ہوتا اسلئے باغ اعزآباد میں ساعت مقررہ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور سکہ و خطبہ کو جلوس ثانی پر موقوف رکھا اس نے دارا شکوہ کی استیصال کے استعجال

کے سبب سے ان مراسم کے ادا کرنے کا خیال نہیں کیا۔
عالمگیر نے دارا شکوہ کے تعاقب میں بہادر خاں کو لشکر کے ساتھ بھیجا تھا ایک اور لشکر کو خلیل اللہ خاں کو سپہ سالار بناکے ۲۷۔ ذیقعدہ کو بھیجا کہ وہ بہادر خاں کے لشکر سے ملے اور دونو لشکر یکجا جمع ہوکر آب ستلج کے کنارہ پر پہنچے اور وہاں اُس کے آنے تک ٹھیرے اور دریا سے عبور کرنے کی تدابیر میں مشغول رہیں اور گذروں کو تحقیق کریں اور اُس طرف کے حالات کو معروض کریں۔ عالمگیر نے جب یہ سنا کہ سلیمان شکوہ آب گنگ سے اُتر کر ہردوار کی طرف آیا ہے اور اُسکے اپنے اور اُسکے باپ کے نوکر ساتھ ہیں جو باقی رہ گئے تھے اور اسکا ارادہ ہے کہ اگر ہوسکے تو بوریہ اور سہارنپور کی راہ سے جاکر باپ سے ملجائے تو اُسنے امیر الامرا کو ایک لشکر کے ساتھ ہردوار روانہ کیا کہ وہ سلیمان شکوہ کا آب گنگ سے عبور کرنیکا سدراہ ہو اور ایک اور لشکر بھی بسرکردگی شیخ میر روانہ کیا کہ اگر سلیمان شکوہ دریا ر گنگ سے عبور کرآئے تو اسکو دریا رجمنا پر روکے جب سلیمان شکوہ کے سدراہ ہونے کیلئے لشکر روانہ ہوچکے تو عالمگیر پنجاب کو روانہ ہوا اگو ابھی گرد سفر اُسکے چہرہ سے نہ اُتری تھی ؎

نمد زیں لشکر کشاں تر ہنوز عرق ناک اسپاں لاغر ہنوز
نیا سودہ از بار جبہ تنے نرستہ ہم از رنج رہ توسنے

۷۔ ذیقعدہ کو پادشاہ باغ اعز آباد سے روانہ ہوا۔ ۱۸۔ کو پادشاہ کرنال میں آیا یہاں سے آگے برسات کے سبب سے پنجاب جانے کی راہ نہایت خراب تھی اس لئے پادشاہ پرگنہ رہر میں کہ ستلج کے کنارہ پر ہے گیا۔ بہادر خاں کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ لشکر شاہی ستلج سے پار اُتر گیا جس کی مجمل کیفیت یہ ہے کہ خلیل اللہ خاں سے پہلے بہادر خاں دارا شکوہ کے تعاقب میں روانہ ہوا تھا جب اُس نے سنا کہ گذر تلوں پر دارا شکوہ نے داؤد خاں کو مقرر کیا تھا۔ مگر اس کو بعض مطالب کے لئے لاہور بلالیا ہے تو اس نے اس دریا سے عبور کرنے کا ارادہ کیا گذر تلون پر تو مخالفوں کی جمعیت بہت تھی وہاں سے لشکر کا عبور ہونا مشکل تھا وہ زمینداروں کی رہنمونی و مشورہ سے گذر روپڑ سے اُتر گیا یہ گذر تلوں سے دائیں طرف اوپر کی جانب ہے اس لئے

اسنے پادشاہ کے حکم سے دار الخلافہ شاہجہان آباد سے کشتیوں کو چھکڑوں میں لادلیا تھا۔ یہ کشتیاں تھیں کچھ اور زمینداروں نے جمع کردیں کل پچیس کشتیاں تیار ہوئیں۔ ۱۰۔ ذیقعدہ کو پار جانیکا ارادہ کیا اور خلیل اللہ خاں کے لشکر کا انتظار نہ کھینچا۔ پہر رات باقی ہوگی کہ دریاے جنگ کے ارادہ سے اُسنے اپنے آٹھ سو آدمیوں کو کشتیوں میں بٹھا کر پار اُتارا۔ سپاہی کشتیوں سے اُترے اور توپخانہ کو پیش رو کرکے مخالفوں کی طرف چلے جو بے خبر پڑے تھے۔ اور اُن پر حملہ کیا وہ رعب میں آنکر نہ لڑسکے فرار ہو گئے لشکر شاہی نے دریا کے پار اپنے مورچے جمائے اور مخالفوں کی جگہ پر مورچے بیٹھے۔ بھگوڑے بھاگ تلوں میں اپنے لشکر سے جا ملے یہاں کا لشکر بھی ڈر کر سلطان پور کو بھاگا اور اسطرح گھاٹوں پر جو اور فوجیں بیٹھی تھیں بھاگ گئیں اور سب سلطان پور میں جمع ہوئیں اور دارا شکوہ کو یہ سارا حال لکھا۔ بہادر خاں کے عبور ہونے کی خبر پادشاہ سنکر بہت جلد روہر میں آیا اور لشکر کو پار اُتارا۔

سلیمان شکوہ کا حال

دارا شکوہ کو ۷۔ رمضان کو شکست ہوئی تھی ۱۵۔ رمضان کو سلیمان شکوہ کو الہ آباد سے تین منزل پر نواحی کڑہ میں باپ کی اس شکست کی خبر پہنچی اول شاہجہان کا اور پھر دارا شکوہ کا فرمان آیا اس میں اس شکست کا اور عالمگیر کی فتح کا حال مفصل لکھا ہوا تھا۔ لشکر میں اس خبر کے منتشر ہونے نے اس کی جمعیت میں تفرقہ ڈالا۔ شاہجہان کو ابتک دارا شکوہ کے احوال پر توجہ چلی جاتی تھی اور اسنے جو دارا لکھتا تھا وہ کرتا تھا اسکے کہنے سے شاہجہان نے سلیمان شکوہ کو لکھا کہ اپنے باپ کے نوکروں کے اور اپنے لشکر کے ساتھ دہلی چلے جاؤ۔ اور باپ سے ملجاؤ اسی مضمون کا رقیمہ دارا شکوہ نے اسکو لکھا اور امراء اور اعیان لشکر کے نام استمالت نامے آئے کہ وہ سلیمان شکوہ کی ہمراہی اور رفاقت کریں۔ سلیمان شکوہ نے گھبرا کر راجہ جیسنگہ کو بلا کر مشورہ لیا۔ بمقتضاے اَلْمُسْتَشَارُ مُؤتَمَنٌ۔ راجہ نے کہا کہ صلاح یہیں ہے کہ سپاہ جو ساتھ ہے اسکو لیکے بلا توقف دہلی جاؤ اور باپ پاس پہنچ جاؤ اور اگر یہ نہیں ہوسکتا تو الہ آباد کو مراجعت کرو اور جب تک کہ باپ کا حال معلوم ہو وہاں ٹھیرے رہو جب سلیمان شکوہ نے راجہ کو رفاقت اور ہمراہی کے لئے کہا تو اُس نے صاف جواب دیا کہ میں ہمراہ نہیں جاؤنگا اور رنگ زیب

پاس جا وُنگا راجہ اپنی منزل میں رہا اور پھر اُسکے پاس نہ گیا۔ دوسرے روز دلیر خاں سے سلیمان شکوہ نے مشورہ لیا دلیر خاں نے یہ رائے دی کہ الہ آباد کو مراجعت کیجئے اور دریا گنگ سے عبور کرکے شاہجہانپور جائے۔ وہ آپکے اتالیق بہادر خاں کا آباد کیا ہوا ہے وہ افغانوں کا وطن ہے وہاں افغانوں کی اقوام کی اور اوروں کی سپاہ جمع کیجئے پھر جو صلاح وقت مقتضائے حال ہو عمل میں لائے۔ میری یہ بھی عرض ہے کہ اگر میری صوابدید پر عمل کیجئے گا تو میں آپ کی رفاقت ہمراہی کرونگا ورنہیں اپنا رستہ لونگا سلیمان شکوہ نے اس تدبیر کو منظور کیا دوسرے روز الہ آباد جانیکا قصد کیا جب راجہ جیسنگہ کو اسکی خبر ہوئی جو دلیر خاں کا بڑا دوست تھا اُس نے دوستانہ نصیحت کی کہ کیوں احمق بنا ہے اور اپنے خانُ مان کو برباد کرتا ہے میرے ساتھ پادشاہ پاس چل۔ کس جاہل کے ساتھ بے حاصل ہمراہ ہوتا ہے۔ دوسرے روز جب سلیمان شکوہ نے دلیر خاں کی رائے کے موافق الہ آباد کی طرف کوچ کیا تو دلیر خاں نے معذرت کی۔ راجہ جیسنگہ کے ساتھ رہا اسی طرح اور بندہائے شاہی نے اس کی ہمراہی کو ترک کیا اور اس کے ساتھ کوچ نہ کیا اس کے باپکے نئے نوکر جن کے وطن اسی جانب میں تھے اس خبر کو سُنکر متفرق ہوکر اپنے وطنوں کو چلے گئے۔ سلیمان شکوہ پاس جتنے آدمی رہ گئے تھے ان کے ساتھ دہلی جانیکا ارادہ کیا مگر بہادر خاں اُس کے اتالیق نے اس تجویز کو نہیں پسند کیا اس کو الہ آباد جانے کی صلاح دی ناچار وہ باقی بیگ اور سید صلابت خاں بارہ کے ساتھ الہ آباد کو چلا۔ اب اس کے ساتھ اپنے اور باپکے نوکر چھ ہزار سوار تھے ان کے ساتھ الہ آباد میں آیا اور سات روز یہاں ٹھیرا۔ ہر روز صلاح و مشورہ ہوتا اس کے ہمراہیوں میں سے ہر فرقہ جدا ایک تدبیر بتاتا۔ ایک جماعت کی رائے یہ تھی کہ الہ آباد میں قیام کیجئے اور اس کی حدود اور پٹنہ کو اپنے تحت میں لائے۔ اور خودسری کیجئے ایک گروہ یہ صلاح دیتا تھا کہ پٹنہ میں چلئے اور شجاع سے صلح والفت کا ڈول ڈالیئے اور اس کے اتفاق و اعتقاد سے کام بنایئے۔ سادات بارہ کی ایک جماعت جن کا وطن میان دواب تھا کہتے تھے کہ ہم کو چاہئے کہ چاندپور اور ندینہ (نگینہ) کی طرف چل کر دریا پار جائیں اور نواحی پوربہ اور سہارنپور سے جمنا پار ہوں اور یوں پنجاب میں جائیں

یہ راے بعد گفتگو و بحث کے سلیمان شکوہ کو پسند آئی اموال زوائد و کارخانجات اور کچھ الموم کو قلعہ الہ آباد میں
چھوڑا۔ سید قاسم بارہ کو قلعہ کی حراست سپرد کی گنگ سے عبور کیا او منزلیں طے کرنی شروع کیں ہر
منزل میں اُسکے اور باپ کے نوکر اس سے جدا ہوتے جاتے تھے اور روز بروز اسکی شوکت و جمعیت کی سلک
منتشر ہوتی تھی لکھنؤ سے گذر کر پرگنہ ندینہ میں آیا جو بیگم صاحب کی اقطاع میں تھی اس نے سنا کہ یہاں
تحصیل کا روپیہ موجود ہے۔ کروری سے اس کو وصول کرنا چاہا وہ بھاگ کر اپنے گھر میں چھپا سپاہ نے
جاکر اس کا گھر گھیرا۔ اور اس کو پکڑا دو لاکھ روپیہ وصول کیا جو بیگم صاحب کا تھا۔ کروری کو مقید کیا۔ سید
صلابت خاں بارہ جو اُسکے ہمراہیوں میں تھا وہ بھی جدا ہو کر عالمگیر پاس چلا گیا سلیمان شکوہ جس گذر
سے عبور کرنے کا قصد کرتا تھا اُسکے آنے سے پہلے اس طرف سے کشتیاں اسطرف لیجاتے تھے کہیں د
ریا پار نہ جا سکا تو ناچار مراد آباد کے پاس سے گذر کر چاندی میں آیا جو ہردوار کے محاذی ہے اور
ولایت سری نگر کی سرحد کے قریب ہے بھوانی داس دیوان بیوتات کو دارا شکوہ نے پہلے زمیندار سری نگر پاس
بھیجا تھا اور وہ سلسلۂ ارتباط کا محرک ہوا تھا اور کوہستان کی راہوں سے واقف تھا اوس کو
سلیمان شکوہ نے مرزبان مذکور پاس بھیجا اور کشتیوں کے سرانجام کرنے کے لئے اور دریا سے
عبور کرنے کے واسطے استعانت و امداد کا خواستگار ہوا۔ اور چند روز جواب کے انتظار میں یہاں
ٹھیرا اس اثنا میں امیر الامرا فدائی خاں اور سارا لشکر جو شاہجہاں آباد سے اوس کے
روکنے کے لئے روانہ ہوا تھا وہ گنگا کے پار چاندی کے قریب آیا۔ جہاں سلیمان شکوہ ٹھیرا ہوا
تھا دریا کے پار لشکر شاہی کا سامان سلیمان شکوہ نے دیکھا تو جانا کہ مجھ میں اس سے لڑنیکی کہاں
تاب و تواں ہے ناچار پہاڑوں میں ٹکراتا ہوا کانہ تال میں جا کر ٹھیرا جو ولایت سری نگر کی
سرحد ہے زمیندار سری نگر کے پاس جب بھوانی داس گیا تو اُسنے اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا وہ
سلیمان شکوہ سے ملے اور اس کو پہاڑوں میں لے گئے جب وہ سری نگر سے چار منزل پر پہنچا تو
سری نگر کا مرزبان سلیمان شکوہ سے ملا اور اُس نے کہا کہ میرے پاس تھوڑی سی جگہ ہے
آپ کے ساتھ جو لشکر ہے اس کی گنجائش اس میں کہاں ہے۔ سوا ازیں گھوڑے ہاتھی او دواب کی

راہ عبور بند ہے اگر یہاں رہنے کا ارادہ حضور کا ہو تو سپاہ کو رخصت کیجئے اور اہل و عیال اور چند نوکروں
کے ساتھ سری نگر چلئے اس وقت باقی بیگ مخاطب بہ بہادر خاں بھی سلیمان شکوہ سے جدا ہو کر دنیا سے
رخصت ہو گیا سلیمان شکوہ ایک حرکت بیجا یہ کر بیٹھا کہ کروری پرگنہ ندینہ کا جو ایک سید مظلوم بیگناہ قیدی
پا بزنجیر ساتھ تھا اسکا خون اپنی گردن پر لیا۔ غرض سات آٹھ روز وہ یہاں ٹھیرا رہا جسطرح سے زمیندار
سری نگر نے اس کو جانے کے لیے کہا تھا اس میں وہ متردد و متفکر تھا اور روز صلاح و مشورہ کرتا تھا
سلیمان شکوہ اور دارا شکوہ کے نوکر اپنی خیریت نہیں جانتے تھے کہ کس طرح اس سے جدا ہو جائیں وہ
اسی گھات میں لگے رہتے تھے انہوں نے دیکھا کہ یہاں کا زمیندار اور اسکے آدمی موجود ہیں جنکے ہاتھ میں
یہاں کی ساری راہیں اور درے ہیں وہ سری نگر میں پہاڑوں کے چکروں میں جا کر یوں پھنسیں
سب نے متفق ہو کر یہ مصلحت دیکھی کہ سلیمان شکوہ کو سری نگر جانے سے باز رکھیں اور حسن تدبیر و
لطائف الحیل سے ان پہاڑوں سے اُسے نکال کر ہندوستان کی زمین وسیع میں لے جائیں
جہاں ہمارے جدا ہونے کا کوئی مزاحم و مانع نہ ہو۔ سرداروں نے اتفاق کر کے سلیمان شکوہ
کو سمجھایا کہ یہاں کا زمیندار جس طرح جانے کے لئے کہتا ہے وہ حزم و احتیاط سے خلاف ہے
بہتر یہ ہے کہ جس راہ سے آئے ہیں اسی راہ سے الہ آباد چلیں مزید ترغیب کے لئے سید قاسم قلعہ دار
الہ آباد کا خط بنا کر دکھلا دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ شجاع ایک لشکر عظیم کے ساتھ بنگالہ سے
اس جانب روانہ ہوا ہے عنقریب وہ یہاں آتا ہے بہتر یہ ہے کہ تم پھر کر الہ آباد میں آجاؤ اور اسکے
ساتھ اتفاق کر کے جو صلاح حال اور مرکوز خاطر ہو اُس پر عمل کرو اس سمجھانے سے سلیمان شکوہ
نے سری نگر جانے کا قصد چھوڑا اور کوہستان کے زمیندار سے عذر کیا اور کچھ جواہر اور
مرصع آلات اور ایک ہاتھی اس کو دیا جس راہ سے آیا تھا اُسی پر الہ آباد کی طرف چلا۔
جب ندینہ میں آیا تو اُس کے آدمی جنھوں نے اپنی صلاح کار دیکھ کر یہ توطیہ بنایا تھا
اب وہ جدا ہونے شروع ہوئے سلیمان شکوہ کے ساتھ صرف سات سو سوار رہ گئے
اور وہ بھی بھاگنے کی فکر میں تھے۔ اب سلیمان شکوہ نے دیکھا کہ اس قلیل سپاہ کے ساتھ الہ آباد تک

پہنچنا دشوار کیا بلکہ ناممکن ہے تو وہ سری نگر کے چلے آنے سے پشیمان ہوا۔ اور پھر اسیطرف چلا۔ اب باقی ماندہ آدمیوں میں سے بھی اسکے ساتھ اسد کاشی و نلاج نیازی بہادر لوحانی و سید احمد برادر سید قاسم بارہ و محمد شاہ کوکا اور چند آدمی اور دو سو سوار رہ گئے۔ مراد آباد میں قاسم خاں تیول دار ہوکر بادشاہ کی طرف آیا تھا جب اُس نے سنا کہ شاہزادہ سری نگر کی طرف جاتا ہے وہ پیچھے جاکر اسکے گرفتار کرنے کے درپے ہوا۔ اور اسکے پکڑنے کیلئے چاروں طرف سے لشکر شاہی آن پہنچا اب اسکا اور بھی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ محمد شاہ کوکا اور سترہ آدمی باقی رہے۔ پہاڑی آدمی اسکو غیر متعارف راہوں سے رہبری کرکے سری نگر لے گئے زمیندار نے اس کو پہاڑ کے اوپر اپنی ولایت میں رکھا۔ شاہزادہ پاس کچھ جواہر و مرصع آلات و اشرفیاں تھیں خافی خاں نے لکھا ہے کہ اس مال کی طمع میں زمیندار سری نگر نے شاہزادہ کو بطور قیدیوں کے نظر بند رکھا۔

اب شاہزادہ کا باقی حال آگے لکھا جاویگا۔

داراشکوہ۔ ۱۲۔ شوال ۱۰۶۸ھ کو لاہور کے باغ فیض بخش میں ۱۴۔ کو شہر میں اور ۱۷۔ کو قلعہ میں آیا۔ عزت خاں اس صوبہ کا حاکم تھا جب داراشکوہ اکبر آباد سے بھاگا ہے تو اُس نے اس کو لکھ بھیجا تھا کہ لشکر کے سرانجام اور توپ خانہ کا سامان کرنے میں جس قدر کوشش ہوسکے وہ کرے اور خود بھی اس وسیع صوبہ لشکر خیز کے اطراف میں اور اس کے حدود و نواحی میں استمالت نامے ملاطفت آمیز رعایت و احسان کے وعدوں پر امیروں کو بھیجے کہ کوہ میں مرز بوم کی ہر قوم و قبیلہ کے سپاہیوں کو میری نوکری کی ترغیب دیں اور اس کی اقطاع میں جو پنجاب و ملتان و بھکر تھے انکے زمینداروں و فوجداروں اور کومکیوں کو اور پشاور و کابل کے حاکم مہابت خاں کو خلعت بھیجکر نزدیک اور دور کے آدمیوں کی دعوت اپنی طرف کی خافی خاں نے تو اس کام میں شاہجہاں کو بھی شریک کرلیا اور ایک نامہ شاہجہاں کی طرف سے مہابت خاں کو لکھا ہوا نقل کیا ہے جس کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ نمک حراموں کے ہاتھ سے جو صدمہ میری سلطنت کو پہنچا وہ تم نے سنا ہی ہوگا۔ میرا مظلوم بیٹا

دارا شکوہ شکست پاکر لاہور میں گیا ہے تم مہابت خاں کے خلف الصدق ہو یعنی مہابت خاں ثانی ہو تم میرے بڑے مخلص درست اعتقاد ہو اسلئے میں اپنا درد دل بیان کر کے امید رکھتا ہوں کہ تم اس کا تدارک کروگے۔ تم اس بڑے باپ کے بیٹے ہو جس نے جہانگیر کو خراسانیوں کے ہاتھ سے رہائی دلائی اور مجھے پادشاہ بنایا اب اس سے بھی زیادہ مشکل ایک معاملہ پیش آیا ہے کوئی شخص اسکا متکفل سوا تمہارے نہیں ہوسکتا میرا دارا شکوہ لاہور میں ہے وہاں خزانہ میں کمی نہیں ہے اور کابل میں آدمی اور گھوڑے بہت ہیں تعجب ہے کہ تو گوشہ نشین رہے اور لشکر کے ساتھ عزیمت نہ کرے اور لاہور میں پہنچکر دارا شکوہ بابا کی مدد و رفاقت نہ کرے اور صاحبقران ثانی زندانی کو قید سے نہ نکالے ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند میں نے اپنے فرزند ارجمند کو لکھا ہے کہ اپنے تئیں بالکل تجھے حوالہ کرے اور تجھ سپہ سالار کی اطاعت میں اپنا حال و مآل جانے۔ مکرر لکھا جاتا ہے کہ مہابت خاں کو یہ بات کب پسند ہوگی کہ صاحبقران ثانی زندانی اقسام بلا میں گرفتار رہے اور ایک شخص دام تزویر میں ایک عالم کو رام کر کے تخت خلافت پر کامرانی کرے اگر اس حال سے وہ عمدۃ الملک اغماض کرے فردائے قیامت دست من و دامن او۔ دارا شکوہ نے لاہور میں داخل ہوکر سرکار خاصہ شاہی کے خزانے پر اور قورخانے و توپ خانے اور اور کارخانوں پر قبضہ کیا۔ سپاہ و لشکر پر دولت کا دروازہ کھولا۔ ایسا روپیہ بیدریغ دیا کہ اس کے پاس تھوڑی مدت میں بیس ہزار سوار جمع ہوگئے اور کچھ بندہائے پادشاہی بھی اُسکے ساتھ ہوگئے جیسے کہ راجہ راجروپ زمیندار کوہستان جموں سنجر خاں فوجدار بھیرہ و خوشاب غرض یہ دولت روز بروز دارا شکوہ کی جمعیت کو بڑھاتی تھی۔ وہ خفیہ استمالت نامے امرائے صوبجات و راجپوتوں و رئیسوں کو ان کے وطن میں بھیجتا تھا کہ وہ عالمگیر سے سرکشی کریں۔ داؤد خاں کو پانچ ہزار سوار اور توپ خانہ اور بہت سی بان دیکر ستلج کے کنارہ پر بھیجا تھا کہ گذر تلوں کو استحکام دے۔ جب پادشاہ کے آنے کی خبر ہوئی تو عزت خاں و مصاحب بیگ کی ہمراہ ایک اور تازہ سپاہ گذر روہر کی طرف بھیجی اور

دریا کے کنارہ پر جابجا لشکر تعین کیے۔ اب سب سے بڑی یہ حکمت کی کہ اُس نے مرزا شجاع کو جس سے لڑائی تھی اپنی طرف کرنے کیلئے خطوط ملاطفت آمیز لکھے اور یہ تجویز ٹھیرائی کہ میں پنجاب میں لڑائی پر آمادہ ہوتا ہوں وہ بنگالہ سے الہ آباد پر عزیمت کرے اور اس بات پر قول و قسم ہوئے کہ جب ملک فتح ہو جائے تو آپس میں آدھا آدھا مساوات کے ساتھ تقسیم ہو جائے۔ داراشکوہ کا یہ منتر شجاع پر چل گیا وہ اس بات پر راضی ہو گیا جسکا بیان آگے ہوگا۔

یہ ایک عجیب بات تھی کہ داراشکوہ اسباب جنگ وستیز وسامان مقدمات نبرد وپیکار میں کوشش کرتا تھا مگر اورنگ زیب سے شکست کھا کر ایسا خوف زدہ ہو گیا تھا کہ اس سے لڑنے سے ڈرتا تھا اُس کا ارادہ یہ تھا کہ ملتان کی راہ سے قندہار کو بھاگ جائے۔ اس لیئے وہ کشتی و بار برداری کا سامان کرتا تھا جب آدمیوں نے اپنی فراست سے یہ عزیمت اس کی دریافت کی تو لوگ اُس سے جدا ہونے شروع ہوئے۔ چنانچہ راجہ راجروپ نے جب یہ دیکھا کہ داراشکوہ بھاگنے کو ہے تو وہ یہ بہانہ بنا کے جدا ہو گیا کہ میں اپنے وطن میں سپاہ و لشکر کا سرانجام کرونگا اور وہاں کے زمینداروں کی استمالت قلوب کرونگا

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ خلیل اللہ خاں و بہادر خاں مع لشکر کے ستلج سے پار چلے گئے تھے جب داراشکوہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے اپنے سرداروں کو جو اور اور گذروں سے بھاگ گئے تھے لکھا کہ سلطان پور میں توقف کریں اور داؤد خاں کو گندتلوں سے اپنے پاس داراشکوہ نے بلا لیا تھا اس کو مع لشکر کے لاہور سے آب بیاہ (دریا بیاس) کے کنارہ بھیجا اور یہ تجویز کی یہاں جا کر اگر عالمگیر کے لشکر سے لڑنا دریا سے پار جا کر مصلحت ہو تو پار جائے اور وہاں کے لشکر کو اپنے ساتھ لے کر دشمن کی مدافعت کرے اور نہیں تو دریا کے اس طرف توقف کرکے پار کے لشکر کو اپنے پاس بلائے اور پھر جنگ پر آمادہ ہو اور حقیقت حال سے مجھکو اطلاع دے داؤد خاں بہت جلد گذر گوبندوال پر آیا اور عالمگیر کے لشکر کا حال خوب دریافت کیا تو اس کی دانست میں داراشکوہ کی طاقت سے

باہر تھا کہ وہ عالمگیر کے لشکر سے مقابلہ کرتا اُسنے پار کا لشکر اپنے پاس بلا لیا۔ حقیقت حال پر داراشکوہ کو مطلع کیا اسنے اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو لشکر اور توپخانہ کے ساتھ گنذ گوبند وال میں داؤد خاں کے پاس بھیجا کہ بمقتضاء مصلحت دریا کے وار یا پار ہنگامہ کارزار گرم کرے۔ عالمگیر ۲۵۔ ذیقعدہ گنذ رہیر در وہیں آب ستلج پر آگیا تھا۔ مہاراجہ جسونت اجین سے بھاگ کر اپنے وطن جودھپور کو چلا گیا تھا اُسنے اپنے رشتہ دار راجہ جیسنگہ کی معرفت عالمگیر سے اپنی تقصیرات معاف کرائیں خلیل اللہ خاں کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ افواج غنیم دریائے بیاس کے اسطرف پیکار اور مدافعہ کے لئے جمع ہوئی ہے داؤد خاں اور سپہر شکوہ آگئے ہیں اور داراشکوہ لاہور سے آنیوالا ہے اس لئے عالمگیر نے راجہ جیسنگہ اور دلیر خاں کے ساتھ لشکر اپنے لشکر کی مدد کے لئے بھیجا اور دوسرے روز صف شکن خاں میر آتش کو بھی توپخانہ کے ساتھ روانہ کیا اور خلیل خاں اور بہادر خاں کو حکم بھیجا کہ جبتک یہ لشکر تم سے آنکر ملیں جہاں ہو وہیں ٹھیرنا۔

خلیل اللہ خاں و بہادر خاں کے لشکروں کا حال

یہ دونو خان والاشان ۲۲۔ ذیقعدہ کو دریا ستلج سے پار اُترے تھے ۲۵۔ کو نوشہرہ میں آلئے آگے کی منزل میں بہت نشیب فراز اور دشوار گذار آب کندے تھے کہ لشکر آسانی سے نہیں جاسکتا تھا اس لئے بیلداروں کو راہ ہموار کرنے کے لئے بھیجا۔ جب راہ صاف ہوگئی تو ۲۷۔ کو گڑہ سارنگ میں منزل کی۔ کمک کے آنے کا انتظار کیا اس لشکر سے ۲۹۔ کو راجہ جے سنگہ اور دلیر خاں آن ملے۔ دو روز تک داراشکوہ کے حال کی تحقیق میں صرف کئے تو معلوم ہوا کہ اب اُس نے اپنا ارادہ پیکار کا قرار سے بدل دیا سپہر شکوہ کو جو گوبند وال بھیجا تھا اس کو بلا لیا اور ۲۹۔ ذیقعدہ کو لاہور سے ملتان کو روانہ ہوا اور داؤد خاں کو چند سپاہ کے ساتھ مقرر کیا کہ وہ بیاس کے کنارہ پر قیام کرے اور کشتیوں کو جلادے یا غرق کردے پھر اسکے لشکر سے جاملے پادشاہی آدمی اس خبر کو سنکر خوش ہوئے اسکی پادشاہ کو اطلاع دی اور جلدی سے گوبند وال کو ایک جماعت بھیجی کہ لشکر کے پہنچنے تک وہ اطراف اور نواحی اور مواضع بالا آب میں کشتیاں جو دشمنوں کے تلف کرنے سے بچی ہیں جمع کریں اور ڈوبی ہوئی کشتیوں کو نکالیں اور پل بنانے میں کوشش کریں اور ناہر خاں کو لاہور بھیجا کہ وہ ۶۔ ذوالحجہ کو لاہور میں آیا۔ شہر کی خبرداری اور انتظام میں مشغول ہوا۔ لشکر شاہی

پانچ روز میں بڑے بڑے کوچ کرکے دریا بیاس سے آدہ کوس پہ آیا۔ راجہ راجروپ بھی وطن سے راجہ جیسنگہ پاس آیا جسکی معرفت اسکا قصور معاف ہوا۔ لشکر دریا سے عبور کرکے دارالسلطنۃ لاہور سے باہر آیا خلیل اللہ خاں پاس متصدیان دارالسلطنت آئے۔ انکی تقریر سے معلوم ہوا کہ داراشکوہ نے اول عالمگیر سے لڑنیکا قصد کیا تھا مگر اسکے رعب کے مارے وہ لاہور سے ملتان کو فرار ہوا۔ اور کل خزائن ذخائر لاہو اشرفی روپیہ طلا و نقرہ غیر مسکوک جو ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ کا تھا نفیس اشیا اور کارخانجات شاہی کی اجناس کو ساتھ لے گیا اور اکثر توپوں اور تمام ادوات توپخانہ کو زیادہ تر کشتیوں میں اور کچھ دوات پر لاد کر پار لے گیا اور قندہار کے جانیکے ارادہ سے ملتان کو کوچ کیا اگرچہ داراشکوہ کو آدمی چھوڑتے چلے جاتے تھے مگر وہ آدمیوں کو اسقدر روپیہ دیتا تھا کہ چودہ ہزار سوار اس پاس ابتک موجود تھے عالمگیر کا فرمان آیا کہ خلیل اللہ خاں مع بہادر خاں و دلیر خاں و صف شکن خاں و طاہر خاں اور سارا لشکر لاہور میں توقف نہ کرے اور داراشکوہ کا تعاقب کرے اور اسکو کہیں ٹھیرنے کی مہلت نہ دے خلیل اللہ خاں شہر میں نہیں داخل ہوا اور ۱۱۔ ذی الحجہ کو اُس نے کوچ کیا داراشکوہ کا بخشی خواجہ صادق اور اور امرا جو اس سے جدا ہوئے تھے وہ خان کی خدمت میں آئے۔ عالمگیر آٹھ روز تک دریائے ستلج کے کنارہ پر مقیم رہا کہ کشتیوں کو بہم پہنچا کر عبور کرے اور داراشکوہ کا حال دریافت کرے۔ ان دنوں میں مہاراجہ جسونت سنگہ کو شاہجہاں آباد کو رخصت کیا کہ اس مہم کے انجام ہونے تک وہاں ٹھیرے۔ ایک کروڑ دام کی جمع کی جاگیر اس کو عنایت کی۔ راجہ راجروپ کا قصور معاف ہوا اس کو اپنے پاس بلایا شاہزادہ محمد معظم کو برہان پور حکم بھیجا گیا کہ معظم خاں کو قلعہ ارک سے باہر حصار میں رہنے کی اجازت دے اور پچاس ہزار روپیہ اس کو انعام دے پھر اس کو ہمارے پاس بھیجدے اور اس کا مال متاع ضبط شدہ جو برہان پور میں موجود ہے اس کو واپس دیدے۔ اور کشتیاں تو اسے بہم پہنچی نہیں۔ بادشاہ نے ۵۔ ذی الحجہ کو سات روز میں کشتیوں میں لشکر کو بٹھا کر ستلج سے پار اتارا۔ ۱۰۔ کو عید الضحیٰ کا جشن بڑی دہوم دہام سے ہوا۔ بڑے منصب و خلعت و خطاب امرا کو مرحمت ہوئے۔ ۱۵۔ کو فدائی خاں کو حکم ہوا

عالمگیر کا حال

که وه خلیل اللہ خاں سے ملکر دارا شکوه کا تعاقب کرے - ۲۲- ذی الحجہ کو پادشاه دریا بیاه کے کناره پر آیا اور پل پر جو اس کے حکم سے بندھا تھا عبور کیا - راجه راجروپ موضع چاندی کا تھانه دار مقرر ہوا که وه سلیمان شکوه کو نکلنے نه دے اور آدمیوں کو اس پاس جانے نه دے -

خلیل اللہ خاں کی عرائض سے معلوم ہوا که دارا شکوه لاہور سے برآمد ہوا اور اس کے ساتھ خزانه و توپ خانه اور سامان شائسته اور لشکر آراسته چوده ہزار سواروں کا موجود ہے اور اس کا اراده ہے که جہاں قابو ملے ملازمان عالمگیر کے لشکر سے لڑے عالمگیر نے یه گمان کرکے که کہیں اس کے لشکر کو شکست نه ہو جائے - وه خود ایلغار کرکے دارا شکوه کے تعاقب میں گیا که کہیں اس کا پاؤں نه جمنے دے اور اسکے دل میں جدال کا خیال نه پیدا ہونے دے که ملک و دولت کا ساحت اس کے غبار وجود سے پاک ہو جائے تاکه پادشاه کی خاطر کو بالکل اس کی طرف سے جمعیت ہو اور پھر امور سلطنت پر بفراغ توجه کیجائے جس میں بہت سے خلل اور فتور پیدا ہو گئے ہیں اس لئے اس نے شہزاده اعظم کو لاہور بھیجدیا اور اس کے ساتھ زوائد لشکر اور کارخانوں کو روانه کیا که جب تک اس کو اس مہم سے فراغت ملے وہاں وه رہے اور خود چلکر ۲۹- کو نواحی موضع مومن پور میں آیا - بادشاه نے سنا که دارا شکوه ملتان میں اس سبب سے نہیں ٹھیرا که اس نے پادشاه کے آنے کی خبر سنی بہت سے اس کے سردار اور نوکر که ملتان تک ہمراه گئے تھے اس سے جدا ہو گئے ہیں اور روز بروز اس کا لشکر پریشان و پراگنده ہوتا گیا اس لئے پادشاه نے ایلغار کو ترک کیا صف شکن میر آتش کو اس کے تعاقب میں روانه کیا که اس کو ممالک محروسه سے نکال دے اور چھ ہزار سوار اور بڑے بڑے سردار اس کے ساتھ کئے -

عالمگیر کے لشکر سے یه خطا ہوئی که اس نے دارا شکوه کے تعاقب میں کوتاہی اور تاخیر کی اس لئے اس کو فرصت مرحله پیمائی اور ره سپاری کی ملی اور کچھ دنوں گرفتاری سے بچا ۲۵- ذی الحجه کو وه ملتان میں آیا اور یہاں آکے پادشاه کے بیم و خوف سے آٹھ روز سے

داراشکوہ کا حال لاہور سے فرار ہونے کے بعد

زیادہ قیام نہ کرسکا ان دنوں میں یہاں خزانہ شاہی پر قابض ہوا جمیں بائیس لاکھ روپیہ تھا اس کو اپنے خزانہ میں شامل کیا اور لاہور سے خزانہ و توپخانہ و احمال و اثقال جو کشتیوں میں ہمراہ لایا تھا اسی طرح بڑی کشتیوں میں لدا رہنے دیا اور فیروز میواتی اور بسنت خواجہ سرا کو ان کا محافظ بنا کے اور سپاہ مقرر کرکے حکم دیا کہ وہ ان کو بھکر میں لیجاویں اور وہ خود خشکی کی راہ سے روانہ ہوا۔ ستلج و بیاہ پر اُس کے حکم سے پل بنائے گئے تھے اس سے وہ اترگیا اور بھکر اسلئے گیا کہ وہاں سے قندہار جائے۔ جب وہ ملتان سے چلا تو ایک وربعدیہ خبر خلیل اللہ خاں اور بہادر خاں اور پادشاہی سرداروں کو ہوئی تو اُس کے تعاقب میں وہ جلد روانہ ہوئے اور ملتان میں آئے ابھی ان کو یہ تحقیق نہ تھا کہ وہ اجمیر کو جائیگا یا بھکر کو بلکہ ان کو اجمیر کی طرف اس کا جانا اغلب معلوم ہوتا تھا اس لئے وہ اجمیر کی راہ پر گئے جہاں اسکا پتا نہ پایا نہ وہ بھکر کو گیا تھا معلوم ہوا کہ حاجی خاں بلوچ نے جو ملتان کے عمدہ زمینداروں میں سے ہے دولت خواہی اور خدمت گذاری کی وجہ سے ایک جماعت کے ساتھ خزانہ اور اسباب کی کشتیوں کو جن کے محافظ فیروز اور بسنت تھے روکنا چاہا اور انکے اُلٹ لے جانے کا ارادہ کیا لیکن ان کے ساتھ توپ خانہ و سپاہی ہمراہ تھے وہ اس کی مدافعت کے لئے مستعد ہوئی فیمابین جنگ ہوئی کچھ آدمی مرے اور کشتیوں کو مخالف نہ روک سکے۔

شیخ میر کا داراشکوہ کے تعاقب میں بھیجا جانا

جب پادشاہ کو ملتان سے دارا کے فرار ہونے کی خبر ہوئی تو اُس نے ایلغار کرنا موقوف کیا اور آہستہ آہستہ چلکر ۹۔ محرم ۱۰۶۹ھ کو دریار راوی کے کنارہ پر ملتان سے تین کوس پر آیا۔ داراشکوہ کے سردار جو اس کو چھوڑکر پادشاہ پاس آتے تھے وہ خلعت کی عنایت سے سرافراز ہوتے تھے۔ ۴۔ محرم کو صف شکن خاں ملتان سے داراشکوہ کے تعاقب میں روانہ ہوچکا تھا مگر پادشاہ نے یہ سمجھ کر کہ داراشکوہ پاس ابھی بڑا لشکر ہے معلوم نہیں کہ صف شکن خاں اس سے مقابلہ کرسکے یا نہ کرسکے اس لئے ۹۔ محرم کو شیخ میر کو نو ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا اور معظم خاں کو جس کی رہائی کا حال ہم پہلے لکھ چکے۔ گجرات کا صوبہ دار مرزا مراد کی جگہ مقرر کیا اور پادشاہ نے شیخ بہاء الدین کے مزار کی زیارت کی۔ شہزادہ نشین اور

بادشاہ کا ملتان سے شاہجہاں آباد آنا اور شاہزادہ شجاع کے معاملات

اور خادموں کا دامن دولت سے پُر کیا۔

جب بادشاہ ملتان میں آیا تو ممالک مشرقی کے وقائع نگاروں کی برابر عرائض آئیں کہ مرزا شجاع بنگالہ سے لڑنے کے قصد سے روانہ ہوا ہے جب خبر تواتر کی حد کو پہنچی تو بادشاہ نے سلطنت فرمانروائی کے مصالحہ کے سبب اسکی شورش افزائی کو دفع کرنا چاہا ابھی ہندوستان کا انتظام جیسا کہ چاہئے نہیں ہوا تھا۔ ابھی بادشاہ کی خاطر کو امور ملک ملت کی پرداخت سے اور قواعد دولت کے اختلال کے دفع سے تعلق چلا جاتا تھا کہ یہ ایک نیا جھگڑا مرزا شجاع کا کھڑا ہوا۔ داراشکوہ جب ملتان سے بھکر کو بھاگا تو بادشاہ نے اس کے تعاقب میں افواج تعین کی اور خود اکبرآباد جانے کا ارادہ کیا برنیر لکھتا ہے کہ جب اورنگ زیب کو معلوم ہوگیا کہ داراشکوہ کا ارادہ کابل جانے کا نہیں ہے تو اس کو اطمینان ہوا کہ اب دارا کا کام چنداں مشکل نہیں رہا۔ اس نے بڑے شدومد سے بیان کیا ہے کہ داراشکوہ کا لاہور سے ملتان جانا اور کابل نہ جانا بڑی غلطی تھی۔ کابل جاتا تو وہاں کا حاکم مہابت خاں اورنگ زیب کا مخالف اس کی مدد کرتا روپیہ پاس تھا۔ بہت سپاہ آسانی سے جمع ہو جاتی۔ مگر ڈاکٹر نے اس بات پر خیال نہیں کیا کہ داراشکوہ نے قندہار جانے کا قصد اسی طرح کیا تھا جیسا کہ ہمایوں نے کیا تھا جس سے شاہ ایران کی مدد سے ہمایوں کی طرح ہندوستان کی سلطنت کے ملنے کی دوبارہ توقع تھی۔ خود شاہجہاں بھی ایک دفعہ ٹھٹہ میں اسی نیت سے آیا تھا بادشاہ پانچ روز ملتان میں رہ کر ۱۲۔ محرم ۱۰۶۹ھ کو یہاں سے روانہ ہوا۔ ۲۶۔ کو بکھر میں کہ لاہور سے باہر راہ ملتان کی سمت میں واقع ہے بادشاہ اُترا۔ وہ چاہتا تھا کہ دارالسلطنت لاہور میں چند روز ٹھیر کر مہمات پنجاب میں مشغول ہو اور ان حدود کے بندوبست سے خاطر جمع کرے۔ داراشکوہ کے سبب سے اس ملک میں بہت خلل آگیا تھا مگر شجاع کا ایسا فکر اس کو لگا ہوا تھا کہ وہ یہاں نہ ٹھیر سکا اور شہر سے باہر باغ فیض بخش میں رہا۔ شاہزادہ معظم اور اس کے ساتھ کے امراء بادشاہ کی خدمت میں آئے

پادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں گیا اور قلعہ کو دیکھا اور وزیر خاں کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی اور پھر باغ فیض بخش میں وہ آگیا جو کچھ انتظام کی بابت بتلانا تھا وہ شاہزادہ اور قلعہ دار کو بتلا دیا پنجاب کی صوبہ داری خلیل اللہ خاں کو مرحمت ہوئی اور ایک کروڑ دام کی جمع کی جاگیر عنایت ہوئی سلخ محرم کو لاہور سے شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہوا۔ ۲۲۔ صفر کو باغ اعز آباد میں آیا یہاں راجہ جسونت سنگھ جو پادشاہ کے حکم سے شاہجہاں میں مقیم تھا پادشاہ کی خدمت میں آیا۔ پادشاہ شاہجہاں آباد میں ۴۔ ربیع الاول کو پہنچا۔

اورنگ زیب و شجاع کی محبت و اتحاد کی باتیں

مرزا شجاع کے ساتھ مخالصت و مصادقت و یک جہتی و موافقت کا دم اورنگ زیب بھرتا تھا اور ہمیشہ اپنی تحریر و تقریر میں اس کا اظہار کرتا تھا اور قدیم الایام سے بمقتضاء مہراندیشی و محبت برادری اس سے رابطہ الفت و التیام رکھتا تھا اور ہمیشہ اس کے کام و حال کی رونق میں اور اس کی دولت کے استقلال میں اعانت کرتا تھا چنانچہ جب نواحی بنارس میں شجاع کو داراشکوہ کے لشکر سے شکست ہوئی اور اسکے ملک و مال میں فتور آیا تو اورنگ زیب کو اس کا ملال تھا اور وہ چاہتا تھا کہ دوبارہ اس کے کار کو رونق ہو اور اس کے ملک و دولت کو استحکام۔ جب داراشکوہ کو اکبرآباد کی نواحی میں شکست ہوئی اور وہ بھاگا اور اسباب سلطنت کا انتظام عالمگیر کے ہاتھ میں آیا تو اول کام اس نے یہ کیا کہ شاہجہاں سے کہہ کر شجاع کی اقطاع وسیع بنگالہ پر مونگیر و صوبہ بہار و پٹنہ کو بڑھوایا جس کی تمنا شجاع ایک عمر سے رکھتا تھا اور شاہجہاں کا فرمان ان ملکوں کے تفویض ہونے کا حاصل کر کے محمد میرک گرزبردار کے ہاتھ بھجوایا اور اپنا خط بھی بھیجا جس میں دربار کے حقائق و سوانح لکھے تھے اور یہ بھی تحریر تھا کہ جس صوبہ کی خواہش تمکو ہمیشہ رہتی تھی اب اس کو ولایت بنگالہ کے ساتھ ملا کر متصرف ہو جب مجھے داراشکوہ کے مہم سے فراغت ہوگی تو تمہارے اور مدعاؤں و مطالب کے حاصل کرانے میں کوشش کراؤنگا جیسا کہ آئین اخوت ہے اور مقتضاء فتوت ہے ویسا ہی ملک و مال میں تمہارے ساتھ

ہیں مضائقہ نہ کرونگا۔ جب بنگالہ میں محمد میرک آیا اور عالمگیر کا نامہ شجاع کو دیا تو وہ خوشی کے مارے پھولا نہ سمایا اور بھائی کا ..... نہایت منت پذیر ہوا اور دارا شکوہ کے فرار اور ادبار سے کمال مسرور ہوا اور ایک تہنیت نامہ بھائی کو لکھا ہیں اس کے احسان کی نہایت شکر گذاری کی اور اکبر نگر سے کہ حاکم نشین بنگالہ تھا پٹنہ میں چلا آیا یہاں آنکر اُسنے جانا کہ دارا شکوہ کے تعاقب میں اورنگ زیب پنجاب میں بہت دور چلا گیا ہے اور اس مہم کا جلد سر انجام پانا خیال میں نہیں آتا اب میدان خالی ہے اول لشکر جمع کرکے الہ آباد چلئے اور پھر اگر ہوسکے اکبر آباد دوڑئے۔ شاید اس تیز دستی میں کام بنجائے اور سلطنت ہاتھ لگ جائے۔ یہ سوچ سمجھ کر اُسنے تھوڑے توقف میں پٹنہ میں ان حدود کے لشکروں اور توپ خانہ اور نوارہ عظیم بنگالہ کو جمع کر لیا ۱۰۶۸ھ میں پٹنہ سے الہ آباد کو روانہ ہوا۔ اس زمانہ میں اورنگ زیب پنجاب میں دارا شکوہ کی مہم میں معروف تھا۔ جب شجاع قلعہ رہتاس کے نواحی میں آیا۔ یہاں کے قلعہ دار رام سنگھ نے اس سے ملاقات کی اور اس کو قلعہ حوالہ کیا وہ دارا شکوہ کا ملازم تھا اور اُسی کی طرف سے حراست کرتا تھا دارا شکوہ نے اکبر آباد سے بھاگنے کے بعد اس کو اور الہ آباد کی سمت کے قلعداروں کو لکھ بھیجا تھا کہ وہ شجاع کو قلعے حوالہ کر دیں اور ایسے ہی سید عبد الجلیل بارہ نے جو دارا شکوہ کی طرف سے قلعہ چنارہ کا حارس تھا شجاع کو قلعہ حوالہ کر دیا۔ الہ آباد کا قلعہ دار سید قاسم شجاع کو لکھا کرتا تھا کہ اگر حضور اس طرف تشریف لائیں تو مجھے حکم ہے کہ قلعہ آپ کے سپرد کروں۔ ان مقدمات کے واقع ہونے نے شجاع کی جرأت کو بڑھایا جب اورنگ زیب کو ان وقائع کا حال سنایا گیا تو اس نے بھائی کو کئی دفعہ موعظت نامے دلاویز صلاح انگیز لکھے کہ وہ سیدھی راہ پر آئے اور اپنے افعال سے باز آئے اور نادم ہو کر عذر کرے ایسا نہ ہو کہ فتنہ و خون ریزی ہو مگر عالمگیر نے بمقتضائے حفظ سلطنت و جہانداری و خردمندی و ہوشیاری یہ سمجھ کر کہ اگر شجاع نے میرے کہنے کو

نہ مانا اور مخالفت پر اصرار کیا تو خاندوران خاں جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وہ الہ آباد کی تسخیر کے لئے گیا تھا وہ دشمن کی تاب مقاومت نہیں رکھتا اس لئے یہ تجویز کی کہ شاہزادہ محمد سلطان کو اسطرف تعین کرے کہ وہ شجاع کا سد راہ ہو اور حقیقت حال اور اسکی عزیمت و ارادہ کی کیفیت پر مطلع کرے اُس نے فرمان لکھا کہ شاہزادہ محمد سلطان اکبر آباد کا انتظام امیر الامرا کو سپرد کر کے ۷۔ ربیع الاول کو الہ آباد روانہ ہو ہمراہ جانے کے لئے لشکر بھی متعین کر دیا اور حکم دیا کہ اگر الہ آباد کے قریب شجاع آجائے تو خاندوران الہ آباد کا محاصرہ چھوڑ کے شاہزادہ کے لشکر سے مل جائے۔

جشن وزن شمسی سال چہل دوم

خاندان تیموریہ کے سلاطین کا یہ دستور چلا آتا تھا کہ ہر سال سالگرہ شمسی و قمری سالوں کے حساب سے ہوتی تھی اور تاریخ ولادت کو بادشاہ ایکدفعہ سونے سے دوسری دفعہ چاندی سے پھر اور فلزات سے تلتا تھا اور یہ سب چیزیں محتاجوں اور مستحقوں کو خیرات ہوتی تھیں چونکہ تاریخ شمسی و قمری میں اختلاف ہوتا تھا اس لئے ایک سال میں یہ تلادان دو دفعہ ہوتا تھا اس جشن میں عیش و نشاط کا سامان ہوتا اور محتاجوں کو خیرات بھی ملتی اورنگ زیب کا جشن وزن شمسی سال چہل دوم شاہجہان آباد میں ۷۔ ربیع الاول کو ہوا اور اس دن بہت سے امرا جو دارا شکوہ اور سلیمان شکوہ سے برگشتہ ہو کر عالمگیر کی حمایت میں آئے ان کو بڑے بڑے منصب و خلعت و جاگیریں عنایت ہوئیں جیسے کہ راجہ جسونت سنگھ و راجہ جے سنگھ و داؤد خاں وغیرہ ہیں اورنگ زیب کے اس جشن میں جمنا کے کنارہ پر روشنی ہوئی اور آتشبازی چھوٹی۔ معظم خاں کو حکم ہوا کہ صوبہ خاندیس کا انتظام جس کو چاہے سپرد کر دے اور بہت جلد ہمارے پاس چلا آئے۔

شاہجہاں آباد میں پادشاہ نے حضرت ہمایوں اور حضرت نظام الدین اولیاء کے زیارت کی ہزار روپیہ ہر مزار پر چڑھایا اور پھر قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کی

پادشاہ کا شجاع سے لڑنے کیلئے روانہ ہونا

زیارت کو گیا۔ مزار پر دو ہزار روپیہ نذر کئے ذوالفقار خاں کے نام حکم صادر ہوا کہ جب رعداندازخاں جو اکبرآباد کا قلعہ دار مقرر ہوا ہے وہاں پہنچے تو اس کو قلعہ سپرد کرے اور ایک کروڑ روپیہ اور کچھ اشرفیاں خزانہ عامرہ سے لیکر شاہزادہ محمد سلطان پاس چلا جائے۔

اب عالمگیر نے دیکھا کہ باوجودیکہ شجاع کو اطلاع ہے کہ میں پنجاب سے شاہجہاں آباد میں آگیا ہوں مگر وہ مخالفت اور عناد سے باز نہیں آیا اور بنارس کے نزدیک پہنچکر الہ آباد کا قصد جنگ جو کے ارادہ سے کرتا ہے اس لئے پادشاہ نے اس میں مصلحت دیکھی کہ دارالخلافہ سے سوروں کی نواحی میں شکار کھیلنے جائے۔ اور شجاع کے حال کو تحقیق کرے اور اسکے اخبار سُنے اور اس کو نصیحتیں کرے اگر وہ ان کو سنکر معاودت کرے اور بنارس سے آگے نہ بڑھے تو شاہزادہ محمد سلطان لشکر کے ساتھ واپس چلا آئے اور خود سوروں میں شکار کھیل کر دارالسلطنت میں واپس آئے اور اگر شجاع الہ آباد میں آنکر جنگ و پیکار کرے تو اسکی گوشمالی پر خود توجہ کرے۔ ۱۶۔ ربیع الاول ۱۰۶۹؁ کو پادشاہ سوروں کی طرف چلا ہے۔ کو قصبہ سوروں میں آیا دوسرے دن شکار کھیلا۔ پادشاہ کی نیت میں یہ تھا کہ جہاں تک ممکن ہو یہ مہم مدارا اور مصالحت سے انجام پائے۔ ستیز و آویز کی نوبت نہ آئے اس لئے پادشاہ نے بھائی پاس اپنے آدمی کے ہاتھ خط بھیجا کہ جس سے اسکی عزیمت کی کیفیت اور اس کے مافی الضمیر کی حقیقت معلوم ہو اور اتمام حجت بھی ہو جائے۔ اس عرصہ میں مخلص خاں جو برسم ہراولی لشکر سلطان محمد میں مقرر ہوا تھا۔ پادشاہ پاس عرضداشت شاہزادہ کی لایا اس میں مخالف کے لشکر کی کیفیت لکھی تھی۔ پادشاہ پاس شجاع کی فتنہ جوئی و شورش انگیزی کی خبریں روز آتی تھیں۔ اب اس کو یقین ہو گیا کہ شجاع کو سلطنت کا سودا پورا ہے وہ اب نصائح کو نہیں سُنے گا اور کسی طرح مدارا اور مواسا نہ کرے گا۔ ۵۔ ربیع الثانی ۱۰۶۹؁ کو وہ سوروں سے شجاع کی مدافعت کے لئے چلا۔ جس روز پادشاہ نے کوچ کیا ہے ذوالفقار خاں بھی اس کے لشکر سے آن ملا

پادشاہ دو تین منزل چلا تھا کہ اُس پاس خبر آئی کہ شجاع الہ آباد میں آگیا اور سید قاسم قلعہ دار الہ آباد نے بموجب قرارداد کے قلعہ دیدیا شجاع پٹنہ سے بنارس میں آیا تھا وہاں کے تجار و متمولوں سے تین لاکھ روپیہ زبردستی وصول کیا۔ شجاع نے ایک فوج بسرکردگی سید عالم و حسن خویشگی و خواجہ خسرو کے جونپور بھیجے تھے اس نے وہاں جاکر جونپور کا محاصرہ کیا۔ یہاں مکرم خاں صفوی حاکم تھا اس نے اپنے میں ثبات و پائداری کی قوت نہ دیکھی کچھ توپیں چلاکے اور تھوڑی لڑائی کرکے قلعہ سے باہر آیا اور الہ آباد سے دو منزل پر مخالفوں سے جا ملا۔ ۷۔ ربیع الثانی کو الہ آباد میں شجاع آیا تھا تو سید قاسم بارہہ بھی قلعہ سے باہر آنکر اُس سے ملاقی ہوا اور قلعہ اس کو سپرد کیا سید تاج الدین کو اپنا نائب یہاں مقرر کیا اور خود لشکر کے ساتھ شجاع کے لشکر سے جا ملا۔ آٹھ نوروز الہ آباد میں شجاع رہا پھر دریا سے اُتر کر آگے بڑھا۔

۱۲۔ ربیع الثانی کو میرابوالمعالی جو صوبہ بہار کے جاگیرداروں میں تھا اور شجاع کے ہمراہ ہوگیا تھا وہ پادشاہ کی خدمت میں آگیا اس کو مرزا خانی کا خطاب اور تیس ہزار روپیہ انعام ملا۔ ۱۴۔ کو پادشاہ مکن پور کی نواحی میں آیا سید بدیع الدین (شاہ مدار) کے مزار کی زیارت کو گیا۔ یہاں کے مجاوروں کو ہزار روپیہ انعام دیا۔ ۱۷۔ کو قصبہ کوڑہ سے باہر جہاں شاہزادہ سلطان محمد کا لشکر تھا پادشاہ آگیا یہاں سے چار کروہ پر شجاع کا لشکر موجود تھا اور اس نے اپنی برابر توپ خانہ لگا رکھا تھا اور صف آرائی پر مستعد ہو رہا تھا پادشاہ سے شاہزادہ اور امرا آنکر ملے اور معظم خاں بھی کہ خاندیس سے پادشاہ کے حکم سے چلا تھا وہ بھی آگیا۔

دانشمند جانتے ہیں کہ کوئی صفت لجاجت و پرخاش خوئی و شور انگیزی و فتنہ خوئی سے زیادہ نکوہیدہ نہیں ہے۔ انہیں خصلتوں سے دو تہا رعظیم خلل پذیر ہوتی ہیں سلاطین والامقام کا کاخ رفعت و حشمت منہدم ہوتا ہے عناد و جدال کی آتش سے والانژاد نامداروں کا خرمن اقبال و کامرانی برباد ہوتا ہے خاص کر جس وقت یہ

شجاع اور عالمگیر کے لشکروں کی معرکہ آرائی اور راجہ جسونت سنگھ کی دغابازی

روزائل فساد انجام کے ساتھ سوء تدبیر و اختلال رائے سے قرین ہوں جو حقیقت میں بڑے دشمن خانگی ہیں اور کفران نعمت و ناسپاسی و نسیان عہود و ناحق شناسی اسکے علاوہ ہوا ور نیت خیر اور اندیشہ حق اسکے ساتھ نہ ہوں اسکی مثال شجاع کا حال ہے کہ اُس نے اورنگ زیب کی نصیحتوں کو نہ سُنا اور جنگ و پیکار پر اصرار کیا کوڑہ میں تین روز رہ کر بادشاہ ۱۹- ربیع الثانی کو شجاع سے لڑنے کے لئے چلا اور اُس نے اپنا توپخانہ افواج غنیم کی برابر لگایا۔ اور لشکر کو آراستہ کیا ہراول کو شاہزادہ محمد سلطان نے زینت دی برانغار راجہ جسونت کے سپرد ہوا اور جرانغار کی سرداری شاہزادہ محمد اعظم کو ملی اور التمش کی سرکردگی بہادر خاں کو تفویض ہوئی۔ قلب کے لشکر میں خود بادشاہ رہا۔ اسلام خاں کو طرح فوج قرار دیا چنداولی خواص کو دی۔ بادشاہ خود ہاتھی پر سوار ہوا اور شاہزادہ محمد اعظم کو اپنے ساتھ حوضہ میں بٹھایا اور معظم خاں اور اُس کے بیٹے محمد امین خاں کو اپنے ہاتھی کے پاس قول میں مقرر کیا۔ غرض یہ لشکر ایسا آراستہ کیا کہ جہاں تک نظر جاتی ہاتھیوں کے نشان اور سنان بجلی کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے تھے۔ نوے ہزار سپاہ تھی مرزا شجاع نے بھی اپنی فوج کو اس طرح ترتیب دیا کہ اپنے بیٹے بلند اختر کو ہراول بنایا اور اپنے بڑے بیٹے زین العابدین کو برانغار میں جگہ دی اور مکرم خاں صفوی کو جرانغار مقرر کیا۔ شیخ ظریف کو طرح بنایا اسفندیار معموری کو التمش قرار دیا توپ خانہ کا اہتمام ابو المعالی میر آتش کو سپرد ہوا۔ میر علاء الدولہ اپنے دیوان کو چنداولی اور محمد قلی اُزبک کو قراولی حوالہ کی اور خود قول میں کھڑا ہوا۔

۱۷- ربیع الثانی ۱۰۶۹ھ کو بادشاہ چار گھڑی دن چڑھے ہاتھی پر سوار ہوا ایک شاعر کو اُس وقت خوب سوجھی کہ نیک فالی کی تاریخ (شود فتح مبارک باد) بادشاہ کو سُنا کر پانچہزار روپیہ انعام لے لیا۔ بادشاہ آہستہ آہستہ اپنے لشکر کی صفوں کی ترتیب اور تسویۂ افواج کو ملاحظہ کرتا ہوا سہ پہر کو غنیم کے لشکر گاہ سے آدھ کوس پیاس سرزمین میں پہنچا جہاں بادشاہ کا توپ خانہ نصب تھا اور وہیں میدان جنگ مقرر ہوا تھا۔ شجاع لڑنے کے لئے میدان جنگ میں نہیں آیا۔ مگر اپنا توپ خانہ پہلے بھیج دیا تھا آج فقط اتنا ہوا کہ

طرفین سے رات تک توپ اندازی اور گولہ اندازی ہوتی رہی۔ جب رات ہوئی تو شجاع نے اپنا توپخانہ واپس بلالیا اور اپنی فوج کو یکجا کرلیا جس سرزمین پر شجاع کا توپخانہ تھا ایک مکان مرتفع تھا اور پادشاہ کے لشکر پر مشرف تھا۔ شاہی لشکر اسکی زد میں تھا معظم خاں نے اپنے توپخانہ کی چالیس توپیں وہاں لگادیں اور ان کا منہ دشمن کی طرف کردیا عالمگیر نے حکم دیدیا کہ لشکر جس ترتیب آئین سے صف بستہ کھڑا ہوا تھا وہ گھوڑوں سے اُترے اور ہتھیار لگائے ہوئے رات کو حفاظت کرے اور سردار اپنے فوج کے آگے مورچال بناکے اعداء کے غدر و کید سے غافل نہ رہیں معظم خاں پہر رات رہی تک مورچالوں کا اہتمام اور خبرداری کی تاکید کرتا رہا۔ پادشاہ کے حکم کے موافق لشکر نے نہ ہتھیار کھولے نہ گھوڑوں سے زین اُتارے۔ پادشاہ کے حکم سے لشکرگاہ میں ایک مختصر دولتخانہ لگا تھا اس میں پادشاہ ہاتھی سے اُتر کر گیا اور مغرب و عشاء کی نماز پڑہی اور فتح کی دعا مانگی اور بستر پر آرام کیا اس رات کو پچھلے پہر لشکر میں یکبارگی غلغلہ عظیم ہوش رُبا اُٹھا اور ایک عجیب آشوب برپا ہوا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ راجہ جسونت منافقانہ پادشاہ کے ساتھ ہوا تھا ہمیشہ سے فرار کی بدنامی کا جامہ اس کے لئے سیا گیا تھا اُس نے اول شب میں شجاع کے محرم راز کی زبانی پیغام اس پاس بھیجا تھا کہ میں آخر شب میں لشکر شاہی پر شبخون مار کے لوٹتا مارتا فرار اختیار کرونگا پادشاہ اس سے مطلع ہوکر میرا تعاقب کریگا اس وقت شجاع کے بہادر لشکر شاہی پر تاخت کریں رات چار پانچ گھڑی باقی تھی کہ راجہ اپنے صاحب فوج راجپوتوں سمیت جیسے کہ رام سنگھ راٹھور اور مہیداس (مہیش داس) تھے اور اپنے لشکر بے قیاس کے ساتھ اپنی جگہ سے حرکت میں آیا غارت کرتا ہوا آگے گیا اور پادشاہ و امرا و شاہزادوں کے بہیر و کارخانوں کو جو اس کی راہ میں آئے خوب لوٹا اس کو جو منع کرتا وہ راجپوتوں کے ہاتھ سے قتل ہوتا خاص کر محمد سلطان کے کارخانوں اور بہیر پر اس کے ہاتھ سے بڑی آفت آئی کوئی خیمہ چھوٹا بڑا راجپوتوں کی لوٹ سے سالم نہیں رہا شاہزادہ کی سرکار کے تمام خزانے اور توشک خانے راجپوتوں نے لوٹ لئے اور بہت کا بہت مال

اور ناموس برباد کیا بلکہ پادشاہی خزانہ و کارخانوں و دو آب پر راجپوتوں اور اوباشوں اور واقعہ
طلب غارتگروں کا ہاتھ پڑگیا۔ دولت خانہ تک کوئی خیمہ نہیں تھا کہ مفسدوں کی دست اندازی سے محفوظ
رہا ہو۔ دیر تک اس ہنگامہ فساد کا سبب نہیں معلوم ہوا۔ ہر ایک عقل سے بعید قیاس غلط کرتا تھا۔ سارے
لشکر میں تفرقہ پڑگیا۔ اس وقت پادشاہی لشکر کا حال نہ پوچھو کہ کیا تھا کوئی تو رجپوتوں کے ساتھ
ہو جاتا اور سمجھتا کہ میں اس بلائے ناگہانی سے بچ گیا کوئی دشمن سے جا کر ملتا اور وہاں لٹ جاتا۔ با نام
و نشان امیر کہ پادشاہ کے ہمرکاب تھے اسکو چھوڑ کر اضطراب میں آکر اپنے خیمہ مال و عیال کی خبرگیری
کو جاتے کوئی بے تحاشا صحرا کو بھاگا جاتا اخلاص کیش فدویوں کی ثبات قدم میں خلل عظیم آگیا
اور منافقوں اور حوصلہ باختوں کا ذکر تو کیا ایک راجپوت ٹٹو پر سوار نیزہ ہاتھ میں
لئے آتا تو اس کو ایک جماعت دیکھ کر نقش و پیکر دیوار بن کر بے حس حرکت ہو جاتی ایک
راجپوت پر بار اونٹوں کی قطار کو ساربان کے ہاتھوں سے چھین کر اپنے آگے رکھ لیتا
تو کسی کا یارا نہ تھا کہ اس کا مزاحم ہوتا گو لشکر کے احوال میں بالکل اختلال آیا مگر پادشاہ کے
استقلال میں اصلا فرق نہ آیا جب اس نے سنا کہ جسونت سنگہ بھاگ گیا سراپردہ سے
نکلکر عمدًا ہاتھی پر سوار نہ ہوا تخت رواں پر سوار ہوا سزاولوں کو بھیجکر بہت تاکید
کی کہ فیل اور اسپ سواروں کو اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنے دیں اور جو کوئی اپنی جا
سے بھاگا ہو تو اس کو عنان کشاں خفت کے ساتھ میرے روبرو لائیں۔ باوجود اس
آشوب اور لشکر کے درہم و برہم ہونے کے پادشاہ نے سررشتہ تدبیر رزم اور کارفرمائی
کو ہاتھ سے نہیں دیا اس پادشاہ کو وقار کے دل اور حوصلہ میں کچھ تغیر نہیں ہوا۔ بلکہ
اس کی شگفتگی اور بشاشت میں مطلقاً بیدماغی و تندگوئی نے جو کم ظرفوں کی دل باختگی کا
نشان ہے دخل نہیں دیا خوش ہو ہو کر فرماتا تھا کہ الحمد للہ اس وسیلہ سے منافق و موافق
میں تفریق بروئے کار اور محک عیار میں آئی اس بات کو میں عطیہ الٰہی اور اثر فتح و فیروزی
جانتا ہوں جو کوتہ اندیش منافق اپنے مآل کار کی بد اندیشی کر کے اس بات کو غلبہ و

تتمیم کی دلیل عظیم تصور کرکے لشکر خصم میں چلے گئے ہیں وہ اپنے اعمال خیال خام کی سزا کو پہنچے نصف لشکر سے زیادہ تاراج و فرار ہوا اور دشمن کے لشکر سے جا ملا جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ جسونت سنگھ اکبرآباد کو گیا بادشاہی آدمی دو روز میں بادشاہ پاس جمع ہوئے بادشاہ بدستور ہاتھی پر سوار ہوا اور دستور مقرری کے موافق کارزار کے عزم میں جنگ و پیکار کے آہنگ میں کار فرما ہوا اس مہم میں اسکی پیشانی میں بل نہ آیا جسونت سنگھ کی جگہ اسلام خاں کو برانغار کی فوج کا سردار مقرر کیا اور از سر نو فوج کی ترتیب میں مشغول ہوا اور معظم خاں کو مختار کیا کہ جو تغیر و تبدل میں ضرور ہو اس کو کردے شجاع نے بھی فوج کی ترتیب میں تغیر کیا لشکر کے ملجانے سے مستظہر ہوا۔ مجموعۂ لشکر کو یک صف قرار دیا۔ ہراول کا قائم مقام توپ خانہ کو کیا بلند اختر کو اپنے ساتھ قول میں لیا اور جرأت سے آگے بڑھا۔ چار پانچ گھڑی دن چڑھا تھا کہ فوجیں مقابل ہوئیں اول بان اور توپوں نے غرش شروع کی کوس و کرنا کا شور مچا۔ ہر توپ کے آواز بہادروں کے دلوں کو بڑھاتی تھی ہر ساعت برق افروزی اور دشمن سوزی کے بازار کا ہنگامہ زیادہ گرم ہوتا جاتا تھا۔ اس حالت میں سلطان زین العابدین کی سواری کے ہاتھی پر گولہ پہنچا۔ اگرچہ راکب و مرکوب کو ضرر نہیں پہنچا لیکن فیلبان کا اور خواص کا جو پیچھے بیٹھا تھا ایک ایک پاؤں اڑ گیا اس سے دشمن کی فوج میں بہت آدمیوں کے ہوش اڑے جب توپوں کی گرمی سے کار گذر گیا تو تیر کی آمد و شد اور ناوک اندازوں کی صنعت پردازی شروع ہوئی طرفین سے کئی ہزار تیر کمان سے چھوٹتے تھے اور بہادروں کے بہتے تن سے خون کی ندیاں بہاتے تھے جوشن پوش پردلوں کے تن و بدن سے تیروں کا نیستان ظاہر ہوتا تھا اس دار و گیر میں سید عالم بارہہ نے تین جنگی مست ہاتھی بادشاہی لشکر کے جرانغار میں چھوڑے ادہران ہاتھیوں کے صدمے سے اور اہر حملہ سادات سے دست چپ کی فوج کے ثبات قدم میں لغزش آئی اور اس فوج کے دل کے ہوٹے بھاگے لشکر میں ایک فتور عظیم نمودار ہوا۔ اس فوج میسرہ کے تفرقہ سے اور فوج خصم کے غلبہ سے

پادشاہ کے قول میں تفرقہ پڑا اور یہاں تک نوبت آئی کہ پادشاہ کے ہمرکاب ہزار سوار سے زیادہ نہ رہی۔ لشکر مخالف یہ حال دیکھ کر فتح کی مبارکبادیں آپس میں دینے لگے اور جرأت کرکے قلب لشکر شاہی پر کمال گستاخی اور بے باکی سے دوڑ پڑے پادشاہ شیر کی طرح ہاتھی پر بیٹھا ہوا سپاہ دل باختہ کی تسلی و تشجیع میں مشغول تھا اور اپنے ہاتھ سے دشمنوں پر تیر مارتا تھا اس ضمن میں مرتضیٰ قلی خاں میسرہ سے اور بہادر خاں التمش سے اور حسن قلیخاں دست چپ سے آگئے اور انہوں نے اپنے تھوڑے آدمیوں سے دشمنوں کو روکا اور پادشاہ نے انکی بہادری کو دیکھ کر اپنے ہاتھی کا رخ دشمنوں کی طرف پھیرا اور ان بہادروں سے اتفاق کرکے دشمن کشی اور جنگ کی اس دار و گیر میں اکثر دل باختہ و ہزیمت خوردہ کو غیرت دامن گیر ہوئی کہ وہ عنان کشاں پادشاہ کی سواری کے ہاتھی کے پاس آ گئے لشکر شاہی نے باوجود کم ہونے کے ثبات قدم دکھایا اسکی جرأت و جلادت سے مرزا شجاع کے لشکر میں تزلزل آیا بہت سے کشتہ و زخمی ہوئے اگرچہ سادات بارہ کی پیشقدمی بحال نہیں رہی مگر انہوں نے تین دست فیل جنگی بلا کے سیاہ چھوڑے وہ اپنی سونڈوں میں دو دو تین تین من کی زنجیریں لئے جس دفعہ اور جس طرف حملہ کرتے تھے راکب و مرکوب کو ہلاک کرتے تھے ایک ہاتھی پادشاہ کی سواری خاصہ کے فیل کے سامنے آیا پادشاہ نے اپنے فیل کے پاؤں میں زنجیر ڈلوا کے ایک قراول کو حکم دیا کہ فیلبان کے گولی مار کر کام تمام کرے۔ جلال خاں قراول نے اس فیلبان کو جس کے آنکس کے اشارہ پر ہاتھی حملہ آوری کرتا تھا گولی مار کے نیچے گرا دیا اور ایک پادشاہی فیلبان اسی ہاتھی پر جا بیٹھا اور اُس کو اپنے آنکس کے بس میں کر لیا۔ یہ حال دیکھ کر باقی دو ہاتھی پادشاہی قول سے ٹل کے لشکر شاہی کے جانب راست پر حملہ آور ہوئے۔ اس حال میں بلند اختر نے چند سردار نامدار مثل شیخ ولی و شیخ طریف و حسن خویشگی کو ساتھ لے کر ہراول شاہی کو ہلا مارا اسلام خاں کی سواری کا ہاتھی بان کے صدمہ سے بھاگا بہت سے آدمی اس کی سپاہ کے بھاگ گئے سیف خاں و اکرام خاں جو ہراول کے ہمراہ تھے ثابت قدم ہو کر اعدا کے مقابل ہوئے

اور مردانہ کوشش کی اس ضمن میں اگرچہ بعض ناآزمودہ کار ہمرکابوں نے صلاح دی کہ پادشاہ برانغار کی کمک کو جائے لیکن پادشاہ کی برابر فوج سنگین گیرودار میں گرم تھی اور غلبۂ خصم سے اکثر دل باختہ فرار کے فکر میں تھے۔ پادشاہ نے یہ خیال کیا کہ مخالفوں کی مات کے قصد سے فیل سواری کے رخ بدلنے میں یہ احتمال ہو کہ دشمن کے توپخانے کے پیادے جو حساب سے زیادہ ہیں فرار کی شہرت دیکر زیادہ شوخی کرینگے اس صورت میں بساط برانغار بھی درہم برہم ہوگا پھر معلوم نہیں منصوبۂ فلک کیا اپنا نقش دکھائے اس لئے پادشاہ نے دشمن کے روبرو استقامت اختیار کی اسلام خاں اور سرداروں کو پیغام دیا کہ ثابت قدم رہ کر لڑو میں ابھی کمک کو آتا ہوں اس حال میں خبر آئی کہ بخشان (بخشیار) بیگ روزبھانی کہ توپ خانہ کا کارفرما تھا اور سیف خاں و اکرام خاں کا پیشرو تھا پہلے زخم کھا کر دنیا سے وداع ہوا اور اس کے بیٹے خان بیگ کے زخم کاری لگا اور وہ گھوڑے سے گرا پادشاہ نے یہ خبر سنی اور فوج مخالف کا غلبہ اس کے مقابلہ میں کچھ خفیف ہوگیا تھا برانغار کی مدد کو گیا جس سے برانغار کے سرداروں کو تقویت ہوئی پادشاہی لشکر نے ہر طرف دشمنوں کا خون کیا اس زدوخورد میں شیخ ولی فرملی کوکہ شجاع کی فوج میں بڑا نامور شجاع تھا وہ اور دو تین سردار مارے گئے اور حسن بیگ خاں خویشگی فائدۂ زین سے سرنگوں ہوا اور غیر مشہور آدمی بہت مارے گئے بلند اختر پادشاہی لشکر کی بہادری کو دیکھ کر باپ پاس چلا گیا۔ پادشاہی لشکر نے شجاع کے قول پر حملہ کیا۔ اس حال میں مکرم خاں صفوی کو فوجدار جونپور جس نے بمقتضاء مصلحت شجاع کی رفاقت اختیار کی تھی وہ زنہاریوں کی صورت میں پادشاہ کے ہاتھی کے پاس آیا اسکو آفریں دی گئی۔ اور حکم ہوا کہ جو ہاتھی ہمرکاب ہیں ان میں سے کسی ایک کے اوپر ہو بیٹھے۔ پھر عبدالرحمن خاں پسر نذر محمد خاں جو شاہجہاں کے عہد میں بنگالہ میں کمکی تھا و سنجر بیگ ولد الہوردی خاں شجاع کے لشکر سے دل باختہ ہوکر پادشاہ کے لشکر میں آگئے اس اثناء میں شجاع بھاگ گیا اور عالمگیر فتح یاب ہوا افواج شاہی نے شجاع کے بنگاہ پر جا کر تاراج ...

اور گھوڑوں اور تمام اسباب تجمل و کارخانجات کو غارت کیا اور جو کچھ ہاتھ لگا دے لیا ایک سو
چودہ توپیں اور ایک سو پندرہ ہاتھی ہاتھ آئے۔ کچھ خزانہ اور جواہر اسکے سوا جو لٹ گیا سرکار میں
ضبط ہوا۔ عالمگیر نے ہاتھی سے اتر کر دوگانۂ شکر ادا کیا اور اپنے ہمرکاب امرا کو تحسین کی اس خیال
سے کہ شجاع کو کہیں قرار نہ ہو شاہزادہ محمد سلطان کو اسکے تعاقب میں روانہ کیا اور سامان شاہانہ اسکا
درست کر دیا پادشاہ نے ایک ہفتہ یہاں قیام کیا اور امرا کو اضافہ منصب و انعام سے سرفراز کیا معظم خاں
کا منصب ہفت ہزاری سوار پر اضافہ کر کے دوازدہ ہزار سوار برآوردی بنایا اور دس لاکھ روپیہ
انعام دیا اور سب کل امرا میں ممتاز کیا۔ ۲۷۔ کو منزل کھجوہ سے کوچ فرمایا راجہ جے سنگھ
جو وطن کو رخصت لیکر گیا تھا وہ ملازمت میں آیا۔ پادشاہی حکم سے صف شکن خاں
۴۔ محرم کو ملتان سے دارا شکوہ کے تعاقب میں گیا وہ دس روز پہلے یہاں سے بھاگ گیا تھا
اس نے اوچہ میں دو تین روز قیام کیا۔ جب اس نے لشکر شاہی کے یہاں آنے کی خبر سنی تو
۸۔ محرم کو بیاہ کے کنارہ پر بھاگ گیا اور ۱۲۔ کو صف شکن خاں اوچہ میں آیا یہاں اس
پاس خزانہ شاہی سے دس ہزار اشرفیاں صلح بہادر گرزبردار لایا اور بہت سے بندوقچی
اور پیادے و بیلدار بھی پادشاہ نے اس پاس بھیجدیے اور کمکی جو پیچھے رہ گئے تھے آگئے
۱۸۔ محرم کو شیخ میر لشکر لے کر چلا تھا وہ اس لشکر سے تین کوس کے فاصلہ پر تھا جب ۲۰۔ کو قصبہ
جھنجھی داہن محل میں لشکر شاہی آیا تو معلوم ہوا کہ دارا شکوہ نے یہاں سے ۱۲۔ کو کوچ کیا ہے اور
اسی کوس آگے نکل گیا ہے۔ شیخ میر کا لشکر بھی یہاں صف شکن خاں کے لشکر سے ملگیا یہاں
قراولوں نے خبر دی کہ ۲۵۔ محرم کو دارا شکوہ گھکر میں دریا سے عبور کر کے سکھر میں اترا ہی اس
منزل سے دریا کی اس طرف بھکر تک ساٹھ کوس کا فاصلہ تھا اور دریا کی اس طرف سے سکھر تک
سو کوس کا۔ شیخ میر سکھر کو اور صف شکن خاں بھکر کو روانہ ہوئے کہ دریا کے دونو طرف سے
تعاقب کر کے دارا شکوہ کو تنگ کریں شیخ میر نے تین منزلوں میں اسی کوس کے قریب طے کئے
اور صفر کو سکھر سے تین کوس پر پہنچ گیا۔ اس میں جنگل تھا خار دار درخت جھاڑ جھنکار بہت تھے

اسلئے رستہ سخت تنگ و شوار گذار تھا اور طول مسافت اور حرارت میرا کے سوا تھی اس سبب سے دواب بہت
تلف ہوئے لشکر نے بہت تکلیف اٹھائی۔ تیسری منزل میں خیمہ و باردار سے جدا ہو گئے اور آذوقہ کم ملا
۴۔ کو سکھر میں مقام ہوا۔ صف شکن خاں تین روز پہلے بھکر میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دارا شکوہ احمال اثقال
اور بعض مستورات اور کچھ خزانہ و بھاری طلا آلات و نقرہ آلات کو قلعہ سکھر میں لایا بسنت نام خواجہ سرا کو جس
اس کو اعتماد تھا اور سید عبدالرزاق کو قلعہ کی حراست کے لئے مقرر کیا اور بڑی بڑی توپیں جو ساتھ تھیں اور
لوازم توپ خانہ اور برق اندازوں اور تیر اندازوں اور بندوقچی پیادوں کو اس
استوار حصار میں تعین کیا سلخ محرم کو خود سکھر سے آگے بڑھا اس کے باقی خزانے اور احمال
کشتیوں میں تھے وہ خود جھیلوں جنگلوں و درختوں کو کاٹتا ہوا اور رستہ بناتا ہوا چلا
جا رہا ہے اور اس کے عمدہ نوکروں میں سے داؤد خاں و شیخ نظام و میر عزیز و
میر رستم و سید تاتار خاں بارہ و سید جواد بخاری اور اور سردار قریب چار
ہزار کے نواحی گھکر میں اس سے جدا ہو گئے ہیں داؤد خاں اپنے وطن حصار فیروزہ کو چلا گیا
میر رستم بادشاہ پاس گیا اور میر عزیز و شیخ نظام و سید تاتار و سید جواد صف شکن خاں
سے مل گئے جن کو اس نے بادشاہ پاس بھیجدیا۔ کچھ اس کے رفیق جدا ہو کر بھکر میں رہ گئے ان میں
سے شیخ عبدالرحیم خیر آبادی جو اس کا مقرب مصاحب تھا شیخ میر سے ملاقی ہوا اس نے
کہا کہ دارا شکوہ پاس تین ہزار سوار رہ گئے ہیں شیخ میر سکھر سے تعاقب میں آگے بڑھا
تو زمینداروں کی زبانی معلوم ہوا کہ سکھر سے پچیس کوس پر قندہار کو راہ جاتی ہے دارا شکوہ
یہاں سے اس راہ پر قندہار جانا چاہتا تھا مگر اس کے ہمراہی نوکر اور اہل حرم وہاں جانے پر راضی
نہیں ہوئے ناچار وہ ٹھٹہ میں آیا۔ صف شکن خاں کہ ۲۹۔ محرم کو نواحی قصبۂ کن سے شیخ میر سے
بھکر جانے کے لئے جدا ہوا اس نے ۳۳ کوس دو منزل میں طے کئے تھے کہ دارا شکوہ کا ایک
قزلباش جس کا اوپر ذکر ہوا صف شکن خاں سے ملاقی ہوا جن کو اس نے بادشاہ پاس بھیجدیا بادشاہی
لشکر میں جب دارا شکوہ کے قراول اور کوتوال اور بعض اور نوکر اس کے اور بازار کے علم لا کے دیا

بہادر خاں کے پچاس آدمی مارے گئے۔ سوم صفر کو صف شکن خاں بکر میں پہنچا صفدری بیگ
نزول کیا بکر کا نظم و نسق کیا آنوخاں کو باشے تین سو سوار کے یہاں کا فوجدار بنایا محمد علی بیگ
جمعدار توپخانہ کو دو سو برقنداز سوار اور تین سو بندوقچی حوالہ کرکے قصبہ لہری کی کوتوالی دی اور توجیہ بیگ
کو پانچ سو برق انداز اور تین سو بندوقچی پیادے اور توپخانہ کی پانچ توپیں ہمراہ کیں اور سکھر میں مقرر کیا
کہ وہ داخل و خارج قلعہ سے باخبر رہے اور لشکر کی معاودت تک توپ تفنگ سے جنگ کرکے محصوران قلعہ
کو تنگ کرے صف شکن خاں پانچویں کو کوچ کرکے ۱۲۔ کو قلعہ سیوستان سے تیرہ کوس پر
پہنچا۔ یہاں کے قلعہ دار و فوجدار محمد صالح ترخاں کا نوشتہ آیا کہ قلعہ سے پانچ کوس پر
دارا شکوہ آگیا ہے تم کو چاہئے کہ جلدی پہنچکر اس کے خزانہ و اموال و اثیار کے کشتیوں کے
سد راہ ہو۔ جو دریا کے کنارہ پر پیچھے سے آرہے ہیں خان مذکور نے محمد معصوم اپنے خویش
کو ہزار برق انداز سواروں اور چودہ شتر نال اور کچھ بان اور بیلداروں اور سقوں
کی جماعت کے ساتھ آگے بھیجا کہ دارا شکوہ کی کشتیوں سے گذر کر قلعہ سیوستان کے
نزدیک جہاں دریا کا عرض کم ہو وہاں دریا کے کنارہ پر مورچل جمائیں اور توپوں کو
نصب کریں اور برق اندازوں اور کمانداروں کو بٹھائیں اور خود راتوں رات کوچ
کرکے دارا شکوہ کے لشکر کے محاذی سے تین کوس پر گذر کر اول روز میں دریا کے کنارہ پر
ایک کوس پر اس سرزمین پر اترا کہ قلعہ سیوستان کے محاذی تھی۔ محمد معصوم پہلے سے
آگیا تھا۔ آدھ کوس تک دریا کے کنارہ پر مورچل قائم اور غنیم کی کشتیوں کے آنے
کی امید میں بیٹھے مخالفوں نے کشتیوں کو اپنی جگہ سے لیجاکر لشکر شاہی سے ڈیڑھ کوس
پر اس طرف دریا کے قیام کیا۔ یہاں ایک ہزار سوار اور دس فیل اور چند علم کشتیوں
کے قریب نمایاں تھے صف شکن خاں چاہتا تھا کہ لشکر کو دریا سے پار لے جاکر
دشمنوں کو دفع و منع کرے مگر دشمنوں کی کشتیاں پہلے آگئی تھیں وہ اس کی کشتیوں کے
پہنچنے کے مانع تھیں اس نے محمد صالح قلعہ دار کو پیغام دیا کہ وہ اس طرف سے کشتیوں کو بھیجے

اور خود بھی سپاہ اور تابینوں کے ساتھ قلعہ سے نکلے اور گھاٹی جو سخت دشوار گذار سیوستان کے قریب واقع ہوئی ہے چہ دارا شکوہ کو عبور کرنا ضرور ہوگا اُس پر قبضہ کرکے لشکر کے آنے تک حتی المقدور دشمنوں کی ممانعت میں کوشش کرے اور اہل قلعہ کو تاکید کرے کہ جس وقت مخالف اپنی جگہ سے کشتیوں کو حرکت دے کر قلعہ کے نیچے سے گذرنا چاہیں تو قلعہ کے اوپر سے توپ و تفنگ چلا کر شرائط ممانعت کی تقدیم کرے مگر محمد صالح میں اس خدمت کی لیاقت نہ تھی اس نے جواب دیا کہ اگر کشتیاں نہ بھی جائیں تو دارا شکوہ کے آدمی جو دریا میں ہیں ان کو پکڑ لینگے اور مجھ میں لشکر شاہی کے امداد بغیر گھاٹی پر قبضہ کرنے کی قدرت اور دشمن کی مقاومت و مصادمت کی تاب نہیں ہے۔ اس طرف دریا کے کنارہ پر عمق بقدر کم ہے کہ کشتی کا گذرنا ممکن نہیں ضرور دریا کے دوسری طرف سے کشتیوں کا گذر ہوگا وہیں ان کی ممانعت کرنی چاہئے اس سبب سے صف شکن خاں نے دریا سے عبور نہیں کیا اس نے محمد صالح کی گفتار کو سچ جانا دریا کے اس طرف دارا شکوہ کی کشتیوں کا منتظر رہا مگر ایک ساعت کے بعد معلوم ہوا کہ دارا شکوہ نے کشتیوں کو دوسری طرف روانہ کیا اور پادشاہی مورچالوں کی طرف نہیں آیا دریا کے اس طرف جو توپ خانہ شاہی تھا اس نے گولے مارے مگر زیادہ بُعد کے سبب سے کچھ اثر نہیں ہوا ایک کشتی توپ کے صدمہ سے ٹوٹ گئی اور دوسری گل میں بیٹھ گئی باقی کشتیاں قلعہ کے نیچے سے نکل گئیں محمد صالح کی نالایقی سے یہ فتح کا منصوبہ خالی گیا ۱۷۔ کو دارا شکوہ کتل سے بھی گذر گیا۔ ۲۰۔ کو شیخ میر اور صف شکن خاں کے لشکر دریا کی ایک طرف میں مل گئے اور دونوں لشکروں نے مقصد کی طرف کوچ کیا۔ پادشاہی لشکر کے قراول چند پیادوں کو کہ ٹھٹھہ میں دارا شکوہ کے لشکر سے جدا ہوگئے تھے لشکر شاہی میں لائے تو انکی تقریر سے معلوم ہوا کہ ٹھٹھہ میں دارا شکوہ۔ ۲۲۔ صفر کو آیا تھا اور گجرات کے قصد سے اپنے لشکر کو دریا سے پار اُتارتا تھا۔ ترکتاز خاں افواج شاہی کا قراول تھا اس کا نوشتہ کہیں شیخ میر پاس آیا کہ دارا شکوہ نے ۲۹۔ صفر کو دریا سے عبور کیا کچھ آدمی اسکو دریا سے

انہوں نے کہا کہ ان سے ہماری آویزش ہوئی کہ کچھ ان میں آدمی مارے اور کچھ زخمی ہوئے کچھ قید ہوئے۔ پادشاہی آدمیوں میں ایک کشتہ ہوا کچھ آدمی زخمی ہوئے مغل خاں کو یہ خبر سن کر ٹھٹھہ سے ایک گروہ پر بھیجا اور محمد معصوم کو شہر میں بھیجا کہ داراشکوہ کا مال جو اس شہر میں رہ گیا ہو اسے ضبط کرے پھر خبر آئی کہ دریا کی طرف دارا نے گجرات کی طرف کوچ کیا صف شکن خاں نے تعاقب کی تیاری کی کہ اس اثنا میں شیخ میر کے نام حکم شاہی آیا کہ بہت جلد تعاقب کو چھوڑ کر ہمارے پاس آؤ ایک بہت کار ضروری درپیش ہے اس سبب صف شکن خاں و شیخ میر اور دولتخواہ جمع ہوئے اور مشورہ کرنے لگے کہ ٹھٹھہ سے آگے جائیں یا پادشاہ کے پاس مراجعت کریں چونکہ اس یورش میں لشکر نے بڑی اور کڑی منزلیں طے کی تھیں۔ بہت سے رنج و تعب اٹھائے تھے اور اکثر سپاہ و لشکریوں کی سواریاں اور باربردار تلف ہو گئے تھے ایلغار کی طاقت نہ رہی تھی اس کے سوا خزانہ میں ایک ماہ کی تنخواہ کی جمع کے سوا روپیہ نہیں رہا تھا اور وہ اس مہم کو کفایت نہیں کرتا تھا اور سوا اس کے داراشکوہ نے جو وادی فرار اختیار کیا تھا اکثر اس میں چول و بیابان بے آب و ویران تھے اس لئے ٹھٹھہ سے آگے بڑھنے کی کسی کی صلاح نہ ہوئی اور سب نے مراجعت کی ٹھیرائی اور لشکر بھکر میں آیا یہاں معلوم ہوا کہ داراشکوہ کچھ میں پہنچ گیا اور تین منزل طے کر کے کنارہ چول پر آ گیا اس سال میں کمی باران سے راہ میں تالاب بے آب تھے اور جہاں کنوئیں تھے وہ لشکر کو کفایت نہیں کرتے تھے اس لئے اس کے لشکر کے اکثر آدمی مر گئے اور بہت دواب تلف ہو گئے۔ گیارہویں کو وہ چول میں داخل ہوا چول کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک دشت شورستان ہے اور دریائے شور سے چالیس کروہ پر ہے اور اس فاصلہ میں میٹھا پانی مطلقاً نایاب ہے اور سب جگہ پھیلے آب کے امواج سراب کا جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ قرب دریا کے سبب سے اس سرزمین میں بعض مواضع پر ایک قسم کی گل ہے جس کی تہ میں پانی ہوتا ہے اور دواب اس میں ڈوب جاتے ہیں ہندی میں اس کو دلدل کہتے ہیں۔

اس بیابان کا طول مرحلہ لوتہ پر ختم ہوتا ہے جو کچھ کی ولایت میں داخل ہو وہاں ایک راہ گجرات کو جاتی ہی اور دوسری راہ جونا گڑھ کو۔ بیچ الثانی کی پانچ میر حسن خان بھکر میں تھے وہ ایک ہزار سوار تسخیر قلعہ کی تدبیر کے لئے اقامت کی گیارہ توپیں اور جو آلات اور ادوات توپخانہ ہمراہ تھے تاتار خان فوجدار کے پاس چھوڑے اور ولی بیگ علی مردان حاجی کو توپخانہ کا داروغہ بنایا آخر خان کو ہمراہ آغروں کے ساتھ سکھر میں اور حاجی اللہ وردی خان کو دوبری میں چھوڑا۔ مسماۃ مذکور کی بادشاہ کی خدمت میں وہ روانہ ہوئے۔

شجاع کو شکست دیکر بادشاہ کجھوہ میں چھ روز رہا پھر دریائے گنگا کے کنارہ پر سفر کیا اور شجاع کے تعاقب میں لشکر کو روانہ کیا اب اس سبب سے کہ دارا شکوہ کے گجرات بھاگنے کی اور شور و فساد مچانے کی خبر سنی تھی اس لئے الہ آباد کی حدود میں توقف جائز نہ جانا اور اکبر آباد کی طرف روانہ ہوا کہ دارا شکوہ کے دفع استیصال کی تدبیر کرے اور راجہ جسونت سنگھ کی تادیب و تنبیہ کرے۔

یہ دو مہم بڑی درپیش تھیں ان کی طرف بادشاہ توجہ تھی۔ غرہ جمادی الاول کو بادشاہ قصبہ کوڑہ میں آیا یہاں شاہزادہ محمد سلطان کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ قلعہ الہ آباد فتح ہو گیا تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرزا شجاع نے سید قاسم نوکر دارا شکوہ کی قلعداری الہ آباد میں بدستور سابق بحال رکھی تھی سید قاسم نے سید عبد الجلیل کو اپنی قوم میں سے قلعہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود کچھ سپاہ کے ساتھ شجاع کے ہمراہ بادشاہی لشکر سے لڑنے گیا شجاع کی شکست کے بعد وہ اپنی پختگی اور مصلحت شناسی کے سبب سے شجاع سے پہلے اپنے تابعوں کے ساتھ قلعہ میں چلا آیا۔ جب شجاع الہ آباد میں آیا ہر چند اس نے سعی کی کہ قلعہ کو تصرف میں لائے مگر سید قاسم صواب اندیشی اور مآل بینی کے سبب سے اس بات پر راضی نہ ہوا زمانہ سازی کر کے شجاع سے ملنے گیا مگر قلعہ میں اس کو قدم نہ رکھنے دیا۔ جب محمد سلطان معظم خان کے ساتھ

بادشاہ کا کجھوہ سے اکبر آباد کی طرف جانا اور قلعہ الہ آباد کا فتح ہونا

حملہ اس کا ادھر آیا تو سید قاسم نے اپنا بار دکھا اور معیت بادشاہ کی بندگی اور دولتخواہی میں
ملکی اور استغنا جب الم کرا کے قلعہ شاہ نہ مدار خان کو حوالگی دیبال قلعہ دار مقرر ہوا۔ اور
سید قاسم بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ شجاع کا باقی حال آگے لکھا جائیگا۔

راجہ جسونت سنگہ کی تنبیہ و گوشمالی کے لئے بادشاہ نے محمد امین خان کو دس ہزار سوار کا سردار بنا کے عبداللہ خان کے ساتھ بھیجا راجہ جسونت سنگہ کا برادرزادہ رائے سنگہ راٹھور تھا اور چچا کے ساتھ نزاع ارثی رکھتا تھا اس کو راجہ کا خطاب دیا اور منصب میں ہزاری کا اضافہ کیا اور ایک لاکھ روپیہ و خلعت و اسپ وغیرہ عطا کیا اور راجہ کے استیصال کی مہم میں شریک کیا اور اس کے وطن جودھپور کے دینے کا وعدہ کیا۔ امیر خان حارس دار الخلافہ شاہجہان آباد کو حکم کیا کہ دارا شکوہ کے تعاقب سے جب شیخ میر آوے تو مراد بخش کو قلعہ سلیم گڈھ سے نکال کر اس کے ہمراہ قلعہ گوالیار کو بھیجدے۔ ۱۰۔ جمادی الاول ۱۰۶۹ھ کو بادشاہ اکبر آباد کے نزدیک باغ نور کے متصل مقیم ہوا۔ فاضل خان خانساماں نے دارا شکوہ کا نقد و جنس اموال لاکھ روپیہ کا پادشاہ کے سامنے پیش کیا امیر الامرا اور تمام امراء متعینہ اکبر آباد بادشاہ کی خدمت میں رہے۔

بعض اخلاص کیشوں کی زبانی معلوم ہوا کہ راجہ جسونت سنگہ جب ایلغار کر کے اکبر آباد کے قریب آیا تو منافق کیشوں کی جماعت کو یہ گمان تھا کہ راجہ قلعہ کا محاصرہ کرے گا اور شاہجہان کو قید سے آزاد کر کے تخت پر بٹھائیگا اس سبب سے عقل و حوصلہ باختوں کے دلوں میں وسوسے پیدا ہوئے ہیں۔

عالمگیر و شاہجہان کی تاریخ کے تحریر کے وقت کونسٹیل کے اور نیشنل مس میلنی بوزیر کا سیاحت نامہ میری نیر نظر رہتا ہے۔ ہندوستان میں جو ارباب دانش اپنے ملک کے حال سے قریب واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ امر اس ملک کی عادت میں

داخل ہے کہ بعض زمین اور طبائع واقعات کو انکے وقوع کے وقت اپنے خیالات کے موافق نہایت فصاحت و بلاغت سے جھوٹ سچ کو شیر و شکر کی طرح ملا کے بیان کیا کرتے ہیں کہ سننے والوں کو ان میں بڑا مزہ آتا ہے۔ اُن کا انداز بیان و ادا وطرز ایسا ہوتا ہے کہ بہت راوی ان کے بیان غیر واقعی کو واقعی جان کر پھر واقعی امر پر یقین نہیں کرتے ڈاکٹر برنیر کو کوئی غریب ایسا ملگیا ہے یہ بیچارہ اجنبی اس کی باتوں کو سچ جانتا ہے اور اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے اور اپنے اہل وطن کا لال بجھکڑ بنتا ہے۔ جو یہاں کے حال سے بالکل لاعلم ہے۔ اس لئے ہر واقعہ میں ایک دو باتیں ایسی گھڑتا ہے کہ جن کی کچھ اصل نہیں ہوتی اور پھر ان پر رائے زنی کرتا ہے جو جہالت و لاعلمی پر مبنی ہوتی ہے۔ مشکل ہے کہ معاملات ملکی پر کسی اجنبی کو ایسا علم ہو کہ وہ اس میں رائے دینے کے لئے کافی ہو۔ اب میں مثال کے طور پر اورنگ زیب و راجہ جسونت کا حال اس سیاحت نامہ سے لکھتا ہوں کہ جب راجہ جسونت نے دیکھا کہ شجاع کا پلڑا پلٹ گیا تو اُس نے سوچا کہ جو لوٹ ہاتھ آئی ہے اس کے مزے اڑائے وہ فی الفور آگرہ کو اس نیت سے چلا کہ اپنے وطن کو مراجعت کرے دارالخلافہ آگرہ میں یہ افواہ اُڑ رہی تھی کہ اورنگ زیب نے شجاع سے شکست پائی وہ اور امیر جملہ (معظم خاں) دونو قید ہو گئے ہیں اور سلطان شجاع اپنے فتحمند لشکر کے ساتھ آگرہ چلا آتا ہے شائستہ خاں حاکم آگرہ اور اورنگ زیب کے ماموں کو ادھر اس شہرت کا یقین ہوا ادھر جسونت سنگھ جس کی دغابازی سے وہ خوف زدہ ہو رہا تھا آگرہ کے دروازہ پر آن پہنچا کہ اس نے مایوس ہو کر زہر کا پیالہ پینے کے لئے ہاتھ میں لیا اور پی ہی گیا ہوتا اگر عورتوں نے اس کو جا کر گھیرا نہ ہوتا اور پیالہ کو ہاتھ سے زمین پر گرا نہ دیا ہوتا۔ آگرہ کے رہنے والوں کو دو روز تک ٹھیک اصل حال نہیں معلوم ہوا اس میں شبہ نہیں کہ ان دو دن میں اگر جسونت سنگھ بہادرانہ دھمکیاں اور فیاضانہ وعدے کرتا تو شاہجہاں کو قید سے آزاد کر لیتا

ڈاکٹر برنیر کا بیان راجہ جسونت سنگھ کا

اور تخت بٹھا دیتا مگر راجہ اصل حقیقت سے واقف تھا وہ دارالخلافہ میں نہ زیادہ دنوں ٹھہرنے کی جرأت کرسکتا تھا اور نہ کوئی مہم بہادرانہ اختیار کرسکتا تھا اس لئے وہ صرف شہر آگرہ کے اندر کوچ کرتا ہوا اپنے وطن کو چلا گیا۔ ظفر نامہ میں عاقل خاں لکھتا ہے کہ جسونت سنگھ کے چلے جانے کی خبر موحش اکبرآباد میں وشاہجہاں آباد میں پھیلی بلکہ لاہور تک اور اطراف اکناف میں پہنچی طرہ اس پر یہ ہوا کہ جو بھاگ کر آتا وہ اس خبر نا ملائم کو آب و تاب سے بیان کرتا اور ظاہر کرتا کہ واقعہ ناگوار کو خود اس نے دیکھا ہے یہاں تک یہ ہوائی خبر اڑائی کہ عالمگیر کو شجاع گرفتار کئے آگرہ کو لئے آتا ہے۔ جب جسونت سنگھ آگرہ کے قریب آیا تو شائستہ خاں حاکم آگرہ کے ہاتھ پاؤں پھولے اور اس خبر کو سچ جانا اور دکن جانے کا ارادہ کیا کہ شاہجہاں کے غضب سے بچے آدھی رات کو فاضل خاں پاس پیغام بھیجا کہ میری شاہجہاں سے تقصیر معاف کرادو فاضل خاں نے اسے سمجھایا کہ خیر ہے پہلے اس خبر کو تو تحقیق ہونے دو کہ سچ ہے یا جھوٹ ہے۔ پانچویں جمادی الاول ۱۰۶۹ھ کو پادشاہ عماد پور میں آیا جو سموگڈھ کے قریب ہے۔ یہاں بادشاہ کو داراشکوہ پر فتح نصیب ہوئی تھی اس لئے سموگڈھ کا نام فتح شکار رکھا پادشاہ کے پیش نہاد ہمت یہ دو امر تھے۔ داراشکوہ کی تنبیہ اور راجہ جسونت سنگھ کی تادیب اس لئے پادشاہ نے اجمیر جانے کا قصد کیا اور ۲۵۔ جمادی الاول ۱۰۶۹ھ کو اجمیر کی طرف کوچ کیا۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ سپاہ جو ٹھٹہ میں داراشکوہ کا تعاقب کر رہی تھی اس کو پادشاہ نے واپس بلا لیا تھا۔ تو داراشکوہ نے اس کو غنیمت جانا اور دوبارہ اس کو خودسری کا سودا ہوا ولایت گجرات میں نہ کوئی لشکر تھا نہ کوئی سردار کہ اس کی مدافعت و ممانعت کرتا۔ میدان خالی تھا اس نے چول و بیابان میں قدم رکھا بعض زمینداروں کی رہنمائی سے دریا شور کے کنارہ پر اسی راہ سے کچھ میں آیا کہ جس پر کوئی مسافر چلتا نہ تھا اور سخت دشوار گذار تھی کچھ کا مرزبان اس کے

استقبال کو گیا اور اس سے ملاقی ہوا۔ دارا شکوہ نے اس کو نقد جواہر دیکر بڑھایا اور اسکی بیٹی سے
اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو نامزد کیا۔ زمیندار نے ضیافت کی اور بدرقہ ساتھ کرکے اپنی حد سے باہر
کر کے احمد آباد کو روانہ کیا جب دارا شکوہ احمد آباد کے قریب آیا شہنواز خاں صوبہ دار احمد آباد
کی ایک بیٹی بادشاہ سے بیاہی تھی اور دوسری بیٹی مراد بخش سے تو وہ دیوان رحمت خاں
اور اور کومکیوں کو ساتھ لیکر دارا شکوہ کے استقبال کو آیا ملاقات کے بعد سرانجام ضروری دارا شکوہ
کے لئے تیار کیا۔ اور محمد مراد بخش کا جو روپیہ و جنس و طلا و نقرہ آلات اور دس لاکھ روپئے جو
اس کے گھر میں تھے وہ دارا شکوہ کو پیش کش میں دے۔ اب دارا شکوہ زر و سپاہ کے جمع کرنے کی فکر
میں ہوا آدمیوں کو خلعت و اضافہ و خطاب و جواہر دیکر خورسند کیا اور لوگوں کا دل
اپنی طرف کیا اور بندر سورت و کنبھایت و بھروچ و پرگنات سیر حاصل میں اپنی طرف
سے حکام و عمال مقرر کئے اور ان میں اپنا قبضہ کیا ایک مہینہ سات روز یہاں رہکر
بیس بائیس ہزار سوار جمع کرلئے اور حکام بیجاپور اور حیدر آباد سے بھی خطوط و پیغام
بھیجکر نقد و جمعیت سپاہ کو طلب کیا دکن جانے اور راجہ جسونت سنگھ سے ملنے کے
لئے مختلف فکر کرنے لگا۔ اس گرما گرمی میں اس پاس خبر آئی کہ لشکر شاہی کی رفاقت
سے راجہ جسونت سنگھ نے فرار کیا اور دشمن کے غلبہ کی شہرت غیر واقعی اور خبر کاذبہ
دارا شکوہ نے سنیں اور ان کو ہیچ جانا۔ راجہ جسونت سنگھ کا نوشتہ آیا اس میں
اس نے اپنا حال لکھا اور دارا شکوہ کو اشارہ کیا کہ وہ اجمیر کی طرف آئے۔ دارا شکوہ
غرہ جمادی الاخری ۱۰۶۹ھ کو آراستہ سپاہ اور توپ خانہ کے ساتھ چلا۔ یہ توپ خانہ
اس پاس اس طرح مرتب ہوا تھا کہ اس نے بندر سورت سے چالیس توپیں نکالی
تھیں جب دارا شکوہ چلا ہے تو ہر منزل میں راجہ جسونت کا نوشتہ اسکے قریب پہنچا
تھا اور اس پر اپنے آنے کا افسوں پھونکتا تھا اور اس کو افسانہ سناتا تھا
کہ میں قوم راٹھور کی جمعیت اور ان اقوام راجپوت کے ساتھ آتا ہوں

جن کے وطن اجمیر کی نواحی میں ہیں اور اس بات سے دارا شکوہ کے عزم میں تقویت ہوتی تھی ؛
جودھپور سے تین منزل پر میرتھا میں آگیا تربیت خاں فوجدار اجمیر دارا شکوہ کے قریب آنے سے
حواس باختہ پادشاہ پاس بھاگ گیا۔ جب پادشاہ کو معلوم ہوا کہ دارا شکوہ رزم وپیکار پر آمادہ ہوا
ہے تو پادشاہ نے طاہر خاں کو اس خدمت پر مقرر کیا کہ وہ جاکر دارا کی خبر لائے۔ پادشاہ بھی
چلکر قصبہ تودہ کے قریب آیا۔ چونکہ غنیم نزدیک اور جنگ قریب تھی حکم ہوا کہ قصبہ مذکور میں جو قلعہ ہے
اس میں خزانہ اور زوائد کارخانجات غیر ضروری اور احمال و اثقال رکھے جائیں۔ راجہ راج سنگھ کو قلعہ
کی محافظت سپرد ہوئی یہ قصبہ اسی کے علاقہ میں تھا پھر پادشاہ تالاب رامسر سے چھ کروہ پر آیا
یہاں طاہر خاں نے جو قراولی کے طور پر آگے گیا تھا غنیم کے حال کی کیفیت دریافت کرکے
پادشاہ سے عرض کی اور پھر رخصت ہوا بیر تعلقہ راجہ جے سنگھ میں پادشاہ نے پہنچ کر
فوج بندی کا حکم دیا راجہ جے سنگھ کو دلیر خاں وحسن قلی خاں اور ایک اور جماعت کے
ساتھ ہراول مقرر کیا صف شکن خاں کو توپخانہ کے آگے لے جانے کے لئے مامور فرمایا شیخ میر
اس کے بھائی امیر خاں کو طمیش کا سرفوج بنایا امیر الامرا کو اس کے بیٹوں اور گنج علی خاں
اور بعض سرداروں کے ساتھ برانغار کی طرف مقرر کیا اور جرانغار کی سرداری
پادشاہزادہ محمد اعظم اور ایران کے بہادروں کے سپرد کی اور اسی طرح محمد امین خاں
وہوشدار خاں وعبدالرحمٰن خاں بن نذر محمد خاں اور ایرانی وتورانی اور سرداران کو
اور افغانوں اور راجپوتوں کو جابجا میمنہ اور میسرہ وقول وچنداول میں مقرر کیا اور حکم
دیا کہ جبتک کہ دشمن سے مقابلہ ہو لشکر کی یہی ترتیب رہے اسمیں فرق نہ آئے۔

دارا شکوہ اور راجہ جسونت سنگھ کے معاملات

جب دارا شکوہ میرتھا میں آیا تو راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ جو معاملات پیش آئے وہ بیان کئے
جاتے ہیں اول راجہ جسونت کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ وہ پادشاہ کے ساتھ سے
شجاع کی لڑائی میں بھاگا تھا وہ جانتا تھا کہ پادشاہ افواج میری تنبیہ وتادیب کے لئے
مقرر کریگا تو ناچار اس نے اپنا چارہ کار اس میں دیکھا کہ دارا شکوہ کو ترغیب وتحریص

کرکے اپنی طرف کھینچے اور الوس راٹھور اور اقوام راجپوت سے ایک بڑا لشکر جمع کرے اور اسکے
استظہار سے خلاف جوئی کرے۔ جب وہ جودھپور میں گیا تو اس نے داراشکوہ کو بلایا اور خود راجپوتوں
کا لشکر جمع کیا اور سامان لشکر تیار کیا اور داراشکوہ کے انتظار میں بیٹھا راجہ جیسنگہ کے حال پر پادشاہ
از حد مہربان تھا وہ راجہ جسونت سنگہ کے ساتھ جنسیت اور رشتہ مندی رکھتا تھا اُس نے پادشاہ سے
اس کے معافی قصور کے لئے عرض کیا اور کہا کہ اگر حضور عاطفت شاہانہ سے اُسکی خطاؤں کو معاف
فرمائینگے اور اُس کو جان کی امان دینگے تو یہ میری سرفرازی کا باعث ہوگا اور وہ وحشی بھی رام
ہوگا اور پھر صدق و اخلاص سے بندگی کریگا۔ پادشاہ نے اسکی درخواست کو منظور کیا اور حکم دیا کہ
وہ اپنی جانب سے ایک مکتوب لکھے اور اپنے کسی معتمد کے ہاتھ بھیجے اور وہ دولتخواہی پر مضمون ہو
اور عفو جرائم کی نوید سنادے اور داراشکوہ کے ساتھ ملنے سے باز رکھے اور پادشاہ نے بھی ایک
منشور اُس کی عفو تقصیر کا لکھدیا۔ عالمگیر نامہ میں فقط یہ لکھا ہے کہ پادشاہ نے راجہ جیسنگہ کو خط لکھنے
کی اجازت دی لیکن اس خط کا مضمون نہیں لکھا مگر ڈاکٹر برنیر کو اس خط کا مضمون اس طرح معلوم ہوگیا
جیسے کہ امیر افغانستان اور زار روس کی خط وکتابت کے مضمون ہندوستانیوں کو گھر بیٹھے معلوم
ہوجاتے ہیں وہ لکھتا ہے کہ راجہ جیسنگہ نے یہ خیال کرکے کہ لڑائی کے سارے احتمالات
اورنگ زیب کی فتح پر دلالت کرتے ہیں راجہ اپنی مصلحت و بہبود پادشاہ کے
خوش کرنے میں جانتا تھا اس لئے راجہ جسونت سنگہ کو داراشکوہ کی امداد و اعانت سے باز
رکھنے میں اپنے رعب و داب کو یہ کام میں لایا اس نے جسونت سنگہ کو لکھا کہ مجھے بتاؤ کہ تم
جو بد اقبال داراشکوہ کی امداد کرنے میں کوشش کرتے ہو اس سے کیا فائدے تمکو حاصل ہونگے
اس کام میں تمہارے استقلال سے داراشکوہ سے کام میں بہبودی ہونے کی نہیں۔ مگر
اس میں شک نہیں کہ تمہارے اور تمہارے خاندان کی بربادی ہوجائیگی اور اورنگ زیب
سے تم ہرگز اپنے قصوروں کی معافی نہیں کراسکوگے۔ میں بھی راجہ ہوں میں منت و
سماجت سے تم سے عرض کرتا ہوں کہ بیچارے راجپوتوں کا خون اپنی گردن پر نہ لو

تم اس بات پر نہ بھولو کہ میں اور راجاؤں کو اپنے ساتھ کر لونگا۔میرے پاس ایسے وسائل ہیں کہ تمہاری اس کوشش کے خلاف میں سعی کرونگا اور کسی راجہ کو تمہارے ساتھ نہیں ہونے دونگا یہ کام ایسا ہی کہ سارے ہندوؤں سے تعلق رکھتا ہی تمکو کیسے اسکی اجازت دیجاسکتی ہو کہ تم وہ آگ بھڑکاؤ جو سارے ملک میں ایسی پھیل جائے کہ پھر کسی کوشش سے بجھ نہ سکے۔اب اگر تم دوسری طرف جاؤ اور داراشکوہ کو اپنی حالت میں چھوڑ دو تو اورنگزیب تمہاری ساری خطاؤں کو بھول جائیگا تمکو کھجوہ میں جو چوٹ ہاتھ آئی اسکا مطالبہ وہ نہیں کریگا بلکہ فوراً تمکو گجرات کا حاکم بنا یگا ایسے ملک کے حکومت کے فوائد کی تم خوب قدر جانتے ہو جو تمہارے ملک کے ہمسایہ میں ہے یہاں تم امن امان سے بخوف وخطر رہو گے میں ان وعدوں کے ایفا کی ذمہ داری بالکل اپنے ذمہ لیتا ہوں۔

جب اورنگزیب کا منشور بنجات اور راجہ جیسنگھ اور اور ہوا خواہوں کے نوشتجات خفیہ راجہ جسونت سنگھ پاس پہنچے تو ان کے اخفا میں اُس نے کوشش کی اور جودھپورسے جو داراشکوہ کے استقبال کے لئے بیس کوس آیا تھا اب اس نے ملنے کا ارادہ چھوڑا اور اپنے وطن کی طرف مڑا۔داراشکوہ کو راجہ کے وطن کی طرف مراجعت کرنے کی خبر پہنچی تو وہ متردد ہوا رسل رسائل شروع کئے بار بار خوشامد کرکے پیغام بھیجا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس سے داراشکوہ کے دل میں اور خلشیں پیدا ہوئیں وہ خود جودھپور سے بیس کوس پر گیا اور یہاں چند مقام کئے اور راجہ پاس دوین چند (دوی چند) اپنے معتمد کو بھیجا جو راجہ سے اتحاد رکھتا تھا اس نے جاکر بڑی لجاجت سے کہا کہ راجہ صاحب اب اپنے وعدہ کو ایفاء کیجئے اُس نے جواب میں یہ عذر کیا کہ میں اپنے قول پر راسخ ہوں فی الحال میرا آنا مصلحت نہیں ہے داراشکوہ اجمیر میں جاکر قیام کرے اور راجپوتوں کو پیغام بھیجکر اپنے پاس بلالے جب دو تین نامی راجپوت اُس کے پاس آجائینگے تو میں بھی اس پاس آجاؤنگا۔دوی چند یہ جواب یاس عذر آمیز لیکر راجہ کے پاس سے آیا تو داراشکوہ اجمیر میں آیا اور دوبارہ دوی چند کو راجہ پاس بھیجا اُس نے یہاں آن کر ہزاروں تو طیہ کلام بناکر پیام کا

ذکر کیا اور راجہ پر بہت سے افسانے و افسوں پڑھے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا تحقیق ہو گیا کہ راجہ کے سارے جواب ٹالم ٹولے کرنے کے ہیں۔ یہ بات لوگوں میں بھی مشہور ہو گئی تھی کہ عالمگیر سراپا تدبیر نے راجہ کے جرائم کو عفو کر دیا ہے۔ صاحب غرض مجنون ہوتا ہے اور احتیاج شیر مزاجوں کو روباہ بناتی ہے پھر دارا شکوہ نے اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو راجہ پاس بھیجا ہر چند اس شہزادہ نے لابہ گری و الحاح و دلبری کی اور وعدے وعید کئے مگر راجہ نے اسکو بھی دو ہی چند کی طرح مایوس واپس کیا اس انقلاب کے سپہر شکوہ با دیدۂ پر آب و جگر کباب باپ پاس آیا تو دارا شکوہ نے راجہ جسونت کی امداد سے بالکل قطع امید کی اب حیران تھا کہ اپنا چارہ کار کیا کروں کہ اس حالت میں عالمگیر کے آنے کی خبر مشہور ہوئی چار ناچار کارزار کو قرار دیا اور بتقاضائے وقت جنگ صف میں صرفہ مناسب نہ جانا اور نواحی اجمیر کے کوہستان میں مورچال بنانے کے واسطے چلا گیا اور اپنی جگہ سے چل کر درۂ کوہ میں آیا بعض راہوں کی دیوار خام بنا کر اور سنگ چین کر کے توپوں کے لگانے کے لئے اور تفنگچیوں کے بٹھانے کے واسطے استوار کیا اُسنے جانب یمین مصطفیٰ خاں عرف سید ابراہیم کو سپرد کی اور تین امیر اور ہزار برقنداز اسکے ہمراہ مقرر کئے اور یسار کے مورچال کا اہتمام شہسوار خاں اور اس کے بیٹوں کو سپرد کیا اور ایک جماعت برقندازوں کی ان کے ساتھ کی اور ایک طرف مورچال فیروز میواتی کو حوالہ کیا توپ خانہ کا مصالح دیا اور سپاہیوں کی جماعت ساتھ کی اور اپنے روبرو سپہر شکوہ کو بہت سے آلات آتشباری اور باقی توپوں کے ساتھ قائم کیا۔ خود بیچ میں رہا۔ سب جگہ توپیں چن دیں اور ایک جماعت کو مقرر کیا کہ مورچال میں مصالح مطلوبہ پہنچا کر سزاولی کرتے رہیں اور ایسا نہ کریں کہ کوئی سردار ہمراہی بیکار و معطل رہے اب بادشاہ نے موضع ریواڑی میں آکر خیمہ لگایا یہ مقام اجمیر سے تین کوس تھا اور دشمن کے مورچال سے آدھ کوس جہاں سے گولہ دشمن تک جا سکتا تھا مکان مقرر کر کے مورچال لگانے کا حکم دیا اور لشکر کو اس طرح تقسیم کیا کہ صف شکن خاں

دارا شکوہ اور لشکر بادشاہی کی لڑائی

میر آتش مامور ہوا کہ توپخانہ کو آگے لیجا کر جابجا خصم کے مورچالوں کے مقابل لگائے اور توپخانے کے پیچھے شیخ میر و دلیر خاں کو مورچال لگانے کا حکم دیا سب سرداروں نے مقامات مورچال بنانے کے تجویز کر لئے اور توپ کے گولوں کے مارنے میں دست بازو کھولے ان میں سے ہر ایک دوسرے پر کارفرمائی کے تردد میں سبقت لیجانا چاہتا تھا اور دوسرے کو پیشقدمی نہیں کرنے دیتا تھا خصوص شیخ میر اور دلیر خاں و سید نصیر الدین خاں دکنی نے جانفشانی کرنے میں تین روز تک تردد بہادرانہ کیا اور خواب و خور کو اپنے اوپر حرام جانا امیر الامرا بھی بہت سعی کر کے مورچالوں سے بڑھائی کیلئے دشمنوں پر ایسے حملہ کرتا تھا کہ ان کے دل ہل جاتے تھے۔ لیکن مخالف کے مورچال جو پشت کوہ میں قلب مقام میں کمال استحکام رکھتے تھے اس لئے بادشاہی آدمیوں کی کچھ چلتی نہ تھی بلکہ داراشکوہ کے آدمی مورچال سے نکل کر اور منہ کے آگے سپر لگا کر بادشاہی مورچال پر حملہ کرتے تھے تو آدمیوں اور چارپایوں کو ضائع و زخمی کرتے تھے اور پھر پہاڑوں کی پناہ میں چلے جاتے تھے ان کی توپ کا گولہ جو آتا تھا خالی نہ جاتا تھا کسی نہ کسی کو ہلاک کر کے خاک پر گراتا اور بادشاہ کے مورچال کے گولے سوا اس کے کہ پتھر اور دیوار سے ٹکرائیں کوئی کام فائدہ کا نہ کرتے تھے چوتھی رات کو بادشاہ نے اپنے اخلاص کیشوں کو بلا کر تاکید و تہدید کی اور وعدہ وعید کئے اور شورش کی ترغیب دی۔ دوسرے روز راجہ راجروپ زمیندار جموں نے جو کوہ نوردی اور شیر نبردی میں ضرب المثل تھا اپنے پیادوں کو پہاڑی کے عقب سے اس جگہ سے روانہ کیا جہاں کوہ نشینوں کو یورش کا گمان تھا ان کوہ نوردوں نے دامن ہمت کو کمر پر کس کر افتاں و خیزاں ان مورچال آتشباروں کے مقابل یورش کی جو کوئی مرجاتا اس کو اپنے پاؤں کا زینہ بناتے اور چڑھ کے کوہ پر راجہ راجروپ کا نشان نصب کرتے خود راجہ راجروپ جو ان جاں بازوں کے عقب میں تھا مستعد ہو کر اس کا منتظر تھا کہ اس کے آدمی اوپر چڑھ کے آواز دیں باوجودیکہ مخالف کے ہزار جنگی آدمی نیچے مقابلہ کے لئے آگئے تھے مگر راجہ

بہادرانہ قدم بڑھائے اور گولہ و تفنگ سنگ کے بارش میں سینہ سپر بنا کے گھوڑے سے اتر کر حملہ آور ہوا دلیر خاں نے بھی جو افغانوں میں بہادری میں مشہور تھا۔ راجپوتوں کی یہ بہادری دیکھ کر اوپر جانے کا قصد کیا اور توپ و تفنگ کی باڑ میں ہو کر بائیں طرف سے اوپر چڑھ گیا اور بائیں طرف سے شیخ میر نے پیش قدمی کی جو جنگ کے روز شجاعت و تدبیر میں بے نظیر تھا دوسری طرف سے راجہ جے سنگھ نے بہادر راجپوتوں کے ساتھ بہادرانہ تردد کیا اور امیر الامرا نے توپخانہ کے آدمیوں کو ہمراہ لیکر جانب چپ کے اور اسد خاں ہوشدار خاں نے جرانغار کی طرف سے اپنے لشکر کے ساتھ سوار ہو کر ہر طرف صف بصف معرکہ آرا ہوئے۔ گو اس یورش میں سب بہادروں نے مردانگی دکھائی مگر ابتدا میں راجہ راجروپ کے آدمیوں نے پیش قدمی کی اور آخر کار میں شیخ میر و دلیر خاں افغانوں نے اپنی شجاعت و جلادت دکھائی ان کے مقابل میں شہسوار خاں و فیروز میواتی کے مورچال نے بلا فاصلہ بلا کے گولے مارے جو اجل کے اولے بنتے تھے۔ دونوں امیروں کے آدمیوں میں سے ایک جمع کثیر کام میں آئی ادہر توپ غراتی تھی ادہر پہاڑوں کی گونج ہوتی تھی یہ صدا اور توپوں اور بان چھوٹنے کا دہواں اس کوہ و صحرا میں ایسی وحشت افزا پھیلی تھی کہ خویش و بیگانہ میں فرق کرنا دشوار ہوتا ہر طرف سے اتنے گھوڑوں کی ٹاپوں میں سر و تن پامال ہوئے کہ صورت و سر کا نشان باقی نہ رہتا تھا دلیر خاں کے دائیں ہاتھ میں ایسا تیر لگا کہ وہ تردد سے باز رہا دارا شکوہ بلندی کوہ پر کھڑا ہو کر اپنے آدمیوں کو باوجودیکہ آثار ہزیمت و نکبت تھا جنگ کی ترغیب نام و ننگ کی سرزنش سے دیتا تھا ہر چند کوہ نشینوں نے مورچالوں کی پناہ میں اور احاطہ دیوار کے عقب سے باہر آن کر دلیری بہادرانہ کی مگر فائدہ نہ ہوا شہسوار خاں نے غیرت ذاتی سے اس جنگ جانستاں سے نجات محال جانی اور اپنے دونوں ولی نعمتوں کی خدمت میں خصوصاً پادشاہ کی جناب میں خجالت دائمی سے نکلنا اپنی جان کے جانے میں دیکھا اتنی مردانہ وار کوشش کی کہ سرخروئی کے ساتھ اس دنیا سے جان رخصت ہوئی شیخ میر بھی جدال و قتال کرتا ہوا اجل کے استقبال کے لئے گیا

اس کے سینہ میں گولا لگا کہ اس حال میں سید ہاشم سے کہا جو اس سے نسبت قریبہ رکھتا تھا اور اس کے حوضہ میں پیچھے بیٹھا تھا کہ میں اب چلا میرے کمربند میں ہاتھ ڈال کر اتنی دیر نگاہ رکھ کہ میں شادیانہ فتح کی آواز سن لوں جو ابھی ہونے والی ہے۔ ظفر کے آثار ظاہر ہیں ایسا نہ ہو کہ میرے رفیق وہمراہی میرے حال سے مطلع ہو کر کارزار سے دست کشی کریں اور اور دشمنوں کے آدمی اطلاع پا کر دلیرانہ پیش قدمی کریں۔ انسان کو بھی کس مرتبہ پر دنیا اور اولاد سے دلبستگی ہے کہ ایسے حال میں کہ کلمہ پڑھنا اور خدا کا خیال کرنا چاہئے تھا شیخ کو اپنی اولاد کی ترقی کا اور نمک کے پاس کا خیال تھا شیخ میر کی اس عقیدت وارادت کے سبب پادشاہ مردم خواف پر نہایت مہربان ہوا اور ان کی ترقی ایسی کی کہ پہلے کسی پادشاہ کے عہد میں نہیں ہوئی تھی۔ فی الحقیقت خراسان کے اور آدمیوں کے نسبت مردم خواف ظاہر میں اکھڑ اور بے رو اور درشت ہیں لیکن اکثر کاموں میں راست باز اور آقا کے حق نمک کے پاس میں سب سے زیادہ ثابت قدم ہوتے ہیں دارا شکوہ نے دیکھا کہ برگشتگی طالع سے شہسوار خاں کی جان گئی اور اسکی جان کا جانا میرے لشکر کے علم کے سرنگوں ہونیکا سبب ہوا اور پادشاہی لشکر سر پر چڑھ آیا تو وہ اپنے بیٹے سپہر شکوہ وفیروز میواتی اور بعض اور خدمہ حرم کو لیکر اندھیری رات کے پہلے پہر میں اس ناامیدی اور غم والم کے ساتھ کہ خدا کسی شاہ و گدا کو نہ دکھلائے فرار ہوا۔ عمدہ مردم میں سے سوا دو نامبردہ کے کسی کو توفیق اُس کی ہمراہی کی نہ ہوئی کچھ جواہر واشرفی ومحل خاص وبیٹی وچند خواص ساتھ لیکر احمدآباد کیطرف متوجہ ہوا خزانہ اور اسباب انتخابی مالیت دار اور بہت سی خدمہ محل کو بارہ ہاتھیوں اور خچروں واونٹوں پر بار کرایا مگر ساتھ نہ لے جا سکا اپنے قدیم وجدید آدمیوں کے اعتبار پر ان کو سپرد کیا۔ چند خواجہ سرا معتمد ان کے ساتھ گئے اور ایک ہزار برقنداز پیادے جو سب کے سب نمک حرام تھے ان کی ہمراہ گئے اور تاکید کی کہ پیچھے سے جلدی آئیں یہ سب لٹ لٹا گئے اس کا حال آگے بیان ہوگا۔ القصہ لشکر ہزیمت خوردہ میں اکثر آدمیوں کے مال وعیال بھیر میں تھے وہ وہاں دوڑے گئے۔ ایک جماعت اپنے مال وعیال کے تاراج

ہونے کے غم میں اور عرض و ناموس کے برباد جانے کے الم میں بیٹھے بعض زخم کاری کے پہنچنے سے اور اسباب سامان کے لٹ جانے سے اور اپنے آدمیوں کے بھاگ جانے سے کوہ و دریا میں حیران سرگردان آہ و نالہ کے ہمدم ہوئے۔ داراشکوہ کا کل اردو اور اُسکے تمام کارخانجات مع ہمراہیوں کے لٹ گئے اس اندھیری رات میں اور باروت کے دھوئیں سے بھرے ہوئے درہ میں کہ دو تین گھنٹہ تک یہ خبر تحقیق نہیں ہوئی کہ داراشکوہ بھاگ گیا۔ دونو طرف بعض مورچال میں جنگ قائم رہی۔ اسدخاں و ہوشدار خاں مع بعض امرا کے اپنی جگہ میں دار و گیر میں گرم رہ کر برقندازی کرتے رہے جب تک کہ ان کو دشمن کے فرار اور مورچال کے خالی ہونے کی واقعی اطلاع ہوئی داراشکوہ کے ہمراہی عسکر خاں وسید ابراہیم اور ایک اور جماعت داراشکوہ کے چلے جانے سے واقف نہ ہوئے پہر رات گئے تک حرکت مذبوحی کرتے رہے محمد شریف مخاطب قلیج خاں کہ داراشکوہ کا میر بخشی تھا اُس کے پیٹ میں تیر لگا جس سے وہ دوسرے روز مر گیا۔ سیادت خاں پسر شہنواز خاں کے گولیوں کے تین چار زخم لگے تھے۔ عسکر خاں وسید ابراہیم اور داراشکوہ کے ہمراہیوں کی ایک جماعت جن کا بدن زخمی اور دل پر خون تھا اور سوا رخت بدن کے سلا اسباب مایحتاج تاراج ہو گیا تھا صف شکن خاں کے وسیلہ سے شرف اندوز ملازمت ہوئے اور مورد عنایات۔

کارزار دیدہ و تجربہ کار منصف پیشوں پر ظاہر ہے کہ نہنگان دریائے غیرت اور شیران بیشۂ شجاعت سے جن میں سے ہر یک روز رزم میں رستم ہو چار جنگ کرنا اور ایسے حادثات کے انقلاب سے کہ زبان خامہ پر جاری ہوں اپنی جگہ سے نہ ہلنا اور ثبات قدم کو ہاتھ سے نہ دینا اور غنیم و خصم غالب آمدہ کو روبرو سے ہٹا دینا تائید و فضل الٰہی و مدد طالع عالمگیر کے سوا کسی اور بات پر حمل نہیں کر سکتے۔ عالمگیر نے فتح کی خبر سنکر خدا کا شکر کیا اور شہنواز خاں و شیخ میر کے مرنے پر زیادہ افسوس کیا اور فرمایا کہ دونو کو حضرت خواجہ معین الدینؒ کے روضہ میں مدفون کریں۔ خود

اس مزار کی زیارت کرکے اور خدام کو روپیہ دیکر کوچ کیا اور تالاب انا ساگر کے کنارہ پر آیا تین چار روز مقام کا حکم دیا راجہ جے سنگہ کو ایک لاکہ روپیہ اور بہادر خاں کو تیس ہزار روپیہ عنایت کیا اور اُن کے ساتہ ایک جماعت کارزار دیدہ سپاہیوں کی دارا شکوہ کے دوبارہ تعاقب کرنے کے لئے مقرر کی اور خلعت دیکر رخصت کیا۔ راجہ جسونت سنگہ اپنی تقصیروں کے خجالت کے مارے بادشاہ کے روبرو نہیں آتا تھا۔ راجہ جے سنگہ کے کہنے سے بادشاہ نے از سرِ نو فرمانِ عطوفت نشان تسلی و خطا بخشی و صوبہ داری احمد آباد کا اور منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کی بحالی کا مع خلعت کے عطا کیا۔ شہنواز خان کی اہلیہ نورس بیگم پر اور اس کے فرزندوں پر اس کی خدمات سابق پر نظر کرکے بہت سی عنایتیں کیں۔ امیر خاں برادر شیخ میر کا خلعت ماتمی اُتروایا اور اضافہ نمایاں کیا۔ دارا شکوہ کے اموال میں سے سو فیل اور اور کارخانہ جات ضبط سرکار ہوئے امرائِ اجمیر میں جس جماعت کو دارا شکوہ نے بادشاہ کی ہوا خواہی کے گمان میں قید کیا تھا انکو رہائی ہوئی اور موردِ عنایات ہوئے۔ تربیت خاں جو دارا شکوہ کے خوف کے مارے اجمیر سے بھاگ کر بادشاہ کے پاس چلا آیا باوجود اس تقصیر کے اس کو اجمیر کی صوبہ داری پر پھر مقرر کیا۔ ۳ رجب کو بادشاہ پیادہ پا خواجہ معین الدین کی درگاہ میں زیارت کے لئے گیا اور پھر اپنے دار الخلافہ کی طرف چلا۔ ان دنوں میں بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ شاہزادہ محمد سلطان جب مرزا شجاع کے قریب گیا تو وہ خوف کے مارے مونگیر سے بھاگ کر جہانگیر نگر کو چلا گیا اور معظم خاں نے مونگیر میں داخل ہوکر اس مژدہ کے شادیانے بجوانے کا حکم دیا۔ سلخ ماہ رجب ۱۰۶۹ھ کو بادشاہ دار الخلافہ میں داخل ہوا۔

مارچ ۱۶۵۹ء

بادشاہ نے اپنے جلوس کا اصل جشن اس دن پر موقوف رکھا تھا کہ مخالفوں اور ملک کے بدخواہوں کی بیخکنی ہو جائے۔ ان ایام میں ۲۴ رمضان ۱۰۶۹ھ کو وہ دن آیا۔ جو فتح اول کی تاریخ اور جلوس کا سال دوم تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ہوا خواہانِ دولت پر ابواب عیش و عشرت وا ہوں اور دولت خانہ کے اطراف کے حجرے در و دیوار دیوان عام سے باہر اور غسل خانہ کے

[illegible] ۱۶۵۹ء

اندر اقسام فرش اور قمشہ طلاباف و کلابتون دوزسے آرائش پائیں اس قدر ولایت و احمد آباد کا زر لغت صرف ہوا کہ بہت ملکوں کے تاجروں کو اس سے نفع ہوا اور رامشگران طناز ہزاروں عشوہ و ناز کے ساتھ محفل آرا ہوئے اور انہوں نے اصول گوناگوں سے رقص و سرود کا ایک ہنگامہ پرجوش و خروش گرم کیا۔ پادشاہ تخت مرصع پر بیٹھا منبر پر اسم و لقب ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب بہادر عالمگیر غازی کا ذکر ہوا۔ عہد سابق میں روپیہ اشرفی کے ایک طرف کلمہ طیبہ اور خلفاء راشدین کے اسم سے مزین ہوتی تھی۔ ہرکس و ناکس کے ہاتھوں میں اور پاؤں تلے یہ سکے آتے تھے اور ناپاک مقاموں میں جاتے تھے۔ بادشاہ کے نزدیک یہ بے ادبی نامناسب تھی اس لئے پادشاہ نے اس کو بدل کر اشرفی کے لئے یہ سکہ تجویز کیا ؎

سکہ زد در جہاں چو بدر منیر شاہ اورنگ زیب عالمگیر

اور روپیہ کے لئے یہ سکہ مقرر کیا ؎

از سکۂ اقبال شہ مہر نظیر سیم و درم ستارہ شد نقش پذیر
از سکۂ او غلغلہ در چرخ افتاد گردید زر از سکۂ او عالمگیر

چونکہ دونوں دفعہ تاریخ فتح روز یکشنبہ کو ہوئی تھی اس لئے ہر ہفتہ میں جشن کا وہ یہ دن مقرر ہوا۔ اس جشن میں جو کل انعام دیا گیا اسکی تفصیل طول امل ہے۔ اس لئے چند خاص اسامیوں کا انعام لکھا جاتا ہے سوا اس روپیہ کے جو ارباب استحقاق کو دیا گیا پانچ لاکھ روپیہ بادشاہ بیگم کو اور چار لاکھ روپیہ زیب النساء بیگم کو اور ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ بدرالنساء بیگم کو اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ زبدۃ النساء بیگم کو عطا فرمایا اور دو لاکھ روپیہ شاہزادہ محمد اعظم کو جو حاضر تھا دیا اور منصب دہ ہزاری پنجہزار سوار اور اس کے لوازم اور بادشاہزادہ محمد سلطان کو جو شجاع کے تعاقب میں گیا تھا۔ تین لاکھ روپیہ مع جواہر اور فیل اور دو لاکھ روپیہ بادشاہزادہ محمد معظم کو اور ایک روپیہ شاہزادہ اکبر کو دیا جو دکن میں تھا۔ امیر الامراء فاضل خاں خانساماں کو۔ اور سعد اللہ خاں کے پیش آور دو دل اور راجہ رگناتھ کو خلعت و خطاب منصب اور جواہر عنایت ہوئے۔ تیس ہزار آدمیوں اور عمدہ

روشناسوں کو خلعت دیا اور اضافہ کیا۔ ڈھائی مہینہ تک جشن رہا۔ ہر شب کو روشنی رہتی آتشبازی چھوٹتی اُن میں لوگ اپنی صنعتیں دکھاتے طرح طرح کے فانوس و چراغ بناتے اقسام کے گل بوٹے چمن وطاق بندی نمایاں کرتے اور قلعہ کے نیچے دریا کے اوپر کشتیاں اقسام آرائش و روشنی سے بھری ہوئی اور ان پر نقارہ بجتا ہوا تماشائیوں کو تماشہ دکھاتیں۔ ملا شاہ نے جو کشمیر کے مشہور گوشہ نشینوں میں تھا اور دارا شکوہ اس کا مرید تھا اُس نے یہ تاریخ جلوس نظم میں کہی جس میں تصوف کا انداز ہے اور مرید کامل کی ابطال ارادت کی طرف اشارہ ہے ؎

صحن دل من چوں گل خورشید شگفت — کآمد حق و غبار باطل را رفت

تاریخ جلوس شاہِ حق آگہ را — ظل الحق گفت الحق ایں راحق گفت

ماہ و سال کا حساب ہجری ہونا اور نوروز کے جشن کا موقوف ہونا

جلال الدین محمد اکبر شاہ کے عہد سے دفتر و جلوس کے سال و ماہ کے حساب کی بنا غرہ فروردی پر رکھی گئی تھی۔ اس تاریخ میں آفتاب برج حمل میں داخل ہوتا ہے بہار کا موسم ہوتا ہے۔ اس بادشاہ کے جلوس کی تاریخ بھی اس تاریخ کے قریب تھی تو اُس نے سارا حساب فروردی سے لے کر اسفندار کے مہینوں تک مقرر کیا تھا اور مہینے کا نام ماہ الٰہی رکھا تھا چونکہ یہ طریقہ آتش پرست بادشاہوں اور مجوسیوں کے مشابہ تھا اس لئے بادشاہ نے شریعت کا پاس کر کے جلوس و جشن اور دفتر کے حسابوں کے لئے سال و ماہ قمری عربی کا حساب مقرر کیا اور حکم دیا کہ سال شمسی پر عربی سال و ماہ مقدم ہوں اور جشن نوروز بالکل موقوف ہو۔

سب جانتے ہیں کہ قمری سال و ماہ کے حساب رکھنے سے پہلے حسابوں میں کیا کیا دقتیں پیش آتی ہیں۔ فصول اربعہ گرما و زمستان و برشگال ہندوستان و فصل خریف و ربیع اور غلہ و میوہ کا پختہ ہونا تنخواہ جاگیر و نقدی منصب داران یہ سب سال و ماہ شمسی سے دریافت ہو سکتے ہیں اور ماہ عربی سے ان کا دریافت ہونا محال ہے۔ ہمیشہ موسموں میں قمری ماہ بدلتے رہتے ہیں لیکن اس دیندار بادشاہ نے کچھ حساب کی آسانی پر خیال نہیں کیا۔ فقط آتش پرستوں اور مجوسیوں کی مشابہت کے سبب سے نوروز کے جشن کو موقوف کیا اور جلوس ثانی

کی تاریخ غرہ رمضان مقرر کرکے اُس نے جلوس کا نیا سال مقرر کیا اور جشن نوروز کی جگہ جشن عیدالفطر مقرر کیا اس طرح جلوس کے سال مقرر کرنے سے اس کی سلطنت کے سال بسال وقائع کی تاریخ میں ایک وقت پیدا ہوئی اس کی سلطنت کا سال اوّل غرہ جمادی الاولی ۱۰۶۸ھ سے غرہ رمضان ۱۰۶۹ھ تک شمار ہوتا ہی وہ اوّل تاریخ میں دولت آباد سے چلا تھا اور رمضان میں اس کا جلوس دوم ہوا تھا۔ ایک سال چار ماہ وچوبیس روز کو سال اوّل میں شمار کرو اور باقی جلوس کے سالوں کا حساب غرہ رمضان سے شروع کرو اگرچہ اس پر اہلکاروں نے حساب کے وقت کا اعتراض کیا اور کہا کہ فروردی میں بہار کا موسم ہوتا ہی اور رمضان میں موسم ہمیشہ بدلتا رہتا ہی جشن کی بہار موسم بہار میں اچھی معلوم ہوتی ہی مگر بادشاہ نے اُن کے کہنے پر کان نہ لگایا۔

داراشکوہ کا احوال

داراشکوہ کا احوال پُرملال یہ ہی کہ درہ کوہ اجمیر میں شکست پانے کے بعد (جس کا حال پہلے لکھا گیا ہی) داراشکوہ نے اپنے بیٹے سپہر شکوہ و بیوی و بیٹی اور کچھ جواہر داشتہ فی و چند اسامی خدمۂ محل کو اپنے ساتھ لیا اور راحمدآباد کی راہ لی اور بارہ ہاتھیوں پر باقی خزانہ و اسباب سرانجام ضروری لادا اور کچھ خادمہ عورتوں کو سوار کیا اور ان کو کچھ پُرانے کچھ نئے نوکروں کو سپرد کیا چند معتمد خواجہ سراان کے ناظر و رفیق مقرر کئے کہ وہ جلد پیچھے اس اسباب کو لائیں وہ چار پانچ کوس راہ چلے ہونگے کہ سب نوکروں نے اس مال پر بیداد اور غارت کا ہاتھ دراز کیا آپس میں خوب دست و گریبان ہوئے اور جس کے ہاتھ جو چیز پڑی وہ لے اُڑا ہاتھیوں کے اوپر سے مال کے بار اُتار لئے عورتوں کو اونٹوں کے کجاوے سے اُتارا اور ان کا سارا زیور چھینا اور ان کو ہاتھیوں پر بٹھایا اور صحرا میں آوارہ کیا اور ہاتھیوں سے اُتارا ہوا مال اُن اونٹوں پر لادا پھر اشتر بابار اور اشتر سبک رفتار نقد و جنس سے بھرے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔ زیادہ یہ مال راجپوتوں کے ہاتھ لگا وہ اجمیر کی نواحی کے رہنے والے تھے خواجہ سرا لیٹروں کو منع نہیں کرسکے بادشاہ کے لشکر کے خوف مارے عورتوں کی ہاتھیوں کی سواریوں کو داراشکوہ کے پاس

لے جانے کو اپنی آبرو کا اور آقا کی ناموس کا سرمایہ سمجھے اس اندھیری رات میں بڑی ہراس کے ساتھ دارا شکوہ کے پیچھے دشت پیما ہوئے متصل راہ چل کر ایک رات دن کے بعد دارا شکوہ سے جا ملے اور دارا شکوہ وادی سرگردانی میں سرگشتہ ہو کر کمال حیران و پریشان دبے سرسامان دشت و صحرا میں آوارہ آٹھ روز کے بعد نواحی احمد آباد میں آیا۔ احمد آباد کے متصدیوں کو عالمگیر کی فتح اور دارا شکوہ کی شکست و فرار کی خبر ہو گئی تھی احمد آباد میں سید احمد بخاری کو دارا شکوہ نے اپنا نائب مقرر کیا تھا اُس نے اور متصدیوں کے ساتھ رفاقت نہیں کی تو اور متصدیوں نے عاقبت بینی سے متفق ہو کر یہ شہرت دی کہ سید احمد کے گھر مشورت کرنے جاتے ہیں اس بہانہ سے اُنہوں نے اُس کے گھر پر جا کر اسکو مقید کر لیا اور ایسا اتفاق بے نفاق کیا کہ شہر کا سارا بند و بست کر لیا اور عالمگیر کی سلطنت کا نقارہ بلند آوازہ کیا اور دارا شکوہ کو شہر میں نہ داخل ہونے دیا۔ اس کی ممانعت اور مدافعت کے لئے درپے ہوئے۔ جب دارا شکوہ نے دیکھا کہ برگشتگی ایام سب جگہ میرے استقبال کے لئے پیش قدمی کرتی ہے تو اُس نے شہر کی طمع نہیں کی وہ احمد آباد سے دو کروہ پر پرگنہ کری میں گیا اور کانجی کولی سے ملا جو اس ضلع میں سرکشوں اور رہزنوں میں بڑا مشہور تھا اس سے اعانت کی استدعا کی ؎

آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج
احتیاج ست احتیاج ست احتیاج

کانجی دارا شکوہ کا رفیق بنا اور گجرات کی سرحد سے اس کو نکال کر ملک کچھ میں پہنچا دیا۔ اس ضمن میں گل محمد جو دارا شکوہ کا نوکر تھا اور اس کی طرف سے سورت اور بھروچ میں حاکم تھا پچاس سوار اور دو سو پیادے لیکر اس پاس آیا دارا شکوہ پہلی دفعہ جو احمد آباد میں آیا تھا اُس کی بڑی ضیافت اور خدمت گاری کی تھی اور اپنے بہبود کار کے لئے اپنی بیٹی کو سپہر شکوہ سے بیاہنے کے لئے پیش کیا تھا دارا شکوہ اس پاس پھر مدد اور رفاقت کی اُمید میں آیا تھا اس مصیبت کے سفر میں اصلا اُس کے احوال پر ملال پر وہ متوجہ نہ ہوا بلکہ محض نا آشنا بن کر کمال بے روئی سے پیش

آیا ملاقات تنگ شد گی سے

بوقتے کہ دولت ورا یار بود ۔ ذرہ پیش تیرش مذ سے نمود
بوقتے کہ بختش نہ شد دستگیر ۔ نہ گردد خدنگش گذر از حریر

دو تین روز تک داراشکوہ نے اس زمیندار کے متمال کرنے میں بیہودہ کوشش کی مگر آخر کار جل بھن کر بھکر کی راہ لی جب سندھ کے کنارہ پر پہنچا فیروز مواتی داراشکوہ کی بد اقبالی کے دنوں میں بھی آج کے دن تک رفیق تھا اس کو برگشتہ بخت دیکھکر فرار اختیار کیا اور دار الخلافہ کو چلا گیا۔ جب داراشکوہ جا دیون (جا دغان کا خاندان) کی ولایت میں آیا تو اس دیار کے صحرا نشین اس کے سد راہ ہوئے اور اس کے دستگیر کرنے پر تیار ہوئے ۔سپاہ کچھ ساتھ تھی جنگ اور کوشش سے اُن کے ہاتھ سے نجات پائی ۔ بنگشوں کی ولایت میں گیا مرزا بگشی نے جو اس قوم کا سردار تھا استقبال کیا اور اُس کو اعزاز کے ساتھ اپنے گھر لے گیا اور ضیافت کی ۔ ایران جانے کے رہنموئی کر کے درخواست کی کہ میں آپکے ساتھ بدرقہ راہ تیار کردونگا۔ آپ یہاں سے قندھار کہ بارہ منزل ہی تشریف لے جائیں اس باب میں اُس نے بہت مبالغہ کیا اور ترغیب دی لیکن داراشکوہ کو تو یہ لو لگی ہوئی تھی کہ جلدی سے تخت و تاج کو حاصل کر کے ملک و مال پر متصرف ہوں اس لئے مرزا بگشی کی بات کو نہ مانا اب اُس نے ملک جیون زمیندار دھاندر کے تعلقہ میں جانے کا ارادہ کیا وہ داراشکوہ کا مرہونِ احسان تھا اور بندگی و اخلاص خاص کا ادعا کرتا تھا اور نامہ پیام بھیجتا رہتا تھا سے

صید را چوں اجل آید سوے صیاد رود

اس زمیندار کے وطن کی حد میں پہنچا تو ملک جیون نکل کر اجل کی طرح استقبال کو گیا اس میزبانِ مہمان کش حق ناشناس نے اس کو اپنے گھر میں اُتارا اور مہمانداری میں کمر بستہ ہوا۔ یہ اتفاقات سے ہی کہ ان ہی دو تین روز میں داراشکوہ کی زوجہ نادرہ بیگم دختر پرویز مرزا جو مرض اسہال میں مبتلا تھی۔ ان میاں بیوی میں کمال محبت تھی۔ خاوند کی مصیبت کے

غم و رنج میں گھل گھل کر وہ مری تھی خاوند کو غم پر غم اور الم پر الم ہوا۔ بیوی نے وصیت کی تھی کہ میری نعش ہندوستان کو بھیجنا اس لئے داراشکوہ نے اس کو لاہور میں اپنے مرشد میاں میر کے مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے بھیجا غلطی یہ کی کہ گل محمد کو جو اس بیکسی میں رفیق شفیق ایک سپاہی کارآمد با اخلاص تھا اور جدا ہونے پر راضی نہیں ہوتا تھا۔ ستر آدمیوں کے ہمراہ تابوت کے ساتھ بھیجا اور خواجہ معقول کو بھی جس کی رفاقت اس حال میں غنیمت تھی لاہور روانہ کیا۔ خود چند خدمتگاروں اور ناکارہ خواجہ سراؤں کے ساتھ رہ گیا۔ ماتم کے بعد یہ مصلحت جانا کہ صبح کو ملک جیون کو بدرقہ راہ بنا کے اور اپنے نقد و جنس کو ساتھ لیکر ایران کے ارادہ سے قندھار کو مرحلہ پیما ہو۔

ملک جیون بحسب ظاہر ایران تک رفاقت کرنیکے لئے مستعد ہوا تھا لیکن اس نے اپنی ترقی احوال کے لئے حق نمک و احسان کا کچھ خیال نہیں کیا اس کے دستگیر کی فکر و تدبیر میں ہوا۔ مہمان کی رفاقت میں چند کوس چلا پھر اپنے بھائی کو طرار راہ زن جماعت کے ساتھ داراشکوہ کی خدمت میں چھوڑا اور خود یہ عذر بنا کے چلتا بنا کہ ایران کے سفر ضروری کا سرانجام کر کے دو تین منزل پر ملجاؤنگا۔ اس کے بھائی نے اپنی ہمراہ کی فوج لی اور بے خبر داراشکوہ کے سر پر جا چڑھا اور اس کو ہاتھ پاؤں ہلانے کی فرصت نہ دی کہ دستگیر کر لیا اس کو اور سپہر شکوہ اور اس کے ہمراہیوں کو اس بھلے مانس میزبان پاس لائے۔ اور ایک مقرری مکان میں ان کو محفوظ رکھا۔ اجمیر میں مرزا راجہ جے سنگھ و بہادر خاں کو کہ داراشکوہ کے تعاقب کے لئے مامور ہوئے تھے ان کو ملک جیون نے اپنی اس نیکو خدمتی کی اطلاع دی اور باقر خاں فوجدار بھکر کو بھی ایک اپنے حسن عمل کا خط لکھا اور ایک قاصد بادپا کے ہاتھ اس پاس بھیجا۔ باقر خاں نے اسی وقت حضور میں اپنی عرضداشت کے ساتھ ملک جیون کا خط شتر سوار کے ہاتھ بھیجا۔ جب بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے محرموں کو اطلاع دی اور خبر ثانی پہنچنے تک اس کے اخفا میں کوشش کی۔ عالمگیر ایسا گنبھیر تھا کہ اس خبر سے نہ چہرہ

پر نہ زبان پر کسی خوشی کا اظہار کیا اور نہ شادیانہ بجوایا پھر بہادر خاں کی عرضداشت آئی کہ جس میں اُس نے ملک جیون کی سعی سے داراشکوہ کے دستگیر ہونے کی مبارکباد دی اور لکھا کہ داراشکوہ کو ساتھ لیکر آتا ہوں۔ جب یہ عرضداشت بادشاہ کی نظر سے گذری تو اُس نے اواخر ماہ شوال میں شادیانہ بجانے کے لئے اشارہ کیا۔ سب کو اس نوید کی اطلاع ہوئی اور اپنے جشن جلوس کے ایام عیدالضحیٰ تک بڑھائے جب یہ خبر منتشر ہوئی تو ملک جیون کو ایک عالم نے گالیاں دینی شروع کیں۔ ملک جیون کے لئے بادشاہی خلعت اور فرمان منصب ہزاری دو صد سوار کا بہادر خاں پاس بھیجا۔ بہادر خاں وسط ماہ ذی الحجہ میں داراشکوہ اور سپہر شکوہ کو حضور میں لایا حکم ہوا کہ پدر و پسر کو اسی طرح مسلسل کھلی حوضہ فیل پر بٹھا کر دارالخلافہ کے لاہوری دروازہ سے داخل کریں اور ساری خلق کے روبرو چاندنی چوک اور بازار سعداللہ خاں اور ارک میں تشہیر کرکے پرانی دلی میں خضرآباد میں لے جائیں اور عمارت خواص پورہ میں مقید کریں۔ بہادر خاں نے یہاں ان کو پہنچایا اور حضور کی ملازمت میں آیا اور مورد عنایت بے پایاں ہوا ملک جیون کو بختیار خاں کا خطاب ملا تھا دوسرے روز جب شہر میں وہ داخل ہوا اور بازاروں میں گذرا تو اوباش آدمی اور داراشکوہ کے ہوا خواہ ہر کوچہ و بازار کے اہل فرقہ و پیشہ اور ہر قوم کے تماشائی ایک دوسرے کی تقلید کرکے جمع ہوئے۔ بختیار خاں اور اس کے ہمراہیوں کو گالیاں دیتے تھے۔ اینٹ پتھر اور کوڑا کرکٹ نجاست آلودہ ایسے اس پر پھینکے کہ کئی آدمی مجروح ہوکر ہلاک ہوئے اور بہت زخمی ہوئے۔ بختیار خاں سر پر سپر لگاکے اس بلا سے بچکر بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ کہتے ہیں کہ اُس دن اگر کوتوال شہر اپنے آدمیوں کے ساتھ شہر کے آشوب کے رفع کرنے میں کوشش نہ کرتا تو شہر میں بڑا بلوہ ہوتا اور ملک جیون کے ہمراہیوں میں ایک جان سلامت نہ لیجاتا۔ افغانوں کے سر پر کوٹھوں سے عورتوں نے اس قدر خاک دھول اور بول و نجاست سے بھرے ہوئے گھڑے پھینکے کہ تماشائیوں کو اذیت ہوئی۔ دوسرے روز کوتوال نے تحقیق کیا کہ اس فساد کا بانی ہیبت نام احدی تھا اس نے اس جرأت میں پیش قدمی

کی تھی وہ سارے شہر کا مادۂ فساد اور آشوب تھا علمائے زمان کے فتویٰ سے اول ہیبت کو قتل کیا
ہو شنبہ روز کہ آخر ذی الحجہ تھا حکم دیا کہ دارا شکوہ نے دائرۂ شرع سے قدم باہر رکھا تھا تصوف
کو بدنام کیا تھا الحاد و کفر پر نوبت پہنچائی تھی اس لئے اس کو ذبح کر کے اس کی نعش کو حوضئیل
پر ڈال کر دوبارہ چوکوں کے بازاروں کے راستوں میں لے جائیں سارے تماشائی اس کے
حال و مآل کار پر گریاں تھے پھر اس کو مقبرہ ہمایوں میں مدفون کیا اور سپہر شکوہ کے لئے بادشاہ
نے حکم دیا کہ قلعہ گوالیار بھیجا جائے اور وہاں مقید رہے۔ اصل حال تو یہ ہی جو لکھا گیا۔ اب آگے
یہ جھوٹی کہانیاں بنائی گئی ہیں کہ اب دارا شکوہ نے اس عالم میں بادشاہ بھائی کو خط لکھا
جس کا ترجمہ یہ ہے کہ برادر من بادشاہ من سلامت سلطنت تمہیں اور تمہاری اولاد کو مبارک ہو
مجھے اس کی ہوس نہیں رہی فقط ایک گوشۂ عافیت اور ایک لونڈی خدمتگاری کے لئے
چاہتا ہوں کہ کچھ کھا پی لیا کروں اور تمہارے لئے دعا کیا کروں۔ اس عجز نامہ کا کیا خوبصورت
جواب بھائی نے دیا ہے کہ علما کو بلایا ان کے روبرو اس کی چند کتابیں پیش کیں جو مقامات
صوفیہ اور تحقیقات کلمات محققین ہنود کے باب میں تصنیف و تالیف کی تھیں اور پوچھا کہ جس مسلمان
کا یہ اعتقاد ہو اس کے لئے شرع کیا حکم دیتی ہے۔ علما نے کہا کہ ان کتابوں کے مضامین شرع
کے خلاف ہیں جس مسلمان کا یہ اعتقاد ہو وہ ملحد ہے اور اس کا قتل واجب ہے یہ حجت شرعی
قائم کر کے ؎ اگر خوں بفتویٰ بریزی رواست ۔ بظاہر نہایت افسردگی سے قتل کا فتویٰ
جاری کیا۔ معلوم ہوا کہ مظلوم کا قتل کرنا کوئی قبول نہیں کریگا اس لئے ایک سنگدل کو جو
دارا شکوہ سے ذاتی دشمنی رکھتا تھا انتخاب کیا اور اس کے ساتھ چند ظالموں کو قید خانہ میں بھیجا
دونوں باپ بیٹے اس قیدخانے میں مسور کی دال پکا رہے تھے وہ اکثر اسی دال کو زہر کے
اندیشہ سے کھایا کرتے تھے جس وقت یہ قاتل سامنے آئے دارا شکوہ نے جان لیا کہ اجل کے
فرشتے آن پہنچے اس وقت میں بھی خون تیموری نے اپنا رنگ دکھایا کہ ایک چھوٹی سی
چھری لیکر وہ دشمنوں کے مقابلہ میں آیا۔ جب تک بہت سے ظالم اس پر آکر نہ ٹوٹ پڑے

وہ تنگ آ آخر زخموں سے چور ہو کر مارا گیا۔ پھر اس مردہ کی زندہ کی طرح کوچہ و بازار میں تشہیر ہوئی اس کا سر خون سے پاک صاف ہو کر طشت میں بادشاہ کے روبرو رکھا گیا جب چھوٹے بھائی نے پہچان لیا کہ بڑے بھائی کا سر ہے تو زار زار رونے لگا اور بہت پیچ و تاب کھا کر فرمایا کہ ہمایوں کے مقبرہ میں اسے دفن کریں۔ اس چھوٹی کہانی کا بڑا حصہ ڈاکٹر برنیر صاحب کے سیاحت نامہ سے انگریزی کتابوں میں لکھا جاتا ہے۔ وہی ہتھیار لگا کے دو چار خدمتگاروں کے ساتھ چاندنی چوک میں دارا شکوہ کا تماشائی بنا تھا۔ دوسرے سال ہر طرف خصوصاً شمال و مشرق میں لشکر کشی ہو رہی تھی اور بعض جا بارش کی کمی ہوئی تھی اس لئے غلہ مہنگا ہو گیا تھا اور ملک کے احوال میں اختلال آ گیا تھا۔ بادشاہ نے خلق اللہ کی رفاہیت حال پر نظر کی اور شکستہ احوال رعایا پر رحم فرما کر راہداری کی معافی کا حکم جاری کیا یہ راہداری ہر سر گذر و سرحد معتبر پر لی جاتی تھی اور اس آمدنی کا بہت روپیہ حاصل کا خزانہ میں داخل ہوتا تھا۔ پاندری (جسکو تہ بازاری کہتے ہیں) جو ہر ایک سال و ماہ میں تمام ممالک محروسہ میں ان زمینوں اور مکانوں کے کرایہ میں لی جاتی تھی۔ جن میں صنعت گر اور کاسب قصاب و کلال و سبزی فروش سے لیکر بزاز و جوہری و صراف تک بیٹھتے تھے۔ سر رشتہ اور بازار کی ہر گل زمین پر دکان بنا کر خرید و فروخت کرتے تھے اور سرکار میں بدستور معمول کچھ دیتے تھے اور یہ آمدنی لاکھوں روپیہ سے زیادہ خزانہ شاہی میں داخل ہوتی تھی اور اور ابواب مشروع و نامشروع مثل ثمر شماری و برشماری و برگدی و چرائی بنجارہ اور حاصل ایام بازار عرس و جاترہ ہنود (ہنود اپنے معبد خانوں میں وہ و نزدیک کے پرگنوں سے ہر سال ایک بار کتنے ایک لاکھ فراہم ہو کر اجناس کی خرید و فروخت کرتے تھے) مسکرات و قمار خانہ و خرابات خانہ و جرمانہ و شکرانہ اور چوتھائی حصہ وجہ ادار قرض کا جو حکام کی اعانت سے قرض خواہوں کو وصول ہوتا وغیرہ وغیرہ قریب اسی ابواب کے جنکی آمدنی کا کروڑوں روپیہ خزانہ سرکار میں داخل ہوتا تھا ان سب کو قلمرو ہندوستان سے معاف کرایا اور سوا اس کے عشور جنس غلہ کہ پچیس لاکھ روپیہ از روے

معاف کرنا راہداری کا اور محاصل ابواب وغیرہ کا

دفتر دیوانی کے محصول شرعی ہوتا تھا گرانی غلہ کے سبب سے معاف کیا۔ اور اس حکم کے اجراء کے
واسطے جابجا صوبجات میں احکام گرز برداروں اور احدیوں کے ہاتھ روانہ ہوئے۔ مگر نفس الامر
یہ ہے کہ اگرچہ بادشاہ رعیت پرور نے ابواب مذکورہ کے معافی کا حکم جاری کر دیا اور یہ احکام بہ تمدید
صادر کئے لیکن ان کی تعمیل سب جگہ پوری نہ ہوئی۔ پانڈری کا محصول زیادہ تر مشہور پایہ تخت
حاکم نشین شہروں (اکبرآباد۔ دہلی۔ لاہور۔ برہان پور) میں لیا جاتا تھا وہاں تو اس حکم کی پوری
تعمیل ہوئی۔ باقی ابواب کی ہرچند ممانعت بادشاہ نے کی لیکن دور دست فوجداروں اور
جاگیرداروں نے دو سبب سے اس مال ستانی سے اپنا ہاتھ نہیں روکا اول عالمگیر کے عہد میں
تمام ممالک محروسہ میں جاگیرداروں اور فوجداروں اور زمینداران جاگیر کے دل میں سیاست کا
ترس اور واہمہ نہیں رہا تھا دوم ابواب مذکورہ جو ممنوع ہوئے تھے وہ چاہئے تھا کہ سررشتہ
دیوانی سے ارباب طلب کی تنخواہ کے وقت عمل حشو و منہائی پروانہ جاگیر تنخواہ میں ہوتا وہ کیا تو
بادشاہ کی مرضی کے خلاف کیا تغافل و عدم غور کے سبب سے یا اہل دیوان کی کفایت اندیشی
کی وجہ سے عمل میں نہیں آیا۔ جاگیرداران عمدہ اس حجت کے سبب سے کہ ان ابواب کے دام پروانہ
تنخواہ میں درج ہوئے ہیں زیادہ طلبی کی طمع کرتے اور ظلم کا اور اضافہ کرتے۔ راہداری اور ابواب
مذکورہ میں بہت سے بدستور سابق بلکہ مزید برآں ظلم و تعدی سے وہ لیتے تھے۔ اگر از روے
سوانح و وقائع بعضے پرگنات کا حال بادشاہ سے معروض ہوتا حکام کے منصب میں کمی ہوتی
اور گرز برداران کے تعین سے ان پر عتاب ہوتا اور گرز بردار مبلغ لیکر چند روز اس کے اخذ کو
ممنوع کر کے آتے مگر بعد انقضاء ایام معدودہ مربی کے وسیلہ سے یا وکلاء کے باتیں بنانے
سے منصب بحال ہو جاتے اس لئے زیادہ تر ابواب معافی کا بندوبست عمل میں نہیں آیا خصوصاً
زر راہداری میں یہ محصول جس کی آمدنی بڑی ہوتی ہے۔ حق آگاہ خدا ترسوں کے نزدیک
سب سے زیادہ ممنوع ہے اور مسافر آزاری کا بڑا مادۂ فساد ہے ہندوستان کے اکثر ممالک محروسہ
میں بیوپاریوں سے اور بے بضاعت مسافروں اور محتاج رہ نوردوں سے فوجدار اور جاگیردار

سابق سے زیادہ محصول راہداری ظلم و سختی سے لیتے تھے اور اب بھی لیتے ہیں۔ زمینداروں نے عدم باز پرس کے مشاہدہ کے سبب اپنے تعلقوں میں حکام بادشاہی کے تعلق کی راہوں سے زیادہ محصول راہداری لینا شروع کیا رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ جو جنس و مال ارزاں بنادر سے خریدا جاتا مکان مقصود تک پہنچنے تک اتنا روپیہ خرچ راہداری کے خرچ میں صرف ہوجاتا کہ مال کی قیمت دو چند ہو جاتی۔ یہ حال خافی خاں نے لکھا ہے کہ وہ دکن میں رہتا۔ مرہٹوں کی لوٹ مار سے دکن میں یہی حال دیکھتا ہوگا جو اُس نے لکھا ہی مگر عالمگیر نامہ میں لکھا ہی کہ اس راہداری کے محصول کے موقوف ہونے سے نمک ارزاں ہوگیا۔ اور تھوڑے سالوں میں بہت آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ غلہ جا کر ستا بکنے لگا کال کا اندیشہ بہت کم ہوگیا

شہنشاہ اسلام پرور تھا اُس نے اپنی رائے سے ایک عالم ملا عوض وجیہ کو محتسب مقرر کیا وہ تدین و مسلمانوں کی مسئلہ دانی میں مشہور تھا۔ اس کو حکم تھا کہ وہ خلق کو منہیات و محرمات سے خصوصاً شرب خمر اور بنگ بوزہ اور تمام مسکرات سے اور فواحش و زانیات کی مباشرت سے منع کرے حتی المقدور بُرے کاموں سے خلق کو روکے۔ ملا عوض پندرہ ہزار روپیہ سالانہ پاتا تھا اب اس کو منصب ہزاری صد سوار مرحمت ہوا۔ منصب داروں اور احدیوں کی ایک جماعت اس کی دستیاری اور معاونت کے لئے مقرر ہوئی کہ اگر بعض بے باک خود سر اس کے کہنے کو نہ مانیں تو وہ اس کی رفاقت کر کے ان کی تنبیہ و تاکید کریں۔

ہم نے بہت جگہ لفظ شیر حاجی لکھا ہی مگر اس کے معنی نہیں بیان کئے کسی زمانہ میں اہل عرف قلعہ کی فصیل کو شیر حاجی کہتے تھے اکبر آباد کا قلعہ جو شہنشاہ اکبر نے بنایا تھا اس کے گرد عالمگیر نے حصار شیر حاجی بنوایا یعنی قلعہ کی چار دیواری کے گرد ایک فصیل بنوائی ایک پہلی فصیل سنگ سرخ کی تھی اب اس کے گرد دوسری فصیل پہلی طرح سنگ سرخ قیچوری کی بنوائی۔ یہ سال دوم جلوس میں ۵ ذیقعدہ کو اس کی بنیاد رکھی گئی۔ دریا کی جانب پستی بہت تھی اس سے دیوار کا ارتفاع بارہ ذراع اور دیوار قلعہ سے اس کا فصل ساٹھ ذراع رکھا گیا اور عرض دیوار پانچ ذراع

قلعہ شاہجہان آباد میں آرامگاہ کے پاس ایک مسجد (موتی مسجد) کا بنانا

اور چوجانب میں زمین مرتفع تھی۔ ارتفاع دیوار سات ذراع اور دیوار قلعہ سے فصل سات ذراع اور عرض دیوار چار ذراع رکھا گیا اور خندق شہر جاری سے باہر مقرر ہوئی اور اس کے پانچ دروازے رکھے گئے تین دروازے تو قلعہ کے دروازوں ہتھیا پول خضری واکبری کے روبرو اور ایک دروازہ دائیں دروازہ کے سامنے جو شاہ برج کی جانب ہے اور ایک دردروازہ دروازہ خورد کے محاذ میں جھروکے کے نیچے۔ کنگرہ وسنگ انداز بدستور قلعہ ہے یہ فصیل تین سال میں تیار ہوئی

عالمگیر اپنی دینداری کے سبب سے یہ چاہتا تھا کہ پانچوں وقت مسجد میں فرض وسنت و نفل ادا کرے اس لئے اس نے آرامگاہ کے قریب ایک مسجد بنوائی جس کے سبب سے بغیر سواری اور طول مسافت کے مسجد میں پانچوں وقت پروردگار کی عبادت کیا کرے۔ اس مسجد کے لئے غسل خانہ کی سمت شمالی اور باغ حیات بخش کے درمیان زمین تجویز ہوئی اور اس میں سنگ مرمر کی مسجد بنائی گئی اس کے دو ایوان تھے جو طول میں متصل تھے اور سقف ہر ایک کی بشکل بنگلہ اور دائیں بائیں طرف دو گنبد اس طرح پر کہ ایوان عقب میں کہ محراب کی جگہ ہے گنبد باہر سے نمودار ہے اور آگے کے ایوان میں تین گنبد عالی نمایاں ہوں ایک بنگلہ کے اوپر اور دونوں بازوؤں کے اوپر عمارت کا طول ۱۵ ذراع اور عرض نو ذراع سوائے اساس کے اور اس کے طول کا صحن پندرہ ذراع اور عرض بارہ ذراع اٹھارہ تسو اور کرسی کی زمین کا ارتفاع صحن سے ڈیڑھ ذراع اور سمت شمالی میں ایک مختصر ایوان جس کا طول پانچ ذراع اور عرض ساڑھے تین ذراع ایک در اس کا ایوان مسجد کی جانب اور نو منظر اس کے باغ حیات بخش کی جانب میں شرقی و تین غربی و تین شمالی۔ وسط ایوان میں ایک چھوٹا حوض جس میں پانی جوش کرے اور صحن مسجد میں تین دروازے باغ کی جانب کھلتے ہوئے۔ اس کے گنبدوں کی پوشش تانبے کی کی گئی اور اس پر سونے کا ملمع کیا گیا۔ یہ مسجد پانچ سال میں ایک لاکھ سات ہزار روپئے میں تیار ہوئی۔

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ سنہ جلوس ماہ ربیع الثانی میں شاہزادہ محمد سلطان اور معظم خاں

الہ آباد سے مرزا شجاع کے تعاقب میں روانہ ہوئے تھے اب ہم اس مہینے سے آگے سولہ مہینے کا حال جو اس شہزادہ سے متعلق ہے لکھتے ہیں۔ شجاع الہ آباد سے بھاگ کر بنارس میں آیا اُس نے یہ ارادہ کیا کہ بہادر پور میں جو بنارس سے ڈھائی کوس پر گنگا کے کنارہ پر تھا۔ ایک حصار بنا کے اور مورچال لگا کے یہاں چند روز قیام کرے اور جہاں تک ہو سکے دشمن کی مدافعت کرے اور جب کچھ بری بنے تو نوارہ میں بیٹھکر بھاگ جائے۔ بہادر پور وہ زمین ہے جہاں اُس نے شاہجہان کی بیماری کے دنوں میں سلیمان شکوہ سے شکست پائی تھی اور بھاگا تھا اور بادشاہ سے قصور معاف کرایا تھا یہ سارا حال ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ اب یہاں اُس نے ایک دیوار کھینچی اور مورچال لگائے اور الہ آباد سے آنے کے وقت اُس نے قلعہ چنارگڈھ پر تصرف کیا تھا وہاں سے سات بڑی توپیں منگالیں اور مورچالوں میں نصب کیں اور آدمیوں کو بھیجا کہ وہاں سے اور توپیں لے آئیں جب اُسکو یہ خبر معلوم ہوئی کہ شاہزادہ محمد سلطان اور معظم خان دو منزل پر آن پہنچے ہیں تو اس کی عزیمت میں تزلزل ہوا اور بہادر پور میں توقف کرنا مصلحت نہ جانا پٹنہ میں بھاگ کر گیا اور ۲۷ جمادی الاول کو اس شہر سے باہر آیا۔ ذوالفقار قراقا قلعہ گوشہ نشین تھا اس کی بیٹی سے زبردستی کر کے اپنے بیٹے زین الدین کا نکاح کیا اور اس کے بعد آگے گیا۔ ۷ جمادی الآخرہ کو مونگیر میں داخل ہوا اس شہر کے ایک طرف پہاڑی اور دوسری طرف دریائے گنگ ہے اور افغانوں نے اپنے زمان حکومت میں اس شہر کے استحکام کے واسطے ایک فصیل بنائی جو ایک طرف پہاڑ سے اور دوسری طرف گنگا سے ملتی ہے۔ یہ فصیل طول میں سوا کروہ جریبی تھی اس کے گرد خندق کھدی ہوئی تھی۔ شجاع نے احتیاطاً سال گزشتہ سے اس وقت تک اُس دیوار کی مرمت کی ہر تیس گز پر ایک برج بنایا اور اس کی خندق کو ایسا گہرا کیا کہ پانی نکل آیا۔ غرض اس فصیل کے آسرے پر یہاں ٹھہرنے کا اور دشمن کی مدافعت کا ارادہ کیا اس ہوس خام میں اُس نے اپنے آدمیوں کو مورچال تقسیم کئے۔ اور ان کو آلات توپخانہ سے جو اس کے نوارہ میں تھے مستحکم کیا بہروز زمیندار کھڑک پور اپنی کسی مصلحت کے سبب

شجاع کا حال سولہ مہینے کا بنارس سے بھاگنے سے رنگنگ تک بھاگنے میں

شجاع سے بظاہر متفق تھا شجاع نے دامن کوہ کی حفاظت اس کو سپرد کر رکھی تھی جس میں سے ایک راہ دشوار گذار اکبر نگر کو جاتی تھی۔ راجہ کی ہوا خواہی و موافقت سے مرزا کی بڑی خاطر جمع تھی جب شاہزادہ محمد سلطان و معظم خاں شجاع کا تعاقب کرتے ہوئے اواسط جمادی الآخرہ میں منگیر کی حد کے قریب ہوئے اور مصلحت بینی اور حسن تدبیر سے مونگیر کی تسخیر کا ارادہ کیا اور محاصرہ کیا اور محاصرہ کا طول ہوا تو کوہستان کی راہ سے جانے کا ارادہ کیا اور راجہ بہروز کو بتلایا کہ تمہارے حال پر اگر عبودیت و دولت خواہی کروگے تو الطاف و مراحم خسروانہ اور مخالفت کروگے تو قہر شاہانہ ہوگا یہ پیغام دیکر اس کو شہزادہ کی خدمت میں بلایا راجہ بندگی اور خدمت گذاری پر تیار ہوگیا کوہستان کی راہ کا افواج شاہی کا رہبر بنا اس کی رہنمونی سے لشکر شاہی نے مونگیر کے پہاڑ کی جانب چپ کو چھوڑدیا دامن کوہ کھڑک پور کی راہ سے روانہ ہوئے جہاں جنگل و بیشہ ہے کہ شجاع کے عقب میں آنکر اس پر کام کو تنگ کریں شجاع کو جب اس تدبیر پر اطلاع ہوئی تو وہ سمجھا کہ اگر میں مونگیر میں توقف کرونگا تو لشکر شاہی پیچھے سے آنکر راہ فرار کو مسدود کردیگا پھر بنگالہ پہنچنا مشکل ہوگا جو اس کے اہل و عیال کا مقر اور حکومت و ایالت کا مستقر ہے اور اس لئے امر مذکور کو مونگیر سے وہ آگے چلاگیا۔ لشکر شاہی اس خبر کو سنکر بیادہ پور سے جو مونگیر سے بیس کروہ پر اکبر پور کی سمت میں ہے۔ سیدھی راہ چلا اور مونگیر میں معظم خاں آگیا کہ اس کا بندوبست کرے شاہزادہ محمد سلطان نے خان مذکور کے آنے تک یہیں قیام کیا شجاع موضع رانگا ماٹی میں آیا وہ مونگیر سے ۴۲ کروہ اور اکبر نگر سے پندرہ کوس تھی۔ اس کی ساری وضع مونگیر کی سی تھی کہ ایک طرف پہاڑ تھا اور دوسری طرف گنگا۔ شجاع نے یہ سنا کہ بادشاہی لشکر راہ رہست سے آئے گا اس لئے یہ گمان تھا کہ کوہستان کی راہ متعذر العبور ہے اس کو چھوڑکر راہ متعارف سے میرا تعاقب ہوگا تو اس نے یہاں بھی مونگیر کی طرح قیام کرنے کا ارادہ کیا اور استحکام کے لئے ایک دیوار دریا سے کوہ تک بنوائی پندرہ روز یہاں قیام کیا اور دیوار کے استحکام میں اور مورچال کے بنانے میں مشغول رہا خواجہ کمال افغان بیربھوم و جاٹ نگر کا زمیندار تھا اپنے

نمیندارانہ مطالب و مدعاؤں سے کے لئے بظاہر شجاع کے ساتھ موافقت کا دم بھرتا تھا تعجب کی حماقت تھی کہ اُس نے خواجہ کمال کو راجہ بہروز پر قیاس نہیں کیا - ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہے اسکی ہوا خواہی کے اعتبار پر مستوثق تھا اس نے اپنے نوکر اسفندار معموری کو اس کے ہمراہ موضع بیر بھوم میں بھیجا کہ اس کے حدود میں سے جنگل و بیشہ کی راہ سے لشکر شاہی کو نہ گذرنے دیں اور اس کو روکیں معظم خاں مونگیر میں پہنچکر شہر و قلعہ کے نظم و نسق میں مشغول ہوا بادشاہ نے محمد حسین سلدوز کو مونگیر کا قلعہ دار مقرر کیا تو وہ ضبط و بند و بست سے فارغ ہوکر پھر شاہزادہ محمد سلطان سے جا ملا اور پیالہ پور سے بدستور سابق بیشہ و کوہ کی راہ سے مقصد پر متوجہ ہوا - خواجہ کمال اپنے سود و زیان کو خوب جانتا تھا اُس نے بیر بھوم میں راجہ بہروز کی طرح عمل کرکے اولیائے دولت سے مخالفت نہیں کی اور خود بادشاہزادہ پاس چلا آیا - اور لشکر شاہی کو بیر بھوم میں راہ بتائی لشکر شاہی نے دامن کوہ میں راہ لی اسفندار نے جب دیکھا کہ خواجہ کمال لشکر شاہی سے متفق ہوگیا تو اُس نے مایوس ہوکر معاودت کی لشکر بادشاہی کا واقعہ عجیب یہ ہے کہ راجپوتوں نے لشکر سے جدا ہوکر شورش مچائی - راجپوتوں کے پاس جنگ اجمیر کی جھوٹی جھوٹی خبریں آئی شروع ہوئیں. جب لشکر شاہی پیالہ پور سے روانہ ہوا تو کنور رام سنگہ ولد راجہ جے سنگہ و راؤ بہادر سنگہ ہاڈہ نے بہت سے راجپوت سرداروں کو اپنی ساتھ لیکر بد نفسی و کوتہ اندیشی سے نہ حال کی تحقیق کی نہ مآل کار سوچا فوج کی ہمراہی چھوڑنے کا ارادہ کیا چند روز پہلے بادشاہزادہ کی سواری اور اُترنے کے وقت کورنش کرنی چھوڑی اور اُس کے پاس جانا موقوف کیا اور جنگ اجمیر کی متوحش خبریں اُڑا کر عقیدتمندوں کا دل دکھایا - جب لشکر شاہی بیر بھوم سے دو منزل تھا تو سعد جب کو انہوں نے اپنے سلوک میں تغیر پیدا کیا جو مقام ہر ایک کے واسطے مقرر تھا وہاں وہ نہ اُترا اور سب جمع ہوکر لشکر سے دور فروکش ہوتے اور کوچ کے وقت لشکر سے پیچھے چلتے - ۱۶ رجب کو کہ لشکر شاہی بیر بھوم سے تین منزل گذرا تھا کہ ان سب راجپوتوں نے مخالفت کرکے معاودت کی عزم کیا بہ مقتضائے مصلحت ان کے احوال کا معترض نہیں ہوا جب شجاع کو بیر بھوم سے لشکر شاہی

کے آگے آگے بڑھنے کی خبر ہوئی تو وہ رانگا ماٹی سے اکبر نگر کو چلا گیا اور اوائل رجب میں ہاں پہنچا وہ سمجھتا تھا کہ لشکر شاہی سے مقابلہ کرنے کی تاب مجھ میں نہیں ہے تو وہ اواسط رجب میں گنگا سے پار جانے کے قصد سے اکبر نگر سے باہر آیا اللہ وردی خاں اور اس کے بیٹے سیف اللہ خاں کو مار ڈالا۔ اس مقدمہ کا حال یہ ہے کہ شجاع چاہتا تھا کہ اکبر پور سے بارہ کروہ جو گنگا دوگاچی ہے اس سے اتر کر مخصوص آباد کو جائے وہ شہر سے نکلا تھا اور گنہ مذکور سے دو تین کروہ پر تھا سراج الدین جابری اور نور الحسن کو شہر میں چھوڑا تھا کہ اس کے کارخانوں اور آدمیوں کا انتظام کریں خود اسنے دریا کے کنارہ پر جا کر کشتیوں کو تقسیم کیا اور مقرر کیا کہ وہ آخر شب میں دریا سے گذرے لیکن اس رات کو آندھی آئی اور دریا کا تلاطم کشتیوں کے چلنے کا مانع ہوا وہ دریا کے کنارہ سے اپنے دائرہ میں آیا کہ صبح کو دریا سے عبور کرونگا جس وقت لشکر شاہی پلکتہ میں مقیم تھا جو اسکی قیام گاہ سے پندرہ کروہ تھا۔ اللہ وردی خاں یہ چاہتا تھا کہ میں لشکر شاہی سے مل جاؤں جس شب کو شجاع کنار دریا سے اپنے خیمہ گاہ میں گیا تو اللہ وردی خاں شہر میں آیا شجاع کے بہت سے آدمی جو اس سے جدا ہونا چاہتے تھے وہ اللہ وردی خاں پاس آگئے کچھ سپاہ اسکی بھی تھی اس سبب سے اگر شجاع اسکے جانے کا مانع ہوتا تو وہ لڑنے کو بھی تیار تھا۔ جب شہر میں اس کے چلے جانے کی خبر شجاع کو معلوم ہوئی تو اس نے ایک تدبیر اس کے ہلاک کرنے کی سوچی اور وہ خود شہر میں چلا آیا اور اپنے آدمیوں کو اللہ وردی خاں کی حویلی کے گرد بھیجدیا اور جھوٹی جھوٹی خبریں اڑانی شروع کیں جس کے سبب وہ آدمی جو شجاع سے برگشتہ ہو کر اللہ وردی خاں کے ساتھ متفق ہوئے تھے جدا ہو گئے۔ سراج الدین جابری دیوان شجاع نے اللہ وردی خاں اور اس کے بیٹے سیف اللہ خاں کو دم دلاسے دیکر شجاع پاس لے جانے کے لئے گھر سے باہر نکالا۔ اسی وقت شجاع کے آدمیوں نے اسے گھیر لیا۔ گنہگاروں کی طرح اس کے ہاتھ پیٹھ پر باندھ کر شہر سے باہر باغ میں شجاع پاس لائے جس نے اللہ وردی خاں اور اس کے چھوٹے بیٹے سیف اللہ خاں کو اپنے رائے فتنہ پرور کے فتوی سے اور مفسدان کوتہ نظر کی تحریک سے مار ڈالا

اور اس کا سارا مال اسباب لوٹ لیا۔

۲۱۔ رجب کو دوبارہ اکبر نگر سے نکل کر دو کاچی (کانجی) کے گھاٹ سے دریا پار ہوا اور اس گھاٹ کے محاذی زمین باقرپور میں اقامت کی بنگالہ میں جنگ کا سارا مدار نوارہ پر ہے اس نے سارے بنگالہ کے نوارہ کو اپنے قبضہ و تصرف میں کیا باقرپور سے لیکر سوتی تک جابجا مورچال بنائے۔ اور انکو نوارہ و توپخانے و سرداروں اور کام کے آدمیوں سے استحکام دیا۔ سلخ رجب کو اکبر پور میں شاہزادہ محمد سلطان اور معظم خاں آئے۔ موضع مذکور اور باقرپور کے درمیان ایک مرتفع زمین تھی اس میں شجاع رات کے وقت کہ دشمن دیکھے میں اپنے آدمیوں کے ایک گروہ کو اور چند توپوں کو کشتی میں لایا اور اندھیرے میں زمین پر قبضہ کیا اور اپنے مورچال بنائے اور دمدمہ تیار کیا کہ اہل نوارہ نے آسانی سے توپ و تفنگ چلانے شروع کئے معظم خاں نے صبح کو اس سرزمین کے چھیننے کا ارادہ کیا اور بہت کوشش سے چند کشتیاں بہم پہنچائیں اور شام کو لشکر کو لیکر دریا کے کنارہ پر گیا اول شب میں ہوا تیز چلتی تھی اور کشتی دریا میں نہیں چل سکتی تھی مگر آدھی رات کو جب آندھی تھمی اور دریا کا تلاطم کم ہوا تو سپاہ کو کشتیوں میں بٹھا کے اس سرزمین کی طرف روانہ ہوا اور وہاں اپنے آدمیوں کو اتار کر کشتیوں کو واپس بھیجا کہ وہ اور سپاہ کی کھیپ لائیں اسی طرح آخر شب تک دو ہزار آدمی اور سردار مثل ذوالفقار خاں و فتح جنگ خاں و رشید خاں انصاری و لودی خاں و راجہ سبحان سنگھ بندیلہ و تاج نیازی مع اپنے تابینیوں کے اور دو سو بیلدار اور توپ خانہ کا ایک حصہ یہ سب دریا سے پار اتر گیا جب صبح کو مخالفوں کو اس لشکر کے عبور کی خبر ہوئی تو ان کے اثبات قدم میں لغزش آئی اور کشتیوں میں توپوں کو ڈال کر بھاگ گئے۔ لشکر شاہی نے اس زمین پر قبضہ کیا اور اس میں دشمنوں کے مورچالوں کی جگہ اپنے مورچال قائم کئے دوسرے روز دشمن بڑی جمعیت اور کل نوارہ کو ساتھ لیکر اس سرزمین پر آیا کشتیوں پر سے توپ و تفنگ کی جنگ شروع ہوئی۔ پانی پر آتش کارزار روشن ہوئی۔ بادشاہی لشکر نے اپنے مورچالوں میں قائم ہوکر دشمنوں کی مدافعت میں کوشش کی توپوں کی مار سے چھ کشتیاں ڈوبیں

دشمنوں کے ایک گروہ نے کشتیوں سے اتر کر نوارہ کے استظہار پر دریا کے کنارہ پر مورچال بنانے چاہے کہ تاج نیازی کے افغانوں اور معظم خاں کے تابینیوں نے حملہ کرکے انکو یہاں ٹھیرنے نہیں دیا طرفین سے جنگ نمایاں ہوئی طرفین کے سردار اور آدمی مارے گئے۔ ایک دن بعد پھر نوارہ کے استظہار پر دشمنوں نے جنگ قائم کی لیکن لشکر شاہی سے مغلوب ہوئے۔ کچھ مارے گئے کچھ زخمی ہوئے آخر کو دشمنوں نے تمک کر اس سرزمین کیلئے جنگ سے ہاتھ کھینچا، اور اپنے مورچالوں کے مستحکم کرنے میں مصروف ہوئے ہمیشہ ان کا نوارہ دریا پر گشت کرتا۔ کبھی اکبر نگر کی سمت جاتا وہاں محمد مراد بیگ سپاہ کے ساتھ متعین تھا اُس سے رات دن توپ تفنگ سے ہنگامۂ جنگ کو گرم کرتا۔ دوکاچی و اکبر نگر کی سمت میں دریا بڑا چوڑا تھا اور شجاع نے پادشاہی لشکر کے توپ خانہ کے مقابل میں اپنے توپ خانہ اور سپاہ کو جما رکھا تھا اس قدر نوارہ کہ لشکر پادشاہی عبور کرسکے میسر نہیں ہوتا تھا تو معظم خاں نے یہ چاہا کہ چھ سات ہزار سوار ساتھ لے اور شاہزادہ محمد سلطان سے جدا ہو سوتی کی طرف چلے جو اکبر نگر سے چودہ کوس پر جہانگیر نگر کی سمت میں ہے اور وہاں سے دریا پار جانے کا ارادہ کرے اور لشکر شاہی دوکاچی سے سوتی تک جابجا دریا کے کنارہ پر مورچال بنائے اور گھات میں بیٹھے خان کچھ سپاہ کے ساتھ سوتی میں مقیم ہوا دریا پار جانے کی اور اعدا کے مارنے کی تدبیر میں لگا اور علی قلی خاں کو ایک جماعت کے ساتھ دونا پور کے محاذی مقرر کیا یہ موضع چھ کوس کے قریب جہانگیر نگر سے ہے شاہزادہ محمد سلطان کو ذوالفقار خاں اور اسلام خاں و فدائی خاں اور لشکر کے ساتھ دوکاچی میں تعین کیا کہ وہ شجاع کے مقابلہ میں بیٹھیں۔ شجاع نے اپنے سردار نور الحسن کو فوج اور توپ خانہ کے ساتھ بھیجا کہ سوتی کے مقابل میں بیٹھ کر دشمنوں کی مدافعت کرے اور اسفندیار معموری کو ایک جماعت کے ساتھ دونا پور بھیجا کہ لشکر شاہی کو نہ اترنے دے اور اپنے بڑے بیٹے زین الدین کے ساتھ تمام مستورات و زائد اموال و اشیاء کو ٹانڈہ میں بھیجدیا

معظم خاں نے سوتی میں نوارہ کا اہتمام کیا سو کشتیوں کے قریب جمع کیں اور ان کا سامان تیار کیا اور رات دن دشمن کی کمین گاہیں لگا رہا مخالفوں نے دمدمہ بنا کے آٹھ بڑی توپیں اس پر نصب کیں اور ہمیشہ لشکر شاہی پر اسنے گولہ اندازی کی جس سے پادشاہی سپاہیوں اور اہل اردو دو دو آسیب پر آسیب پہنچا معظم خاں نے چاہا کہ دشمنوں پر دست بردی کرے اسنے کشتیوں کو آلات توپ خانہ سے پر کیا۔ اور تفنگچیوں اور کام کے آدمیوں کو اس میں سوار کیا کہ دریا کے اس طرف جاکر دست بردی کریں جب یہ کشتیاں دریا کے قریب پہنچیں تو غنیم کے نوارہ کے دیدہ بانوں اور قراولوں کو خبر ہوئی تو ان کا نوارہ لڑنے کو آیا پادشاہ کے فریق نے کچھ کام نہ کیا اور الٹا چلا آیا دوسرے روز معظم خاں نے دوبارہ بیس بندلے پادشاہی اور اپنے غلاموں کی جماعت کو کشتیوں میں بٹھایا اور دن کو جس وقت ہوا میں بڑی حرارت تھی اور دشمن غافل تھے بھیجا کہ شاید اس فرصت میں دستبردی ہو سکے یہ کار طلب چالاک ہوا کی طرح سیر کرکے آب سے گذرے اور غنیم کے توپخانہ پر جو دریا کے کنارہ پر مورچالوں میں تھا پہنچ گئے اور دلیری اور تیز دستی سے چھ توپیں چھین کر اپنی کشتیوں میں لے آئے اور دو بڑی توپوں کو آتشگاہ میں میخیں ٹھوک کر بیکار کر دیا وہ کشتی میں نہیں آسکتی تھیں اور معاودت کی جب شجاع کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو اس نے سید عالم کو جو اس کے لشکر کا رکن اعظم تھا ایک تازہ فوج کے ساتھ بجائے نور الحسن کے تعین کیا اب پادشاہی لشکر پر ایک صدمہ عظیم پہنچا جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلی فتح یابی کے بھروسہ پر معظم خاں نے دوبارہ ۱۹ شعبان کو لشکر اور نامی سرداروں کو کشتیوں میں سوار کیا آواخر شب تک اہتمام کرکے تیرہ کشتیاں مردان کار اور آلات پیکار سے پر کیں صبح کے قریب دشمن کی طرف روانہ ہوا۔ غنیم پہلی طرح سے غافل نہ تھا بلکہ وہ اس عزیمت سے آگاہ تھا اور اس کی مدافعت کے لئے تیار تھا رات دن حزم و پاسداری کے لوازم اور

اور بیداری اور ہوشیاری کے مراسم کو ادا کرتا تھا وہ خان کی اس عزیمت سے پہلے سے آگاہ تھا اور اسکی مدافعت کے لئے تیار تھا مورچال سے دور دمدموں کے عقب سے دشمنوں کی کشتیوں کے نزدیک دریا کے کنارہ پر سید عالم شائستہ لشکر اور چند جنگی مست ہاتھی لیکر پہنچا سب سے پہلے پادشاہی تین کشتیاں پہنچیں ان میں سے اہتمام خاں اور لشکر نے اُتر کر دشمنوں کے مورچالوں پر حملہ آوری کی مورچالوں میں آدمی بھاگ گئے لشکر شاہی نے ان مورچلوں پر اپنے علم قائم کئے۔ عالم خاں یہ دیکھ کمین سے نکلا پادشاہی کشتیوں میں سے تھوڑے آدمی اُترے تھے اور ان پر سید عالم نے حملہ کیا۔ انہوں نے مقابلہ کرکے اپنے مورچال میں مخالفوں کو گھسنے نہ دیا لیکن کشتیوں میں جو آدمی تھے اُن کو امداد اور اعانت کی توفیق نہ ہوئی اور تمام نوارہ میں سے صرف چھ کشتیاں کنارہ پر آئیں جن میں کچھ آدمی اُتر کر مورچالوں میں داخل ہوگئے تھے اور باقی اُتر رہے تھے مخالفوں نے یہ حال دیکھا تو وہ دلیر ہوئے اور اس ہیئت اجتماعی سے کہ اول مورچالوں پر حملہ آور ہوئے تھے وہ مست ہاتھی لیکر مورچال کے متعرض نہ ہوئے بلکہ ان کشتیوں پر ہجوم کیا اور خوب لڑے معظم خاں نے ہرچند کوشش کی کہ کمک کے لئے کشتیوں کو لے جائے۔ مگر کوئی صورت اس کی نہ ہوئی اس اثنا میں کہ لشکر شاہی دشمن سے لڑ رہا تھا مخالف کے چند کوسہ (جہاز) جنگی ان کشتیوں کے اطراف سے آئے اور پانی پر لڑائی کی آگ بھڑکائی فتح جنگ خاں مع اپنے رفیقوں کے دشمن سے خوب لڑا اس کو تفنگ کا ایک زخم اور تیر کے دو زخم لگے اور سردار ان شاہی زخمی و کشتہ ہوئے کچھ آدمی کشتی سے اُتر کر دشمن سے لڑے کچھ کشتیوں سے اُتر کر دشمنوں سے لڑنا چاہتے تھے کہ دشمن کی فوج کی کمک دو سو سواروں کی جسکے آگے ہاتھی تھا آن پہنچی اس نے حملہ کرکے لشکر شاہی میں سے بعض کو مارا بعض کو بھگایا بعض کو زخمی کیا بعض کو اسیر کیا یوں سپاہ کا قصہ تمام کیا پھر مورچالوں پر حملہ کرکے اہتمام خاں کو مارا پادشاہی لشکر کو کمک پہنچی نہیں دشمنوں کے آدمیوں اور ہاتھیوں نے لشکر شاہی کو

پریشان و پراگندہ کر دیا اس لڑائی کے چند روز بعد برسات آگئی مینہ برسنا شروع ہوا اس کے قطروں نے
پیکار کے غبار کو بٹھا دیا بارش کی کثرت نے جنگ کی آتش کو بجھا دیا طرفین نے بساط نبرد کو طے کیا
برسات کے بسر کرنے کے سرانجام میں مصروف ہوئے۔

شاہزادہ محمد سلطان کا مرزا شجاع پاس جانا اور اسکی بیٹی سے نکاح کرنا

پادشاہ نے معظم خاں کو لشکر کا بالکل اختیار کمال استقلال کے ساتھ دیا تھا اب تک جو لڑائیاں
ہوئیں ان میں فوجوں کا بھیجنا اور امیروں کا مقرر کرنا معظم خاں کے اختیار میں تھا شاہزادہ محمد سلطان
کو اپنے اتالیق کا یہ اختیار ناگوار تھا۔ جب شجاع کو اس امر پر اطلاع ہوئی تو وہ اس فکر میں ہوا کہ پادشاہزادہ
کو اپنی طرف مائل کیجئے۔ زمانہ سازی کر کے اکثر اوقات نامے لکھتا اور تحفے تحائف بھیجا رہتا۔ جو جوانان
ناتجربہ کار کے دل کے تسخیر کرنے تدبیر ہے۔ رفتہ رفتہ اُسنے تزویر آمیز تدبیر کا رشتہ ایسا مستحکم کیا کہ شاہزادہ
نے اسکی لڑکی سے جو پہلے اس سے نامزد ہو چکی تھی ازدواج کے لئے چاہنا قبول کیا اور اسنے پیغام ملنا
قریب بھیجے کہ بیٹے کے دل میں باپ کی عقیدت کچھ نہ رہی جوانوں کو آزمودہ کار بڈھوں
کی نصیحت و صحبت و رفاقت سے نفرت ہوتی ہے اور بے کمال بدمآلوں کی صحبت سے
زیادہ رغبت ہوتی ہے جس سے کہ عقل و آبرو و دولت خاک میں ملتی ہے ان دنوں میں
ایک غماز جماعت واقعہ طلب صاحب غرض نے پادشاہزادہ اور معظم خاں کے درمیان
غبار خاطر روز بروز یہاں تک بڑھایا کہ پادشاہزادہ نے شجاع سے ملجانے کا ارادہ کیا اور آخر
رمضان آغاز ۳ سنہ جلوس میں اپنے مصاحبوں و مقربوں کے ہاتھ شجاع کو یہ پیغام بھجوایا
کہ آخر شب میں آپ پاس کشتی میں بیٹھ کر آتا ہوں میرے توپ خانہ کا داروغہ امیر قلی
اور قاسم علی میر توزک اور چند خواجہ سرا اور خدمۂ محل میرے ہمراہ ہونگے جواہر اور خزانہ
جتنا لا سکوں گا لاؤنگا۔ شجاع اس خبر کو فضل الٰہی سمجھا اپنے چھوٹے بیٹے بلند اختر کو
شہزادہ کے استقبال کے لئے بھیجا وہ چند کشتیوں اور بہت سے کہاروں کو اس کے خزانہ
و اسباب کے لانے کے لئے دریا کے کنارہ پر پہنچا ۲۷۔ رمضان کو جب پادشاہزادہ
دریا کے پار اُتر گیا اور شجاع کے آدمی خزانہ اور اسباب لینے گئے تو اس راز سربستہ کا

افشا ہوا اس سانحہ سے لشکر میں فتور و اختلال پیدا ہوا اور بندہائے پادشاہی بیدل اور شکست ہمت ہوئے شجاع نے کچھ لشکر نواڑہ سے دوگاچی میں بھیجا کہ شہزادہ کا لشکر اور کارخانجات و اموال و اشیاء جو لاکھیں سے آئیں معظم خاں کو جب ہی رات کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی گو اُسکے دل میں شاید خوف پیدا ہوا ہو مگر ظاہر میں اُسنے اپنی حسن ہمت و نیروی تدبیر سے ثبات و سکون کی عنان کو ہاتھ سے نہیں دیا اصلا ہراس و تزلزل کا مغلوب ہوا اور اپنے اخلاص و دولتخواہی کی راہ مستقیم سے قدم باہر نہیں رکھا اور جریدہ سوتی سے دوگاچی میں گیا اور لشکر کو جو اس واقعہ سے ڈگمگا رہا تھا استمالت و دلدہی سے مستقل کیا اور مخالفوں کی جماعت جو شہزادہ کے لشکر اور کارخانجات و اموال و اسباب کو لینے آئی تھی اس کو یہاں سے دفع کیا اور اس قضیۂ ناملائم کے تدارک میں مشغول ہوا - یہ موسم پانی کی طغیانی کا تھا طرفین نے مورچے اوٹھالے معظم خاں برسات بسر کرنے کے لئے موضع معصومہ بازار میں چلا گیا جہاں کی زمین اونچی تھی اور اکبر نگر سے تیس کوس کا فاصلہ رکھتی تھی اور اس کی تجویز سے ذوالفقار خاں و اسلام خاں و فدائی خاں و سید مظفر خاں و اخلاص خاں خویشگی و راجہ اندرمن بندیلہ و قزلباش خاں اور چند اور امراء اکبر نگر میں رہے - پادشاہ کی یہ رائے تھی کہ معظم خاں کا لشکر مخصوص آباد و اکبر نگر کی طرف سے دشمن کے استیصال میں کوشش کرے اور ایک فوج دریار گنگ کی اس طرف سے ٹانڈہ جائے اور جہاں شجاع کا بنگاہ ہے وہاں اس کا قافیہ تنگ کریں اس لئے پادشاہ نے داؤد خاں صوبہ دار بہار کے نام حکم بھیجا کہ وہ اس خدمت پر مستعد ہو اور ٹانڈہ جائے جس کمکی اور تابین کو چاہے ساتھ لے جائے جب یہ فرمان داؤد خاں پاس آیا تو اس نے شیخ محمد حیات اپنے بھتیجے کو پندرہ سو سپاہ کے ساتھ پٹنے میں چھوڑا اور غرہ رمضان کو رشید خاں و مرزا خاں و ہادی داؤد خاں و خواجہ عنایت اللہ و تمام صوبہ بہار کے کومکیوں کو لیکر گنگا سے اترا برسات کا موسم تھا ندی نالے چڑھے ہوئے تھے اور دریائے ترجوک و گنڈک اور دریار گنگ کے

اور شعبے راہ میں پڑتے تھے اس فصل میں بغیر کشتی و پل آنا مشکل ہی دشمن اپنے نوارے کے استظہار پر دریا پر پھر رہا تھا اور کنارہ پر جابجا مورچال بنا رکھے تھے اور مدافعت کے لئے سپاہ مقرر کر رکھی تھی جو خشکی میں نہ تری میں راہ چلنے دیتی تھی اسلئے منگیر و بھاگل پور جانے میں داؤد خاں کو دیر لگی اور اس عرصہ میں اکثر اوقات لشکر شاہی اور مرزا شجاع کے لشکروں میں لڑائیاں ہوئیں جن میں ہر دفعہ لشکر شاہی کو غلبہ تھا جب موضع قاضی کریہ میں کہ بھاگل پور سے قریب ہی داؤد خاں پہنچا تو نالے ندی اور آب کوسی و کالہ پانی دھاندی برسات کے سبب سے طغیانی میں آ رہے تھے ان سے گذرنا ضرور تھا اسلئے باقی برسات بسر کرنے کے واسطے وہ اس موضع میں مقیم ہوا برسات کے سبب سے لشکر شاہی نہ ہل سکا پادشاہ نے دلیر خاں کو کومک کے لئے اپنے پاس سے بھی روانہ کیا۔

اکبر نگر کے ایک طرف کوہستان ہے۔ برسات میں اس کے تین طرف جھیل کا پانی اسقدر کھڑا ہو جاتا ہے کہ آدمی گھوڑا جا نہیں سکتا۔ عین شہر میں کشتی کام کرتی ہے۔ اس ملک کے کام کا مدار نوارہ پر ہے اور نوارہ پر غنیم متصرف تھا دریا کی راہ سے سپاہ شاہی کو آذوقہ نہیں پہنچتا تھا اور اس سبب سے کہ راجہ ہر چند زمیندار بجو و مرزا شجاع کے ساتھ متفق تھا وہ کوہستان کی طرف سے بنجاروں کو نہیں آنے دیتا تھا ان کو لوٹ لیتا تھا کسی راہ سے پادشاہی لشکر میں غلہ نہیں پہنچتا تھا اس سبب سے اکبر نگر میں سپاہ کا خستہ حال تھا اکثر آدمی اور دواب کھانا نہ ملنے سے بھوکے مر گئے پادشاہ کے لشکر کی ایک جماعت زمین مرتفع پر برسات کے ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی جب اس حال پر شجاع کو اطلاع ہوئی تو اس نے اکبر نگر کی تسخیر کا ارادہ کیا شیخ عباس میر بحر کو چار سو سواروں اور کچھ نوارہ کے ساتھ موضع بتوارہ میں بھیجا جو اکبر نگر سے دریا کے ساحل پر آٹھ کوس پر ہے اور اس کی زمین مرتفع ہے اکبر نگر پادشاہی لشکر کے قبضہ میں تھا وہاں سے اکثر نوکروں کے عیال اور اموال تھے معظم خاں و ذوالفقار خاں کی معدلت و نصفت کے سبب سے کسی شخص کا مقدور نہ تھا کہ وہ

شجاع کا ارادہ تسخیر

شجاع کے متعلقوں اور نوکروں کے مال کا تعرض کرتا مگر ان کا مال غارت ہوتا اور ان کی ناموس او باشوں کے ہاتھ میں پڑتی کہ شیخ عباس مذکور ٹیشہ تواره کی ایک جماعت کو اکبر نگر کی تاخت و تاراج کے لیے بھیجتا اب شجاع نے دلیر ہو کر دریا کے اسطرف آنیکا قصد کیا سراج الدین جابری ٹانڈہ میں اپنی بنگاه کی محافظت کے لیے بھیجا۔

۹ ذی الحجہ کو وہ خود اس کنارہ پر بتواره میں آیا اُسنے شاہزادہ محمد سلطان کو ٹانڈہ روانہ کیا کہ اسکی بیٹی سے نکاح کر کے مراجعت کرے ۱۳ ماہ مذکور کو بتواره سے اکبر نگر میں آیا اور راجہ اندرمن سے لڑائی ہوئی مگر اُسنے ہزیمت پائی۔ اسلام خاں و فدائی خاں اور تمام لشکر شاہی عمدہ سردار اپنے اغراض باطل نفسانی کے سبب سے ایکدوسرے کے خلاف تھے وہ شجاع سے نہ لڑے لشکر شاہی کوہ منجوہ جھاسہ سے معصومہ بازار کیطرف بھاگ گیا اور اکبر نگر پر شجاع کا قبضہ ہو گیا اور بعض بادشاہی ملازم شجاع سے جا ملے۔ اور محمد سلطان کے اکثر نوکروں نے شاہزادہ کے کارخانوں و ہاتھیوں اور گھوڑوں پر تصرف کیا جس سے شجاع کو تازہ جرات و قوت و شوکت حاصل ہوئی اور اُسکا لشکر اکبر نگر میں بے مزاحم و مانع قایم ہوا اور برسات کا موسم اُنہوں نے یہیں بسر کیا جب ختم ہوئی اور شاہزادہ سلطان محمد شادی کے بعد اکبر نگر میں آیا تو اُسنے معظم خاں سے معصومہ بازار میں جہاں سارا لشکر شاہی جمع تھا لڑنے کا قصد کیا اور سلطان محمد اور بلند اختر ہزار سوار لیکر جنگ کے آہنگ سے سوار ہوئے۔ معظم خاں بھی غنیم کی یہ خبر سُنکر کہ وہ اکبر نگر سے روانہ ہوا ہے معصومہ بازار سے مقابلہ و مدافعہ کے لئے روانہ ہوا جب وہ موضع بلکمتہ کے نزدیک آیا تو وہ ایک عمیق نالہ کے عقب میں مقیم ہوا جو بھاگیرتی دریا پر منتہی ہوتا ہے اور اُسنے دو پل آدھ کوس کے فاصلہ پر باندھے ایک لشکر کے آگے اور دوسرا بلکمتہ کی جانب راست میں تاکہ جسوقت لشکر چاہے ان دو پلوں پر سے نالے سے گذر جائے۔ پلوں کی اسطرف مورچال بنائے اور توپ خانوں کے آلات سے ان کو استحکام دیا۔ اپنے روبرو کی سمت میں مورچال میں توپ اندازی کا اہتمام محمد مراد بیگ کو

کو دیا اور دائیں طرف کے پل کی محافظت یکہ تاز خاں کو سپرد کی اور میر محمد اعزاز خاں کو توپ
کے فرقہ کے ساتھ قراولی پر مقرر کیا اور اب دشمنوں کے آنیکے انتظار میں بیٹھے دو مہینے بعد ۵
شہر ربیع الثانی سال دوم جلوس گدھ و بلکھت میں لشکر شاہی کے مقابل میں شجاع آیا تا کہ دریا
میں حائل تھا اسلئے توپ و تفنگ کی لڑائی ہوئی لشکر شاہی کی قراولی جو نالہ سے پار چلی گئی
تھی وہ شجاع کو نالہ کے پاس نہیں آنے دیتی تھی شجاع کو خبر لگی کہ جسر بالا میں لشکر شاہی کم ہے
تو نویں روز لشکر شاہی کے روبرو سے ہٹ کر شجاع اور اُسکا بیٹا بلند اختر اور شاہزادہ محمد
سلطان نے جا کر یکہ تاز خاں کو شکست دی اُسکو اور اُسکے دو بھائیوں کو مار ڈالا اور لشکر
بادشاہی کے امیروں اور بہت سے آدمیوں کو بستہ و زخمی کیا جو آدمی بچے وہ ذوالفقار خاں
پاس چلے گئے۔ ذوالفقار خاں نے توپ و تفنگ سے جنگ کو گرم کیا اور دشمنوں کی کثرت
کو دیکھکر کشتیوں کو جلا دیا کہ اگر غنیم کا غلبہ ہو تو وہ آب سے نہ گذر سکیں معظم خاں نے لشکر کی حفاظت
ذوالفقار کو سپرد کی اور خود نالہ سے پار دشمنوں سے لڑنے گیا۔ اور لشکر کو شائستہ آئین سے
مرتب کیا اور دشمن سے ایک جنگ عظیم ہوئی اور بڑے بڑے امیر زخمی ہوئے شجاع نے جب
سُنا کہ معظم خاں نالہ سے اُتر کر لڑنے آیا ہے تو اُس نے ذوالفقار خاں سے جسکے سرے پر
لڑنے کیلئے ایک لشکر مقرر کیا اور خود معظم خاں سے لڑنے آیا معظم خاں نے چاہا کہ جسطرح اس نے
لشکر کو مرتب کیا تھا اسی ترتیب سے دشمن پر حملہ کرے مگر امیروں نے انانیت اور خودسری کے
سبب اسکی بات کو نہ سُنا اور فرمان بری نہ کی نفاق کر کے خودداری اور کوتاہی کی لشکر شاہی
بے ترتیب ہوا اور اُسنے ہزیمت پائی۔ جب معظم خاں نے یہ حال دیکھا تو وہ اپنے خیمہ گاہ میں
آیا اور داؤد خاں اور دلیر خاں کی کمک آنے تک جنگ کو موقوف کیا۔ اور مخصوص
آباد کو چلا گیا تو شجاع نے معظم خاں کی جرأت و استقلال میں اختلال کا گمان
کیا اور وہ مخصوص آباد کی طرف آیا کہ بھاگیرتی کو عبور کر کے لشکر شاہی سے لڑے نصیر
پور کی گذر پر جہاں لشکر شاہی پہنچا تھا شجاع نے پہنچکر لڑائی شروع کی توپ تفنگ

سے ہنگامۂ جنگ گرم ہوا دس بارہ روز تک لڑائی رہی۔
۱۸ ربیع الثانی کو شجاع پاس خبر آئی کہ داؤد خاں نے دریائے گومتی سے عبور کیا۔ سید تاج الدین کو اسنے اس دریا پر لشکر شاہی کے روکنے کے لئے مقرر کیا تھا وہ نہ روک سکا اور عنقریب ٹانڈہ میں جہاں اسکا بنگاہ تھا داؤد خاں آنے والا تھا تو شجاع ٹانڈہ کی طرف چلا معظم خاں اسکے تعاقب میں روانہ ہوا ایک جگہ لڑائی ہوئی۔ لشکر شاہی میں بارہ لاکھ روپیہ اور سات سو بان اور آلات توپخانہ آگئے جو بادشاہ نے بھیجے تھے شجاع و شہزادہ محمد سلطان کا لشکر جیلمارے کے اسطرف گیا لشکر شاہی نے اسپر حملہ کیا طرفین کے آدمی زخمی و کشتہ ہوئے ایک گھنٹہ رات گئی تھی کہ دونوں لشکروں نے جنگ سے ہاتھ کھینچا۔ رات بھر پہرہ چوکی لگا کے گیر و دار اور کارزار کے لئے آمادہ رہے اواسط شب میں نور الحسن جو شجاع کے عمدہ سرداروں میں تھا معظم خاں سے آن ملا شجاع کے اوضاع سے یہ خیال کرتا تھا کہ وہ فرار ہوگا چار پانچ روز تک توپ و تفنگ کی جنگ رہی ۲۷ کو شجاع دوناپور میں چلا گیا معظم خاں نے اسکا تعاقب کیا اور دشمن کی ایک کشتی کو پکڑ لیا جمیں دس توپیں اور دو سو بان تھے جب یہ سنا کہ شجاع کی کمال سراسیمگی کے سبب سے اسکی افواج کی ترتیب درہم و برہم ہوگئی ہے اور پراگندگی کے ساتھ دوکاچی کو وہ فرار ہوا ہے تو فتح جنگ خاں نے تیز عنانی کی اور ہراول کی ساری فوج لے کر بے تحقیق بے تامل بہت جلد وہ روانہ ہوا اور اسلام خاں افواج برالغار کو لے کر اس ہراول سے جا ملا معظم خاں نے آدمی بھیجکر انکو منع کیا تو وہ نہ ٹھہری اور دوکاچی کے نالہ پر جا پہنچے نالے کے اسطرف مخالف کی سپاہ صف کشیدہ کھڑی تھی اور توپخانہ کو آگے چن رکھا تھا وہ مقاومت نہ کر سکے تھے جتنا دادہ ہوئی اس سے فتح جنگ خاں و اسلام خاں کو نرغہ میں کر لیا وہ آگے نہ جانے دیا نہ پیچھے ہٹنے دے معظم خاں آیا اسنے نالے سے پار جا کر شجاع کے دستگیر کرنے کا ارادہ کیا لیکن بعض سرداروں نے گفتاری و خودداری کی اور معظم خاں کی بات

نہیں سُنی ناچار معظم خاں سبک توپ خانے کرنا لے کے اس طرف کھڑا ہوا دشمن
کا لشکر اسطرف تھا برق افگنی و آتشک افروزی سے ہنگامہ دشمن کشی و عدو سوزی
کو گرم کیا اور آخر روز سے اواسط شب تک لڑائی رہی اور آدھی رات کے قریب دشمن
نے جنگ موقوف کی دوسرے روز معظم خاں اکبرنگر گیا تو شجاع لشکر شاہی کی برابر آیا
دریا گنگ سے عبور کرنے کا ارادہ کیا اُسکو یہ اندیشہ تھا کہ اگر میں پہلے عبور کرونگا
تو لشکر جسکو کوئی امید مجھ سے نہ تھی اسکو چھوڑ کر عبور نہ کریگا اور اگر پہلے لشکر کو اُتارتا
ہوں اور خود قلیل آدمیوں کے ساتھ رہتا ہوں تو گرفتار ہونے کا خوف ہے
اسلئے اُسنے لشکر گاہ کے گرد ایک عریض عمیق خندق کھدوائی اور آلات توپخانہ
سے اسکو استحکام دیا تا کہ لشکر شاہی سے ایمن ہو کر دریا سے عبور کرے اس وقت
محمد سلطان جسکے رفاقت و اتفاق سے شجاع کی خاطر جمع نہ تھی اُسکو دریا کے پار
ٹانڈہ بھیجا۔ معظم خاں نے فتح جنگ خاں کو روانہ کیا کہ اکبرنگر پر قبضہ کرے اور
دوگاچی سے سوتی تک جا بجا تھانے بٹھائے مخلص خاں کے ہاتھ بادشاہ نے
ساڑھے اٹھارہ لاکھ روپیہ بھیجا تھا وہ قلعہ مونگیر میں تھا۔ نصیر الدین خاں کو مونگیر
سے خزانہ لانے کے لئے مقرر کیا دوسرے روز داؤد خاں کا نوارہ جسمیں ایک سو
ساٹھ کشتیاں تھیں گذر دودھ پر آگئیں ان دنوں میں دریا گنگ کے تین شعبے
ہو گئے تھے ۱۲ ماہ مذکور کو پل باندھکر شعبہ اوّل سے لشکر نے عبور کیا اور پھر شعبہ
دوم سے کشتیوں میں بیٹھکر عبور کیا اور اس جزیرہ میں لشکر آیا جو شعبہ دوم و شعبہ سوم
کے درمیان تھا۔ ان دنوں میں اکثر اوقات ہوا تیز چلتی تھی اور دریا میں بہت
تموج و تلاطم رہتا تھا اس سبب سے تین روز میں لشکر نے عبور کیا خبر آئی کہ غنیم کے چند
قراول موضع سدہ میں آئے ہیں کہ ملاحوں کے اہل و عیال کو لے جائیں یہ موضع شعبہ
بزرگ اور شعبہ سوم گنگ کے درمیان اکبرنگر کے محاذی واقع ہے اور بنگالہ کے اکثر

ملاح اس جگہ رہتے ہیں تو معظم خاں نے دو سو سوار اپنے تابعینوں کے پادشاہی قزاولوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجے کہ وہ دشمنوں کو بھگا کے ملاحوں کے اہل و عیال کو غنیم کی طرف جانے سے روکیں اُنہوں نے سدہ میں جاکر چند سواروں کو دستگیر کیا اور لے آئے سدہ میں ہزار سوار کا تھانہ شاہی بیٹھ گیا کہ ملاحوں کے اہل و عیال کی حفاظت کریں اور اُن کو دشمن سے نہ ملنے دیں یہاں دو سو سوار اور گرفتار ہوئے تو ان کی زبانی معلوم ہوا کہ شجاع نے نالہ چاندی پر پل باندھکر یہ تجویز کی ہے کہ پادشاہزادہ محمد سلطان کو توپ خانہ اور لشکر کے ساتھ دریا سے عبور کرا کے دلیر خاں اور داؤد خاں سے لڑنے کو بھیجے۔ جب اُسنے یہ سُنا کہ لشکر شاہی شعبۂ بزرگ گنگ سے عبور کر آیا ہے تو اسکو ایسا خوف ہوا کہ اُسنے پل کھلوا ڈلوایا۔ دلیر خاں و داؤد خاں کہ دریا کے اس طرف تھے اواخر روز میں جریدہ دریا کے اس طرف آگئے۔ اور معظم خاں سے ملاقات کی اور صلاح کار میں مشورہ کیا ایک پہر رات گئے وہ اپنے لشکر میں واپس گئے۔ غرض پندرہ بیس روز شب لشکر شاہی اور شجاع کے لشکر میں محاربات عظیم ہوئے۔ اور ہر بار لشکر شاہی کو فتح ہوئی اور شجاع کو ہزیمت مگر اسپر وہ اپنے نوارہ جنگی کی قوت سے دریا کے اوپر شبخون مارنے سے سخت لڑائیاں کرتا اور مقابلہ میں مشغول ہوتا اس مابین میں یکہ تاز خاں اور بہت سے نامی آدمی پادشاہی مارے گئے اور اسلام خاں و فتح جنگ خاں اور دلیر خاں اور داؤد خاں نے تردداتِ نمایاں کئے خاصکر اسکے بعد کہ بلند اختر کے ساتھ لشکر سے محمد سلطان ملا۔ طرفین سے تردداتِ صعب رہا ہوتے تھے اور ہر بار ہر طرف غالب و مغلوب ہوتی تھی اور پھر مقابلہ و مقاتلہ میں مصروف اور بہت سی جنگی کشتیاں ضرب توپ سے غرق اور دستگیر ہوئیں۔ تمام جنگوں میں ہم ایک جنگ کا بیان کرتے ہیں جو حال غرائب سے نہیں ہے۔ آب گنگ کے اس طرف شجاع کی فوج تھی اور اسکا

سردار چند اختر تھا اور اسکے ساتھ اور سردار اور توپخانہ تھا دریا کے کنارہ پر معبر کے سمت پر بعض جا پایاب تھا توپوں کو لگایا تھا اور جنگ کے لئے مستعد بیٹھے تھے اور پادشاہی فوج کا انتظار کر رہے تھے معظم خاں کی فوج جسکی ہراولی بطریق قراولی آغر خاں سے تعلق رکھتی تھی دریا کے کنارہ پر آئی بعض جگہ پانی سینہ تک تھا پایابی کی نشانی کے واسطے دونوں طرف جو بیں نصب کیں ۔ لشکر پانی کی طغیانی اور توپ و تفنگ کی آتشباری سے دو چار ہونیکی جرأت نہیں کرتا تھا آغر خاں نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈالا پیچھے دلیر خاں نے اپنی سواری کا ہاتھی پانی میں چلایا بعد ازاں پسر دلیر خاں گھوڑے پر سوار دلاوروں کے ساتھ بطریق یورش جان بازی کو کار فرما کے توپخانہ آتشبار کے مقابل ہو دریا میں آیا اور بخشی کی غیرت سے اپنے سارے لشکر کو لیکر آب آتش کا مقابلہ کرتا ہوا چوب بندی کے درمیان جو پایابی کے نشان کیلئے گئے تھے روان ہوا دو بدو سے گولہ توپ و گولہ تفنگ ایسا متصل برستا تھا کہ آنکھ کھولنے کی فرصت نہ دیتا تھا اور جسکے لگتا تھا اسکا سر پانی سے پھر نہ نکلتا تھا اور نہ اسکا نشان ملتا تھا سپاہ کے اس ہنگامہ عبور میں ہاتھی گھوڑوں کی ریل پیل سے چوب بندی کا نشان بحال و بجا نہیں رہا سپاہ اور چارپایوں کے تردد سے پاؤں کے نیچے ریگ خالی ہوئی اور دریا پایابی بالکل برطرف ہوگئی اسلئے بہت سے سوار اور پیادے بحر فنا میں غرق ہوئے ایسی حالت میں پسر دلیر خاں مع دریا سے مع اسپ کے دریا میں ایسا ڈوبا کہ پھر اسکے زندہ و مردہ ہونے کا نشان نہ ملا غرش بان اور گولوں کے اولوں کے برسنے سے اور بارود کے دھوئیں کے گھر جانے سے یہ حال ہوگیا کہ بیٹے کو باپ نہیں پہچانتا تھا اور بھائی کو بھائی کی بھائی خبر نہ لیتا تھا سارا دریا گلگوں ہوگیا تھا۔ جو گھوڑے تیر کر ایک جماعت کو بچا لائے و بعض جنکو تیرنا آتا تھا وہ گولہ و بان کے صدمہ سے محفوظ ہو کر دریا پار جا کر جان بر ہوئے۔ دلیر خاں کے فیل کے آگے آغر خاں غنیم کے پیادہ و سوار کے ہجوم کو شمشیر مارتا ہوا پہاڑ تا چلا جاتا تھا کرتا گیا ان فیلبان کے اشارہ سے آغر خاں کے سامنے ایک مست ہاتھی آیا اسکے پیادہ فیل کے خرطوم پر تلوار ماری فیل نے آغر خاں کو مع گھوڑے کے سونڈ میں لے کر اوپر اٹھایا

اور آفتاب میں چمکاکر ایک ضرب بجا جدا دس گز کے فاصلہ پر ایک درخت سے جو دریا پر سے دونو
کے چوٹ لگی۔ گھوڑے کا زور دہ چھٹ گیا لیکن آغر خاں پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چستی و
چالاکی سے اس ہاتھی سے لڑنے پر تیار رہا مگر گھوڑے میں بوتا نہ تھا اسلئے یہ سمجھ کر کہ پھر
اس بلاے سیاہ کے روبرو جانا جان کا رائگاں کرنا ہے ہاتھی کے پیچھے سے جاکر فیلبان کی
گردن تلوار سے اڑاکر اسکو نیچے گرادیا اور گھوڑے کی پیٹھ پر سے فیل کی گردن پر جاکر
سوار ہوا مگر ہاتھی کا کجک (آنکس) ہاتھ نہ آیا اور ہاتھی بس میں نہ رہا اب حیران تھا کہ کیا
کروں کہ اسکے ایک نوکر نے کہا کہ خنجر کو کمر سے غلاف میں سے نکالکر ہاتھی کی بناگوش پر
سہلائیے۔ اس حالت میں دلیر خاں جسکا ہاتھی دس بیس قدم کے فاصلہ پر آغر خاں کے
پیچھے آتا تھا اس بہادر کا رستمانہ کام دیکھکر آیا اپنے ہاتھی کو اسکے ہاتھی کے برابر لایا اور
تحسین و آفرین کہتا ہوا ہاتھی کے اردگرد تصدق ہونے لگا آغر خاں نے کہا کہ میں نے
یہ ہاتھی بادشاہ کی سرکار کے لئے گرفتار کیا ہے میں امیدوار ہوں کہ آپ فیلبان سرکار
کو حکم دیں کہ فیلخانہ میں اس ہاتھی کو داخل کرے اور میری سواری کے لئے اسپہار کوتل
مرحمت ہوں دلیر خاں نے تحسین کر کے کہا یہ ہاتھی بھی آپ کو مبارک ہو دو گھوڑے
ترکی و عراقی اسکو تواضع کئے اور اپنے ایک فیلبان کو حکم دیا کہ ہاتھی پر سوار ہو۔ آغر خاں
گھوڑے پر سوار ہوا اور بہت سے افغانوں کو دشمن کے مقابلہ میں لیگیا اور تیر مارنے
شروع کئے اور پیاپے حملہ اور جنقلشین کیں شجاع کے دو تین سردار اور بہت سے
غیر مشہور آدمی مارے گئے اور بادشاہ کی فوج کی بھی ایک جماعت زخموں سے سرخرو ہوئی
دشمن کا ہراول فرار ہوا اور شجاع کا بیٹا بھی بھاگ کر باپ پاس چلا گیا۔ القصہ اس تیز
پر سخت لڑائیاں ہوتی رہیں۔ تا لبِ دریا قلب پیا اور دریاے گنگ پیرا اور سواد ٹانڈہ
کے اطراف میں۔

جب عالمگیر نے سُنا کہ شجاع سے محمد سلطان جا ملا اور معظم خاں نے فدویانہ تصور کئے ہیں

تو پادشاہ نے از راہ احتیاط و مصلحت پانچویں ربیع الاول ۱۰۶۹ھ کو سمت شرق کا سفر شروع
کیا اور اس زمانہ میں راجہ جسونت سنگھ کو از سر نو مہاراجہ کا خطاب دیا۔ سرشکار کرتا ہوا
پادشاہ چلا ۲۲ ماہ مذکور کو پادشاہزادہ محمد معظم اور وزیر خان دکن سے پادشاہ پاس
آئے۔ پادشاہ نے حوضہ طلائی بصورت بنگلہ ہاتھی کے لئے ایجاد کیا تھا خان سامان اسکو
تیار کرکے پاس کے روبرو لایا اسکو پادشاہ نے انعام دیا گنگا کے کنارہ ایک
منزل میں سات روز قیام کرکے مرزا سنجر کاظم ثانی خراسانی کی بیٹی سے پادشاہزادہ محمد معظم کا نکاح کیا
پادشاہ پاس خبر آئی کہ پادشاہزادہ محمد سلطان شجاع کے پاس سے بھاگ کر معظم خان سے
آن ملا اس مجمل کی تفصیل یہ ہے۔

پادشاہزادہ محمد سلطان کا شجاع کے پاس سے مراجعت کرنا

کہ برسات کے بعد جتنی لڑائیاں شجاع اور پادشاہی لشکر کے درمیان ہوئیں انمیں یہ شاہزادہ
چچا کے ساتھ تھا معلوم نہیں کہ وہ اپنے کئے سے پشیمان ہوا یا وہ جیسا معظم کے ساتھ رہنے
سے ناخوش تھا ایسا ہی وہ مرزا شجاع کی بیعت سے آزردہ خاطر ہوا کیا اسنے یہ دیکھا کہ
چچا جان کی شجاعت کچھ کام نہیں کرتی اسکے ساتھ رہنے سے سوا رجان کھونیکے کچھ اور نہیں
حاصل ہوگا یا وہ خود ہی تلون مزاج تھا۔ غرض کچھ ہی سبب ہو اپنی خطا سے نادم ہو کر مراجعت
کرنے کی فکر میں وہ ہوا۔ خود اکبر نگر میں شجاع کے پاس تھا اور اسکی بیوی ٹانڈہ میں شجاع سے
ایک دو منزل پر تھی اسکی بیماری کی خبر آئی۔ اسنے شجاع سے بیوی کی عیادت کے لئے
رخصت لی اور ٹانڈہ میں آیا۔ اسلام خان دریا کی اس طرف لشکر شاہی کے ساتھ
موجود تھا اس پاس خفیہ پیغام بھیجا اور اپنے ارادہ سے اطلاع دی اور فوج خطیر
کی مدد مع اور لوازم کے طلب کی کہ وقت معین میں اشارہ پر وہ بھیجے۔
۲ رجادی الاول ۱۰۶۹ھ کو خدمہ محل و چند خواجہ سرا لے کر مچھلی کی شکار
کا بہانہ بنا کے سوار ہوا اشرفیاں و جواہر جس قدر اسکا تھا ساتھ لیا اور دریا
کے کنارہ پر آیا۔

چار کشتیوں میں سوار ہو کر معبر دوکاچی پر اسلام خاں بموجب اشارہ کے انتظار کھینچ رہا تھا۔ شجاع کے آدمیوں کو جب شاہزادہ کے ارادہ پر اطلاع ہوئی تو کشتیوں میں سوار ہوئے اور اُنہوں نے تعاقب کیا اسلام خاں مع توپ خانہ و فوج کے ایستادہ تھا اُسنے جب شجاع کے آدمیونکو دیکھا تو اُنکے دفع کرنیکے لئے اور شاہزادہ کے استقبال کے لئے نوارہ میں روانہ ہوا دونو طرف سے بچکر سلامت کنارہ پر پہنچا لیکن اسکی ایک کشتی جسپر بعض کارخانے اور کچھ خدمۂ محل تھیں اور وہ گراں بار تھی اور پیچھے رہ گئی تھی دو تین گولوں کے لگنے سے ڈوب گئی کچھ عورت مرد ڈوب کر مر گئے بہتسے ملاحوں کی مدد سے اور اسلام خاں کی کشتی کے جا پہنچنے سے بچگئے۔ جب یہ خبر معظم خاں کو پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا اسوقت ایک مختصر خیمہ اور حاضری اور میوہ بادشاہزادہ کے واسطے روانہ کیا۔ تین روز بعد شاہزادہ سے ملنے آیا اور بادشاہ کو حقیقت حال اور اسکے ساتھ شاہزادہ کی عرضداشت ارسال کی بادشاہ کے حکم سے شاہزادہ بادشاہ پاس بھیجا گیا اُسنے اسکو گوالیار کے قلعہ میں مقید کیا۔ مرزا شجاع نے جب یہ دیکھا تو اُسنے اپنے بیٹے بلند اختر کو حکم دیا کہ جہاں جہاں دریا پایاب ہو گئے ہوں وہاں مورچے باندھکر لشکر شاہی کو نہ اُترنے دے۔ اور وہ خود فوج لیکر داؤد خاں کے لشکر کی برابر آیا۔ اب ٹانڈہ میں مرزا شجاع کے لشکر کا ہجوم تھا وہاں معظم خاں نے لشکر بھیجا۔ بکلہ گھاٹ کے قریب سخت لڑائی ہوئی مرزا نے ہزیمت پائی۔ اب شجاع نے اپنی مملکت بنگلہ اور دیرسالہ سے دل اُٹھایا ٹانڈہ گیا جہاں اُسکا بنگاہ تھا وہاں سے جہانگیر نگر میں جانیکا ارادہ کیا معظم خاں بھی ٹانڈہ گیا اور وہاں سے تردی پور جاکر شجاع کے نوارہ کی چار سو کشتیاں گرفتار کریں جنمیں سے بعض اموال اور کارخانجات سے بھری ہوئی تھیں۔ شجاع کے انتظار میں یہاں یہ کشتیاں ٹھہری ہوئی تھیں۔ ٹانڈہ میں شجاع نے دو غرابوں میں نفائس و غرائب اموال مثل اشرفی و طلا و جواہر و مرصع آلات رکھے۔ اور دو اور غرابوں میں منتخب اشیا اور کارخانے لادے ان چاروں کو روانہ کیا اور ٹانڈہ سے خود ایک درخت زار میں آیا جب اُس نے

سُنا کہ لشکر شاہی قریب آگیا تو پانچ چھ گھڑی دن رہے دریا کے کنارہ پر گیا اور بیٹوں بلند اختر و زین الدین کو اور جان بیگ و سید عالم و سید قلی اور رنگ اور مرزا بیگ اور چند سپاہی و خدمہ و خواجہ سرایوں کو ساتھ لیا۔ یہ کل تین سو آدمی تھے اور ساٹھ کوسہ۔ وہ کشتی میں بیٹھا پنجم شعبان سنہ ۲ جلوس میں جہانگیر نگر کی طرف گیا۔ باقی اسکے اور عمدہ نوکروں اور سرداروں نے صلاح اندیشی سے مفارقت اختیار کی اور لشکر کے خود سروں نے اسکے مال کو لوٹنا شروع کیا صندل خواجہ سرا اُسکا چھ ۶ ہاتھیوں اور بارہ ۱۲ اونٹوں پر اسباب لاد کر کشتیوں میں داخل کرنیکے لئے جاتا تھا اسکو اوباشوں نے لوٹ لیا۔ ششم ماہ مذکور کو معظم خاں ٹانڈہ میں آگیا اس غارتگیری کا انتظام لشکر کے اوباش جو مال کو لوٹ کر لے گئے تھے انسے وہ مال واپس لیا اور شجاع کی جو عورات و پردگیاں وہاں رہتی تھیں انکی حراست کے واسطے چوکی پہرہ مقرر کیا اور قدیمی ناظروں اور خواجہ سرایوں کو سخت تاکید کی کہ وہ بدستور قدیم اپنی خدمت بجا لائیں اور ہوشیاری اور بیداری پیشتر سے بیشتر رکھیں آخر کو ان سب عورات کو بادشاہ پاس بھیجدیا۔ شجاع نے جو دو غراب جواہر وغیرہ سے پُر کرکے بھیجے تھے بادشاہی لشکر نے کشتیوں میں سوار ہو کر اِنکو گرفتار کرلیا اور سارے جواہر اموال بادشاہی ضبطی میں آئے اور کشتیاں شجاع کے مال اسباب کی پکڑیں گئیں اور اُن میں سید عالم کا برادر زادہ اور شجاع کا متبنیٰ اور بعض اور انکے بڑے امیر اسیر ہوئے۔ شجاع کا جو مال غارت ہوتا معظم خاں کی حسن سعی سے اسکا استرداد ہوتا۔ آٹھویں ماہ مذکور کو شجاع کے عمدہ نوکر مثل سراج الدین جابری اسفندار معموری و میر مرتضیٰ نامی وغیرہ معظم خاں سے آن ملے خان نے اُن کو جان مال کی امان دی اور ترحم شاہی کی نوید سُنائی اور ہر ایک کو مناسب مناصب دلادئے۔ جب بادشاہی لشکر خشکی سے جہانگیر نگر پہنچا تو وہاں بھی وہ نہ رہ سکا۔ جہانگیر نگر میں جب تک اسکا بڑا بیٹا زین الدین رہا شجاع کے اشارہ سے وہ راجہ رخنگ (لداکان) سے رسل و رسائل رکھتا اور مکرر اُس پاس آدمی ارمغاں کے ساتھ بھیجتا منور خاں جہانگیر نگر کا زمیندار تھا اُسنے اُس

حدود کے زمینداران کو اپنے ساتھ متفق کر کے شجاع کا فرمان برنہ ہونے دیا۔ منور خاں
کے دفع کرنیکے لئے راجہ سے کمک طلب کی تو راجہ نے اسوقت ایک جماعت کثیر رخنگیوں
کی بہت جلیہ و غراب کے ساتھ بھیجدی زین الدین اس سپاہ کو لیکر منور خاں سے لڑنے گیا اور
اسکو شکست دی اور رسم کے جلدو میں رخنگیوں کو نقد و جنس دیکر واپس بھیجدیا اور نامہ و پیام
بھیجکر راجہ سے یہ بات ٹھہری کہ جسوقت شجاع جہانگیر نگر سے رخنگ میں آنا چاہے تو وہ
ایک جماعت کو سرحد پر بھیجدے کہ وہ اسکو رخنگ میں لیجائے۔ چاٹ گام رخنگ کی سرحد
پر ہے وہاں کے حاکم کو راجہ نے تاکید کردی کہ اسباب میں شجاع کوئی اشارہ کرے تو
بے توقف اسکے پاس ایک گروہ کو بھیجدے۔

جب شجاع ٹانڈہ سے جہانگیر نگر میں آیا اور اسکو یہ یقین ہوا کہ لشکر شاہی اُسکے پاؤں
یہاں جمنے نہیں دیگا اور چارہ کار سوائے اسکے کوئی اور نہیں ہوگا کہ رخنگ کی طرف
میں بھاگوں تو اُسنے راجہ رخنگ پاس اپنے آدمیوں کے ہاتھ نوشتے بھیجکر درخواست
کی کہ اپنے آدمیوں کی ایک جماعت کو میری رہبری اور ہمراہی کے لئے بھیجدو کہ وہ تمہاری
ولایت میں مجھے لے جائیں۔ ایک مہینے تک جواب کا انتظار کیا معظم خاں کا لشکر اسکے پیچھے
پڑا تھا اسکے پاس آنے کی خبر سنکر وہ ڈرا اور اسکا انتظار نہ کیا کہ رخنگ سے اسکے آدمی
آجائیں وہ ۶ رمضان آغاز سنہ جلوس کو زین الدین و بلند اختر و زین العابدین اپنے
بیٹوں کو اور چند رفیقوں مثل جان بیگ و سید عالم و سید قلی ازبک و مرزا بیگ اور سپاہیوں
کی ایک جماعت اور چند خدمہ و خواجہ سرایوں کو لیکر جہانگیر نگر سے برآمد ہوا۔ راستہ
میں کہیں کشتیاں نہ ملیں اسکے رفیق جو ابتک ساتھ تھے اُس سے جدا ہوئے۔ تین مہینے
ہوئے تھے کہ زین الدین نے ایک شخص کو راجہ رخنگ پاس اور جہانگیر نگر میں شجاع کے
آنے سے تین چار ہفتے پہلے حاکم چاٹ گام پاس دو آدمی بھیجے تھے دو تین سو آدمی اور
اکیاون جلیہ رخنگی و فرنگی مردان کار اور ادوات ضرب و پیکار سے پُر جو حاکم

چاٹگام نے راجہ رخنگ کے اشارہ سے تیار کئے تھے وہ کمک کے طور پر شجاع سے ملے
اور اُنہوں نے راجہ اور حاکم چاٹگام کا نوشتہ اسکو دیا اور رخنگ کے سرداروں نے کہا کہ
اگرچہ راجہ نے ہمکو آپکی کمک اور امداد کو بھیجا ہے اور قرار دیا ہے کہ خود چاٹگام میں آن کر
بیٹھے اور متعاقب نوارۂ عظیم بھیجے اور خشکی کی راہ سے بھی ایک جماعت کو تعین کرے
لیکن یہ سارے مراتب اس صورت میں ہیں کہ آپ جہانگیر نگر میں ثبات قدم رکھیں آپ
اضطراب کرکے وہانسے جو چلے آئے ہیں اب ہمکو حکم نہیں ہے کہ آپکو رخنگ لیجائیں شجاع
نے اُن سے کہا کہ میں جہانگیر نگر سے اسی عزیمت سے باہر آیا ہوں کہ موضع بہلوہ میں کہ
سرحد ملک بادشاہی ہے اقامت کروں اور اُسکے قلعے اور تھانوں کو استحکام دوں اور تمہاری
اعانت و اتفاق سے جو چاہتا ہوں وہ قوۃ سے فعل میں لاؤں تو یہ گروہ اسکی موافقت
پر راضی ہوا اور اُسکی ہمراہ ہوا اس روز پرگنہ لکھی دیہ میں منزل کی دوسرے روز صبح کو یہانسے
نوارہ رخنگ کے ساتھ روانہ ہوا اور پرگنہ بہلوہ میں قلعہ بہلوہ سے چار کوس پر مقیم ہوا۔
یہاں حسین بیگ قلعہ دار بہلوہ کے اشارہ سے امام قلی اسکا خویش شجاع سے ملنے آیا شجاع
نے اُسکی استمالت کی اور اسکو بھیجا کہ وہ حسین بیگ کو سمجھا سمجھو کر لائے حسین بیگ اپنی کم عقلی
سے سو سواروں کو ساتھ لیکر قلعہ بہلوہ سے شجاع کی ملاقات کو گیا شجاع نے اسکو اور
امام قلی کو حوالات میں کرکے اسکو قلعہ حوالہ کرنے کی تکلیف دی اور حکم دیا کہ حسین بیگ اپنے
آدمیوں کو جو قلعہ میں موجود ہیں لکھے کہ قلعہ کو مع تمام اموال کے شجاع کے آدمیوں کو سپرد
کرے دوسرے روز مرزا بیگ کو بارہ آدمیوں کے ساتھ کشتیوں میں بٹھاکر بھیجا اور حسین بیگ کا
نوشتہ دیا کہ جاکر قلعہ کو مع اموال اور اشیا اپنے تصرف میں لائیں مرزا بیگ نے قلعہ سے دو
کروہ پر کشتی کو ٹھہرایا اور ایک آدمی کے ہاتھ حسین بیگ کا نوشتہ اسکے گماشتوں کے
پاس بھیجا جو قلعے میں تھے اور ان کو پیغام دیا کہ وہ چند مرکوب بھیجیں کہ کشتی سے اُتر کر ہمراہیان
سمیت قلعہ میں آئیں۔ جب نوشتہ اہل قلعہ پاس پہنچا تو اُنہوں نے صواب اندیشی و

کارشناسی سے قلعہ کے دینے سے بظاہر انکار کیا اور جواب بھیجا کہ سواری کے لئے ہم گھوڑے بھیجتے ہیں اور ایک چند ساعت کے بعد مظفر نام غلام حسین بیگ اور ایک ہندو جو اسکا دیوان تھا اسّی سوار اور چار سو پیادے وبندوقچی اور تیرانداز اور دو فیل دریا کے کنارہ پر آنکر لڑنے لگے اور ہاتھیوں کو پانی میں لیجاکر کشتیوں پر پہنچے۔ مرزا بیگ کو دس آدمیوں کے ساتھ گرفتار کرلیا اور باقی دو آدمی اُسکے ہمراہی بھاگ کر شجاع پاس گئے اور اس واقعہ کی خبر سُنائی شجاع نے یہ تجویز کی کہ رخنگیوں اور انکے نوارہ کو لیجاکر قلعہ بہلوہ کو تصرف میں لائے صبح کو ایک اور سردار تین کشتیاں چاٹگام سے لیکر آگیا جب رخنگیوں نے دیکھا کہ اسکا کام صلاح واصلاح سے باہر ہے تو اُنہوں نے شجاع کی درخواست کو کہ قلعہ پر چلکر لڑیں نامنظور کیا اور یہ معذرت کی کہ ہمارا ادب وآئین یہ نہیں ہے کہ ہم کشتی سے اُتر کر جنگ کریں ہم توپ وتفنگ سے روئے آب پر آتش کارزار کو روشن کرتے ہیں اور حسین بیگ ابا کش کو جو شجاع کی قید میں تھا اور وہی قلعہ بہلوہ کی ہوس کا سرمایہ تھا اسکو طلب کیا اور کہا کہ ہم تجھ سے معاملہ رکھتے ہیں جب شجاع نے اُسکے بھیجنے میں حیلے حوالے کئے تو اُنہوں نے ناخوش وتلخی سے حسین بیگ وامام قلی کو قید سے آزاد کیا اور اپنے پاس لیگئے اس مقدمہ کے بعد انہوں نے کہا کہ اگر بہلوہ تصرف میں آتا تو آپکے کسی بیٹے کو یہاں مقرر کرتے اور آپ کو رخنگ لیجاتے لیکن اب بہلوہ تو ہاتھ آیا نہیں صلاح اس میں ہے کہ بے توقف ودرنگ رخنگ کو روانہ ہوں شجاع نے اسباب کو قبول کرلیا اور وہ ناحیہ میں چلاگیا شجاع کے آدمیوں کو جب اُس کے ارادہ پر اطلاع ہوئی تو اکثر سپاہی اور خدمہ وملاح متفرق ہوئے اور ہر ایک کسی نہ کسی طرف چلاگیا غرض شجاع نے بنگالہ سے قطع امید کی اور جزیرہ رخنگ میں چلاگیا یہ جزیرہ عالم کے معموروں میں اراذل اور کافروں کا مسکن ہے مملکت وسیع بنگالہ اور اپنی دولت وحشمت چندین سالہ کو شجاع برباد کرکے اس قوم کے سرگروہ سے ملاقات کرنے جو آدمیت وانسانیت سے کوسوں دور ہے دین ودانش ومروت ومردمی سے بیجوڑ اس بُرے وقت اور حال میں

سادات بارہ میں سے سید عالم اور سید قلی اور بارہ اور معزز آدمیوں نے اسکی رفاقت نہیں چھوڑی کل چالیس آدمی اسکے ساتھ تھے۔ رخنگ کا نام اصل میں راکنیگ ہے جسکو مسلمانوں نے رخنگ اور انگریزوں نے اراکان اور برہماوالوں نے یاکنیگ بنالیا ہے۔

راجہ کرن کی سرکوبی کے لئے امیر خاں کا بھیجنا

شاہجہاں کی بیماری کی حالت میں داراشکوہ کے بہکانے سے بے حکم راجہ کرن دکن سے چلا آیا تھا پھر عالمگیر کے پاس اس ندامت کے دور کرنیکے لئے نہیں آیا تھا اور کوتہ اندیشی سے احکام کے جواب میں غدر عذر آمیز سے دفع الوقت کرتا تھا پادشاہ نے اس کی تنبیہ کے لئے نو ہزار سپاہ امیر خاں کو سپرد کی۔ راجہ کا بیٹا کیسری سنگھ باپ سے جدا ہوکر پادشاہ کے ہمراہ رہتا تھا۔ باپ کے استیصال کے لئے خود درخواست کرکے امیر خاں کے ساتھ گیا جب امیر خاں اس لشکر کو لے کر بیکانیر میں آیا تو راؤ کرن خواب غفلت سے بیدار ہوا اسنے سوچا کہ اگر لڑتا ہوں تو سارا گھربار مال متاع ناموس برباد جائیگی اسلئے امیر خاں کو اپنے جرائم کا شفیع بنایا اور اپنے دو بیٹوں انوپ سنگھ و پدم سنگھ کو ساتھ لاکر پادشاہ کا زمین بوس ہوا۔ پادشاہ نے اسکا قصور معاف کردیا۔

مرہٹوں کے ملک اور قوم کا حال

دکن اور مرہٹوں کے ملک کا بیان

عالمگیر کے عہد سلطنت کا واقعہ عظیم مرہٹوں کی ترقی ہے اسلئے ہم اُنکے ملک اور قوم کا مختصر بیان لکھدیتے ہیں ہندوؤں کے جغرافیہ کے موافق دکن عبارت اس ملک سے ہے جو نربدا اور مہاندی دریاؤں کے جنوب میں واقع ہے اگرچہ دکن کے حصے بہت سے ہیں مگر ان میں پانچ بڑے حصے ہیں (۱) ڈراوید (۲) کرناٹک (۳) اندریا تلنگانہ (۴) گونڈوانہ (۵) مہاراشٹر۔ جب غیر ملکوں کے باشندوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں تو تمام مہاراشٹر کے رہنے والونکو مرہٹہ کہتے ہیں لیکن بجائے خود مہاراشٹر کے باشندونکے نام جدا جدا ہیں۔ مہاراشٹر میں جن خاندانوں میں سپہ گیری کا پیشہ ہوتا ہے اُن کو مرہٹہ کہتے ہیں

مہاراشٹر کا ہر باشندہ اپنے ملک میں مرہٹہ نہیں کہلاتا۔ مہاراشٹر کی حدود ہر زمانہ میں بدلتی رہی ہے مرہٹوں کی قوم اس سرزمین میں بستی ہے جو کوہستانوں کے سلسلا اور ایک خطہ کے درمیان واقع ہے۔ یہ کوہستانونکا سلسلہ وہ ہے جو نربدا کے جنوب کی النگ میں سلسلہ بندھیاچل کے متوازی پھیلتا ہے اور خطہ وہ ہے جو گواسے ساحل بحر پر بیدرا ور چاندہ کے درمیان داروہ پر گذرتا ہوا کھینچا جاے یہ دریا اسکی شرقی حد اور سمندر اسکی غربی حد ہے۔ دکہن کے چہرہ میں سلسلۂ کوہ سہیادری۔ خوشنا خط و خال ہے جسکو گھاٹ کہتے ہیں جو اسکے مغرب میں اپنے پاؤں پھیلاتا ہے اور سرا اونچا کرتا ہے دو سمندر سے تیس چالیس میل کے فاصلہ پر ہے گو وہ بہت اونچا نہیں ہے صرف تین ہزار فیٹ سے پانچ ہزار فیٹ تک اونچا ہے مگر اسمیں بعض خصوصیات اور زمینوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنا ایسا ہے کہ وہ شہرت دکن میں ایسی رکھتا ہے جیسی کہ اُتر میں ہمالیہ۔ مغرب کی طرف وہ سطح سمندر سے ایسا بلند ہے کہ دشمن کے آنیکے لئے ایسی سد ہے کہ اسکو اندر گھسنے نہیں دیتی اسکے مشرق میں ایک مرتفع سرزمین سطح سمندر سے ڈیڑھ دو ہزار فیٹ اونچی ہے اور مرہٹونکے ملک سے بتدریج اسمیں ڈھلان خلیج بنگالہ تک ہوتا چلا جاتا ہے اس پہاڑ اور سمندر کے درمیان ایک خطہ زمین ہے جسکو ولایت کوکن یا کونکن یا کان کان کہتے ہیں اسمیں زرخیز بندر جیسے چیول وابل ہیں واقع ہیں اسکے ایک حصہ میں کوہستان و درہ و سنگ لاخ اور بعض میں بیشے و جنگل ہیں۔ ہمارے جغرافیہ میں اسکا مفصل حال پڑھو۔ ہم مرہٹوں کا حال جو مسلمانوں کے عہد سلطنت سے متعلق ہی یہاں لکھتے ہیں۔ باقیماندہ حال تاریخ عہد انگلشیہ میں دیکھو۔

جیسے ہندوستان کے ہر یک ملک کی تاریخ تاریکی میں ہے ایسی ہی مہاراشٹر کی مسلمانوں کے حملہ سے پہلے فقط دو چار انقلابوں کا بیان لکھا ہے۔ مہاراشٹر کے اصلی باشندے گرسی ہیں جو اس ملک میں گنواری گانا جانتے۔ تاریخ سے تحقیق ہوتا ہے کہ یہاں ایک راج تھا جسکی راجدھانی ناگار اتھی یہاں کے راجاؤں کی قوت کو شال باہن نے خاک میں ملادیا۔ شال باہن ایک رذیل قوم کا آدمی تھا اس نے اس راجہ کا ملک فتح کرلیا

جو قوم کا راجپوت سسودیہ کے نسل سے تھا۔ سال باہن نے اس راجہ کے سارے خاندان کو قتل کیا مگر ایک عورت اپنی بچے کیساتھ جان سلامت لیکر نکل گئی اور ست پوری کے پہاڑ ونمیں اُس لڑکے نے پرورش پائی اور یہی لڑکا چتوڑ کے راناؤں کی بنس کا بانی ہوا چتوڑ کے رانا سے اودیپور کے رانا پیدا ہوئے۔

اِس خاندان میں سے مرہٹوں کی قوم کا بانی پیدا ہوا بعد اسکے مہاراشٹر میں جو اور انقلابات ہوئے انکا حال تحقیق نہیں ہوا اور پی تھان سے دارالسلطنت دیوگڈھ میں (جسکو حال میں دولت آباد کہتے ہیں) بدل گیا۔ یہاں شال باہن کے متواتر راجہ جادو رائے دیو تک ہوتے آئے تیرہویں صدی کے آخر میں جب مسلمان یہاں آئے ہیں تو یہی راجہ تھا جسکا ذکر تمنے اس زمانہ کی تاریخ میں پڑھا ہوگا۔ معتبر نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹوں کا ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگیا۔ تاریخ فرشتہ میں ان راجاؤنکا جو بیان آیا ہی وہ ہمنے پہلے لکھدیا ہی۔

مرہٹے راناکی نسل میں ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں۔ چھتریونکا یہ دعوی ہے کہ ہم ماں کے پیٹ سی سپاہی پیدا ہوتے ہیں اور خدانے سپہ گری کا کام ہماری نسل سی مخصوص کیا ہے اسلئے مرہٹوں نے بھی جو سپاہیونکا فرقہ ہے چھتری ہونیکا دعویٰ کیا اس دعوی کا جھوٹا سچا ثابت کرنا نہایت مشکل ہے مگر ان راجپوتوں اور مرہٹونمیں یہ فرق ہے کہ راجپوتونکی قوم کی یہ عادت ہے کہ جب انکی عزت پر بری آن بنتی ہے تو وہ ہاتھ پاؤں ہلاتے ہیں۔ نہیں کاہل رہتے ہیں برخلاف اِسکے مرہٹونکے کہ وہ اپنی غرض و مطلب حاصل کرنیکے لئے جان جوکھونمیں پڑجاتے ہیں فقط عزت ہی کے لئے لڑتے بلکہ اپنے مطلب اور اغراض کیلئے بھی کوشش وکشش کرتے ہیں ادنی رجپوت کے چہرہ میں وجاہت شرافت پائی جائیگی اور اعلی مرہٹہ کے چہرہ میں اکھڑپن اور گنوارپن ظاہر ہوگا اگر یہ دو کسی ایک شخص کے دشمن ہوجائیں تو راجپوت دانا دشمن اور مرہٹہ ہیبت ناک اور ناخداترس دشمن ہوگا۔

تاریخ میں مرہٹونکا ذکر اس طرح نہیں آتا کہ وہ ایک قوم تھی جب اوّل اوّل مسلمانوں نے دکن پر حملہ کیا ہی تو کہیں مرہٹونکا نام نہیں آیا اور ایسی ان پر کم توجہی تھی

دستوروں میں مستعمل میں جب وہ اپنے کوہستانی دیہاتی وطن سے نکلے ہیں تو اور قومیں انکو ایک اجنبی اور نئی قوم سمجھتی تھی ہمارا مطلب فقط یہ ہے کہ ہم یہ جتلائیں کہ مسلمانوں کے عہد سلطنت میں مرہٹوں کا حال کیا تھا اسلئے فقط اسی کو لکھتے ہیں۔ جب مسلمانوں نے دکن کو فتح کیا اور دیوگڈھ کا نام بدلکر دولت آباد رکھا اور بعدازاں سلطنت بہمینہ کا اقبال چمکا اور اسکو استقلال ہوا تو مرہٹوں نے چند مرتبہ مسلمان حاکموں سے سرکشی کی اور ایکمرتبہ راجہ نے مسلمانوں کے لشکر کو دغا سے مار ڈالا جب خاندان بہمینہ ختم ہوگیا تو پانچ اور سلطنتیں اسکی جگہ قایم ہوئیں۔

ان سلاطین پنجگانہ کی ابتدا سلطنت میں مرہٹوں کا حال وہی رہا جو سلاطین بہمینہ کی سلطنت میں تھا اکثر کوہستانی قلعوں میں مرہٹے متعین کئے جاتے کبھی وہ سرکار شاہی سے تنخواہ پاتے اور کبھی جاگیریں انکو ملتیں کبھی وہ دیس مکھ (چودھری یا زمیندار ہوتے ہیں) ہوتے پھر مرہٹے منصب دار ہونے لگے مرہٹے گھوڑوں کو تھوڑے دنوں میں جمع کرلیتے اور انکے تعداد کے موافق وہ منصب دار ہوجاتے انکا نوکر رکھنا اور برطرف کرنا سلاطین دکن کی مرضی پر تھا۔ اسطرح کی سپاہ رکھنے ... میں سرف اور بے انتظام سلطنت کو بڑی آسانی تھی ان پادشاہوں نے ان مرہٹوں کو انکے قدیمی خطاب راجہ نایک راؤ کے دئے اور ان خطابوں کے ساتھ انکا ساز و سامان بھی انکو دیا جس سے وہ ایک شان سے رہنے لگے تاریخ فرشتہ میں بھی کبھی کبھی برگی کا ذکر آتا ہے مسلمان اکثر کرناٹک کے نائکوں پر اسکا اطلاق کرتے ہیں اہل کرناٹک جو مسلمانوں کی زبان نہیں بول سکتے تھے وہ برگی کی جگہ اپنے تئیں مرہٹہ کہتے تھے۔ تمام مرہٹہ منصب داروں کی سپاہ برگی کہلاتی تھی یہ سپاہ دشمنوں کی راہوں کے روکنے کے لئے اور انکے پاس آذوقہ رسد نہ پہنچنے کے واسطے اور بھاگتے ہوئے دشمن کے تعاقب میں لوٹ مار کے کام کے لئے اور ملکوں کی تاخت و تاراج کے واسطے مقرر کیجاتی تھی۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ کرناٹک میں بعض برگی سرداروں نے سرکشی کی جن کو عادل شاہ نے دغا سے مار ڈالا برہمن داسوجی اس دغا میں مارا گیا وہ بڑا کارکن تھا پھر ابراہیم عادل شاہ کے علم کے نیچے برگی نظام شاہ سے لڑے۔ بیجاپور اور احمد نگر

کے سلاطین کی سپاہ میں برگی بہت تھے کیونکہ ان قلمرو میں مہاراشٹر داخل تھا۔ گولکنڈہ کے بادشاہ کی سپاہ میں کچھ برگی تھی۔

بیجاپور کی ریاست میں بڑے بڑے مرہٹے سردار بہ تفصیل ذیل تھے (۱) چندر راؤ موری (۲) راؤ نائک نمبل کر جسکو پھول تن راؤ بھی کہتے ہیں (۳) جج ہرراؤ گھاٹ کے (۴) راؤ مانے (۵) گھور پورے (۶) ڈفلے (۷) ساونت بہادر دیس مکھ واری کا احمد نگر کی ریاست میں مرہٹہ سردار بہ تفصیل ذیل تھے (۱) راؤ جادو (۲) راجہ بھوسلہ اور باقی اور چھوٹے چھوٹے سردار۔

ان سب سرداروں کے نام تاریخ دکن میں مذکور ہیں اکثر ان میں سے دیس مکھ تھے۔ احمد نگر کی سلطنت میں جادو راے دیس مکھ سنکھیر کا بیان ہوا ہے۔ وہ غالباً راجہ دیوگڈھ کی اولاد میں سے تھا۔ سولہویں صدی کے آخر میں موکھ جی جادو رائے کے خاندان سے زیادہ طاقتور کوئی اور خاندان نہ تھا۔ نظام شاہ کی طرف سے اسکی جاگیر دس ہزار سواروں کی تھی اسی طرح ایک اور خاندان تھا جسکا لقب بھوسلہ تھا ہمکو زیادہ تر اس خاندان کے بیان کرنے سے کام پڑیگا بھوسلہ پاس کئی پٹیل تھے وہ ایک گاؤں ویرول میں دولت آباد کے نزدیک رہتا تھا۔ باپ جی بھوسلہ کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام مالوجی اور چھوٹے کا نام وٹھوجی تھا۔ مالوجی کی پہلی شادی دیپا بائی سے ہوئی جو دنگوجی یعنی جگ پال راؤ نائک نمبل کر دیس مکھ پھول تن کی بہن تھی مالوجی کی اولاد نہیں پیدا ہوئی تھی احمد نگر میں ایک فقیر شاہ شریف کی دعا سے اسکے بیٹا پیدا ہوا جسکا نام فقیر کے سبب شاہ رکھا گیا اور مرہٹوں کا تعظیم کا لفظ جی اُسکے آگے بڑھایا گیا۔ شاہ جی نام ہوا جسکو شاہ جی یا ساہوجی بھی کہتے ہیں۔ یہ شاہ جی ۱۵۹۴ء میں پیدا ہوا۔ مالوجی بھوسلہ بڑا چالاک سلحدار تھا اسنے اپنی حسن خدمت گذاری سے بڑا درجہ حاصل کیا تھا اسکا بیٹا شاہ جی بھی بہت خوبصورت تھا ۱۵۹۹ء میں ہولی کے تہوار میں یہ لڑکا اپنے باپ کے ساتھ جادو راے کے

گھر میں آیا۔ ہندوؤں کا دستور ہے کہ اس تہوار میں وہ بڑے آدمیوں سے ملنے جایا کرتے ہیں اس تہوار کے پانچویں دن ایک جلسہ میں شاہ جی باپ کے ساتھ جادو رائے کے گھر میں آیا جادو رائے نے شاہ جی کو پیار سے اپنے پاس بلایا اسکے برابر اسکی بیٹی جی جی تین برس کی بیٹھی تھی لڑکی سے کہا کہ تو اس لڑکے (شاہ جی) کو اپنا دولہا بنائے گی۔ پھر اُس نے مجلس کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ کیا اچھے دولہا دولہن ہیں۔ یہ دونوں بچے ہولی کی رسم کے موافق گلال ایک دوسرے پر پھینک رہے تھے اہل مجلس اس تماشے کو دیکھکر ہنس رہے تھے۔ مالوجی بھوسلہ اُٹھا اُسنے کہا ساری سبھا گواہ رہے کہ میرے بیٹے کی سگائی جادو رائے کی بیٹی سے ہو چکی۔ اہل مجلس نے اسکو مان لیا اور جادو رائے متحیر ہو کر خاموش ہو گیا جادو رائے نے یہ بتلانے کیلئے کہ جو میں نے کہا تھا وہ فقط ہنسی کی بات تھی۔ مالوجی کو دعوت میں بلایا مگر مالوجی نے کہا کہ جبتک تم شاہ جی کو اپنا جنوائی نہ مانوگے میں دعوت میں نہیں آئینگا۔ جادو راؤ نے اس سے سخت انکار کیا اسکی بیوی جو بڑی مغرور آن تان کی تھی وہ میاں پر بڑی خفا ہوئی کہ تو نے ایسے بات کو ہنسی سے کیوں منہ سے نکالا کہ اسکی بیٹی شاہ جی سے بیاہی جاوے۔ مالوجی بڑا مستقل مزاج تھا اور اپنا مطلب نکالنا خوب جانتا تھا خواہ کسی طرح ہو وہ اپنے گاؤں کو چلا گیا وہاں جا کر کہا کہ بھوانی دیبی نے اُس پاس آنکر اسکو بڑا خزانہ بتلا دیا ہے یہ دولت اُسنے نظام شاہ کے عہد میں جو سترہ برس کا تھا ملک کی لوٹ مار سے جمع کی ہوگی یہ روپیہ چار گونڈی کے ایک ساہوکار شیونائک پونڈے کو حوالہ کیا کہ لوگوں کو اس کی دولت کا یقین ہو اس دولت سے گھوڑے خریدے تالاب و کنوئیں کھدوائے۔ مندروں میں روپیہ چڑھایا اور اسی دُھن میں لگا رہا کہ جادو رائے سے رشتہ مذکور ہو اس میں اسکو منصب پنجہزاری مل گیا اور سیو بیری اور چاکنہ اسکی جاگیر میں لگئے غرض اس جاہ و منصب دولت مندی نے خاندان کے عیب پر پردہ ڈالدیا اور جادو رائے بیٹی بیاہنے پر راضی ہو گیا شاہ جی

اور جی جی بائی کا بیاہ بڑی دھوم دھام سے ہوگیا اور سلطان اس میں شریک ہوا اس بیوی سے شاہ جی کے دو بیٹے سنبھاجی و سیواجی پیدا ہوئے۔ بڑا بیٹا سنبھاجی باپ کو عزیز تھا ہمیشہ اسکو اپنی ساتھ رکھتا تھا سیواجی ماں کو بہت عزیز تھا جب وہ خاوند سے اس سبب سے ناراض ہوئی کہ اُس نے دوسری شادی کرلی تو سیواجی اپنی ماں کے ساتھ باپ سے جدا ہوکر پونہ چلا گیا۔

مغلوں نے جو گولکنڈہ و احمدنگر و بیجاپور کو فتح کرکے اپنی سلطنت میں داخل کرنیکا ارادہ کیا اس سبب سے مرہٹوں کا بڑا عروج ہوا اس سے دکن میں مسلمان سلاطین کی قوت ٹوٹ گئی مرہٹوں کی طاقت بڑھ گئی ملک عنبر نے مرہٹوں کو بڑا سردار بنایا یہ حال ہسٹری تاریخ دکن میں مفصل ہے۔

خافی خاں لکھتا ہے کہ دکن اور یہاں کے مرہٹوں کے ثقہ آدمیوں کی زبانی سیواجی کے اصل و نسب کا حال یہ سُنا گیا ہے کہ اصل میں اسکے اجداد کا رشتہ راناؤں چتوڑ کے سلسلے سے ملتا ہے راجپوتوں اور تمام قوم ہنود میں یہ مقرر ہے کہ اگر اپنے اور غیر ذات کے پاکیزہ کے بطن سے فرزند پیدا ہو تو اسکو بدقوم و شوم جانتے ہیں اس صورت میں کہ عالم جوانی و شہوت رانی میں کوئی فرزند غیر کفو سے پیدا ہو تو اسکو خانہ زاد و کنیز و غلام اعتبار کرتے ہیں اور اس اولاد کو ترکہ میت نہیں پہنچتا۔ مادر مولود پدر کی نسبت بجنسہ ہو مگر فقط اتنی بات کہ وہ اپنی قوم سے نہ ہو تو اس سے نسبت و کدخدائی نہیں کرتے اگر بطریق عاشقی مدخولہ کرتے ہیں تو اسکی اولاد کمال بے اعتباری سے ولدالزنا کی طرح پرورش پاتی ہے اور اسکی کتخدائی اسی کی ہم جنس سے ہوتی ہے مثلاً اگر زن قوم بقال سے کسی کمتر قوم کے گھر میں یا دختر بکر برہمن کھتری کا یتھ کے تصرف میں آئے تو جو فرزند پیدا ہوگا وہ کنیز و غلام متصور ہوگا کہتے ہیں کہ سیواجی کے اجداد میں سے جو بھوسلے سے ملقب تھا وہ ملک رانا کے اطراف میں مسکن رکھتا تھا اس نے ایک بد اصل غیر قوم عورت سے تعلق پیدا کیا اور دستور کے موافق متعہ کیا اور اسکو اپنا خاص بنایا اُس سے بیٹا پیدا ہوا خویش و تبار کے طعن کے اندیشے سے اس مولود کو ایک

سیواجی کی ولادت اور تعلیم

اپنے اہل و عزیز کے پہاڑ کے گرد و کنار میں پوشیدہ پرورش کرتا تھا وہ اس عورت سے ایسی وابستگی رکھتا تھا کہ ہر چند ماں باپوں نے چاہا کہ انکا بیاہ اپنی قوم میں کریں مگر اُسنے قبول نہیں کیا جب اس قرابت سے پہاند ہوتا اور خویش و بیگانہ میں فرزند کی پرورش کا ذکر مشتہر ہوا تو اپنے بیٹے کو جہاں وہ پوشیدہ مکان میں تھا لیکر دکن کو روانہ ہوا۔ باوجودیکہ یہ جھوٹ مشہور ہو گیا تھا کہ اسکا بیٹا ہمقوم عورت سے پیدا ہوا ہے صحیح النسب راجپوتوں میں سے کوئی اس لڑکے سے شادی نہیں کرتا تھا قوم مرہٹہ جو راجپوت ہونیکا دعوی کرتی ہے انہیں ناچار اپنے بیٹے کی شادی کی اس نسل سے ساتویں آٹھویں پیڑی میں ساہو بھوسلہ پیدا ہوا۔

سیواجی کی ولادت اور تعلیم

سیواجی مئی ۱۶۲۷ء میں پہاڑی قلعہ سیوبری میں پیدا ہوا سیواجی اسکا نام رکھا گیا اسکا حال بھی عجیب غریب ہے اُس سنہ میں پیدا ہوا کہ دکن کے تین سلطان لائق دانشمند فرمانروا اس دُنیا سے ناپید ہو گئے تھے اور اسکی جنم بھوم کے گرد چاروں طرف سلطنتوں کے تخت ڈگمگا رہے تھے باپ اسکا وہ شخص تھا جو تین سلطنتوں کے معاملات صلح و جنگ میں شریک تھا اور اُنسے مغلوب ہو چکا تھا اور چوتھی سلطنت کے ساتھ اسی قسم کے معاملات میں مصروف تھا ماں اُسکی وہ عورت تھی کہ اپنے تئیں اُن راجپوت راجاؤں کی نسل سے بتاتی تھی جو مہاراشٹر میں راج کر چکے تھے اور پہلے مسلمانوں کے ہاتھ سے نیست و نابود ہو چکے تھے۔ جسوقت وہ گھٹنوں کے بل چلتا تو اسوقت وہ اپنی ماں کی گود میں تھا جو ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ میں مغلوں کے ہاتھ سے بھاگتی پھرتی تھی اور آخر کو وہ گرفتار ہو گئی تو اُسنے اپنے بچے کو تعلیم و تربیت کے لئے ایک دانشمند بھگت برہمن دادا جی کندیو کو سپرد کر دیا یہ نامی گرامی گرو پونہ کی جاگیر کا ناظم شاہ جی کیطرف سے تھا اس اُستاد سے شہسواری شمشیر زنی نیزہ بازی تیر اندازی پہاڑوں کے نشیب و فراز پر چڑھنا اور تیز نالوں پر پھلانگنا سیکھا اپنے پہاڑی دلاور دوستوں کے ساتھ وہ کوہستان میں جاتا اور شیروں کو وہاں سے نکالتا اور شکار کرتا

غرض تمام وہ سپاہیانہ ہنر جو اس ہونہار الوالعزم کے شایان تھے سیکھے پڑھنے لکھنے کی طرف اُسنے کچھ خیال نہ کیا اسکو اپنا نام تک لکھنا نہیں آتا تھا مگر اُستاد نے کرم دھرم گیان کی باتوں اور پوجا پاٹ کا نہایت پابند کیا اور اس سببسے وہ ایک متعصب ہندو ہوگیا اور مسلمانوں سے اسکو دلی نفرت ہوگئی اُسے دیوتاؤں کی لڑائیاں اور سورماؤں کی کہانیاں سنوائیں کہ جس سے اسکی طبیعت میں شجاعت اور مردانگی کے کاموں کا عشق پیدا ہوگیا۔

چونکہ پونا ایک ایسی جگہ واقع ہے کہ جہاں پہاڑی اور میدانی ملک آپس میں ملتے ہیں اسلئے دونوں قسم کے آدمیوں سے سیواجی کا اتفاق صحبت ہوا۔ اول سیر وشکار سے پہاڑی لوگوں سے جنمیں سے اکثر اسکے باپکے سواروں میں بھرتی ہوتے تھے یا گھاٹوں کے پاس پڑوس کے ڈاکوں اور لٹیروں سے غرض یہ اسکے ہمراہی بڑے جفاکش اور مضبوط تھے ان کی صحبتسے اسکی طبیعت میں بڑے بڑے کاموں کا عشق پیدا ہوگیا ادھر اس صحبت کا اثر اُدھر دیوتاؤں اور سورماؤں کی نظم داستانوں کی خوش کلامی کی تاثیر۔ ان دونوں نے ملکر اسکے دل میں بڑے بڑے کاموں کا جوش وخروش پیدا کردیا۔ یہ آفت روزگار جب سولہ برس کا ہوا تو داداجی نے اسکو جاگیر کے نظم ونسق میں شریک کرلیا۔ مگر اب وہ اسکے حد اختیار سے باہر ہوگیا۔ ان لٹیروں میں سے ہے۔ غرض اس لوٹ مار اور شیر وشکار کے سپاٹوں میں جتا اور کون کان کی ساری گھاٹیوں سے وہ واقف ہوگیا اور وہ یہ خوب سمجھ گیا کہ ایسے کونسے مقامات ہیں جہاں حملہ کرنا چاہیئے اور کونسی ایسی جگہ ہیں جہاں بیٹھکر اپنی حفاظت کرنی چاہیئے۔ وہاں کے جنگل کے باشندوں سے پہلے ہی آشنا تھا پونہ کے شمال میں جو گھاٹوں کے حصے ہیں اُن میں بھیل اور کولی بستے تھے اور جنوب میں جو حصے ہیں انہیں قوم راموسے آباد تھے مگر پونہ کے عین مغرب میں مرہٹے بستے تھے وہ مدتسے اس اجاڑ ملک کی سختیاں اُٹھاتے تھے جس وادی کوہ میں وہ آباد تھے انکا نام ماول تھا اسلئے

سیواجی کے یار اور مددگار

پہاڑی قلعوں پر سیواجی کا قبضہ

اُنکے باشندوں کو ماولی کہتے تھے۔

سیواجی نے ماولیوں کو اپنا یار بنایا۔ اُنہیں کی یاری اسکی یاوری کا سبب ہوئی تھی۔ اُس پر تیز فہمی اور ہوشیاری اور دوراندیشی ختم تھی اُسنے ان لوگوں کے منتخب کرنے میں اپنی عقل کو خرچ کیا اور اب چھوٹے چھوٹے منصوبوں سے بڑے بڑے کاموں کو سوچنے لگا اور ایسی راہ نکالی کہ اُسکے یہ سب دوست اُسکے ان کاموں میں بڑے کام آئے۔

بیجاپور کی سلطنت میں جو پہاڑی قلعے تھے اُن کی خبرگیری اچھی طرح نہ کیجاتی تھی اکثر اُنمیں سے دارالسلطنت سے دور تھے اور بیماری کے گھر سمجھے جاتے تھے۔ خصوصًا برسات میں کبھی ان میں ایک مسلمان افسر ہوتا۔ اِس پاس کچھ ٹوٹی پھوٹی کم تنخواہ کی فوج ہوتی۔ کبھی یہ بھی نہ ہوتا بلکہ جو آس پاس مال کے اہلکار ہوتے انکے سپرد کردیئے جاتے قطع نظر اس سے اسوقت پادشاہ بیجاپور ملک کرناٹک کی فتح میں سرتاپا مصروف تھا اسلیئے ان قلعوں میں فوج شاہی بہ نسبت سابق کے بہت کم تھی اب ان قلعوں پر قبضہ پانیکے لیئے سیواجی نے اپنی تدابیر کا آغاز اسطرح کیا کہ پونہ سے جنوب میں بیس میل پر ایک پہاڑی قلعہ نہایت مضبوط تورنا تھا سنہ ۱۶۴۶ء میں اُسنے اپنے دوستوں کی معرفت حاکم قلعہ سے گفتگو کی کہ وہ قلعہ اسکے حوالہ کردے۔ جب قلعہ دار اسبات پر راضی نہ ہوا تو پھر اُس نے اپنا وکیل دربارشاہی میں بھیجکر یہ درخواست کی کہ یہ قلعہ اسکو عنایت ہو وہ پہلے حاکم سے دس گنا زیادہ محصول ادا کریگا اور بادشاہ کی جاں نثاری اور خدمت گذاری میں دل و جان سے مصروف ہوگا۔ غرض یہ اپنی درخواست بادشاہ کے ہاں اہلکاروں کو خوب رشوتیں دیکر منظور کرالی۔ اب قلعہ تورنا کو اُس نے مستحکم کیا وہاں اسکو ایک خزانہ ہاتھ لگ گیا۔ اس خزانہ خداداد کے ملنے سے اُسنے اپنی عقلمندی سے اپنی بھگوتی کا یقین لوگوں کو کرادیا۔ اور بتلادیا کہ یہ بھوانی نے دیا کر کے خزانہ بھیجدیا ہے۔ اس خزانہ کو اس نے سپاہ میں تقسیم کردیا اور تورنا سے جنوب مشرق میں

تین میل پر کوہ مہور بدھ پر ایک اور نئے قلعہ کے برج و خندق کے مستحکم کرنے میں لگا یا اور اسکا نام راجگڈھ رکھا یہ اسکی بڑی دانائی تھی کہ وہ اپنی سب باتوں میں مذہب کی حمایت اور قوم کی رعایت کو ظاہر کرتا تھا۔ ٹھاکر دواروں اور مندروں کے جو مواقف و مصارف مسلمانوں نے ضبط کر لئے تھے انکو بحال کرتا اور اپنے سارے کاموں میں بھگتائی اور دھرم ستی ہونے کو ظاہر کرتا۔ اپنے حال پر دیوتاؤں کی خاص عنایت بتاتا۔ اپنے سپنوں کو مکاشفات بتاتا۔ جب شاہ بیجاپور کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ آیندہ چپ نہ بیٹھ سکا اور اسکے باپ شاہ جی سے جواب طلب کیا اور حکم دیا کہ اپنے بیٹے کو ایسی حرکات سے باز رکھے شاہ جی نے اپنے عذرات پیش کئے اور داداجی اور سیواجی کو لکھا کہ آیندہ وہ ملک بیجاپور پر ایسی دست اندازیاں نہ کریں۔ داداجی گرو نے اول تو اپنے چیلے کو سمجھایا کہ باواجی کے کہنے پر عمل کرے۔ مگر بعد اسکے وہ چیلے کے ارادوں کا چیلہ بن گیا اور ایسی تدبیریں بتانے لگا کہ اُسکے سارے کاموں سے اُسکے ہم مذہبوں اور ہم وطنوں اور ہم قوموں کی ترقی ہو جب وقت مرگ اُسکا آیا تو اُسنے سیواجی کو پاس بٹھایا اور اس ہونہار نوجوان کو یہ سمجھایا کہ اپنے دہرم اور کرم پر قائم رہنا۔ گائے اور برہمن اور کاشتکاروں کی رکھشا کرنا۔ ٹھاکر دواروں اور مندروں میں کوئی کھنڈت نہ ہونے دینا اور جو کچھ بُرا بھلا آگے آئے اسپر صابر اور شاکر رہنا داداجی نے یہ کہکر پران چھوڑ دئے اس نوجوان کے دل پر گرو کے ان آخر حکموں کا وہ اثر ہوا۔ کیا ٹھگوں کا افسر اور بڑا غارت گر تھا یا اپنی قوم کا آزاد کرنے والا۔ اپنے مذہب کی حمایت کرنے والا ہوگیا اب اپنی آپ وہ اچھی قدرت و منزلت عزت و تعظیم کرنے لگا۔

اپنے داداجی کے مرنے کے بعد اُسنے اپنے باپ کی جاگیر پر قبضہ کرلیا اور بے روک ٹوک کام کرنے لگا جو کچھ محصول اور خراج جاگیر سے وصول ہوا باپ پاس نہ بھیجا اس کے خرچ کی معقول وجوہات بتلادیں کہ ملک ایسا مفلس ہے کہ کچھ آمدنی کی بچت نہیں ہوتی

گذارہ کرناٹک کی آمدنی سے لیجئے۔ پونہ کے شمال میں چاکنہ ایک بہت عمدہ قلعہ تھا اُس پر چُپ چاپ قبضہ کرلیا اور وہاں کے حاکم کو باپ کے نام سے نوکر رکھ لیا۔ اور اس ضلع کی رعایا کے ساتھ نہایت رعایت سے پیش آیا اور اس سے زیادہ اہم ایک اور قلعہ گندنہ کا لینا تھا اُسکے حاکم کو رشوت دیکر لے لیا اور سنگ گڈھ اُسکا نام رکھا۔ پرگنہ سوپہ میں اسکا میاں سُسرا باجے موہتے اسکے باپ کیطرف سے حاکم تھا اُسکو سیواجی کے پکھنڈ نہیں بھاتے تھے اُسپر ایک رات کو چھاپہ مارا۔ اور اسکو اور اسکے ساتھیوں کو قید کرلیا۔ ان قیدیوں میں سے بعض نے سیواجی کی سیوا اختیار کی اور باقی قیدیوں اور موہتے کو کرناٹک میں شاہ جی پاس بھیجدیا۔ جن دنوں میں دادا جی کن دیو کا انتقال ہوا تھا اُنہی دنوں میں پورندہر کا قلعہ دار بھی مرا اسکے تین بیٹے باپ کی جاگیر پر جھگڑا کر رہے تھے سیواجی انکے ثالث بنے اور اپنے ہمراہیوں کو وہاں لے گئے اور تینوں بھائیوں کو قید کرلیا۔ پھر اپنی شیریں کلامی سے اُنکو اپنا دوست بنا لیا اور وہ اُسکے بڑے بڑے کاموں میں کام آئے اور ایمانداری سے خدمات اُس کی بجالائے۔ سیواجی نے ان مہمات کو اپنی تدبیر و تزویر سے انجام دیا اور کسی کی نکسیر بھی نہ پھوٹی ایسے انتظامات کو مرہٹے ستم اور جور پر ترجیح دیتے ہیں۔ سیواجی نے اپنے باپ کی جاگیر کا خوب انتظام کیا محصول خوب وصول کیا اور چاکنہ سے نیرا تک ملک پر وہ قابض ہوگیا اُس میں جنگی قلعے آراستہ تھے اور وہ استوار اور محکم مقام دشمنوں سے لڑنے کے لئے تھے اور غنیمت کے مال کے لئے نہایت محفوظ جگہیں تھیں پہاڑوں میں یہ انتظام کرکے اُسنے اب میدان جنگ میں گھوڑے دوڑانے شروع کئے اور بیجاپور کی سلطنت سے بغاوت اختیار کرنے میں کوئی پردہ نہ رکھا۔ اُسنے ملک کا شکار اس طرح کیا جس طرح شیر چھپ کر پہاڑوں کی کھوہ میں شکار کی تاک جھانک میں بیٹھتا ہے اور جوں ہی وہ نظر پڑتا ہے اُسپر جھپٹا مارتا ہے اور پھر اپنی کھوہ میں جا بیٹھتا ہے۔

اب اُس نے ماولیوں کو پیادوں میں بھرتی کیا۔ سوپہ کی مہم میں تین سو گھوڑے

اُسکے ہاتھ لگے تھے اُن پر پیادوں کو سوار کرکے سوار بنائے ۔ اور ان سواروں کے ساتھ پہلے ہی یہ شکار مارا کہ والی بیجاپور کو تین لاکھ اشرفیوں کا خزانہ مولانا احمد حاکم کلیان نے بھیجا تھا ۔ اُسے ۱۶۴۸ء میں لوٹ کر راج گڈھ میں لے گیا ۔ روپیہ سارا سواروں کو دیدیا قلعوں کان گوری ٹونک ۔ نکونہ ۔ بھورپ ۔ کوری ۔ لوگھر ۔ راج ماچی ۔ ٹالا ۔ گوس سالا ۔ اور کوہستانی مضبوط قلعہ رائے ری کو فتح کرکے اصل مالکوں کو دے دیئے ۔ سیواجی کی لوٹ دولت بیجاپور

اب کانکن پر اُس نے حملہ کیا اور جن مقامات میں دولت تھی اُن کو لوٹا ۔ کانکن کے شمالی جانب ایک مسلمان حاکم تھا اور کلیان اسکی دارالریاست تھی اُسپر سیواجی کے ایک برہمن ماجی سوتی دیو ۔ افسر نے حملہ کیا اور کلیان فتح کرلیا اور جو اُس سے متعلق قلعے تھے اُن پر قبضہ کرلیا اور حاکم کو قید کرلیا ۔ سیواجی اس فتح کو سنکر بہت خوش ہوا اور خود کلیان میں گیا اور ماجی سوتی دیو کی بڑی تعریف کی اور اس ملک کا صوبہ دار مقرر کیا اور ملک کا انتظام کیا پُرانے قوانین مالگذاری کے جاری کئے مندروں پر چڑھاوے بھیجے برہمنوں کو زمینیں دیں کیس ۔ سیدی ایک خوفناک ہمسایہ تھا اسکی جاگیر جو قبضہ میں آئی تھی اُسپر قبضہ رکھنے کے لئے دو قلعوں کی تعمیر کا حکم دیا ایک گوس سالا کے پاس بیردارا اور دوسرا رائے ری کے پاس بنگانہ مولانا احمد جسکو ماجی سوتی دیو نے قید کیا تھا سیواجی نے اسکی بڑی خاطرداری کی اور اسکو عزت و حرمت کے ساتھ بیجاپور کے دربار کو رُخصت کیا مگر دربار میں اُس کے قید ہونے اور قلعوں کے حوالہ کرنے کی خبر پہلے آچکی تھی شاہ بیجاپور نے اُسے موقوف کردیا ۔

جب محمد عادل شاہ بادشاہ بیجاپور نے سیواجی کے یہ بہت ہتکنڈے دیکھے اور اسکی تدبیر اور تزدیر اور زور شمشیر سے آگاہ ہوا تو آگ بگولہ ہوگیا ۔ سیواجی کا باپ شاہ جی کرناٹک میں بادشاہ کی طرف سے صوبہ تھا اسکو دغا سے اُسکے ایک ہم قوم باجی گھورپورے نے دعوت میں بلایا اور گرفتار کرکے بیجاپور میں بادشاہ پاس بھیجدیا شاہ جی کا قید ہونا اور چھوٹنا

پادشاہ نے ۱۶۴۹؁ء میں اِسے سنگین قید خانہ میں قید کر دیا جسکا بہت چھوٹا دروازہ تھا اور کہا کہ اگر تمہارا بیٹا اپنے افعال ناشائستہ سے باز نہ آئیگا اور تابعداری نہیں اختیار کریگا تو قید خانہ کا دروازہ تیغہ کر دیا جائیگا یہ خبر سنکر سیواجی باپ کے چھڑانے کی تدبیر میں لگا - اول اُسکے دلمیں آئی کہ باپ کے چھڑانے کے لئے عادل شاہ کی فرمانبرداری کیجے مگر اسکی بیوی سہائی بائی نے اسے روکا کہ اس نافرمانی سے جو شاہ جی کی رہائی کا احتمال ہے وہ اس بادشاہ کی فرمانبرداری میں نہیں ہے جو بیوفائی میں مشہور ہے اور سوچا کہ اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ بادشاہ دہلی کا توسل ڈھونڈھنا چاہیئے - سیواجی ایسا سرتیلا تھا کہ اب تک شاہ دہلی کی خدمت میں کوئی گستاخی نہیں کی تھی چنانچہ یہ منصوبہ اسکا ٹھیک پڑا - اور شاہجہاں کے ہاں سے اُسے پنجہزاری کا خطاب ملا - اور غالب ہے کہ اس بادشاہ کی سفارش سے شاہ جی کو رہائی ہوگئی شاہ جی چار برس تک قید خانہ کی سیوا کرتا رہا اور چپ چاپ بیٹھا رہا - ملک میں بھی امن رہا - سیواجی ملک میں دست درازی کرتے ہوئے یوں ڈرتا تھا کہ کہیں قید خانہ میں باپ کا کام تمام نہ ہو جائے اور شاہ بیجاپور اس اندیشہ سے چپ چاپ تھا کہ کہیں سیواجی مغلوں کو نہ چڑھا لائے مگر اسوقت ملک کرناٹک میں بے انتظامی کی آفت برپا ہوئی اُسوقت دربار بیجاپور اپنی صلاح و فلاح اسی میں سمجھا کہ شاہ جی کو قید سے چھوڑ کر کرناٹک بھیجے - وہاں مفسدوں نے اسکی جاگیر پر قبضہ کر لیا تھا اور اسکا بڑا بیٹا مارا گیا تھا اور سب طرف ہتیار بندی ہوگئی تھی اور بیجاپور کے افسروں کو نکلنے کے لئے مفسد دھمکیاں دے رہے تھے شاہ جی سے قول و قسم اسبات پر ہو گیا تھا کہ وہ اسکے قید کرنیوالوں کے ساتھ ہمیشہ صلح کے ساتھ رہے - اگرچہ اُس نے خود اپنا عوض نہ لیا مگر سیواجی کو لکھ بھیجا کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو بلاجے گھور پوری جاگیردار مودھول کو سزا دینا - غرض انتقام کا قرض والی بیجاپور کی گردن پر رہا جسکو سیواجی نے مع سود وصول کیا - سیواجی کے قید کرنیکے لیئے دشمنوں نے کوشش کی مگر وہ چاروں طرف کان لگائے رکھتا تھا اُسکو خبر ہوگئی

اور اُسنے اُلٹی جوتی دشمنوں ہی کے مُنہ پر لگائی۔ اب باپ کے چھوٹنے سے سیواجی کا زور دو بالا ہوگیا اور پھر اپنے جاہ و جلال کے بڑھانے میں اعلیٰ درجہ کی تدابیر کرنے لگا۔ راجہ جولی جو دریا وارنا اور کرشنا کے دوآبہ کے بڑے حصّے پر فرمان روائی کرتا تھا وہ بھی سیواجی کا ہمقوم تھا اور اس سے ہمیشہ صلح رکھنی چاہتا تھا مگر نہ اس کا یہ ارادہ تھا کہ اس سرکش کا مطیع ہوا ورنہ یہ نیت تھی کہ والی بیجاپور کے مقابل میں کھڑا ہو وہ نہایت زبردست راجہ تھا اسکا خاندان بڑا سپاہی مشہور رہتا تھا اور ایک عمدہ سپاہ رکھتا تھا۔ سیواجی کو اُس سے یہ رنج پیدا ہوا کہ جو لوگ اُسکے تعاقب میں آتے تھے اُنکو اس راجہ نے رستہ دیدیا تھا اب اس رنج کا عوض پردہ ہی پردہ میں لینا چاہا۔ اور دو وکیل راجہ جولے کے دربار میں ایک برہمن اور دوسرا مرہٹہ چندر راؤ بھیجے اور اُسکے بیٹے سے شادی کی درخواست کی جب یہ سگائی ٹھہر گئی تو ان دو پاجی ایلچیوں نے راجہ کے مارنے کا قصد کیا۔ سیواجی چپکے چپکے چوٹوں کی طرح فوج کو ایسے مقام پر لے کر آ پہنچا کہ جسوقت راجہ مارا جائے تو وہ جھٹ پٹ ملک پر قابض ہوجائے۔ غرض ان ظالموں نے راجہ اور اُسکے بھائی کو مارا۔ خود بھاگ گئے۔ ایک سخت مقابلہ کے بعد ان کی دارالحکومت سیواجی کے ہاتھ آگئی اور تمام اسکے متعلقات پر قبضہ ہوگیا مگر یہ کام پاجی پن اور مکاری کا ہندؤں کو پسند نہ آیا۔ نیرا اور کرشنا کے درمیان ایک بڑا مستحکم مقام روہیرا تھا اسکو رات کو سیڑھیوں پر چڑھکر لے لیا اور قلعدار کو مار ڈالا سیواجی ملک گیری کی نردبان کی اول سیڑھی پر پہلے چڑھ چکا۔ اب یہ دوسری سیڑھی پر قدم رکھا اور اس فتح نمایاں کے یادگار میں اُسنے قلعہ پرتاپ گڈھ تعمیر کرایا اور اپنا پیشوا شامجی نیلکنٹھ پہلے پہل مقرر کیا۔

سیواجی کے فتح اور اورنگزیب سے ملاقات

اب تک سیواجی مغلوں کی سلطنت کا بڑا ادب کرتا تھا۔ اُن کی سرحد پر قدم نہ رکھتا تھا وہ بادشاہ کی ملازمت کو اپنی عزت سمجھتا تھا اسوقت اورنگ زیب ملک دکن میں ملک گیری کر رہا تھا اسکی یہ تمنا تھی کہ سیواجی کو اپنا دوست بناکر بیجاپور اور گولکنڈہ کے فتح کرنے میں اپنا معاون بنائے سیواجی نے اول اس شاہزادہ کی باتوں پر

خیال کیا اور اسکی ملازمت حاصل کی اور اپنے ملک مقبوضہ کے لئے اسکے توسل سے
بادشاہی سند حاصل کی مگر جب اُسنے دیکھا کہ شاہزادہ اپنی ساری فوج سے بیجاپور والوں
سے لڑرہا ہے تو اُس نے یہ خیال کیا کہ بادشاہی ملک پر قبضہ کرنے میں بہت کچھ فائدہ ہے
اسلئے اُس نے اول جنیرہ پر جو مغلوں کی عملداری میں تھا راست کو حملہ کیا اور خوب اسکو لوٹا
تین لاکھ ہیگوڈا اور دو سو گھوڑے ہاتھ آئے اب اس سے بڑھکر احمد نگر پر ۱۶۵۷ء میں
ہاتھ مارا۔ وہاں سے سات سو گھوڑے اور چار سو ہاتھی اُڑا لایا۔ ان فتوحات سے لڑائی
کا سامان اُس پاس نئی طرح کا ہو گیا۔ اگرچہ ماولی اور مرہٹے اُسکی سپاہ کے پیادے تھے
اور وہ بڑے چالاک و چست تھے اور بدستور اپنے کاموں میں مشہور تھے مگر اب اُس نے
سواروں کا دستہ تیار کیا اور تھوڑے دنوں بعد نہایت غور و تامل کرکے پٹھانوں کو پیادوں
میں بھرتی کیا اگرچہ ان مسلمانوں کو سپاہ میں داخل کرنا ابتدائی حالت میں مناسب نہ تھا
مگر بالفعل جو حال اسکا ہو گیا اور آیندہ ہونیوالا تھا اُسکے لئے یہ امر ضرور تھا۔ غرض اب اُس
پاس ایسا سامان ہو گیا تھا کہ وہ میدانِ جنگ میں باقواعد فوج کے سامنے لڑسکتا تھا اور
ٹھہر سکتا تھا سیواجی نے اورنگ زیب کے معاملہ میں بڑی غلطی کھائی اور اُسکے زور و قوت
اور سپاہ و عقل کا ٹھیک ٹھیک تخمینہ نہ کیا۔ اُسنے بیجاپور کا بہت جلد محاصرہ کر لیا اور قریب
تھا کہ اسکو بالکل فتح کر لے اس سبب سے سیواجی کی امیدیں دل کی دل ہی میں رہیں اور
بہت جلد اُسکو خوف و ہراس اس شاہزادہ کی طرف سے پیدا ہوا اسلئے یہ اسکی خوش نصیبی
تھی کہ اپنے بیجا حملوں کا عذر پیش کیا اور بہت منت و سماجت سے پیش آیا اس سے
اس کی طبیعت کا کمینہ پن ظاہر ہوا۔ یہ اسکی اقبال مندی تھی کہ چند روز بعد شاہجہاں کی بیماری
کے سبب شاہزادہ کو ہندوستان کی طرف جانا پڑا اور ایک لمحہ میں کچھ سے کچھ ہو گیا اور
معاملات ملکی میں ایک انقلاب عظیم واقع ہوا اس عرصہ میں کہ اورنگ زیب بھائیوں سے
لڑا جھگڑا اور باپ کو معزول کرکے بادشاہ ہوا سیواجی اسکا مطیع اور فرمانبردار رہا

اور اسکی خدمات بجا لانے کا بہانہ کرکے فوج کو بڑھاتا رہا اور زبانی جاں نثاری اور خدمت گزاری کا اظہار کرتا رہا اور اسکے عوض میں اُسنے یہ درخواست کی کہ پادشاہی ملک میں جو جو استحقاق اُسکے ثابت ہیں اُن پر توجہ فرمائی جاوے - اور اسطرف بھی اشارہ کیا کہ ملک کانکن میں وہ حکومت بہ نسبت اُن اہلکاروں کے جو اب مقرر ہیں اچھی طرح کرسکتا ہے یہ وقت خود اورنگ زیب کے لئے نازک تھا اسلئے شاہزادہ نے وہ فرمان سنہ ۱۶۵۸ء میں جاری کیا کہ قصور معاف - ملک برقرار - ملک کانکن میں لڑائی کی اجازت اور سارے دعوی اسکے منظور پانچسو سوار اپنے پادشاہ کی خدمت میں بھیجدے سیواجی بھی ایسے معاملات میں اورنگ زیب کا بھائی تھا اُسنے سوار نہ بھیجے - مگر زبانی اقرار ہمیشہ کرتا رہا - دغا کی شطرنج دونوں کو برابر کھیلنی آتی تھی - بازی قائم رہی - سیواجی نے پیشوا شاملجی کو بہت سی سپاہ دیکر کانکن میں بھیجا وہاں اُسنے بعد ایک سخت لڑائی کے سیدی جوہر سے ہزیمت اُٹھائی - اسلئے سیواجی نے پیشوا کو بُلایا اور اپنے عہدہ سے معزول کردیا - اب یہ وقت بڑا نازک آگیا تھا -

افضل خاں کا سیواجی سے لڑنے کے لئے بھیجا جانا

اُسوقت میں عادل شاہ کے بیمار ہونے سے مملکت بیجاپور میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوا جب وہ مرگیا تو علی عادل شاہ ایک نوجوان اُسکی جگہ تخت نشیں ہوا - اُسکی حکومت کا استقلال نہوا تھا - ابھی اُسنے اورنگ زیب سے ہزیمت اُٹھائی تھی - ارکین سلطنت میں باہم جھگڑا تھا پادشاہ کم عمر تھا - باوجود ان سب باتوں کے بیجاپور کے دربار نے سب سے اول یہ کام مقدم جانا کہ سیواجی کی سرکشی کو دبائیں اور اسکو اتنی فرصت نہ دیں کہ وہ مغلوں کے ساتھ سازش کرے اس کام کے واسطے چیدہ چیدہ بارہ ہزار سپاہ جمع ہوئی - اور افضل خاں جو بڑا نامی گرامی امیر تھا اُسکا سپہ سالار مقرر ہوا - وہ اپنی شیخی میں آنکر کہنے لگا کہ سیواجی کی کیا حقیقت ہے ابھی اُسے زنجیروں میں جکڑ کر پادشاہ کے تخت کے روبرو لاکر کھڑا کرتا ہوں - اس نوجوان کو جب یہ خبر ہوئی تو وہ اپنی کمزور حالت کو سمجھا کہ ایسے جوانمرد سے پہلے میدان میں مقابلہ نہیں ہوسکیگا - اپنی قدیمی تزویر و تدابیر و حکمت میں مصروف ہونا بہتر جانا - اُسنے اپنے تئیں

خوف زدہ ظاہر کیا۔ قلعہ پرتاپ گڈھ میں پہنچایا اور عذر و معذرت کے خطوط خانصاحب کو
بھیجنے شروع کر دیئے اور لکھا کہ آپ بزرگ ہیں آپ کو میرے حال پر رحمت کرنی چاہیئے
اگر آپکی بدولت میرا قصور بادشاہ کے ہاں سے معاف ہو جائے تو میں اپنا سارا ملک چھوڑتا
ہوں اور جان نثاری اور اطاعت میں پھر کچھ عذر نہیں کرتا ہوں خانصاحب کچھ تو پہلے ہی
ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے۔ اب اور پھولے۔ اُنہوں نے ایک برہمن پنتوجی گوپی ناتھ
کو سیواجی پاس بھیجدیا کہ جاکر عہد و پیمان کرائے سیواجی نے اُس پنڈت سے رسم و رواج کے
موافق دربار میں ملاقات کی پھر آدھی رات کو اکیلا پنتوجی برہمن کی خدمت میں گیا اور وہاں
یہ ظاہر کیا کہ بھوانی نے مجھے دنیا میں بھیجا ہے اور ایسی باتیں بنائیں کہ وہ اس سے بالکل
ملگیا۔ اور اُسنے یہاں سے جاکر خانصاحب کو بالکل منقوش خاطر کر دیا کہ اس لڑکے میں اصلا
تاب مقابلہ کی نہیں۔ ایک قلعہ میں ہراساں اور لرزاں بیٹھا ہوا ہے اور سخت حیران ہے
کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے افضل خاں یہ سنکر اور شیر ہوئے اور بن اور جنگلوں کو کاٹتے
ہوئے قلعے کے تلے جا پہونچے سیواجی کا بڑا منصوبہ اس کام میں یہ تھا کہ کسی طرح افضل خاں
کو مار لیجے تو بیڑا پار ہے۔ اب پنتوجی کی اعانت سے یہ بات ٹھہری کہ ان دونوں میں آپس
میں تنہا ملاقات ہو۔ غرض خانصاحب اپنی خانی کے گھمنڈ میں آگئے ایک خدمتگار کو ساتھ
لے گلے میں باریک ململ کا پاجامہ پہنے۔ ہاتھ میں ایک سیدھی سیف لے سیواجی کیطرف چلے
اس اثنار میں سیواجی نے کیا کام کیا کہ اول نہایا اور پھر دل سے یو...
میں سر رکھا اور اُس سے عرض کی کہ میرے لئے اسوقت ا... جاپاٹ لی اور ما کے پیڑل
ہو جائے اور ایک زرد گلہ روئی کا پہنا... ینور سے پرارتھنا کرو کہ میرا کاج
ایک حربہ ہے جو شہ... حد اسکے نیچے فولادی زرہ اور آستین میں بگھ نکھ (یہ
...ر کے پنجے کی صورت ہوتا ہے) چھپایا اور بغل میں خنجر دبایا۔ اب وہ خاں
...صاحب کے روبرو سہما سہما ایسا آیا۔ جیسا کہ گیدڑ شیر کے سامنے آتا ہے اور بہت ہیچ
ہیچ خانصاحب سے معانقہ کیا۔ اور اول بگھ نکھ اُس کے جسم میں چبھویا۔ اور پھر

خنجر کا وار کیا خانصاحب نے بھی اپنی نازک سیف اُسپر چلائی۔ مگر فولادی زرہ نے اُسکو جسم تک نہیں پہنچنے دیا۔ اب اسکا سر کاٹ کر پرتاپ گڈھ میں لے آیا سیواجی نے پہلے سے یہ حکمت کر رکھی تھی کہ جنگل میں چاروں طرف مرہٹے لگا رکھے تھے۔ جب افضل خاں کے مرنے سے فوج میں ہل چل مچی تو یہ مرہٹے اُنپر بے خبر جا پڑے۔ ساری فوج کو تتر بتر کر دیا۔ یہ واقعہ اکتوبر ۱۶۵۹ء میں ہوا۔ افضل خاں کا بیٹا اور اُسکا خاں ایک مرہٹے کو رشوت دیکر بچ گیا۔ مگر سیواجی نے اس مرہٹے کا سر اوڑا دیا۔ اگرچہ اور قیدیوں کے ساتھ اُسنے نیک سلوک کیا اور سب مرہٹوں کو نوکر رکھ لیا مگر جب ایک مرہٹہ نے اپنے ولی نعمت والی بیجاپور کی نمک حرامی سے انکار کیا تو اُسکو انعام دیکر رخصت کیا۔ اس مہم میں سیواجی نے خفیہ خزانوں کے بتلانے کے واسطے لوگوں کو تکلیف دی مگر کوئی کام بیقاعدہ نہیں کیا۔ اور بے سبب کسیکو اذیت نہیں پہنچائی۔ اس دغابازی اور فریب کی مرہٹوں میں بڑی تعریف ہوئی اور اسکی بدولت اسکو چار ہزار گھوڑے اور ہاتھی اور اونٹ اور خزانہ اور توپیں اور اسباب ہاتھ لگا اور قلعۂ پنالہ اور لون گڈھ بھی قلعہ داروں نے اسے حوالہ کر دیا اور اُسنے بسنت گڈھ کو بھی لے لیا اور بہت سے قلعے اُسکے ہاتھ لگ گئے۔

بعد اس قضیہ کے علی عادل خاں نے ایک اور فوج رستم خاں کے ماتحت روانہ کی مگر اُسکو بھی پنالہ کے قریب شکست ہوئی۔ ان فتوحات سے سیواجی کا دل بڑھا اور ایسا بیباک ہو گیا کہ وہ ملک کو تاخت و تاراج کرتا ہوا بیجاپور کے دروازہ تک پہونچا۔ اور اُسکے پاس سے ہو کر گھاٹوں میں چلا گیا۔ لوگوں کو یہ یقین تھا کہ وہ زمین مرتفع پر چپ چاپ بیٹھا رہیگا مگر اُسنے دابل اور اور مقامات پر قبضہ کر لیا۔ راج پور سے بڑا بھاری خزانہ لیا اور راج گڈھ کو اپنے ساری لوٹ کے اسباب اور دولت سے زینت دی اور اُسیکو دارالریاست بنایا۔

جب ان باقاعدہ لڑائیوں میں شکست پر شکست ہوئی تو پھر عادل شاہ

علی عادل شاہ ثانی نے ایک دفعہ اور فوج بھیجی — دوسری دفعہ علی عادل شاہ ... پنچ چکا

سیواجی سے خوف کھانے لگا اور دل ہی دل میں جلنے لگا اور سوچ بچار میں پڑ گیا - پھر مئی سنہ [illegible] میں اُس نے نئی فوج جتنی افضل خاں کے ساتھ بھیجی گئی تھی جمع کی اور نامور افسر صلابت خاں کے سپرد کی گئی اور سیدی جوہر اور واری کے ساونت اُس کے مددگار مقرر ہوئے - غرض یہ سب ملک کوکن پر حملہ کرنے کے لیئے روانہ ہوئے سیواجی نے ہر مقام پر اس لشکر سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کیں اور قلعہ پنالہ کی حفاظت میں وہ خود مصروف ہوا مگر اس کو یہ بات دیر کر معلوم ہوئی کہ اس قلعہ کی حفاظت میں ناحق تضیع اوقات اُس نے کی - وہ یہاں چار مہینے تک گھرا رہا - اور اس سبب سے اپنی فوج سے کچھ کام نہ لے سکا اب قلعہ کا تھامنا اور خود نکل جانا بھی ناممکن معلوم ہوتا تھا اس لیئے یہ چال چلا کہ صلابت خاں سے پیغام بھیجا کہ میں خود حاضر ہو کر اس قلعہ کو سپرد کرتا ہوں - کل دروازہ کھول دوں گا - یہ مژدہ سنکر محاصرین بڑے خوش ہوئے اور سمجھے خدا نے ہماری محنت کا اجر دیا اور رات کو بے خبر سو رہے - صبح کیا دیکھتے ہیں کہ سیواجی اپنے منتخب سپاہیوں کے ساتھ اُن کے درمیان ہو کر قلعہ سے نکل گیا اور رنگنا میں پہنچا - بادشاہی فوج نے بڑی سرگرمی سے اُس کا تعاقب کیا اور جس منزل پر سیواجی نے اُترنا چاہا تھا اُسے چھ میل ورے جا لیا مگر وہ ایک درہ تنگ کی حفاظت باجے پربھو کو سپرد کر کے آگے بڑھ گیا یہ باجے پہلے سیواجی کا جانی دشمن تھا مگر اب اُس کے لیئے جان دینے کو حاضر تھا اس درہ پر تھوڑے آدمیوں سے ایسا لڑا کہ تین دفعہ دشمنوں کا منہ پھیر دیا اور اُلٹا ہٹا دیا چوتھے مرتبہ افضل خاں کے بیٹے فاضل خاں نے جو سیواجی کے خون کا پیاسا تھا بڑے زور شور سے اس درہ پر حملہ کیا - ایک سخت لڑائی کے بعد اس جگہ کو لے لیا درہ میں جو سپاہی چھپے چھپائے باقی تھے مارے گئے اور سیواجی کے بہادر نائب بھی نیچے گر پڑے جس وقت اس بہادر کی آنکھوں پر موت کی تاریکی چھا رہی تھی اس وقت پنالہ سے ایک توپ چھوٹی جس نے سیواجی کے زندہ سلامت رہنے کی بشارت دی

مردہ کو سنائی اس آواز سے جو زندہ باقی رہ گئے تھے وہ اس بہادر کی لاش کو دشمن کے حلق میں سے نکال کر لے گئے ۔ اب سنہ میں علی عادل شاہ خود فوج لے کر سیواجی سے لڑنے آیا اور پنالہ اور لون گڑھ اور بہت سا ملک جو سیواجی نے حال میں فتح کیا تھا اُسے چھین لیا ۔ غرض سیواجی اُس سے مقابل نہ ہو سکا ۔ مگر راج پور پر حملہ کیا اور اس کو لوٹا اور سرنگا رپور جو ایک مرہٹے راجہ کی راجدھانی تھی اُسے تباہ کیا یہ راجہ بھی اس جھگڑے میں مارا گیا اس ناشائستہ حرکت سے ہندو سیواجی سے ناراض ہوئے غرض اس سال کے اندر کوئی کام اُس نے معقول نہیں کیا اب وہ پوجا پاٹ اور دہرم کرم میں زیادہ مصروف رہنے لگا اور اپنے تئیں جتی ستی جتانے لگا اور پرتاب گڑھ میں بھوانی کا مندر تعمیر کرایا تاکہ ساری باتوں کا کفارہ ہو جائے اور اس اثنا میں سیدی جوہر نے بھی کئی معرکوں میں میدان جیتا ۔ تم کو یاد ہو گا کہ گھورپوری نے شاہ جی کو گرفتار کر کے والی بیجاپور کے حوالہ کیا تھا اور اس وقت وہ سیواجی سے لڑنے کے لیے سامان کیے ہوئے آتا تھا سیواجی کو اس سے باپ کا عوض لینا تھا اس لیئے وہ بے خبر اُس کے گھر میں چلا گیا اور اُس کو مار ڈالا ۔ اُس کے گھر والوں نے مکان میں آگ لگا دی اور خود بغیر مقابلہ و مقاتلہ کے بھاگ گئے ۔

اب کرناٹک میں فساد برپا ہوا ۔ اس لیئے بادشاہ بیجاپور کو ضرورت ہوئی کہ سیواجی سے جو فوج لڑنے گئی تھی اُسے بلا کر کرناٹک کی مہم میں مصروف کرے اسلیئے سیواجی کو فرصت ملی کہ اُس نے واری کے ساونتوں کو مغلوب کر لیا اور گھاٹوں تک جو اُس کے نقصان ہو گئے تھے اُن کو پورا کیا ۔

اب بہت سے بندرگاہوں پر اس کا قبضہ تھا اُس نے جہازوں کا بیڑا بنایا اور گوالیار سے توپخانہ منگایا ۔ آخر کار ساہوجی نے بیٹے کی صلح والی بیجاپور سے سنہ ۱۶۶۲ء میں کرا دی ۔ ساہوجی اپنے اس نونہال کے پھولنے پھلنے سے پھولا

نہ تھا تاہم بیٹے کی اس حرکت پر کہ اس نے گھورپوری کو مدد افزیقہ اور عاشق تھا کہ وہ بیٹے
سے ملاقات کرنے آیا۔ جیتا جی اس سے تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ مرہٹوں کے مورخ
کہتے ہیں کہ سیواجی اب اپنی دارالحکومت منتقل کرکے رہبری میں لے گیا اور اس کا نام
سرائے گڑھ رکھا اور اس کو سامان اور اسباب سے خوب مستحکم اور درست کیا ایک
اُس کے سردار نے شمال میں دور دور بہت سے قلعے تسخیر کیے دوسرے افسر نے
اورنگ آباد کے قریب تک تاخت و تاراج کی اور تمام ملک میں تہلکہ ڈال دیا۔
اس صلح کے بعد سیواجی کے پاس کل ولایت کانکان کلیان سے گوا تک تھی جس کا
چار درجہ عرض ساحل شامل تھا اور کونکان گھاٹ مہابلیما سے وارنا تک تھا جن میں
۱۰۰ میل کا فاصلہ تھا اس کے ملک کا بڑے سے بڑا عرض سوپہ و جنیر کے درمیان
سو میل سے زیادہ نہ تھا اس کے پاس اتنا ملک نہ تھا جتنی سپاہ تھی پچاس ہزار پیادے اور سات
ہزار سوار۔ اس کی قوت بڑی خوفناک تھی بیجاپور والوں سے صلح کرکے اس کو فرصت
ہوئی کہ وہ مغلوں سے لڑے بھڑے۔

الفنسٹن صاحب اور کرنیل ڈف صاحب نے اپنی تاریخوں میں مرہٹوں کی کتابوں
سے بہت سے حالات سیواجی کے لکھے ہیں جن میں سے کچھ ہم نے اوپر نقل کیے ہیں۔
اب ہم عالمگیر نامہ اور منتخب اللباب خافی سے سیواجی کے حالات نقل کرتے ہیں
دونوں کا مقابلہ کرکے فیصلہ کرلو کہ واقعات اصل کیا ہیں۔ جب نظام الملک کا سارا
ملک شاہجہاں کے قبضہ میں آگیا اور عادل خاں سے وداد اور اتحاد کا رابطہ قائم ہوگیا
تو عادل خاں نے یہ التماس کی کہ بیجاپور کی چند محال جو بادشاہ کے تصرف میں آئی
ہیں تعلقہ کوکن نظام الملکی ان میں ہیں جو عبارت بندر چیول و ابل و دندہ راجپوری و چاکنہ
سے ہے اور عادل شاہیہ کے تسلط کے بعد وہ حدود ملک بیجاپور میں داخل تھے اور عادل شاہیہ
سرحد کوکن کے متصل جو ل کوکن مشہور ہے واقع ہے۔ ان سب پر اور پرگنات بیجاپور

کے متصل اورنگ آباد پر بندہائے شاہی منصوب دکن قبضہ کرلیں اور اس کے عوض میں وہ بندر
دھول سے پرگنہ چاکنہ تک تعلقہ بیجاپور کو عنایت فرمائیں اس میں بالکل جنگل کوہ اور اشجار
کنار دریا شور ہے بادشاہ نے یہ درخواست منظور کرلی۔ بعد عوض معاوضہ کے دو تو کوکن عادل
خاں بیجاپور سے متعلق ہوگئے ملا احمد جس کے بزرگ عربستان کے شرفائے نوآمد میں سے
تھے اور حجاج بنی امیہ کے ظلم سے اطراف کوکن میں وارد ہوئے تھے اور قوم نوآیتہ کے
نام سے زبان زد ہوئے تھے اُنکی اولاد میں سے ملا احمد مذکور شاہ بیجاپور کے مقربوں میں
تھا اور اس ضلع میں تین پرگنوں کا جاگیردار تھا انہی دنوں دو پرگنے جن کے نام سوپہ
وپونہ تھے شاہ جی بھوسلہ کو جاگیر میں ملے تھے باپ کی طرف سے جاگیر کے بندوبست میں
سیواجی صاحب اختیار تھا اور اپنی قوم میں شجاعت و رشادت میں ممتاز تھا اور حیلہ
وتزویر میں ابلیس پر تلبیس کا فرزند رشید گنا جاتا تھا ان حدود میں قلب کوہستان بڑے
اونچے اونچے تھے۔ جنگل لاحاصل اشجار خاردار سے پر تھے اب اس نے یہاں زمینداروں
کے طریقہ پر توطن اختیار کیا عمارات بنائیں اس لیئے نئے قلعجات کوہی وحصار گلی بنانے
میں مشغول ہوا دکن میں ایسے قلعہ کو گڑھ کہتے ہیں انہیں دنوں میں عادل خاں
بیجاپوری عارضہ بدنی میں گرفتار ہوا مرض کے امتداد سے مملکت بیجاپور میں کہ نسبت
اور ہندوستان کے صوبہ جات کی وسعت مسافت و مداخل زیادہ رکھتا تھا آشوب
وانقلاب پیدا ہوا اور ملا احمد ان ہی دنوں میں والی بیجاپور پاس گیا اس سبب سے
کہ اس کی فوج اطراف کوکن سے چلی گئی تھی سیواجی نے دیکھا کہ ملک فرمانروا کے
انتظام سے خالی ہے تو اُس نے اور جاگیرداروں کے تعلقہ میں جرأت و بیباکی شروع
کی کل دکن میں اس کی اور اس کی اولاد کے فساد کی بنیاد روز بروز جمتی گئی جس کا حال
آگے بیان ہوگا جس جگہ وہ قصبہ معمور وآباد و سیر حاصل مالدار رعایا سنتا وہاں دوڑ
کر جاتا اور لوٹ لیتا پہلے اس سے کہ جاگیرداروں کی فریاد ان ایام پر فساد میں

بیجاپور میں پہنچے۔ سیواجی اپنا ایک عریضہ مع بہت سے ہدایا اور تحائف کے بھیجتا اور عذر لکھتا کہ فلاں محال میں افزونی محصول کی گنجائش تھی اور جاگیرداروں اور اس کے منصوبوں نے ایسی ایسی تقصیریں کیں ہیں میں نے اُن کی تنبیہہ کی اور اس قدر روپیہ اضافہ پر مجھے جاگیر یا خالصہ کے طور پر اُن کا لینا منظور ہے بیجاپور کے کارپردازوں میں رشوت ستانی کا بازار گرم تھا۔ اس آشوب میں ایک دوسرے کی نہیں سُنتا تھا۔ جاگیرداروں کے نوشتجات جو آتے ان پر بھلا یہ مرتشی کب توجہ کرتے تھے ملک دکن کبھی فتنہ و خلل و فساد سے خالی نہیں رہتا وہاں کی سرزمین کی تاثیر ہی ہے کہ حکام و رعایا مرض حسد و حمق و خفت عقل میں گرفتار رہتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں میں کلہاڑی مارتے ہیں اور عرض و مال و ملک کو فنا کرتے ہیں اور اس ولایت میں کارپردازوں کی طمع پر فرمانزدار کے انحراف و اختلال مزاج کا اور طرہ چڑھا تو سیواجی کی بن آئی کہ اُس کے نام احکام اس ملک کے پہنچے تھے۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت آئی کہ وہ سرکشوں میں شمار ہونے لگا۔ اور مرہٹہ کے انتخابی قزاق پیشہ جماعت کثیر اس پاس جمع ہوگئی اور اُس نے نامی قلعوں کی تسخیر میں کمر ہمت چست باندہی اوّل چند قلعوں پر متصرف ہوا اور پھر اور قلعوں پر درست درازی کی جو ذخیرہ و تجربہ کار قلعہ داروں اور کار آزمودہ جارحوں سے خالی تھے اس زمانہ میں بیجاپور کی ریاست میں انقلاب ہو رہا تھا سکندر علی عادل شاہ ثانی جس کی اصل و نسل کے اثبات میں بھی گفتگو تھی چھوٹی عمر میں باپ کا جانشین ہوا۔ شاہجہاں کے حکم سے شاہزادہ اورنگ زیب کی مہم نے اور شورش و فساد کو زیادہ کیا اس سے روز بروز سیواجی کی قوت بڑہتی گئی اور تمام قلعوں پر اس کا تصرف ہوگیا اور تھوڑے دنوں میں صاحب مکنت وہ ہوگیا اور جمعیت مال و ثروت کے فراہم ہونے سے بادشاہ ہند و بیجاپور کی مخالفت پر کمر باندہی قلب کوہوں کی اور جنگل پر از اشجار کی پناہ میں ملک اور دور و نزدیک کی بحر و بر کی راہوں

میں تاخت و تاراج شروع کی اور قلعہ راجگڈہ کو چاکنہ کو اپنا ملجا و ماوا مقرر کیا اور دریا کے بعض جزیروں پر کشتیوں کو جمع کرکے قبضہ میں کرلیا اور وہاں بھی نئے قلعے بنا کیے حساب چہل قلعہ ہوگیا اور سب قلعوں میں ذخیرہ و سامان جنگ مہیا کیا۔ اور علانیہ بیجاپور کا مخالفت کا نقارہ بجایا اور دکن کے مشہور باغیوں میں ہوگیا۔ جب سکندر علی عادل شاہ حد شعور کو پہنچا اور ملک کی پرداخت میں مشغول ہوا پہلے سیواجی پاس رسل و رسائل بھیجے۔ جب اُن کا اثر کچھہ نہوا تو افضل خاں کو ایک لشکر گراں کے ساتھ اس کی تنبیہہ کے لیے تعین کیا۔ افضل خاں عمدہ امرا اور شجاعوں میں سے تھا اُس نے جاکر سیواجی کو تنگ کیا۔ سیواجی نے دیکھا کہ صف جنگ میں اور محصور ہونے میں اس سے عہدہ برآ نہیں ہونے کا تو حیلہ و تزویر روباہ بازی کا جال پھیلایا۔ معتمد آدمیوں کو درمیان میں ڈالکر ندامت کا اظہار کیا اور عفو تقصیرات کے قبول کی التماس کی اور مکار برہمنوں کی آمد و رفت کے بعد یہہ قرار پایا کہ مکان مقرری میں سیواجی کے قلعہ کے نیچے سیواجی تین چار بے اسلحہ خدمتگاروں کے ساتھ کمر کشادہ افضل خاں کی ملازمت کے لیے آئے اور افضل خاں پالکی میں بیٹھ کر پانچ چار بے ہتیار خدمتگاروں کے ساتھ قلعے کے نیچے آئے اور سیواجی جب ملاقات کر چکے تو بعض عہد و پیمان بالمشافہ کیئے جائیں اور خلعت دیکر اُس کو رخصت کیا جائے۔ افضل خاں کو وجہ پیشکش و تحائف دیکر بعد تقدیم ضیافت رخصت کرے بلکہ خود سیواجی تسلی پانے کے بعد افضل خاں کی خدمت و رفاقت میں بیجاپور کا عازم ہو۔ سیواجی نے مکاری یہہ کی کہ افضل خاں پاس طرح طرح کے ہدیئے اور اس ملک کے قسم قسم کے میوے بھیجکر اور عجز و انکسار ظاہر کرکے اُسکو اپنا رام کرلیا اور دام تزویر میں لے آیا افضل خاں نے اس کے اظہار ابلہ فریب کو سچ جانا اور وہ احتیاط جو بزرگ بتلا گئے ہیں نہ کی۔ وہ بے ہتیار لگائے پالکی میں بیٹھ زیر قلعہ مکان موعود میں چلا آیا اور اپنے سب ہمراہیوں کو ایک تیر کے فاصلہ پر اپنی فوج میں

نے الگ کر دیا۔ سیواجی قلعہ سے پیادہ پا آیا دور سے عجز و انکسار کا اظہار تضرع کے ساتھ شروع کیا۔ جب دامن کوہ میں آیا تو تین چار قدم اٹھا کے اپنے جرم کا اقرار کرتا اور عفو کی درخواست کرتا۔ اور لابہ و سالوسی سے سراپا تن و بدن کو لرزہ میں لاتا اور عرض کرتا کہ اسلحہ دار آدمی و خدمت گار جو پالکی کے ہمراہ ہیں دور ہوں اور حربہ جس کو دکھنی بچھوہ کہتے ہیں ہاتھ کی انگلیوں میں آستین کے نیچے اس طرح پوشیدہ کیا تھا کہ ہرگز نہیں معلوم ہوتا تھا اور اپنے آدمیوں کو مسلح و مکمل ہر غار کے بیچ و کنار پر اور کوہ کے ہر نشیب و فراز پر متفرق بٹھایا تھا اور نفیر نواز کو کھڑا کیا تھا اور اس کو سمجھا دیا تھا کہ ملاقات کے وقت اس حربۂ جاں ستاں سے اپنے دشمنوں کو امان نہ دونگا جب دور سے حربہ لگانے کا اثر ظاہر ہو تو میرے تامل کار کے فکر میں نہ پڑنا نفیر بجا کر اپنے لشکر کو خبردار کرنا اور لشکر کو تاکید کر دی تھی کہ نفیر کی آواز سنتے ہی اطراف سے نکلکر افضل خاں کے آدمیوں پر دوڑ جائے وہ ہر طرح سے موافقت کو عمل میں لاتا۔ افضل خاں کو اجل ناگہاں اس مکان تک گریباں کشاں لائی تھی۔ اپنی جلادت کے غرور میں سیوا کو اس طرح دیکھکر بے اسلحہ ہراساں و ترساں آتا ہے اس کے عدم و وجود کو مساوی جانا اور پالکی کے گرد جو چند نفر تھے اُن کو بھی دور بھیجدیا۔ جب سیواجی قریب آیا تو روتا ہوا افضل خاں کے پیروں میں گرا افضل خاں نے اُس کے سر کو اُٹھا کر چاہا کہ دست شفقت اس کی پیٹھ پر پھیرے اور بغلگیر ہو کہ اُس نے چابکدستی سے حربۂ زیر آستیں کو افضل خاں کے شکم میں ایسا مارا کہ آہ نہ کھینچنے دی اور کام اُس کا تمام کیا۔ نفیر نواز نے موافق ارشاد کے صدائے فتح سپاہ کے کان میں پہنچائی دامن کوہ کے ہر طرف و گوشہ و کنار سے سوار و پیادے بیشمار نکل آئے افضل خاں کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور قتل و غارت و تاراج پر ہاتھ کھولا۔ آپ دوڑ کر لشکر میں آیا اور بیگمات کی امان دی۔ گھوڑے ہاتھی و خزانہ و اسباب و تمام کارخانے اپنے تصرف میں لایا اور سپاہ کو نوکری کا پیغام دیکر اپنا نوکر بنا لیا اور پہلے سے زیادہ امید

اسباب تجمل و جمعیت بہم پہنچایا جب یہ خبر عادل خاں بیجا پور کو پہنچی تو دوسرا لشکر رستم خاں سپہ سالار کے ماتحت روانہ کیا قلعہ پرنالہ پر دونوں کی لڑائی ہوئی رستم خاں مغلوب ہوا غرض اس طرح سیواجی روز بروز صاحب لشکر مستقل ہوتا گیا نئے نئے قلعے بناتا گیا اپنے ملک غصبی کی آبادی اور بادشاہی بیجاپور کی ویرانی میں کوشش کرتا دور دست کے قافلوں پر تاخت کرتا آدمیوں کے مال ناموس پر متصرف ہوتا اور اس نے انتظام کیا تھا کہ جہاں لشکر تاخت کرے مسجد و کلام اللہ وکسی کے ناموس میں دست اندازی نہ کرے جو شخص قرآن شریف لاتا اس کو حرمت و ادب کرتا اور کسی مسلمان نوکر کو دیدیتا اور جس ہندو مسلمان کے ناموس گرفتار ہوتے تو کسی کا یارا نہ تھا کہ نظر بد سے دیکھتا اس کی نگہبانی و محافظت میں کوشش کرتا کہ اس کے وارث آنکر بقدر حالت عوض میں زر دے کر اُن کو چھڑا کر لے جائیں مگر جو عورت ایسی ہوتی کہ اس سے نام و نشان کنیزی ہونے کا ظاہر ہوتا تو اس کو اپنی زرخرید ملک جانتا اور متصرف ہوتا اور یہ انتظام کیا تھا کہ جہاں لوٹ ہوتی اس میں رخت مستعمل غریبانہ و پیسے وتانبے پیتل کے برتن جو لوٹتا اس کے ہوتے باقی جنس و نقد وطلائے مسکوک و غیر مسکوک و زیور وانقشہ و جواہر جس کے تصرف میں آتے اُنکی یہ قدرت نہ تھی کہ اس میں دام و درم کا تفاوت کرتا بالکل انکو سردار اور عہدہ دار جدا کرکے سیواجی کی سرکار میں داخل کرتے۔ جب اس غلبہ کا حال عالمگیر سے عرض ہوا امیر الامرا صوبہ دار دکن کو حکم ہوا کہ سیواجی کی تنبیہہ و استیصال میں کوشش کرے۔

حسب الحکم امیر الامرا ۲۵ جمادی الاولیٰ سنہ جلوس کو اورنگ آباد سے چلا اور ممتاز خاں کو یہاں اپنا نائب مقرر کیا اور سیواجی کی گوشمالی کے لیئے پونہ اور چاکنہ کی طرف مرحلہ پیما ہوا ان دنوں میں سیواجی ہمیں رہا کرتا تھا۔ غرہ رجب کی شنہ انکو سیو گانوں میں جو سیواجی کی محال سے تعلق رکھتا تھا امیر الامرا فتح چاکنہ

آیا۔ سیواجی قصبہ سوپہ کی طرف پھر آیا تھا۔ امیر الامرا کے آنے کی خبر سنکر اس جا کو خالی کیا اور دوسری سمت کو چلا گیا۔ امیر الامرا نے قصبہ سوپا بے جدال و قتال قبضہ کیا۔ جادو رائے کو یہاں منتظم مقرر کیا اور اس جگہ کی خبرداری اور غلہ کی رسد رسانی کے لیے لشکر شاہی کو تاکید کی۔ سیواجی نے اپنے لشکر کو اس کام کے لیے مامور کیا کہ جس طرف امیر الامرا کی بہیر فوج جائے اُس پر تاخت و تاراج میں مشغول ہو اور شوخی کرے۔ امیر الامرا اس امر سے مطلع ہوا تو اُس نے بہیر کے لیے چار ہزار سوار مقرر کیے اور اُن کے سردار باری باری تجویز کیے ہر منزل میں روز بہیر پر دکنیوں کی فوج اطراف سے نمودار ہوتی قزاقوں کے طور پر ناگہاں بہیر کے سر پر چڑھ آتے لشکر کے خبردار ہونے تک گھوڑا اونٹ آدمی جو کچھ ہاتھ آتا لوٹ کر لیجاتے فوج شاہی کے بہادر اپنے مقدور کے موافق انکا تعاقب کرتے اور اُن کو ہلاک کرتے وہ جنگ بگریز کرکے ہر طرف متفرق ہو جاتے۔ اسی طرح سیوا پور تک جو اس کا آباد کیا ہوا تھا لشکر شاہی پہنچا۔ یہ دونوں مقام سیواجی سے امیر الامرا نے لے لیے۔ پونہ میں داخل ہو کر وہاں اپنی اقامت کی جگہ مقرر کی اور وہاں سے سوار ہو کر حصار چاکنہ کے نیچے آیا اس قلعہ کے برج و بارہ کا غور کی نظر سے ملاحظہ کیا۔ مورچال مقرر اور تقسیم کیے اپنے لشکر کے گرد دمدمہ اور خندق کھودنے اور نقب لگانے کا حکم دیا اور اس حصار کو بالکل گھیر لیا اور اُس کی تسخیر کے لیے سعی و جد و جہد پر کمر باندی۔ بارش کی کثرت تھی۔ اس سرزمین میں پانچ مہینے شب و روز متواتر بارش رہتی ہے اور گھروں سے سر نکالنے کی فرصت نہیں دیتی اور ایسا غبار تیرہ اٹھتا ہے کہ دن کی رات ہو جاتی ہے اور اکثر چراغ جلانے کی احتیاج ہوتی ہے ایک مجلس میں آدمی کو آدمی نہیں پہچان سکتا۔ بندوق و باروت کام نہیں دیتے کمانوں کے چلّے ڈھیلے ہو جاتے ہیں باوجود ان سب باتوں کے ایسی سعی کی کہ توپوں کی پے در پے مار سے قلعہ کی دیواریں چھلنی ہو گئیں مفسدوں کو سراسیمہ و مضطرب کیا اندھیری راتوں میں محصورین

قلعہ سے باہر سے آئے اور بادشاہی مورچلوں پر حملہ کرکے عجیب دستبرد یں کرتے اور کبھی کبھی دن کو بھی اندر اور باہر سے شوخی ایسی کرتے کہ مورچالوں کو تزلزل میں ڈالدیتے اسی طرح چھپن روز محاصرہ پر گزرے امیرالامرا کی طرف سے ایک نقب برج تک لگائی تھی اس کو باروت سے پُر کرکے آگ لگائی جس سے برج اُڑا اور سنگ و خشت آدم باہم اس طرح ہوا میں اُڑتے تھے کہ جیسے گرہ باز کبوتر بہادروں نے حملہ کیا مگر اہل قلعہ نے قلعہ کے اندر خاک کا پشتہ و نشیب و فراز کے اطراف کو مورچال و پناہ بنایا تھا وہ مدافعت میں کھڑے ہوئے اسی تردد میں سارا دن آخر ہوا اور بادشاہی آدمیوں کی ایک جماعت کثیر کشتہ ہولی۔ غازیوں نے فرار کی عار کو قرار نہ دیا۔ بیخور و خواب تمام شب ہزار تپ و تاب کے ساتھ خاک خون میں بسر کرکے صبح کی۔ ادہر آفتاب نکلا کہ بہادروں نے پے در پے حملے کرنے شروع کیے تیغ و تیر و سنان سے بہت دشمنوں کی جان لی بہت کشش و کوشش سے حصار قلعہ کو لے لیا دشمن بھاگ کر قلعہ ارک میں گئے۔ اس یورش میں بیلدار اور عملہ فعلہ قلعہ گیری کے سوا تین سو آدمی کشتہ اور چھ سو سوار اور پیادے زخمی ہوئے حصار ارک میں بھی محصوروں کو ایسا تنگ کیا کہ اُنہوں نے راؤ بھاو سنگھ کو اپنا شفیع بنایا۔ بندہا شاہی کو قلعہ سپرد کیا اور امیرالامرا سے آنکر ملے دوسرے روز کہ امیرالامرا قلعہ میں داخل ہوا۔ ازبک خاں کو یہاں منتظم مقرر کیا اور خود یہاں سے کوچ کیا کہ سیوا جی کی تنبیہ کرے۔ چاکنہ کا نام اسلام آباد رکھا جعفر خاں کہ مالوہ میں تھا امیرالامراء کی مدد کے لیے مامور ہوا۔

۱۵ ربیع الاول سنہ کو جشن وزن شمسی ہوا۔ عمر کا اکتالیسواں سال شمسی ختم ہوا اور بیالیسواں شروع ہوا اس جشن کی بڑی تیاری ہوئی۔ دیوان خاص و عام میں لبادل کا خیمہ لگا اور بادشاہ تخت طاوس پر جلوہ گر ہوا اور آئین بندی میں بیس ہزار شمع و فانوس کے سوا اور قسم کے چراغوں کی روشنی ہوئی۔ تین روز تک یہ جشن رہا۔ حسب معمول شاہزادوں اور امرا کو منصب و خلعت و خطاب عطا ہوئے۔

جشن وزن شمسی سال ۴۱ مطابق — جلوس [illegible]

علی عادل شاہ کی طرف سے قلعہ پرینده کا غالب حاکم تھا اُس نے امیر الامرا سے خط و
کتابت کر کے قلعہ پرینده کے حوالہ کرنے کے لیے عرض کیا۔ ۲۰ ربیع الاول سنہ ۳ جلوس
میں لشکر شاہی قلعہ کے نیچے گیا۔ غالب نے قلعہ حوالہ کیا اور خود سلخ ربیع الثانی کو امیر الامرا سے
ملا اُس نے پچہتر ہزار روپیہ اُسکو انعام دیا اور اُس کے دو بیٹوں اور داماد کو خلعت دیا۔

قلعہ پرینده قدیم الایام سے نظام الملک کے تصرف میں تھا۔ جب یہ سلطنت بگڑی
تو محمد عادلخاں بیجاپور نے تین لاکھ ہن قلعہ دار کو دیکر قلعہ کو اپنے تصرف میں کر لیا اب وہ
ریاست بیجاپور سے متعلق تھا۔ شاہجہاں کے حکم سے ایک دفعہ مہابت خاں خانخاناں نے
اس قلعہ کا محاصرہ کیا تھا مگر وہ ناکام رہا۔ اب بے تردد و قتال و جدال عالمگیر کے ہاتھ
آیا امیر خاں بھی راجہ کرن کو مع دو بیٹوں انوپ سنگہ و پیم سنگہ کے حضور میں لایا جنکا ذکر
اوپر ہو چکا ہے ان ہی ایام میں بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ پرتھی سنگہ زمیندار سری نگر جس کے
پہاڑوں کی پناہ میں سلیمان شکوہ مدتوں سے رہتا تھا اور اس کے ملک کو افواج شاہی بسرکردگی
تربیت خاں پامال کرتی تھی اُس نے راجہ جے سنگہ کی معرفت عرضداشت بھیجی جس میں تقصیرات
سابق و لاحق کے عفو کی اور سلیمان شکوہ کے حوالہ کرنے کے لیے التماس کیا۔ بادشاہ نے کنور
رام سنگہ پسر راجہ جے سنگہ کو سلیمان شکوہ کے حوالہ کرنے کے لیے رخصت کیا اسکے پہنچنے کے بعد سلیمان شکوہ
کو میزبان کے ارادہ پر اطلاع ہوئی تو اس نے اپنی جان بچانے کے لیے حرکت مذبوحی کی
محمد شاہ کوکہ جو اُس کے ساتھ اب تک رہا تھا اور چند اُس کے رفیق قتل ہوئے اور سلیمان شکوہ
دستگیر ہوا۔ اور کنور رام سنگہ اور تربیت خاں کے ہمراہ ۱۱ جمادی الاولی سنہ ۴ کو حضور میں
آیا اُسکو ملازمت کا حکم ہوا اور بادشاہ نے لطف فرما کر اُسکی خطا بخشی کی اور جان کی امان دی
اور اُس دل باختہ کی تسلی کی۔ فرمایا کہ سلیم گڑھ میں جائے اور وہاں سے محمد سلطان کے ہمراہ
گوالیر بھیجا جائے۔ معتمد خاں کو گوالیار کا قلعہ دار بنا کے اُسکی ہمراہ بھیجا۔ میدنی سنگہ پسر پرتھی سنگہ
زمیندار سری نگر کو جو سلیمان شکوہ کے ہمراہ آیا تھا دو ہزاری سوار کا منصب اور پانچ ہزار روپیہ

سری نگر کا سلیمان شکوہ کو حضور میں لانا

نقد اور ایک ہاتھی اور دس گائیں عنایت ہوئیں اُسکے باپ کے لیے بھی خلعت عنایت ہوا راجہ کرن بھی حضور میں آیا اُسکی تقصیرات معاف ہوئیں سہ ہزاری دو ہزار سوار کا منصب اور راؤ کرن کا خطاب عنایت ہوا اور دکن میں تعینات ہوا۔ ایک ہفتہ میں تین ایلچیوں کے آنے کی خبر آئی ایک قاسم آقا کی جس کو حسین پاشا حاکم بصرہ نے بھیجا تھا اُسکے ساتھ سلطنت کا تہنیت نامہ اور اسپان عراقی تھے دوسرا ابراہیم بیگ تھا جسکو سبحان قلی خاں نے نامہ و تحائف توران کے ساتھ بھیجا تھا۔ تیسرا ایلچی مذاق بیگ تھا جو ایران کے بادشاہ کی طرف سے نامہ اور گھوڑے لیکر ملتان میں آیا تھا ابراہیم بیگ ایلچی توران کو بعد ملازمت کے گیارہ ہزار روپیہ و کمر و ٹیکہ مرصع مع خلعت مرحمت ہوا وہ مریض تھا جلد مر گیا۔

ایلچیوں کا آنا

چونکہ شاہ جہاں کے زمانۂ علالت سے برابر ملک میں محاربات کے فساد رہتے تھے اور لشکر ادہر اودہر سے آتے جاتے تھے۔ کئی سال سے بارش کا حال بھی یہ تھا کہ کبھی ابتدا میں کبھی انتہا میں کمی ہوئی تو غلہ کی گرانی ہوئی خلق اللہ کے ہوش اُڑے روز بروز غلہ کی قلت اور بے بضاعتوں کی عسرت ہوئی اکثر پرگنے ویران ہوگئے اور شاہجہاں آباد میں گرد و نواح کے کنگال بھر گئے شہر میں پہلے ہی سے فقیر بہت تھے اور اُن پر ان کنگالوں کا اور اضافہ ہوا۔ اب تو ہر کوچہ و بازار میں فقیروں اور بے نواؤں کے ہجوم سے آدمیوں کو رستہ چلنا مشکل ہوگیا اور خلقت کو جینا دشوار ہوگیا بادشاہ نے یہ حال سنکر حکم دیا کہ شاہجہاں آباد میں سوا مقرری بلغور خانہ پختہ و خام کے دس اور لنگر خانہ جاری ہوں اور دارالخلافہ کے گرد کے قصبوں اور مزاروں پاس بارہ لنگر خانے جاری کیے جائیں اور خدا ترس و متدین داروغے اُنپر متعین کیے جائیں اور ہزاری تک سب عمدہ امیروں کو حکم ہوا کہ ہر ایک اپنے فراخور حال اور موافق اپنے مرتبے کے لنگر خانے جاری کرے اور غلہ کی گرد آوری کے لیے راہداری کے معافی کے لیے جابجا احکام مجدد صادر ہوئے اور بہر لول منصوب ہوئے دار الخلافہ میں سپاہ بہت تھی اس میں سے آدمی اپنے تیول کو روانہ

قحط عام

کی گئی جس کی تخفیف سے غلہ کا نرخ ارزاں ہوا جو شاہجہاں آباد میں گرانی غلہ کا انتظام ہوا تھا وہی لاہور اور اکبرآباد کے دارالخلافوں میں ہوا۔ اسی فی الجملہ خلقت کے حال میں تفاوت ہوا۔

واقعات سال چہارم سنہ ۱۰۷۱

۲۹ شعبان سنہ ۱۰۷۱ کو ہلال رمضان نمودار ہوا ہر سال کے دستور کے موافق جشن کی آرائش ہوئی۔ بادشاہ کی تاریخ جلوس ۲۴ رمضان ہے اور پہلے سالوں میں انہیں تاریخوں میں جشن ہوا مگر روزہ رکھنے کے سبب سے لوگوں کو خرمی اور انبساط کی طرف رغبت کم ہوتی ہے میل کلی نہیں ہوتا اور بادشاہ دین پناہ بھی ان دنوں عبادت و طاعت میں مصروف رہتا بزم سور و طرب و سرور کے لیے فرصت نہیں رکھتا اس سبب سے بادشاہ نے یہ مقرر کیا کہ اس سال سے آگے ہر سال اس جشن کا آغاز عید فطر کے دن سے ہو اور وہ دس دن تک جاری رہے اس جشن میں جو پیشکشیں پیش ہوئیں اور تمام امرا اور اہل طرب کو انعام ہوئے اُنکی تحریر کو تحصیل حاصل جانکر قلم کو اُن کے ذکر سے آشنا نہیں کرتا کچھ اور مدعا تحریر کرتا ہوں بادشاہ سے عرض ہوا کہ بداق بیگ ملتان میں داخل ہوا اور تربیت خاں نے ضیافت کی اور پانچہزار روپیہ اور تحائف اسکو دیئے لاہور میں خلیل اللہ خاں نے موافق ہندوستان کی رسم و راہ کے رنگین ضیافت پر تکلف کی چار سو قابیں چاندی کی اور سات سو خوان حلووں اور نقلوں کے سوا عطریات اور لوزمات کے دسترخوان پر چنے طعامہا و آش مع ظروف نقرہ و آلات و بیش قیمت غوریوں کے ایلچی کے ہمراہ کر دیئے اور بیس ہزار روپیہ نقد اور سات تقوز پارچہ بیش بہا اور انواع مرصع آلات تواضع کیے ایلچی نے دو دفعہ شاہ اور اپنی طرف سے خربوزہ کاریز اور اقسام میوہ تر و خشک بھیجے وہ بادشاہ کی نظر سے گزرے جب ایلچی بادشاہ کی خدمت میں آیا تو اُس نے پانچ لاکھ روپیہ کے قیمتی تحف و تحائف پیش کیے بادشاہ نے روز رخصت تک پانچ لاکھ روپیہ کے نقد و جنس ایلچی کو اور پچاس ہزار روپئے اس کے

بداق بیگ ایلچی ایران

قلعہ کہاتا کہری کی فتح

روپئے اُس کے ہمراہیوں کو دیئے اور نامہ کے جواب کے لیے فرمایا کہ بعد ازاں بہیجا جائے گا بادشاہ نے سُنا تھا کہ چکرسین ہیل جو اس سرزمین کے مفسدوں کا سرگروہ ہے اور پہلے اس سے فرمانبرداری و خدمت گزاری شاہی کے سبب سے وہ اس ولایت کی زمینداری کی دولت پر پہنچا تھا وہ قلعہ کہاتا کہری پر تصرف رکہتا تھا وہ اس قلعہ کی حصانت پر ایسا مغرور ہوا کہ اُس نے اطاعت شاہی سے انحراف کیا اور صوبہ دار مالوہ پاس آنے سے اور پیش کش مقرری کے دینے سے انکار کیا۔ تمرد و بغاوت کا طریقہ اختیار کیا۔ بادشاہ نے راو بھگونت سنگہ ہاڈہ کو جسکی محال زمینداری اور وطن اُس کی ولایت سے قریب تھا اُسکے دفع کرنے کے لیے مقرر کیا اُس نے جاکر قلعہ کہاتا کہری کو اپنے حسن تدابیر و کوشش سے مفتوح کیا اور چکرسین کا قصہ تمام کیا۔

چنپت بندیلہ

شاہجہاں کے عہد سے مالوہ میں چنپت بندیلہ راہزنی کرتا تھا باوجودیکہ سپاہ اُس کے مارنے کیلئے مقرر ہوئی مگر اُسکی حیات کا شجرہ نہ قطع ہوا جب عالمگیر دکن سے دار الخلافہ کی طرف آتا تھا تو اُس نے اپنی بد افعالی کو چہوڑ کر اپنی ندامت ظاہر کی اور ملازمت میں آیا اور ہمرکاب سفر پنجاب میں دارا شکوہ کے تعاقب میں حاضر تھا لیکن اپنی ذاتی بدسرشتی سے بے حکم گریز پا گنہگار غلاموں کی طرح بہاگ گیا اور اپنے قدیم مکان پر پہنچ گیا اور بدستور سابق قطاع الطریقی اختیار کی اور شجاع و دارا شکوہ کی شورش کے دنوں میں اور زیادہ شوخی کی اور اطراف مالوہ کو تاخت و تاراج کیا۔ اول سبہ کرن بندیلہ اس کی تنبیہ کیلئے مقرر ہوا۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہوا تو دیبی سنگہ اُس کے استیصال کے لیے مقرر ہوا چنپت اُسکا مقاومت و مقابلہ نکر سکا اور زمینداروں کی پناہ میں گیا۔ لومڑی کی طرح کوہ و غار میں چہپا مگر گرفتار ہوا سر اُسکا لشکر بادشاہ کے روبرو آیا اور اُس کی تشہیر ہوئی۔

شاہزادہ محمد معظم کی شادی

شاہزادہ محمد معظم سے راجہ روپ سنگہ کی بیٹی سے عقد نکاح ہوا بادشاہ نے دو لاکہہ روپئے کی موتی و مرصع آلات شاہزادہ کو دیئے اور سہرہ کی تسلیمات کے وقت ایک لاکہہ روپیہ نقد مع فیل و اسپان با ساز طلا و مرصع عطا کئے آتشبازی نے زمین کو گلفشان اور آسمان کو ستاروں سے درفشان کیا۔ ایک لاکہہ روپیہ کا زیور دلہن کو دیا گیا۔ اور کلاوتوں کو نو ہزار روپیہ انعام ملا۔ مہاراجہ

جسونت سنگھ کو حکم ہوا کہ احمدآباد سے دکن میں امیرالامرا پاس سیواجی کے استیصال کے لیے جائے اور قطب الدین خاں فوجدار جوناگڑھ کو فرمان صادر ہوا کہ صوبہ دار کے پہنچنے تک وہ احمدآباد میں خبرداری کرے

ولایت پلاؤں کی مرزبانی موروثی چلی آتی تھی اس سرزمین میں قلعے استوار تھے مرزبان پاس بہت پیادے وسوار تھے راہیں دشوار گذار جنگل وگریوہ وکوہ سے گھری ہوئی غرض ان اسباب پر یہاں کا مرزبان مغرور ہوا اور سرکشی وبغاوت کی بعض اوقات صوبہ داروں کی بے جوہری اور سست ہمتی کو یہاں کا مرزبان دیکھتا تو وہ ملک بادشاہی کی محال پر جو اس کے حدود زمینداری کے قریب اور بجوار ہوتے دست درازی کرتا اور خودسری کرکے صوبہ دار کی فرماں بری نکرتا۔ پیش کش اور مرزبانوں کی طرح برسم معہود نہ بھیجتا بادشاہ نے داؤد خاں صوبہ دار بہار کو حکم بھیجا کہ اس ولایت کو تسخیر کرے خان مذکور ۲۲ شعبان کو اس صوبہ کے کومکیوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا پٹنہ سے جنوب رویہ چالیس کوس کے فاصلہ پر پلاؤں ہے اور بلدہ مذکور سے اس ولایت کی سرحد ۲۵ کوس ہے اور وہاں سے مرزبان کا مسکن ۱۵ کوس ہے دو قلعے مستحکم ایک پہاڑ پر دوسرا زمین پر ہے ان دونو قلعے کے نیچے ندی بہتی ہے اور اس کے اطراف ونواحی میں اونچے اونچے پہاڑ اور گھنے گھنے جنگل ہیں اس ولایت کے متعلقات میں تین قلعے ہیں۔ ایک کوٹھی کہ پلاؤں سے ۲۰ کوس ہے۔ دوم قلعہ کندہ جو کوٹھی سے سات کوس پر ہے سیوم قلعہ دیوکن کہ کوٹھی سے دس کوس پر ہے ان قلعوں کی حمایت کے سبب سے یہاں کے زمیندار صوبہ دار سے سرکشی کرتے رہتے تھے شاہجہاں کے عہد میں عبداللہ خاں فیروز جنگ صوبہ دار پٹنہ کی پرتاب والد بلبہدر نے کبھی اطاعت نہیں کی۔ بادشاہ کے حکم سے شائستہ خاں صوبہ دار پٹنہ اس پر چڑھ کر گیا صرف اسی ہزار روپیہ پیش کش کا لیا اور کوئی قلعہ اور ملک فتح نہ کرسکا اور الٹا چلا آیا یہ حال پہلے لکھا گیا ہے۔ داؤد خاں اول کوٹھی کے فتح کرنے کے لیے گیا تو سرکشوں نے خوف کے مارے قلعہ خالی کردیا۔ داؤد خاں نے اس پر قبضہ کرکے شائستہ بندوبست کیا اور اسکے قلعہ کندہ کی فتح پر متوجہ ہوا یہ پہاڑ پر بڑا مضبوط قلعہ ہے اگرچہ وہ کوٹھی سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہے

لیکن راہ سراسر گھنے جنگلوں سے پر ہے اور راہ میں ایک اونچا پہاڑ اور گریوہ دشوارگذار ہے۔ خان نے
اول جنگل کے درختوں کو کٹوایا اور راہ کو ہموار کرایا جب ایک کوس قلعہ سے راہ باقی رہی تھی
کہ سرکشوں نے اس قلعہ سے بھی فرار کیا داؤد خاں مع فوج کے اس میں داخل ہوا اور اس کو ڈہاکر
خاک کی برابر کیا برسات کا موسم آگیا۔ کوٹھی اور کندہ کے درمیان دو گلی قلعے بنوا کر اس میں
سپاہ کو رکھا زمینداروں سے آذوقہ ورسد کے سامان بہم پہنچانے کا انتظام کرایا۔ جب برسات
ختم ہوئی تو پلاؤں کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ مرزبان نے اپنے وکیلوں کو بھیجکر عرض کیا کہ میں
اطاعت کے لیے حاضر ہوں اور جو پیش کش مقرر کی جائے میں اسکو دونگا لشکر پٹنہ کو الٹا
چلا جائے۔ مگر خان نے کچھ نہ مانا۔ غرہ ربیع الاول اس شائستہ آئین سے مقصد کی طرف
روانہ ہوا کہ مرزا خاں تین سو سوار اور دو سو پیادے بندوقچی لیکر ہراول بنا بہادر خاں سات سو
سواروں اور تین سو پیادوں کو لیکر برانغار اور شیخ تاتار خاں برادرزادہ داؤد خاں پانچ سو
سوار اور راجہ بہروز چار سو سوار اور پندرہ سو پیادے لیکر جرانغار بنا۔ داؤد خاں خود دو ہزار
سوار لیکر قلب میں رہا اور اپنے پانچ سو سوار تابین چنداولی میں مقرر کیے۔ اور ایک گروہ انبوہ
تبرداروں کا بھیجا کہ وہ قلعہ تک جنگلوں کو صاف کرکے راہ صفا و مسطح بنائیں اور مناسب مقاموں
میں تھانے مقرر کیے اس لشکر نے نوروز میں دس کوس تحریر کیے اور موضع نرسی میں آیا جہاں سے
قلعہ پلاؤں کی مسافت سات کروہ تھی۔ زمیندار آنکر داؤد خاں سے مصالحہ کی تمہیدیں
کرتے تھے اور پیش کش ٹہراتے تھے مگر خان مذکور کچھ نہیں سنتا تھا۔ جب لشکر نرسی میں آیا
تو مرزبان پلاؤں نے اپنا وکیل سورت سنگھ جو اس کا مدار علیہ تھا دوبارہ داؤد خاں پاس
بھیجا عجز و زاری کا اظہار کیا فرماں بری و خدمت گزاری کے قبول کرنے کو عرض کیا
اس کام کے لیے راجہ بہروز کو واسطہ بنایا ایک لاکھ روپیہ پیش کش دینا بادشاہ کو اور پچاس
ہزار روپیہ دینا داؤد خاں کو قبول کیا۔ داؤد خاں نے اس مقدمہ کو بادشاہ پاس بھیجا اور
جواب کے انتظار میں چند روز توقف کیا کہ خبر آئی کہ معسکر سے سات کروہ پر دشمن نے رسد کے

قلعہ پر ہاتھ مارا اگرچہ اس واقعہ کے بعد زمیندار نے پیشکش کے روپیہ میں سے پچاس ہزار روپیہ بھیجدیا۔ لیکن غارتگری کی ایسی ناہنجار حرکت کی کہ داؤدخاں آگے بڑھا۔ اہل قلعہ نے ڈہائی کوس قلعہ سے آگے آنکر مورچال باندہے بادشاہ کا حکم داؤدخاں کی عرضداشت کے جواب میں آیا کہ اگر مرزبان پلاؤں اسلام اختیار کرے تو پیشکش لیکر اسکا ملک اُسی کو دیدو اور اگر وہ اس سے انکار کرے تو بدستور اپنا کام کرو۔ یہ پیغام اسلام قبول کرنیکا مرزبان پاس بھیجا گیا ابھی جواب نہ آیا تھا کہ جنگ کے شوقینوں نے مخالفوں کے مورچالوں کے قریب پہنچکر لڑائی شروع کی داؤدخاں نے جاکر توپ و تفنگ سے ہنگامہ جنگ گرم کیا ایک پہر دن رہے سے شام تک جنگ رہی ۹۰ آدمی مرے اور پچاس سوار اور پیادے زخمی ہوئے رات ہوگئی تو مخالفوں نے دو بڑی توپیں لاکر مورچالوں میں نصب کیں اور اُن کے صدمہ سے چند پیادے اور سواروں کو مارا اس رات کو زمیندار مذکور نے داؤدخاں کے پیغام کا جواب بھیجا کہ میں اسلام نہیں قبول کرونگا۔ داؤدخاں نے ایک کوہچہ پر کہ وہ دشمنوں کا سرکوب تھا قبضہ کرلیا اور اُس پر مورچال بنا کے توپیں جمائیں تو دشمنوں نے اپنے مورچے چھوڑ کر حصار کے نیچے ندی پر مورچے جمائے داؤدخاں نے دو تین روز میں جنگل کٹوا کر راہ بنالی۔ غرہ جمادی الاول کو تین جانب سے دشمنوں پر یورش کی دوپہر تک خوب لڑائی رہی دشمن بہت مارے گئے زخمی ہوئے بھاگ کر پہاڑ اور جنگل میں جا چھپے۔ لشکر شاہی نے انکا تعاقب کیا حصار شہر بند کو جاکر لے لیا اور دشمنوں کو یہاں سے بھی بھگا دیا۔ اُنہوں نے قلعہ پائیں اور حصار کوہ میں پناہ لی۔ زمیندار نے اپنے اہل و عیال اشیا و اموال کو قلعوں سے نکالکر جنگل میں بھیجا اور خود دونوں قلعوں میں تحصن اختیار اور مراسم مدافعت و مقاومت میں قیام کیا۔ لشکر شاہی حصار شہر بند میں آکر قلعہ کے دروازہ پاس پہنچا اور ایک پہر رات گئے تک توپ و تفنگ سے ہنگامہ جنگ گرم رہا زمیندار رات کو قلعہ سے جنگل میں بھاگ گیا دونو قلعے بادشاہی فوج میں آگئے۔ ہندوؤں کے صنم خانے اور معابد ذکر و تہلیل سے تبدیل ہوئے

اس یورش و آویزش میں ۱۹ آدمی کشتہ اور ۷۰ آدمی زخمی ہوئے مخالفوں کے بہت آدمی کشتہ
و زخمی و اسیر ہوئے خبر آئی کہ مخالف قلعہ دیوکن میں جمع ہوئے تو داؤد خاں نے شیخ صفی کو
فوج کے ساتھ روانہ کیا اُس نے جاکر محاصرہ کیا اور دشمنوں کو ایسا تنگ کیا کہ اُنھوں نے یہاں
سے بھی فرار کیا قلعہ بادشاہی سپاہ کو ہاتھ آیا داؤد خاں نے یہاں انتظام منگل خاں کو سپرد
کیا اور خود پٹنہ میں آیا۔

بادشاہ کا حال

شاہجہاں کے پاس سے فاضل خاں سوا لاکھ روپیہ کے جواہر لایا۔ دوم رجب کو
خلیل اللہ خاں کا انتقال ہوا۔ بادشاہ نے سوم کے روز جاکر اُس کے سوگواروں کی
تسلی و دلجوئی سے نوازش فرمائی اسکے بیٹوں روح اللہ خاں و میر خاں و عزیز اللہ خاں اور اُسکے
برادر زادوں سیف الدین افتخار خاں ملتفت خاں بہاء الدین اور اُس کے داماد سیف الدین
کو خلعت فاخرہ دیئے اور اس کی بیٹی و بیوی کا پچاس ہزار روپیہ سالانہ مقرر کیا اور بیٹوں
اور داماد کا اضافہ منصب کیا۔ ۶ رجب کو شاہزادہ محمد اکبر کا ختنہ ہوا۔ اس سنت کو بادشاہ
نے ادا کیا بوداق بیگ کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ شاہ ایران کو پان کھانے کی طرف رغبت
ہے اسلیے اس پاس پان بھیجے خواجہ احمد ایلچی کو ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ کے قریب دیکر
رخصت کیا۔ غرہ شعبان کو بنگالہ سے شجاع کے اسی ہاتھی بھیجے ہوئے اور پلاؤں کی
غنائم میں سے دو ہاتھی نظر اشرف سے گزرے۔ بادشاہ نے ڈیڑھ سو کلنگ شکار کئے خضر آباد
(ہمایوں کے مقبرہ کے پاس شاہی مکانات بنے ہوئے تھے) میں باور کا دام لگا کے شکار کھیلا
تین سو چین ہرن مارے۔ اس شکار میں بادشاہ کو اپنے رحم کے سبب سے خیال آیا کہ بے زبان
حیوانوں پر شکار کرکے ظلم کرنا نہیں چاہیئے اس لیے اُس نے شکار کو اور جانوروں کے
قید کرنے کو منع کر دیا جتنے جانور جال میں پکڑے گئے تھے سب کو چھوڑ دیا۔ جب شاہجہاں کی
علالت کے سبب سے ملک میں چاروں طرف شورش ہوئی اور سرکشوں نے سر اُٹھایا اور شجاع نے
بنگالہ میں اپنا سکہ جمایا تو بھیم نراین زمیندار کوچ بہار نے سرکشی کی جو اس سانحہ سے پہلے بادشاہ کا

خانخاناں عرف معظم خاں کی مہمات ملک آسام کی فتح

مطیع وفرمان پذیر تھا اور ہمیشہ پیش کش بھیجا رہتا تھا اور گھوڑا گھاٹ پر حملہ کیا اور رعایا کے صغیر وکبیر کی ایک جمع کثیر کو اسیر کیا جس میں اکثر مسلمان تھے اور اُنکو اپنی ولایت میں لے گیا اور اس ناحیہ میں بڑی خرابی مچائی ولایت کامروپ جو عبارت ہاجو اور گواہتی اور اسکے توابع سے ہے اور قدیم زمانہ سے ممالک محروسہ میں داخل تھی اُسکو اپنے وزیر بھولاناتھ کو بھیجکر تصرف میں لانا چاہا اُسوقت آسام میں جی دہجسنگہ راجہ تھا جو وسعت ولایت و فزونی دستگاہ قدرت و کثرت جمعیت لشکر و وافزونی خیل و حشم و بسیاری نوارہ و توپ خانہ و فیلات جنگی میں راجہ کوچ بہار پر فوقیت رکہتا تھا اُسنے جب شجاع کی شورانگیزی کا حال سُنا اور بہیم نراین کے ارادہ پر مطلع ہوا کہ کامروپ کی تسخیر کا ہے تو اُس نے آسامیوں کا لشکر عظیم نوارہ اور توپخانہ کو دریا و خشکی کی راہ سے ولایت کامروپ میں متعین کیا۔ لطف اللہ شیرازی یہاں کا فوجدار تھا جب اُس نے دیکھا کہ دونو طرف سے سیلاب آشوب آیا اور مجھہ میں مقاومت کی تاب نہیں اور کمک اور مدد کی امید منقطع ہے تو صلاح اندیشی سے یہاں سے نوارہ کی مدد سے جہانگیر چلا گیا۔ بھولاناتھ وزیر بہیم نراین آسامیوں کے قصد سے مطلع ہوا اُسکو یقین تھا کہ میں آسامیوں پر غالب نہیں ہوسکتا وہ بھی چلا گیا اور آسامیوں کا کوئی مانع و متنازع نہیں رہا۔ ولایت بادشاہی پر وہ قابض ہوے اور اس دیار کی رعایا کو اسیر کیا۔ شجاع اپنے حال میں خود گرفتار تھا وہ اس کا علاج کچھہ نکر سکا آسامیوں نے دلیری کرکے اور آگے قدم بڑھایا اور بغیر کسی مانع کے حوالی پرگنہ کرئی باری پر کہ جہانگیر نگر سے پانچ منزل ہے متصرف ہوے اور موضع مست سلہ (بہت سلہ) میں کہ کرئی باری کے قریب ہے اپنا تھانہ جمایا اور ایک جمع کثیر کو اُسکی محافظت کے لیے مقرر کیا۔ جہانگیر کے عہد میں بھی ایسی جرأت آسامی کرچکے تھے کہ ولایات بادشاہی پر تاخت کی تھی اور سید ابا بکر کو حوالی جمدہر سے سات آٹھہ ہزار سواروں کے ساتھ اسیر کرکے لے گئے تھے اور شاہجہاں کے اوائل جلوس میں چیرہ دستی کرکے شیخ عبدالسلام فوجدار ہاجو گواہٹی پر حملہ کرکے چارسو

آدمیوں کو دستگیر کر کے لے گئے تھے اس مدت میں حکام بنگالہ میں سے کسی کو آسامیوں کی تادیب
کی توفیق نہیں ہوئی مگر میر عبدالسلام مخاطب باسلام خاں کو کہ اس نے اپنی صوبہ داری کے
زمانہ میں شاہجہاں کے عہد میں اسام کی تسخیر اور آسامیوں کی تنبیہ کا ارادہ کیا اور اپنے بھائی
سیادت خاں کو لشکر کے ساتھ اسطرف بھیجا تھا کہ وہ خود بنگالہ کی صوبہ داری سے بدلکر وزیر مقرر
ہوا اور اُنکی جگہ شاہزادہ شجاع مقرر ہوا جس کو اتمام مہم کی توفیق نہوئی اور لشکر شاہی موضع
کجلی سے جو آسام کا دہنہ ہے آگے نہیں بڑہا۔ جب سال سوم جلوس ماہ رمضان میں بنگالہ سے
شجاع زخنگ میں گیا۔ اور اسکے تعاقب میں خانخاناں جہانگیر نگر میں آیا تو راجہ آسام نے
اُسکے خوف کے مارے اپنے وکیل کے ہاتھ معذرت نامہ خانخاناں پاس بھیجا اور اُس میں
لکہا کہ کوچ بہار کا زمیندار بھیم نراین مجھہ سے خصومت رکہتا تھا اُس نے ایام شورش و انقلاب میں
ولایت بادشاہی پر دست تعرض دراز کیا اور ولایت کامروپ پر جو قدیم الایام سے آسام سے
تعلق رکہتی ہے متصرف ہونا چاہتا تھا میں نے اُسکو تصرف سے باز رکہا اور ان حدود کو اپنے
ماتحت کر لیا۔ اب جس شخص کو آپ اس طرف متعین کریں اُسکو یہ ولایت سپرد کر دوں
خانخاناں نے باقتضا اصلاح اندیشی اس وقت بظاہر اُسکی معذرت کو قبول کر لیا اور وکیل
کو خلعت دیکر واپس کیا رشید خاں و سید نصیر الدین خاں و سید سالار خاں و اعز خاں کو متعین
کیا وہ جا کر ولایات بادشاہی آشامیوں کی قرارداد کے موافق اپنے تصرف میں لائیں
اس اثنا میں بھیم نراین نے لشکر شاہی سے خوف کہا کر عفو تقصیر کی درخواست کی اور اپنا
وکیل بھیجا مگر اس کی تادیب و گوشمالی واجب تھی خانخاناں نے درخواست کو بغیر پڑہے فرمایا
کہ وکیل دار ضیافت میں جا کر سو کوڑے کہانے کی تکلیف اُٹھائے یا نوشتہ زہر مار کر
نوشجان کرے وکیل نے نوشتہ کو چرب لقمہ جان کر نوشجان کیا اور استراحت خانہ زنجیر میں پاؤں
پھیلائے راجہ سبحان سنگھ بندیلہ کو بندہائے بادشاہی کے فوج کے ساتھ اور مرزا بیگ اپنے
آدمی کو ایک ہزار تابینوں کے ہمراہ بھیجا کہ بھیم نراین کی تنبیہ کریں اور ولایت کوچ بہار

کو تسخیر۔ جب آسامیوں نے سنا کہ رشید خاں افواج کے ساتھ کامروپ کی طرف روانہ ہوا ہے تو اُنہوں نے اوّل پرگنہ کری باری اور چند اور پرگنوں کو خالی کیا اور آخر کو آب بنارس تک ولایات بادشاہی کو چھوڑ دیا رشید خاں نے آسامیوں کی اس حرکت کو حیلہ وری اور تزویر جان کر نہایت احتیاط کی کہ جہانگیر نگر سے آگے چار منزل جاکر ٹھہر گیا۔ خانخاناں نے اسکو آگے جانے کی تاکید کی تو بھی اُسپر کچھ اثر نہوا تو رشید خاں کے کومکیوں یوسف خاں واعز خاں نے جاکر کری باری اور اور پرگنات پر تصرف کیا جو آشامیوں نے خالی کیے تھے تو رشید خاں موضع رنگا مائی کی طرف چلا جو کامروپ کے توابع میں سے ہے اسامی رشید خاں کے آگے بڑھنے میں تعلل کرنے سے خیرہ ہوے اور اُنہوں نے دوبارہ کامروپ کے تصرف میں لانے کا ارادہ کیا توپ خانہ و نوارہ اور آلات نبرد بہت سے سامان کے ساتھ بھیجے رشید خاں پاس اُن کے دفع کرنے کا سامان موجود نہ تھا وہ رنگا مائی میں مقیم ہوا اور خانخاناں کو حقیقت حال پر مطلع کیا۔ سجان سنگہ بھیم نراین کی تنبیہ کے لیے معین ہوا تھا جب اُس نے دیکھا کہ کامروائی کچھ نہیں ہوئی تو وہ بھی ولایت کوچ بہار کی ایک بند کی دیوار میں ہو بیٹھا اور خانخاناں کو اصل حال سے اطلاع دی۔ خانخاناں نے ان دونوں کا یہ حال دیکھا تو وہ خود نوارہ اور توپ خانہ اور بنگال کی افواج لیکر ان دونوں مہموں کے سرانجام دینے کا عازم ہوا اور بادشاہ پاس اپنی درخواستیں بھیجیں بادشاہ نے اُن کے موافق تمام لشکر کو جو شجاع کی مہم میں گیا تھا حکم صادر کیا کہ وہ سب مہمات مذکور میں شرائط موافقت و مرافقت کو بجا لا کر خانخاناں کی صلاح وصوابدید سے باہر قدم نہ رکھیں جب برسات ختم ہوئی اور پانی کی طغیانی دور ہوئی تو ۱۰ ربیع الاول سنہ ۷۲ کو خانخاناں خضر پور سے سرکشوں کے استیصال کے لیے روانہ ہوا۔ نوارہ دو تہائی ساتھ لیا اور باقی جہانگیر نگر میں چھوڑا اور بادشاہ کے حکم کے موافق اکبر نگر کی حراست مخلص خاں کو اور جہانگیر نگر کی حفاظت احتشام خاں کو تفویض کی اور سید اختصاص خاں اور راجہ امر سنگہ نروری کو

اور عمدہ منصب داروں کو احتشام خاں کا کومکی مقرر کیا اور مہمات خالصہ بدستور معہود دیوان
بھگوانی داس کو سپرد ہوئیں اور نوارہ کا اہتمام محمد مقیم کو حوالہ ہوا۔ جب خانخاناں معظم خاں
موضع ہری تلہ میں آیا جو بادشاہی ملک کی سرحد ہے تو اس سرزمین کے واقف کاروں سے
تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ کوچ بہار کی چلتی ہوئی راہیں تین مشہور ہیں ایک ولایت مورنگ
کی سمت سے دوم ملک بادشاہی کی جانب سے دو راہیں جن میں سے ایک راہ دوار ہے۔ دوار
عبارت ایک بند محکم اساس سے ہے وہ ایک عریض مرتفع بند کے اوپر جس کو اہل ملک آل
کہتے ہیں قدیم الایام سے بنایا گیا ہے اور اس بند عالی سے شہر کوچ بہار اور اس کے کچھ پرگنے
محصور ہیں اس کا دور ۲۴ کروہ ہے اور اس بند کے اوپر سب طرف ایک جنگل ہے جس میں
بانس و بید اور اور درخت ایسے بلند و تنومند اور گھنے ہیں اور ان کی شاخیں ایسی باہم لپٹی لپٹائی
ہیں کہ چور کا گذر بھی مشکل سے ہوتا ہے کئی جگہ اس بند پر در اور دربند کمال مستحکم ہیں اور
اور ان پر بڑی بڑی توپیں اور زنبورکیں و ضرب زن اور ادوات پیکار چنے ہوئے ہیں۔
مردان کار اور ہوشیار ہر ایک کی حفاظت کے لیے متعین ہیں اور ان دربندوں میں سب سے
بڑا ایک دوار ہے کہ راہ مذکور اس کے محاذی جاتی ہے اور اس دربند کے گرد ایک چوڑی و گہری
خندق کھودی گئی ہے ولایت کوچ بہار کی راہ متعارف یہی ہے اور اگر دربند مذکور مفتوح ہو جائے
تو پھر کوچ بہار تک کوئی مانع نہیں لیکن اسکا فتح کرنا آسان نہیں ہے دوسری راہ گھوڑا گھاٹ
ہے کہ رنگا ماٹی کے متصل ہے اس بند کا عرض اس طرف کمتر ہے لیکن اس راہ میں عظیم و عمیق
دشوار گذار نالے ہیں اور جنگل خطرناک ہے درخت ایسے گھنے ہیں کہ ہوا کے پاؤں میں بھی زنجیریں
پڑتی ہیں خاردار درختوں کی یہ کثرت ہے کہ عبور کے وقت باد کے دامن گیر ہوتے ہیں ان
دو راہوں کو اس طرح بند کیا ہے۔ ایک اور راہ مشہور ہے وہ ملک بادشاہ کی سمت جاتی ہے۔
جس کے اس طرف کی آل عرض و ارتفاع میں اور اطراف کی نسبت کمتر ہے لیکن کوچ بہار
کے معمورہ تک سب جگہ جنگل و بیشہ زہردار سانپوں و اونچے درختوں سے بھرا ہوا ہے اسکی

محافظت بہیم نرائن نے اس خیال سے نہیں کی کہ وہ جانتا ہے کہ لشکر شاہی کا عبور اس میں
نہیں ہو سکتا اسکے تراکم اشجار اور قلیت راہ سے خاطر جمع ہے۔ خانخاناں نے یہ راہ اختیار کی وہ
لشکر کے ساتھ ہری تلہ سے چلا اور یہ مقرر کیا کہ نوارہ اس راہ میں چلے کہ گھوڑا گھاٹ سے
نکلکر دریا برہم پتر سے ملحق ہوتا ہے۔ سلخ ربیع الثانی کو راجہ سبحان سنگہ اور اسکا لشکر بھی خانخاناں
سے آن ملا۔ غرہ جمادی الثانی کو راہ مذکور کی حفاظت جو جماعت کرتی تھی وہ بھاگ گئی
اس راہ میں ہاتھی و تبردار و لشکر کے پیادے آگے آگے جاتے اور جنگل کے درختوں کو توڑ کر
راہ بناتے۔ بڑی مشکل سے لشکر اس طرح راہ کاٹتا۔ راہ میں ایک چوڑی عظیم رود آئی
ایک جگہ پایاب دریافت کی گئی وہاں سے لشکر پایاب ہوا۔ نیستان سے لشکر نکلکر آگے پہنچا
آیا۔ یہاں کے محافظ ڈر کر بھاگ گئے۔ آل میں لشکر داخل ہو کر کوچ بہار کے قریب آیا بہیم نرائن
اس آل کے بھروسہ پر سرکشی کرتا تھا جب وہ ہاتھ سے گیا تو لشکر شاہی کے پہنچنے سے تین روز پہلے
وہ کوچ بہار سے بھاگ گیا اور اہل و عیال و اموال کو ساتھ لے گیا اور کوہ بھوٹنٹ میں پہنچا
بھولا ناتھ اسکا وزیر اسکی صواب دید و اشارہ سے پانچ چھ ہزار پیادوں کے ساتھ کوچ بہار
کی مغربی سمت میں گیا جو درہ کوہ مورنگ میں ہے اور بڑے بڑے جنگل اُس کے گرد ہیں
اس خیال سے یہاں آیا کہ جب لشکر شاہی گزرے تو فرصت کے وقت راہزنی کرے اور
شورش مچائے۔ دیہات و کھیتوں غلوں کو جلائے۔ رعایا کو بھگائے اور لشکر شاہی کو آذوقہ
نہ پہنچنے دے۔ ششم جمادی الاولی کو حوالی شہر میں سپاہ اسلام کا خیمہ لگا شہر بلا تردد سیف و سنان
کے تصرف میں آیا۔ ابتدا میں شہر کے اندر جس کسی سے کچھ ہاتھ آیا وہ لے گیا بعد ازاں سید
محمد صادق صدر بنگالہ کو خانخاناں نے حکم دیا کہ جابجا خود اہتمام کر کے قطعی ایسا انتظام کرے
کہ کوئی شخص رعایا کے مال و عیال پر دست درازی نہ کرے اور راجہ بھیم نرائن کے مال و اسباب
کو جو ہاتھ آئے ضبط کرے بت شکنی و اجرائے احکام اسلام میں مشغول ہو سید مذکور نے خوب اہتمام
کیا کہ وہاں کے باشندوں کے احوال کا کوئی معترض نہوا۔ سیاست کے لیے غارت پیشوں کے

واسطے قطع ید و گوش و بینی کا حکم دیا گیا۔ رعایا و غربا کے جان و مال کی امان کے لیے تسلی میں مشغول ہوا اور بت کلاں نراین کے سر اور روئے کو کلنگ کی ضرب سے اور بازوئے اسلام کی قوت سے توڑا پھر اور بتوں کے ہاتھ پاؤں کے ٹکڑے کیے بتخانوں کی چھتوں پر چڑھکر ہر طرف دین محمدی کی اذان کا آوازہ ایسا بلند کیا کہ اس مرز و بوم کے ہوش باختوں میں تزلزل آیا۔ مگر تاراج اور غارت کی ممانعت کی گئی دلباختہ رعایا اور مقدموں کے کانوں میں صدائے امن و امان پہنچی۔ جو جماعت بھاگ گئی تھی اس کے گھر اور اس کے مال کی گرداوری میں بطریق امانت زیادہ تاکید و احتیاط کی گئی باوجود دار الحرب ہونے کے سپہ سالار نیک سیرت نے رعایا کے حال و مال و عیال پر ترحم کیا تو اس کی خبر کے منتشر ہونے سے ہر صنف و قوم کے آدمی گروہ کے گروہ آنے شروع ہوئے ویران گھر آباد ہو گئے لیشن نراین پسر بھیم نراین کہ باپ سے ناراض تھا فرصت وقت کو غنیمت جانکر خانخاناں کی ملازمت میں آیا اور مسلمان ہو گیا۔ پدر اور وزیر کی گرفتاری کیلیے رہنمونی کرنے لگا۔ خانخاناں نے کچھ آدمیوں کو اس کے ہمراہ کیا کہ بھیم نراین کا تعاقب کریں جو دامنہ کوہ بھوٹنت میں بھاگ گیا ہے اور اسفندیار بیگ کو جو اس سرزمین کی خصوصیات پر مطلع تھا بھیجا کہ بھولا ناتھ کو گرفتار کرکے لائے جو مورنگ کے دامن کوہ میں چھپا تھا اور شورانگیزی کی تلاش میں تھا اور رعایا کی تسلی و استمالت ایسی کرے کہ وہ اپنے مساکن میں آنکر آباد ہوں۔ فرہاد خاں کو ایک اور گروہ کے ساتھ دوسری سمت میں اسی مطلب کے لیے بھیجا۔ کارشناسی و تدبیر کے حکم سے اشارہ کیا کہ ایک وارکی اور بند کی عمارات کو منہدم کریں اس کے ہر طرف سو سو گز جنگل کو کاٹ دیں اور اسکے دو نو طرف درختوں کو چھانٹ دیں چھوٹی بڑی ایک سو چھ توپ اور ایکسو پچیس زنبورک و رامچنگی اور بہت سی اور بندوقیں اور آلات توپخانہ و ادوات بیکار اور کچھ بھیم نراین کے اثقال و احمال لشکر شاہی کے تصرف میں آئے۔ جہانگیر نگر کو اسباب توپخانہ روانہ ہوا۔ فرہاد خاں جو بھولا ناتھ کے تعاقب کے لیے معین ہوا تھا وہ رسم تگامشی بجا لاکر اُسکے

پیچھے اُس جگہ تک گیا۔ جہاں سوار جا سکتا تھا۔ کچھ اس کے گھوڑے اور اسباب لایا جو وہ چھوڑ کر جنگل میں بھاگ گیا تھا۔ سات روز بعد مراجعت کی اسفندیار بیگ نے جاسوسوں کو بھیجکر بھولاناتھ کا پتہ لگایا وہ جنگل میں سانپ کی طرح چھپتا تھا وہاں گئے آدھی رات کو اس کو اور اُسکے ہمراہیوں زن و فرزند سمیت گرفتار کرکے مراجعت کی۔ بھیم نراین نے جب سُنا کہ لشکر شاہی اُس کے پیچھے آتا ہے تو وہ دہرم راج مرزبان بھوٹنت سے اجازت لیکر پہاڑ کے اوپر چلا گیا اس پہاڑ کی چوٹیوں پر سوا پیادہ کے کوئی اور مشکل سے بھی نہیں چڑھ سکتا تھا لشکر شاہی اس کوہ سے نیچے آیا۔ ایک ہاتھی اور کچھ گھوڑے اور دواب اس کے ہاتھ آئے۔ اور ایک کوچی آدمی کو پکڑ لائے وہ قوی ہیکل و سرخ و سفید تھا اور اس کے سر کے بال بھی زرد تھے مُنہ اور گردن کی اطراف پر چھوٹے ہوئے تھے سوا سفید دھوتی کے کچھ اور کپڑا اُس پاس نہ تھا کہتے ہیں کہ زن و مرد اس وضع و لباس سے زیست کرتے تھے اُس کی زبان کوچ بہار کے آدمیوں سے ملتی تھی اس نے خانخاناں سے کہا کہ اگر مجھے مرزبان بھوٹنت کے نام خط لکھکر دیجئے تو میں اس کا جواب لادونگا۔ خانخاناں نے اُس کے آدمی کو جان کی امان اور خلعت دیکر دہرم راج مرزبان بھوٹنت کے نام پروانہ لکھدیا جسکا مطلب یہ تھا کہ بھیم نراین تیری پناہ میں آیا ہے تو اسکو بھیج دے یا اسکو اپنے وطن سے باہر نکال دے۔ بھوٹیہ اس پروانہ کا جواب یہ لایا کہ میرے استصواب بغیر بھیم نراین اس کوہستان میں آیا۔ ناخواندہ مہمانوں کو ضرر پہنچانا اور خارج کرنا مروت سے بعید ہے کوہستان بھوٹنت سرسبز ہے۔ وہ کوچ بہار کے شمال میں پندرہ کوس پر ہے اسکی چوٹیاں برف سے ڈھکی رہتی ہیں وہاں یہ میوے ہوتے ہیں امرود و سیب و بہی اور اسی طرح کے سرد میوے شیریں اور یہ چیزیں اور ہوتی ہیں۔ ہاتھی و گونٹ اور مشک اور ایک قسم کا پشمینہ جس کو بھوٹ کہتے ہیں اور پری کہ ایک پارچہ گندہ ہوتا ہے اور ریسمان سے بنا جاتا ہے اور فرش کے کام میں آتا ہے۔ ریگ شوئی سے کچھ نقرہ و طلا بہم پہنچتا ہے۔ اس کوہستان کا زمیندار دہرم راج ایک بوڑھا معمر مرتاض رعیت پرور انصاف پیشہ ہے وہاں کے آدمی

اس کی عمر ایکسو بیس سال کی بتاتے تھے سوائے کیلہ و شیر کے انکی غذا کچھ نہ تھی رعیت کے ساتھ بہت رفق و مدارا کرتا تھا اس کی ولایت میں ایک تند رو و عمیق کم عرض ندی جاری تھی۔ بجائے پل کے آہنی زنجیریں اسکے عرض میں میخ اور درختوں کی بیخ سے باندھتے ہیں اور اسی طرح دوسری زنجیر اس کے اوپر آدمی کے قد کی برابر اونچی لٹکتے ہیں آنے جانیوالے نیچی کی زنجیر پر پاؤں اوپر کی زنجیر پر ہاتھ رکھکر عبور کرتے ہیں۔ احمال و اثقال اور ٹانگنوں کو اسی طرح دریا سے پار اُتار کر لیجاتے ہیں۔

کوچ بہار کا حال

کوچ بہار کی ولایت بنگالہ کے شمال و مغرب مائل بشمال واقع ہے اسکا طول شرقاً و غرباً ابتدا پرگنہ بھیتر بند سے کہ ملک بادشاہی میں داخل ہے پایاب گانون تک کہ ملک مورنگ میں ہے ۵۵ کروہ جریبی اور اسکا عرض جنوباً و شمالاً پرگنہ تاج ہات سے کہ ممالک محروسہ میں ہے تو سیکر تک کہ کھونٹا گھاٹ سے متصل ہے پچاس کروہ جریبی ہے یہ ولایت بلاد شرقیہ میں ہے نزہت و صفا و لطافت آب و ہوا و فور ریاحین و ازہار و کثرت بساتین و اشجار و خرمی و دلکشائی و فیض بخشی و فرح افزائی میں امتیاز رکھتی ہے ہندوستان و بنگالہ کے فواکہ و اثمار مثل انبہ و کیلہ و اناس و کوملہ نہایت خوب ہوتے ہیں۔ اس سرزمین میں فلفل گرد کے درخت بھی بہت ہوتے ہیں۔ اس ولایت میں جو اندر کی طرف بند ہے اس کو بھیتر بند اور جو باہر کی طرف بند ہے اُسکو باہر بند کہتے ہیں ایک دریا عظیم اور دو مختصر نہریں بند میں داخل ہوتی ہیں اور وہ اور پانیوں اور دریاؤں کے ساتھ جو اور جانبوں سے آتے ہیں ملکر دریا سنکوس میں داخل ہوتی ہیں یہ دریا سمت آشام میں کوچ بہار کے منتہا پر ہے۔ برسات کے دنوں میں کوئی ندی پایاب نہیں ہوتی۔ برسات کے بعد بعض ندیاں پایاب ہوجاتی ہیں اکثر انکی تہا میں سنگریزے ہوتے ہیں انکا پانی بہت میٹھا ہوتا ہے۔ باہر بند میں پانچ چکلے ہیں اُن میں ۲۲ پرگنے ہیں اور بھیتر بند میں بارہ پرگنے اور اس ولایت کا محصول دس لاکھہ روپیہ ہے اس ملک میں دو قومیں آباد ہیں ایک میچ ہے پرگنات بھیتر بند ہے۔ اور

دوسری قوم کوچ باہر بند میں رہتی ہی - کوچ بہار کی وجہ تسمیہ یہی قوم ہی دونو قومیں بت پرست ہیں - بھیم نراین کوچ کی قوم میں سے ہی اُسکے باپ دادا کے نام کا ایک جز و نراین ہی اہل دیار جس بت کی پرستش کرتے ہیں اس کا نام نرائن ہی - ہندو یہاں کے زمینداروں کا اعتبار تعظیم کرتے ہیں اور راجہ کو بزرگ راجاؤں کی اولاد میں جانتے ہیں جو اسلام سے پہلے تھے یہاں کا راجہ سونے پر سکہ لگاتا ہی جسکا نام نرائنی ہی - یہاں کے راجہ کی طبیعت عیش و عشرت و خود رائی و زیب و زینت کی طرف نہایت مائل ہی - مستی و ہوا پرستی میں زندگی بسر کرتا ہی - کبھی لب کو ساغر کے لب سے اور ہاتھ کو صراحی کی گردن سے نہیں اُٹھاتا - اُسکا کاخ دماغ گویوں کے سروں سے بہار رہتا ہی ملک کا نظم و نسق اپنے وزیر بھولا ناتھ کو سپرد کر رکھا ہی - خود حکومت کے کار میں کم مشغول رہتا ہی اور عمارات دلنشین و مساکن عالی میں دیوان خانہ و خلوت و حرم و خواص پورہ و حمام و باغچہ و نہر و فوارہ و آبشار بقرینہ خوش طرح کمال زینت و تکلف کے ساتھ بنائے ہیں شہر کوچ بہار طرح داری و قرینہ کے ساتھ آباد ہوا ہی - کوچوں میں خیابان ہیں اور تاکسیر و کچنال کے درخت نہایت خوش بزرگ و موزوں گل لگائے ہیں - اس سرزمین میں بڑا نقص یہ ہی کہ یہاں کے آدمیوں کا نہال جمال کی بہار سے بہرہ نہیں رکھتا قضا کے دہقانوں نے وجاہت و زیبائی کا تخم اس قوم کی صورت میں نہیں بویا ہی - گویا مصور صنع نے اس گروہ کی شبیہ کشی میں صورت انسانی کی چہرہ کشی کا قصد ہی نہیں کیا ہی - سب چھوٹے بڑے زشت رو ہیں مگر سبز فام و کچھ گندم گوں قوم میچ میں بعض آدمی سفید رنگ ہوتے ہیں اور وہ مزارع ہوتے ہیں اور سپاہی بھی - اُن کے حربے تیر و تفنگ ہیں - اُن کے تیروں کے پیکاں اکثر زہر آلود ہوتے ہیں اُن کے زخم سے زخم پر آماس ہوتا ہی جس سے مجروح ہلاک ہوتے ہیں اسکا علاج کسیر و پان کھانے و طلا کرنے سے ہوتا ہی - بعض کہتے ہیں کہ پانی پر ایک منتر پڑھا ہوا اُسکے پینے سے آرام ہوتا ہی - اس یورش سے اصل مطلب یہ تھا کہ ولایت آشام کی

تسخیر و آشامیوں کی تادیب و تنبیہ ہوا اسلیئے اس کوہستان کی تسخیر اور اس کے راجہ دہرم راج کے استیصال کو اور وقت پر موقوف رکہا اور آشام کی تسخیر کا مصمم ارادہ کیا۔ کوچ بہار کا نام عالمگیر نگر رکہا۔ سولہ روز یہاں رہکر سب طرح کا بندوبست اسکا کیا اور اسفندیار خانی کو یہاں کا فوجدار مقرر کیا۔ سوم یا دوم جمادی الاول ۱۰۷۳ھ کو آشام کی فتح کے قصد سے لشکر نے کہونٹہ گہاٹ کی راہ سے کوچ کیا۔ ۲۸ کو رنگامانی میں لشکر آیا تو رشید خاں اور اسکے ہمراہی اور نوارہ بادشاہی اُس سے ملگئے۔ دریا برہم پتر کے دونو طرف پہاڑوں کا سلسلہ مسلسل چلا جاتا ہے اس دریا کے کنارہ پر کثرت سے بیشہ و جنگل اور بہت سے ندی نالے و کیچڑ و دلدل ہے لشکر کا چلنا کمال دشوار ہے اگرچہ ان حدود کے سرزمین کے زمیندار و بومی بہت سے رستے بتلاتے تھے کہ جن سے آسانی سے عبور ہو سکتا تھا۔ لیکن خان سپہ سالار حزم اندیشی و دور بینی کے سبب سے جو اس سپہ داری و سرداری ہے اس گروہ کی رہنمونی پر اعتبار نکرتا اور دریا کے کنارہ کو باوجود صعوبت کے نہیں چہوڑتا اس نے مقرر کیا کہ دلیر خاں فوج ہراول کے ساتھ و میر مرتضی توپ خانہ کے ساتھ اس راہ پر کہ سیدہی مقصد پر منتہی ہوتی ہے۔ دریا کے کنارہ کو رہنما بنا کر اور لشکر کا پیش رو بنکر آگے چلیں۔ خان مذکور نے بڑی کوشش کی۔ ہاتہیوں کے دانتوں سے جنگل کے درختوں کو شکستہ کرایا نیستان کو انکی سونڈوں سے اکہڑوایا۔ لشکر کے تبر داروں و پیادوں سے حتی الوسع ناہموار راہ کے تصفیہ و تسویہ میں کوشش کرائی اس راہ میں ندی و نالے بہت تھے جس سرزمین میں جہیلیں و دلدل آتی اسکو درختوں کی شاخوں اور نے کے دستوں اور گہانس کے پشتاروں سے بہر کر ان سے عبور کرتے۔ اس سبب سے کہ یہ راہ ویسی سخت خطرناک تھی اور نوارہ اس سبب سے کہ پانی پر دیر میں چلتا تھا ایک دن میں دو کوس یا ڈہائی کوس سے زیادہ چلنا نہوتا جہاں لشکر اسلام کا قیام ہوتا وہاں جنگل کو کاٹ کر ہر ایک آدمی اپنا خیمہ لگاتا اور اپنے جانوروں کے مربط بناتا خان سپہ سالار صبح سے شام تک رستوں کے بنوانے میں

عالمگیرنامہ سے قصہ آشام کا ماخوذ

کوشش کرتا اور پیادہ ہوکر سپاہ کو تسلی دیکر اُنکی جذب قلوب کرتا اور اپنے اخلاص مندیمد وہوں
کی مدد کرتا اور حافظ کا یہ شعر ورد زبان کہتا۔ ؎
گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد ناپدید ٭ ہیچ راہی نیست کو رانیست پایان غم مخور
گو راہ میں یہ تکالیف تھیں مگر لشکر جہاد کے شوق کے سبب سے اُسکو راحت گنتا ٭ جمادی الآخر
جو گی گپھہ کی منزل گاہ پر سپاہ پہنچی۔ اس جو گی گپھہ کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ ایک جوگی دنیا کو چھوڑ کر
یہاں ایک غار میں بیٹھا تھا۔ ہندی زبان میں غار کو گپھہ کہتے ہیں یہاں سے گواہٹی تک
کہ ممالک محروسہ کی سرحد قدیم ہے چالیس کروہ مسافت ہے یہاں سے ناگر گاؤں ایک
ماہ کی راہ ہے جو راجہ آسام کا مسکن اور دار الملک ہے۔ آشامیوں نے اس پہاڑ کے دامن
میں کہ دریا سے متصل ہے یہ قلعہ بنایا ہے جس کی دیوار کا عرض نیچے نو گز اور اوپر پانچ گز
ہے اور اس کا دور حصار کے اندر زیادہ ایک کروہ سے ہے اور اس کے بُرج بڑے مضبوط
ہیں دیوار کا ارتفاع جانب غربی میں قلعہ کوہ تک ہے۔ یہی جانب شاہی سپاہ کے بر سر راہ
تھی اور دیوار سے ایک گولی کے ٹپہ پر گڑہی کھود کر اُن میں نخیں سر تیز بانس کی جن کو
یہاں کے لوگ بھاچہ کہتے ہیں گاڑی ہیں اور اس کی خندق عمیق میں بھی جس کا عرض
تین گز تھا اسی طرح کے بھالیے اُس میں گاڑے ہیں دریا برہم پتر اس کی سمت جنوبی کا
محیط ہے جانب مشرق میں دریا نباس ہے جو اس پہاڑ کے نیچے گزر کر دریا برہم پتر سے ملتا ہے
شمالی جہت میں خندق و کوہ و جنگل کا انبوہ تھا اس کوہ کے محاذی ایک کوہ ہے جس کو
سیخ رتن کہتے ہیں اس پر بھی اسی طرح کا ایک قلعہ بنایا تھا قلعہ جو گی گپھہ میں پندرہ ہزار
آدمی مع توپ خانہ تھے اور قلعے کے نیچے تین سو بیس کشتیاں مع ساز و آلات پیکار
موجود تھے قلعہ سیخ رتن میں بھی چھ ہزار آشامی مع توپ خانہ تھے یہاں دریا کی دو شاخیں
ہو گئی تھیں جن کے درمیان خشک زمین میں آشامیوں نے مورچال بنائے اور اسکو
چوب و بانس سے مستحکم کیا۔ اُنکا قصد یہ تھا کہ لشکر شاہی دریا کے جس شعبے میں گزرے

توپ و تفنگ سے اس پر آگ برسائیں اور آگے نہ جانے دیں۔ دودخانہ آگے سپہ سالار نے سپاہ کو حکم دیا کہ کمال خبرداری سے اُتریں اور مہتابیوں کو اکثر روشن کرتے رہیں اور نوارہ کو حکم دیا کہ قلعہ کے نیچے آسامیوں کے مقابل لنگر ڈالیں اسلئے کہ آسامیوں کو کمک نہ پہنچنے پائے اور شب خون نہ مار سکیں ہر رشتہ کوہ پر اور رخنہ دار دشوار گذار راہوں پر مردان کاری کو بہت سے سواروں اور پیادوں کے ساتھ تعین و مقرر کیا جس طرف سے دشمن کو کمک پہنچنے کا زیادہ وسوسہ تھا آغر خاں کو مامور کیا۔ اتفاقاً تین چار ہزار پیادے و تیر انداز وں سے آغر خاں کا مقابلہ و مقاتلہ ہوا۔ تیر اندازوں نے اطراف مغلیہ کو گھیر لیا۔ آغر خاں نے بہادرانہ مقابلہ کرکے بہت دشمنوں کو مارا۔ چند مغل سوار کشتہ و زخمی ہوئے اور آغر خاں کے پاؤں میں ایک زہر دار تیر لگا جس سے اُسی وقت ورم ہوا اور ورم میں درد ہوا مگر اُس نے دشمنوں کو بھگا دیا اور چند نفر آسامی زندہ گرفتار کیے۔ آشامیوں پر لشکر شاہی کا ایسا خوف چھایا کہ اصلاً اُنہوں نے جنگ پر دل نہ لگایا رات کو ہر گوشہ و کنارہ سے بھاگ گئے۔ آشامیوں کی جنگ کا مدار پیادہ و جنگ دریا پر ہے اور خشکی میں اُن کے سو پیادے دس غیر مسلح سواروں سے بھاگتے ہیں۔ بہت سے آشامی پہاڑ سے نیچے بھاگ کر اپنے نوارہ کی مدد کو آئے کہ بادشاہی نوارہ سے جنگ کریں بہت سی کشتیاں جو پانی میں غرق تھیں اُن کو نکالکر کشتیوں پر سوار ہوئے اور دار و گیر پر مستعد۔ دوسرے روز جب آفتاب نکلا تو خانخاناں حصار کی طرف آیا اور جنگی آدمیوں کو مع مصالحہ توپ خانہ کے نوارہ میں بھیجا اور کچھہ سپاہ کو دریا کے کنارہ پر رکھا کہ بروقت نوارہ کی مدد کریں طرفین سے کشتیوں نے حرکت کی توپ و تفنگ کے گولے چلائے اور بان ایسے مارے کہ دریا میں تلاطم آگیا خشکی کی طرف سے بان مارے جاتے تھے توپ و تفنگ کی صدا سے آواز کوہ ہم آہنگ ہو کر کانوں کو بہرا کرتی تھی باروت کے دھوئیں سے روئے دریا ایسا نیلگوں ہو گیا تھا کہ غالب و مغلوب معلوم نہیں ہوتے تھے آشامیوں کی کشتی میں بان کم تھے اور ہراس بہت،

تھا۔ بہت ہاتھ پاؤں مارکر اور سروں جانوں کو برباد کرکے اور بہت سی کشتیوں کو دریا میں
کھولکر بھاگ گئے۔ بادشاہی نوارہ نے تعاقب کیا اور ایسا انکو تنگ کیا کہ انہوں نے تیر کر
جان بچانی چاہی مگر وہ نہنگ ماہی کے طعمہ ہوئے بعضے گولوں کے صدموں سے نوارہ سے
اُتر کر دامن کوہ کے پتھروں اور صحرائی درختوں کی پناہ میں آئے کچھہ آدمی تیر کر جان سلامت
لے گئے تھے۔ انکو لشکر شاہی نے گرفتار کرلیا۔ ایک سو چالیس کشتیاں اور ۴۲ آہنی توپیں چھوٹی
بڑی اور تفنگ بہت سی بندوقیں اور دمدمے اور باروت اور ادوات حرب و پیکار لشکر شاہی
کے تصرف میں آئے اور وہ دونو حصار بے کوشش و یورش فتح ہوے۔ خانخاناں نے
اپنے نوکر عطاءاللہ کو جوگی گھپہ میں تھانہ دار مقرر کیا۔

۴ جمادی الاخری کو گواہٹی کا قصد کیا۔ دریا بنہاس پر پل باندھا۔ اور لشکر عبور کرکے
آگے بڑھا۔ دریا بنہاس پر توپ خانہ گزرتا تھا کہ ایک کشتی کے ڈوبنے سے ایک بڑی توپ
ڈوب گئی اُس توپ کو بڑی مشکل سے نکال کر توپ خانہ میں پہنچایا۔ ۱۲ جمادی الاخری کو لشکر
گواہٹی سے دو کروہ پر پہنچا یہاں آشامیوں نے شاہی سپاہ سے لڑنے کے لیئے بڑا لشکر جمع کیا
تھا۔ آشامیوں نے دو قلعے نہایت وسیع و رفیع اور مستحکم بنائے تھے ایک موضع سری گہاٹ
میں جس میں پانچ پہاڑوں کو حصار بنایا گیا تھا اور دوسرا قلعہ کوہ ٹانڈو (پانڈو و مانڈو)
پر بنایا جو برہم پتر کے پار سری گھاٹ کے محاذی تھا اور ان دونو قلعوں کے درمیان وہ ساری
اپنی نوارہ کو نگاہ رکھتے اور ان دونو قلعوں میں ایک لاکھہ سے زیادہ آشامی تھے۔ لیکن اس
لشکر شاہی کے خوف میں آشامی ایسے آئے کہ اس کے پہنچنے سے پہلے رات کو قلعے کو خالی کرکے
بھاگ گئے ایک جماعت نوارہ میں بیٹھ دریا کی راہ سے بھاگی اور کچھہ خشکی کی راہ سے جنگل
میں چلی گئی۔ خانخاناں نے سری گھاٹ میں آنکر قلعہ کا بندوبست کیا اور وہاں سے گواہٹی
میں کہ جو تھائی کوس پر تھا آیا قلعہ ناندو کو بھی بے جنگ و ستیز کے آشامی چھوڑ کر بھاگ گئے
یادگار بیگ خاں نے اُنکا تعاقب کیا اور کچھہ آدمیوں کو مارا۔ موضع کجلی میں بھی کہ قلعہ

مانڈو سے سات کوس آگے تھا۔ آشامیوں نے قلعہ بنایا تھا اسکی حراست کے لیے ایک جماعت کثیر کو توپ خانہ کے اسباب اور قلعہ داری کے لوازم کے ساتھ متعین کیا تھا۔ یہاں سے پھر وہ بھاگ گئے اور تینوں قلعے لشکر شاہی کے قبضہ میں آسانی سے آگئے اس طرح ملک قدیمی سرحد گواہٹی تک آشامیوں کے قبضہ سے نکل گیا۔ خانخاناں نے اپنے ملازم محمد بیگ کو گواہٹی کی اور حسن بیگ زنگنہ کو کجلی کی حراست کے لیے مقرر کیا کجلی بن کے قریب قلعہ کجلی تھا اس بن میں ہاتھی بہت ہوتے ہیں۔ بعض فوج کے سردار اور فوج ان مکانوں میں جو تسخیر ہوئے تھے اور بہت سی تاخت اور امور ضروری کے لیے اطراف کو مرخص ہوئے تو لشکر شاہی میں جمعیت کم ہو گئی۔ لیکن اسکے سامنے آشامیوں کے ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے ان بھیڑوں کا حکم رکھتے تھے جو شیر و گرگ سے خوف کھا کر بھاگے ہوں۔ آشامی شب خون مارنے میں بہت دلیر تھے اور زیادہ جرات کرتے تھے۔ خانخاناں اکثر اوقات کوتوال کی طرح گشت کرتا تھا رات کو اوّل پہر سوتا تھا پھر صبح تک پلک سے پلک نہیں ملاتا تھا اسکی بیداری کے سبب سپاہی سوتے تھے برخلاف اور سرفوجوں کے کہ اطراف میں تعین ہوئے تھے اکثر ان پر ناگہاں رات میں آشامی شب خون مارتے تھے آدھی رات کو اور آخر شب میں دست بردیں کرتے تھے اور فوجوں کو مع مال و اثقال کے پامال کرتے تھے اور لشکر شاہی کو چشم زخم عظیم پہنچاتے تھے۔ رنگا ماٹی میں رشید خاں کے پہنچنے کے بعد اور خضر پور سے نواب کے چلنے سے بیشتر کامروپ میں آشام کے سردار قیام رکھتے تھے انہوں نے رشید خاں پاس ایک ایلچی بھیجا اور متکبرانہ لشکر شاہی کی نہضت کا سبب پوچھا رشید خاں نے حاجب کو نواب پاس بھیجا تو نواب نے اس ایلچی کے ساتھ اپنا آدمی بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ اگر راجہ اس ملک کی بادشاہی کو جو اس نے اپنے تصرف میں کر لیا ہے چھوڑ دے۔ اور کامروپ سے جو سابق و لاحق رعایا کو اور توپ خانہ اور اشیاء کو جو وہ لے گیا ہے دیدے اور اپنے دو بیٹوں کو مع لائق پیش کش کے بھیجدے اور عہد و پیمان کرے کہ من بعد ملک پادشاہی کی کوئی مزاحمت نہیں کرے گا۔

توبھی ملک آشام کی تسخیر سے ہاتھ اُٹھائینگے اور نواب کے دل میں یہ قرار داد تھی کہ اگر راجہ آشام ملک کامروپ کو چھوڑ دے اور کچھ پیشکش بھیجدے تو اُس کی گوشمالی کے ارادہ کو فسخ کرکے برسات کے بعد مہم رخنگ پر متوجہ ہو۔ پادشاہ کا حکم آیا تھا کہ شاہزادہ شجاع کو ملک رخنگ سے نکالکر اسکے فرزندوں اور اہل حرم کو پادشاہ پاس بھیجے۔ اس کے جواب میں نوابنے عرضداشت بھیجی تھی کہ کوچ بہار اور آشام کی مہم میں لشکر مصروف ہے اس کو وہاں سے طلب کرنا اور مہم کو ناتمام چھوڑنا مقتضاء صلاح دولت نہیں ہے۔ بندہ دو تین سال آیندہ میں حکم حضور کی تعمیل کریگا۔ امسال کوچ بہار اور آسام کے مقابلہ میں مصروف ہوتا ہے اسلئے نواب کو آشام سے ایلچی کے آنیکا انتظار تھا۔ جب گواہٹی میں وہ آگیا اور ایلچی نہ آیا تو وہ بے اختیار ۲۷۔ جمادی الثانی کو گواہٹی سے کوچ کرکے ملک آشام میں داخل ہوا۔ اشامی اکثر شب خون مارا کرتے ہیں۔ اور پہلے انہوں نے اسی طرح لشکر پر فتح پائی ہے اس سلئے مقرر ہوا کہ لشکر ہوشیار اور بیدار رہے۔ اور چوکی پہرہ لگا رہے اور میر مرتضیٰ و دلیر خاں آشامیوں کی راہ کے محافظ رہیں۔ راجہ آشام کا دار الملک کھرگانو (دنگرگانوں) دریا برہماپترا کے پار تھا اور اس کے اس طرف قلعہ جمدہرہ تھا وہ اس مرزبوم کے بڑے مشہور قلعوں میں تھا اس کے تین حصار تھے جس کے برج بڑے بلند پہاڑ پر تھے۔ اور اس کی باقی تین طرفوں میں پانی عریض عمیق وغرقاب تھا اکثر جگہ اسکا عرض ایک تیر پرتاب تھا اُس کا فتح کرنا مدت کا کام تھا۔ اس لئے خان خاناں اس پر متوجہ نہ ہوا۔ قلعہ جمدہرہ اور گواہٹی کے درمیان قلعہ برتنیہ پر ۲۔ رجب کو دو روز میں لشکر دریا کے پار گیا اور وہ پیغامبر جو ایلچی اسام کے ساتھ گیا تھا وہ آیا اور کوئی جواب باصواب نہ لایا اس سلئے کوچ پر کوچ ہوا۔ راجہ ڈومردیہ جو آشام کے تابع تھا اُس نے اپنے برادرزادہ کو نواب پاس بھیجا۔ اسنے ایک ہاتھی پیشکش میں دیا۔ راجہ نے خود حاضر نہ ہونے کے لئے بیماری کا عذر کیا۔ نواب نے اس کے بھتیجے کو ہمرکاب لیا۔ ایک منزل میں ایک طوفان عظیم آیا۔ بہت سی پادشاہی کشتیاں ہوا کے صدمہ سے غرق اور شکستہ ہوئیں اور ایسے ایسے بڑے بڑے پڑے کہ گھوڑے انکے صدمہ سے بچنے کے لئے دریا میں چلے گئے۔ وہاں دریا کے تازیانہ موج نے عدم کے جنگل میں انکو دوڑایا۔ اسامیوں کو

یہ خیال تھا کہ لشکر شاہی پہلے قلعہ جدہرہ کو فتح کرے گا اُس کا استحکام جنگی آدمیوں اور توپوں اور اسباب حصار داری سے کیا تھا۔ جب ان کو لشکر کے دریا سے عبور کرنے کی خبر ہوئی تو قلعہ سلاگڈھ کے استحکام کا فکر ہوا۔ وہ دریا سے پار قلعہ جدہرہ کے محاذی تھا۔

۱۱- رجب کو سلاگڑھ کے قلعہ کے نیچے لشکر شاہی کا خیمہ گاہ ہوا۔ آتے ہی بعض برق انداز قلعہ پر دوڑے گئے اصطرح سے کچھ آدمی ضائع ہوئے۔ وہ منع کئے گئے اور لوازم محاصرہ میں مصروف ہوئے۔ سلاگرہ ہٹی کا قلعہ بہت مضبوط اور بلند بہت وسیع تھا۔ اس کے گرد خندق گھری تھی تین لاکھ اسامی وہاں رہتے تھے اسباب حصار داری پورا تھا اس قلعہ کے دو طرف دو دیواریں کنگرہ دار تھیں۔ اور دیواروں کی بانڈوں پر توپیں زنبورکیں و بندوقیں بے فاصلہ لگی ہوئی تھیں۔ اور انکے نیچے آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ دیوار کے نیچے سب جگہ خندق و بھالے دگڈبے بنے ہوئے تھے۔ قلعہ کی جنوبی دیوار ایک پہاڑ پر جو قلعہ کے نیچے تھا ختم ہوتی تھی اور چار کروہ کی مسافت رکھتی تھی اور شمال کی طرف دیوار دریائے برہماپتر سے متصل تھی کہ تین کروہ کی راہ تھی۔ قلعہ کی جانب جنوب سے برج جنوبی کے نیچے نالہ تھا اور وہاں سے وہ مغرب کی سمت بہتا تھا۔ اسی نالہ کے کنارہ پر لشکر شاہی فرودکش ہوا۔ رات دن امراء سوار ہوکر پاسبانی کرتے تھے۔ محمود بیگ بخشی پادشاہی اس کام کی سربراہی خوب کرتا تھا۔ دلیرخاں و میر مرتضیٰ نے قلعہ سے اتنے فاصلہ پر کہ بندوق کی گولی پہنچ سکتی تھی لشکر سے آگے مورچال بنائے اور بڑی بڑی توپیں لگائیں مگر قلعہ کی دیوار ایسی عریض تھی کہ توپوں کے مارنے کا اثر کچھ نہ ہوتا تھا۔ نواب (سپہ سالار) اور دلیرخاں کے آدمیوں نے کوچہ سلامت سیبہ کو قلعہ کی دیوار تک پہنچایا۔ صبح سے شام تک لشکر و مورچال شاہی پر قلعہ کے اوپر سے توپ و زنبورک و بندوق گولے گولیوں کا مینہ برساتے تھے بعض راتوں کو محصورین سیبہ پر آن کر دست بردی کرتے تھے۔ طرفین سے آدمی مجروح و اسیر و قتل ہوتے تھے۔ ایک رات کو نواب کے آدمی غافل تھے آن کے مورچال پر اسامیوں کے ایک گروہ انبوہ نے چھاپہ مارا قریب تھا کہ مورچال نشینوں کو چشم زخم پہنچتا کہ دلیرخاں کے

آدمیوں نے انکی اعانت کی اور اسامیوں کو بھگا دیا وہ قلعہ میں چلے گئے۔

اس قلعہ کے محاصرہ کو امتداد ہوا۔ اور پہلے بھی شرقی پادشاہان سلف کے لشکر کمر اس قلعے کے نیچے برباد ہو چکے تھے۔ پادشاہی سپاہ کا دل اسامیوں کے ازدحام کے سننے سے متوہم ہوتا تھا خانخاناں ساری سپاہ کی دلدہی کرتا تھا۔ مورچال اور دمدمہ باندھنے پر دلیر خاں اور امرائے کارطلب کو مامور کیا تین رات دن اسامیوں نے قلعہ کے اوپر سے توپ و تفنگ کے گولے چلائے اور بڑے بڑے سنگ مارے اور بہت آدمیوں اور چارپایوں کو زخمی و تلف کیا۔ اور دمدمہ باندھنے اور مورچالوں کے آگے بڑھانے کی فرصت نہ دی۔ چوتھی شب کو ایک شب خون عظیم مارا کہ فوج کے چاروں طرف لشکر کے گرد پکڑو اور مارو کی آواز بلند ہوئی۔ آدمی بہت ضائع و زخمی ہوئے۔ لشکر شاہی کے کنارہ پر جو چارپائے تھے۔ وہ دشمنوں کے ہاتھ آئے۔ دلیر خاں کے افغانوں اور بیر سنگ کے راجپوتوں نے بہت آشامیوں کو ہلاک کیا۔ دلیر خاں اور بہادروں کی مصلحت سے یہ امر قرار پایا کہ آشامیوں کو محصور ہونے کی فرصت نہ دو فضل الٰہی پر بھروسہ کرکے یورش کرو۔ اس قصد سے نیت خیر کی فاتحہ پڑہی۔ چند نفر جاسوس ہمیشہ باوقوف اس راہ کی تحقیق کے لئے مقرر کئے جو اطراف قلعہ پر یورش کے قابل ہو اس ضمن میں ایک جدید الاسلام آشامی جو اس مہم سے پہلے بہت دنوں سے لشکر میں نوکر تھا اور ہمیشہ فدویت کا دم بھرتا تھا۔ خان خاناں کے ہمدموں میں سے ایک کے سامنے آیا اور اس نے کہا کہ ملک کی راہ و بیراہ سے اور اس قوم کے رویہ سے واقف ہوں اور اس سرزمین کے چپہ چپہ کا حال مجھے معلوم ہے۔ یورش کے وقت لشکر کی رہبری و پیش قدمی مجھے عنایت ہو۔ خان خاناں باوجود تجربہ کاری و حزم و احتیاط کے اس کے فریب میں آگیا تو اس کو فوج کے لئے رہنمائی کا حکم دیدیا۔ دلیر خاں اور اور بہادروں نے یورش کے لئے کمر باندہی تو اس آشامی رہبر نے اہل قلعہ کو پیغام بھیجا کہ فلاں سمت میں کہ راہ قلب و خندق کا پانی گہرا ہے میں لشکر اسلام کو تمہارے تیر و بلا کے دام میں لاتا ہوں

وسط شب میں سمت مقصود کی طرف لشکر شاہی رہ گرا ہوا۔ دیوار مذکور کے وسط میں دروازہ کے محاذی لشکر شاہی آیا تو مرتضی داروغہ توپخانہ سے اشامی رہزن نے کہا کہ تم گولہ مار جنگی و تفنگ متواتر مار کر دشمنوں کو اپنی طرف مشغول کر دتا کہ اسامی اس طرف سے غافل ہوں جس طرف میں لشکر کو حملہ کرنے کے لئے لے جاتا ہوں اور اس کہنے سے مطلب اس اشامی کا یہ تھا کہ مصالح توپخانہ کا اس دیوار پر رائگاں صرف ہو۔ میر مرتضی نے توپخانہ کی برق افروزی کی اوپر سے اجل کے اولے و گولے برسنے شروع ہوئے۔ جمع کثیر تلف ہوئی۔ صبح نہیں ہوئی تھی کہ وہ دلیر خاں کو خندق کے اوپر لے گیا جسکے پانی کی تھاہ نہ تھی اوپر سے اشامیوں نے طرح طرح کے حربے جاں ستاں چلانے شروع کئے اور اطراف سے گولہ وحقہ آتش و سنگ برسنے شروع ہوئے باوجود اس مرگ بے اماں کے لشکر شاہی نے بڑی بہادری کی۔ خاص کر دلیر خاں و آغر خاں نے برستی آگ میں اپنے ہاتھیوں کو چلایا ہر چند دل باختہ افغانوں نے سمجھایا کہ اب آب و آتش سے نجات کی امید نہیں ہے اگر اس بحر خونخوار کی غرقاب سے بچ بھی گئے تو پتھر پر سر پٹکنے اور رائگاں جان دینے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ رائے صائب کا مقتضا یہ ہے کہ ابھی قابوئے وقت باقی ہے بنگاہ کو مراجعت کریں پھر قلعہ کی تسخیر کی تدبیر کریں۔ دلیر خاں نے فرار کی عار کو گوارا نہ کیا اور شہادت کو سعادت دارین جانا فیلبان کو ہیبت ناک آواز سے کہا کہ ہاتھی کو آگے چلا۔ آغر خاں اور قراول خاں اس کے پیچھے چلے اس اثنا میں وہ اسامی رہبر جس نے بہکایا تھا گولہ لگنے سے مر گیا اور بادشاہی لشکر کی ایک اور جماعت کشتہ و زخمی ہوئی۔ دلیر خاں کے جوشن پر تین چار گولیاں تفنگ کی لگیں مگر اس کے بدن پر پہنچنے سے پہلے ٹھنڈی ہو گئیں اور کارگر نہ ہوئیں۔ آخر کو یہ سایہ حصار کے نیچے ایسے نزدیک آئے کہ گولہ وہاں نہیں پہنچتا تھا اور دلیر خاں دیوار حصار پر چڑھ گیا۔ سب طرف سے سپاہ حصار میں داخل ہوئی اور قلعہ کے باہر شادیانہ فتح کی صدا بلند ہوئی کہ آشامیوں کی فوج بھاگ گئی۔ میر مرتضے بھی مدد کو آ گیا۔ اشامی ہر گوشہ و کنارہ سے قطار قطار

فرار ہوئے ۔ حصن کلیابر کو کہ اصل قلعہ تھا اور حصار سملہ گڈھ سے محصور تھا ۔ نہایت حصانت رکھتا
تھا اس کو بھی خالی کیا ۔ محمود بیگ بخشی سپاہ کو لیکر بنگاشتی کو گیا کہ ایک جماعت کو مار اکثر آدمیوں کو دستگیر
کیا اور معاودت کی ۔ جو آشامی قلعہ جمدہر کی حراست کرتے تھے وہ بھی خوف کے مارے بھاگ گئے
اور قلعہ خالی کر گئے ۔ خانخاناں قلعہ کی اس فتح نمایاں کے بعد دلیر خاں پاس گیا اور اس کو گلے لگایا
اور تحسین و آفریں کیں ۔ دو رکعت شکرانہ کی ادا کیں اور حکم دیا کہ منادی کردو کہ کوئی شخص رعایا کے
ناموس و مال پر دست درازی نہ کرے اور اطفال و عورات کو دستگیر نہ کرے ۔ تاکہ یہ وحشی اپنے
گھروں میں آباد رہیں اسامی جو چند ہزار قید ہوئے تھے انکو مسلسل کر کے جہانگیر نگر بھیجا کہ وہ باروت
کوٹنے اور مصالح توپخانہ اور بعض کارخانوں کے کام کریں ۔ ان کاموں کے لئے ہزاروں مزدور بلائے
جاتے تھے کہتے ہیں کہ خانخاناں اسی نیت خیر کے سببسے فتح نصیب تھا کہ باوجود تسلط پانے کے
قلاع و مکانوں کی فتح و تسخیر کے بعد اطفال خورد سال و عیال رعایا کو امن دیتا تھا اور ان پر دست اندازی
کے منع کرنے میں تقید زیادہ کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ عورات و اطفال کو صدمہ تکلیف نہیں پہنچتی ۔ اطاعت ظالم
میں مجبور ہوتے ہیں اور معذور ہیں بعد ازاں اُسنے تہخانوں کے ڈہانے کا اور اذاں کی آواز بلند
کرنیکا و اموال اور توپخانہ کے ضبط کرنے کا حکم دیا ۔ بلاد پادشاہی کی رعایا جو اسامیوں کی قید
میں تھی اس کو رخصت و خرچ راہ دیکر وطنوں کو رخصت کیا ۔ دریاء برہما پتر دامن کوہ میں پہاڑ سے
پیوستہ بہتا تھا اس سبب سے دریا رسے عبور نہیں ہوسکتا تھا ۔ عقب کوہ میں لشکر چلتا
تھا اور لشکر و نوارہ میں مسافت بعید رہتی تھی ۔ اس وقت اسامیوں کو فرصت میں
آشام کی طرف اور اطراف کے قلعوں میں جب اس فتح کی خبر پہنچی تو اسامیوں
نے اکثر مکانوں کو خالی کیا ذخیروں کو جلا دیا اور پانی میں ڈالا توپوں کو دریا
میں غرق کیا ۔ تعجب یہ ہے کہ اگر کوئی آشامی مع زن و فرزند کے لشکر شاہی کی اطاعت
کرتا اور پھر اپنے راجہ پاس بھاگ جاتا تو وہ فوراً اُس کو مع ازواج و اولاد قتل کرا دیتا
باوجود اس سختی کے اہل آشام اہل اسلام کے رام نہ ہوئے برسات کے آثار ظاہر تھے

جو اشامی آن کر آباد ہوئے تھے بھاگ کر راجہ دیو گنتھا پاس چلے گئے اکثر اشامی مارے گئے۔ مگر جو زندہ رہے وہ لشکر اشامی کے گرد پریشان پھرتے اور اس کی مزاحمت کرتے۔ سید نصیر الدین خاں کلیا بر کا فوجدار اور سید مرزا جدہرہ کا تھانہ دار مقرر ہوا نوارہ کی گرد آوری میں مشغول ہوئے قریب آٹھ سو کے جنگی کشتی مصالح توپ خانہ سے بھری ہوئی۔ نوارہ پادشاہی کے مقابل میں بے خبرے آئے۔ آتش جنگ کو مشتعل کیا۔ اور خان خاناں کے ہمراہیوں کے نواروں کو چاروں طرف سے گھیر لیا اس دن نوارہ پادشاہی میں سے سو کشتیوں کے قریب مختلف امور ضروری کے لئے اطراف میں گئی ہوئی تھیں ابن الحسین داروغہ خان خاناں پاس آیا تھا۔ نوارہ کے آدمی سردار کار فرما نہ رکھتے تھے۔ آشامیوں کی نوارہ کی کثرت نے پادشاہی نوارہ کا قافیہ تنگ کیا۔ اس پر بھی چار پانچ پہر تا مقدور کوشش کر کے لڑتے رہے۔ نوارہ کا فاصل خان خاناں سے تین کروہ جریبی تھا نوارہ کے آدمیوں کی تو یہ مجال بھی نہیں ہوئی کہ خان خاناں کو خبر کرتے دو پہر رات گذرنے کے بعد جب دو طرف کی توپوں کی آواز خان خاناں کے کان میں آئی تو اس نے جانا کہ نواروں میں لڑائی ہو رہی ہے اس وقت محمد مومن کو مع توپ خانہ و نقار خانہ کے ابن الحسین کے ساتھ روانہ کیا اور یہ ارشاد کیا کہ بقدر مقدور رات کے اندر ہی اسپ تازہ وہاں پہنچے۔ جب وہاں پہنچ جائے تو نقارہ و کرنا کی آوازوں سے مطلع کرے۔ محمد مومن کو اپنے آدمیوں کو جمع کرنے میں دیر لگی رات کے اندر تو نہ پہنچ سکا مگر سویرے ہی صبح کو پہنچا۔ قریب تھا کہ نوارہ کے سب آدمیوں کی کشتی حیات غرقاب فنا ہوتی چنانچہ کئی کشتیاں گولوں کی ضرب سے دریا میں غرق ہو چکی تھیں اور بہت سی غرق ہونے کو تھیں اس ضمن میں اور پادشاہی کشتیاں جو متفرق تھیں آن پہنچیں۔ محمد مومن اور ابن الحسین نے نوارہ کے نزدیک پہنچ کر کرنا چیوں کو حکم دیا کہ کرنا کی آواز سے

کو ملک میں پہنچے کا اظہار کریں کہ نوارہ شاہی کے دل باختوں کو اور مخالفوں کو خوف ہو اس حالت
میں صدائے تفنگ و رام چنگی و غرش بان سے اشامیوں کے نوارہ میں ایک تزلزل آیا اور نوارہ
پادشاہی کو تقویت ہوئی اور جب لشکر کو کمک نمودار ہوا تو اشامیوں کے نوارہ کا سردار دل باختہ ہوا
اور بھاگ گیا سچ ہے کہ جب تدبیر بروقت سپہ دار آزمودہ کار سے ظہور میں آتی ہے وہ ان ایک
لاکھ سواروں سے بمراتب بہتر ہوتی ہے جنکا سپہ دار مغرور ناتجربہ کار ہو نوارہ شاہی نے اشامیوں کا
تعاقب کیا۔ بہت اشامیوں کو مارا۔ جو اشامی کشتیوں کی تندروی پر اعتبار نہیں کرتے تھے
اہل اسلام کے خوف سے کنارہ پر اترکر فرار ہوئے۔ باقی کشتیوں میں جان سلامت لیگئے
چار سو کشتیوں کے قریب لشکر شاہی کو ہاتھ آئیں جن میں سے ہر ایک پر ایک بڑی
توپ سرب و باروت کی ساتھ تھی اس شکست سے اشامیوں کی ہمت شکستہ
ہوئی وہ کوہستان ہروپ کی طرف بھاگے جس پر سوار نہیں جاسکتا جب سولہ گڈہ
میں لشکر شاہی کا مقام ہوا تو راجہ کے خواص جن پر مدار مہام ہوتا ہے اور اشامی
اس کو بھوکن کہتے ہیں انہوں نے حیلہ سازی و روباہ بازی شروع کی اور عرائض لکھکر وکلا
کے ہاتھ بھیجیں کہ ہم اطاعت و عجز کے ساتھ مصالحہ کرتے ہیں۔ خان کار آگاہ نے جواب
دیا کہ اگر راجہ توپخانہ شاہی و اموال رعایا و سپاہی کہ جو گواہٹی سے لوٹ کرلے گیا ہے
اور تمام رعیت ممالک محروسہ کو جو اس مدت میں قید کرکے لے گیا ہے بھیجدے اور بعد ازاں
اوامر و نواہی پادشاہی کی فرمان بری کرے۔ اور ہر سال پادشاہ کی پیش کش میں چند
کلاں فیلوں کے بھیجنے کا اقرار کرے اور بالفعل پیشکش لائق نقد و جنس مع اپنی دختر کے جناب
سلطنت کی خدمت میں مرسل کرے تو لشکر اس کی تنبیہ سے باز رہے گا ورنہ وہ یقینی جان لے
کہ لشکر گھر گانوں میں پہنچکر اس کو آوارہ کرے گا مگر یہ درخواست اس کی مکر و تزویر پر مشتمل تھی
اس کی نیت میں یہ تھا کہ اس بہانہ سے لشکر شاہی مراسم حزم و پاسداری سے غافل ہو
کر ۲۷۔ موضع لکھوگڈہ میں لشکر آیا۔ یہاں دہنگ ندی کوہستان جنوبی سے نکل کر

محل کر دریا ء برہماپتر سے ملحق ہوتی ہے۔ کھرگانوں تک چھوٹی چھوٹی ندیاں بہتی ہیں برہماپتر میں داخل ہوتی ہیں۔ راجہ کے گیارہ ہاتھی یہاں لشکر شاہی کو ہاتھ آئے راجہ کی طرف سے ایک برہمن خانخاناں پاس آیا اُس نے بہت عجز و انکسار کے ساتھ مصالحت کے لئے عرض کیا۔ اس کے بعد ایک اور راجہ کا مقرب آیا۔ پاندان و مشربہ طلائی اور دو سبوئی نقرہ اور کچھ اشرفیاں اور ایک مکتوب لایا جس میں اعتذار و ندامت کا اظہار اور صلح اور مراجعت لشکر کی اور شائستہ پیشکش بھیجنے کی درخواست تھی۔ یہ مقدمات بحکم فراست خدلعیت وحیلہ وری پر محمول ہوئے۔ خان سپہ سالار نے جواب دیا کہ اس وقت لشکر کھرگانوں کو جاتا ہے جہاں پہنچکر جو مقتضاء مصلحت ہوگا عمل میں آئے۔ شہر کھرگانوں ساحل رود دیکو پر آباد ہے جو آٹھ کروہ پر دریائے دہنگ سے ملتا ہے اور اس ہٹی میں اس قدر نہیں ہے کہ بڑی کشتیاں چل سکیں اس لئے لکھوگڈہ میں نوارہ شاہی کو مقام کرنا پڑا اور چھوٹی کشتیاں بنانی پڑیں۔ غرہ شعبان لکھوگڈہ سے کوچ ہوکر اس مکان میں لشکرگاہ ہوا کہ جہاں راجہ کا کارخانہ نوارہ کا تھا۔ یہاں سو بڑی کشتیاں موجود تھیں وہ پادشاہی نوارہ میں داخل ہوئیں دوسرے روز موضع دیول گانؤں میں لشکر آیا۔ یہاں ایک بڑا بتخانہ و باغ راجہ نے ایک برہمن کے لئے بنایا تھا۔ یہاں خان خاناں نے اپنے تابعوں کا تھانہ بٹھایا کہ وہ اہل کی محافظت اور رعایا کی تسلی و استمالت کریں اس منزل میں کھرگانوں سے اگرگانوں کے بعض مسلمانوں نے جو ایک مدت سے راجہ کے قیدی تھے نوشتہ بھیجا۔ جب راجہ نے سُنا کہ لشکر شاہی قریب آگیا ہے تو اہل عیال و زبدہ اموال جواہر و نقود اور اور نفائس اشیاء کو لے کر کوہستان کامروپ کو بھاگ گیا جو کھرگانوں سے چار روز کی مسافت پر ہے کچھ جنگی فیلوں کو صحرا میں چھوڑ دیا۔ راجہ کے بعض اور ہاتھی و زبدہ مال اعمال و اثقال بے حافظ و حارس شہر میں موجود تھے۔ ۵۔ شعبان کو قریہ لجھو میں لشکر آیا۔ چار ہاتھی بھی ہاتھ آئے۔ خان سپہدار نے فرہاد خاں و سید محمد دیوان کو بھیجا

کہ کھرگانوں میں جاکر راجہ کا مال ضبط کریں۔ وہ کھرگانوں گئے اور غنائم کے جمع کرنے میں معروف ہوئے۔ ترکھانی میں لشکر آیا۔ راہ میں راجہ کے سولہ ہاتھی ہاتھ لگے۔ کج پور اور لام وانگ و برمہانی میں کچھ لشکر انتظام کے لئے مقرر ہوا۔ ۲۰ شعبان ۱۰۷۳ھ بروز دوشنبہ کو دار الملک آسام خطہ کھرگانوں میں لشکر اسلام آیا۔ آشامی بھاگ کر چھپ گئے۔ ۲۷ رجب کو لکھوگر میں لشکر آیا۔ لکھوگر میں دو دریا دہنگ و برہماپتر ملتے ہیں۔ آب دہنگ کوہستان سے کھرگانوں کی شمال کی جانب سے آتا ہے اور دریا ربرہماپتر سے ملتا ہے۔ کھرگانوں میں جانے والا دہنگ کے جنوبی کنارہ پر مسافت طے کرتا ہے۔ دہنگ اور برہماپتر کے درمیان ایک جزیرہ نامروپ ۔ کوہ کے دامن تک معمور و مزروع واقع ہے۔ شہر کھرگانوں نالہ دیکھو کے کنارہ پر آباد ہے اور شہر مذکور سے آٹھ کروہ پر دریا دہنگ سے ملتا ہے اس میں پانی اتنا کم رہتا ہے کہ چھوٹی کشتیاں بھی اس میں نہیں چل سکتیں۔ مصلحت کے موافق رسد کے پہنچنے اور راہوں اور حدود کے واقفیت کے واسطے یہ قرار پایا کہ نوارہ لکھوگر میں رہے جہاں اس دیار کے دریا ملتے ہیں اور ابن حسین داروغہ نوارہ مع جمال خاں وادر منصبداروں کی جماعت کے اور علی بیگ و منور خاں و ملک بنگالہ کے کل زمیندار اور کچھ پادشاہی توپچی پیادے اور اکثر بڑی توپیں اور کل نوارہ پادشاہی اور لشکر لکھوگر میں رہے اور نوارہ پادشاہی میں تین سو تیئیس ۳۲۳ کشتیاں تھیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۵۹ کوسہ ۴۸ جلیہ۔ اغراب ۷ پرندہ ۴ بجرا ۔ ۵۰ پتیلہ ۔ ۲ سلب ایک پنیل ۔ ایک بھر ۲ بالام ۱۰ خطکری ۔ ۱۰ محلکری ۵ پلوار وغیرہ ۲۲ چھوٹی کشتیاں۔ دلیر خاں نے کہا کہ کچھ چھوٹی کشتیاں ہمراہ رہیں کہ بعض ضروری چیزوں کو ان میں رکھ کر کھرگانوں لے جائیں۔ حکم ہوا کہ جس کسی پاس ایسی کشتی ہو وہ اپنے ہمراہ لے لے لشکری اور لشکر کے ہمراہ بیوپاری کشتیاں متعاقب کھرگانوں میں آئیں۔

- غرہ شعبان کو لکھوگر سے کوچ ہوا۔ ناؤ سال (کارخانہ کشتی) میں لشکر آیا۔ یہاں چھپروں کے نیچے کشتیوں کا تماشا دیکھو۔ سو کے قریب بڑی بڑی کشتیاں بہت مستحکم

بازیب و زینت تھیں جن کے لیجانے کی فرصت جنگ میں نہ ملی یا انکی ضرورت نہ تھی دوسرے روز دیول گانوں میں لشکر آیا جہاں راجہ کا مرشد رہتا تھا۔ نالہ سے عبور کیا۔ اسکے کنارہ پر فوج اتری۔ بتخانہ و باغ بہت خوب دریائے دہنگ کے کنارہ پر تھا۔ تاریخ یہاں کا نارنجما نارجنی (ہمارا نارنج چھپی ہوئی آگ ہی گا رہا تھا۔ ایک پیسہ کے دس وہ بکتے تھے۔ علی رضا بیگ یہاں تھانہ دار مقرر ہوا۔ نواب کے اخلاق کے سبب سے لکھوگرا ور دیول گانویں رعایا آباد ہو گئی۔ ہر روز حضور میں وہ آتی۔ سرا پا اور دلاسا پاتی اور اپنے تریات وقصبات میں جاکر آباد ہوتی کھر گانوں کے مسلمان رہنے والوں کی عرائض آئیں کہ راجہ نے اسیر مسلمانوں کی ایک جماعت کثیر کو مار ڈالا اور اپنی نقود و اجناس لیکر نامروپ کو وہ چلا گیا۔ باقی آدمی گوشوں کونوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ ہماری اجل نہیں آئی تھی جو اب تک جیتے ہیں۔ راجہ کے تمام احمال واثقال بے حافظ و حارس کے شہر میں پڑے ہوئے ہیں۔ نجم کو فرہاد خاں و میر سید محمد دیوان تن ضبط اموال وانیال کے لئے بہت جلد کھر گانو روانہ ہوئے۔ لشکر کو راہ میں یہ ہاتھی ہاتھ آئے۔ ۶۔ شوال ۱۰۷۳ھ کو نواب کھر گانویں داخل ہوا۔ اور سب مسلمان وغیر مسلمان و پیر وجواں کو امن و امان کا مژدہ سنایا۔ راجہ کے گھر کے لئے محافظ مقرر ہوئے۔ تاریخ فتح یہ ہوئی ؎

کم واقع میشو دبیک سال ‏ ‏ ‏ باکوچ بہار فتح آشام

جاسوسوں کی زبانی معلوم ہوا کہ راجہ نے بہت زنبورک ورام چنگی تالاب میں ڈبو دئے ہیں نواب نے خود تالابوں پر جاکر دو سو آٹھ توپ وضرب زن ڈوبے ہوئے نکلوائے۔ آغر خاں نے نواب سے رخصت و دستک راہ کی درخواست کی۔ نواب نے جواب دیا کہ یہ بات اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ میں تم کو جانے کی اجازت دوں وہ بے دستک اپنے بھائیوں کی جماعت لیکر گھوڑا گھاٹ کی راہ سے پادشاہ پاس روانہ ہوا اسکی آزردگی کا سبب یہ تھا کہ اس کو نواب کی عدم توجہ کی شکایت تھی اور وہ مجرا میں زیادہ طلبی کرتا تھا۔

تاریخ آسام میں تو آغر خاں کا حال یہی لکھا ہی جو اوپر نقل ہوا۔ مگر منتخب اللباب میں زیادہ دلچسپ حال یہ لکھا ہے کہ اگرچہ خانخاناں بہادروں کا قدردان تھا اور ان پر مہربانی کرتا تھا۔ آغر خاں اور اسکے ہمراہیوں نے خانخاناں کو رفاقت میں بہادرانہ کارزاریں کیں تھیں ان کو وہ جان و مال سے دوست رکھتا تھا لیکن اس سببسے کہ آغر خاں کے بعض ہمراہی مغل بلاد کی تسخیر کے بعد آدمیوں کے مال پر غارت و تاراج کا ہاتھ دراز کرتے تھے اور آغر خاں ان کو منع کرتا تھا وہ ممنوع نہیں ہوتے تھے یہ امر خانخاناں کی مرضی کے خلاف تھا وہ ایسی دست اندازی کے منع کرنے میں بڑی تقید رکھتا تھا اس وجہ سے وہ آغر خاں کے حال و پرداخت پر توجہ نہیں ہوتا تھا اس لئے آغر خاں اکثر آزردہ خاطر رہتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت کہ خانخاناں قرآن کی تلاوت کرتا تھا آغر خاں مغلوں کو ہمراہ لئے مستعد و مسلح ہو کر خانخاناں کے دروازہ پر آیا۔ چوبداروں کو اس کے منع کرنے کی جرأت نہ ہوئی وہ بے محابا اندر جا کر وہاں پہنچا جہاں خانخاناں مصلے پر بیٹھا ہوا دعائیں پڑھ رہا تھا خانخاناں اس کی اس ہئیات کے آنے سے ڈر گیا اور دلیری و خوش بیانی سے پوچھا کہ خیر تو ہے آپ کا بے وقت آنا کس طرح ہوا آغر خاں نے جواب دیا کہ اس مدت میں ہم نے جانفشانی کی تردد میں اور خدمات مامورہ کی تقدیم میں کمی نہیں کی۔ الحمد للہ کہ پادشاہ کے اقبال سے اور سپہ سالار کی بہادری سے ملک مفتوح ہوا۔ اور دشمن پائمال ہوئے۔ ہم کو اسکا افسوس ہے کہ آپ جیسے قدردان نے کبھی ہمارے کاموں پر تحسین و آفرین نہ کی اسواسطے اپنے ہونے نہ ہونے کو معطل محض جان کر رخصت کے لئے آئے ہیں۔ ہم امیدوار ہیں کہ بدرقۂ راہ کے لئے فاتحہ پڑھی جائے دستک رخصت عنایت ہو کہ ہم اپنے آقا پاس چلے جائیں خانخاناں نے ہر چند تقصیرات تغافل کا عذر کیا اور آیندہ تلافی کے وعدہ کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آغر خاں نے اپنے رخصت ہونے کے لئے مبالغہ کیا۔ خانخاناں نے دستک لکھنے کے لئے منشی نہ ہونے کا عذر کر کے ٹالنا چاہا تو آغر خاں نے اپنے پاس سے دوات اور سفید کاغذ کا پرچہ موجود کیا اور التماس کیا کہ آپ خود اپنے ہاتھ سے دستک لکھ دیں۔ خانخاناں نے

یہ سمجھ کر کہ حق اس کی جانب ہے اور کوئی وجہ آغرخاں کے کنارہ ملنے کی ہے دستک رخصت لکھ دی اور مہر لگا کے اس کے حوالے کی۔ لیکن دریا کے معبروں و گھاٹوں کے اہلکاروں پاس کاغذ کے گھوڑے دوڑا دیے کہ آغرخاں پہنچے تو وہ کشتیوں کو بند کر دیں اور جہاں تک ہو سکے اسکو عبور نہ ہونے دیں۔ یہ دریا نورد و شیر نبرد جہاں پہنچا اور کشتیوں کو نہ پایا تو گھوڑوں کی عنان بر و بحر کے محافظوں کو سپرد کر کے خود ہمراہیوں سمیت تیرتا ہوا چلا گیا۔ لیکن قلب دریاؤں میں چند مغل ہمراہیوں کی اجل آگئی۔ یوں حضور میں پہنچا۔ محمد امین خاں بخشی پاس پہلے خانخاناں کا نوشتہ اس مضمون کا آگیا تھا کہ آغرخاں اگرچہ عالی نسب و کارطلب بہادر ہے اور پرداخت کے قابل ہے لیکن ایام جوانی کی جہالت اور غرور شجاعت کو کارفرما ہو کر بہت منت کر کے رخصت لی ہے جب وہ حضور میں پہنچے تو چند روز اس کو منصب کی برطرفی سے چشم نمائی کرنی چاہیے پھر اس کو دلاسا دیکر اس سے کام لینا چاہیے چنانچہ محمد امین خاں نے خانخاناں کے نوشتہ پر عمل کیا۔ چند روز پادشاہ کی ملازمت سے ممنوع رکھا اور منصب سے برطرف کیا۔ پھر آغرخاں کے گھر میں خود گیا اور اس کو پادشاہ پاس لے گیا۔ اور اس کے جرائم کا شفیع ہوا۔ اور منصب پر بحال کر کے کابل کے کومکیوں میں روانہ کیا۔

آشامیوں کی قید سے ہندو مسلمانوں کا چھوٹنا

ہندو مسلمان جو اپنے عزیزوں وطنوں و قوموں سے جدا ہوئے تھے اور بندوز ندان کی ذلت میں مبتلا تھے اور نجات ان کے خیال میں نہ تھی۔ اب وہ شاداں و فرحاں دعائیں دیتے ہوئے کوسہ میں سوار ہوئے اور آشامیوں کے گھروں میں جو مال ہاتھ لگا اس کو کشتی میں اپنے ساتھ لادا۔ ملک پادشاہی کا آدمی جو راجہ کی قید میں آتا اس کو بطور غلاموں کے اپنے اہل مملکت کو قسمت کر دیتا جب لشکر شاہی آیا تو ان قیدیوں نے آشامیوں سے کہا کہ وہ انتقام کے لئے آیا ہے جیسے کہ ہم کو تم پکڑ کر اپنے ملک میں لائے ہو ایسے ہی وہ تم کو پکڑ کر اپنے ملک میں لے جاویگا وہ ملک کو ضبط نہیں کریگا۔ برسات میں یہاں نہیں ٹھیرے گا اگر تم کو غلام بننا منظور نہیں تو اپنے مال و اسباب کو گھر میں مدفون کر کے پہاڑوں پر

چلے جاؤ۔ اور برسات کے شروع ہونے تک وہاں اقامت رکھو۔ اور لشکر کی معاودت کے بعد اپنے گھروں میں آؤ۔ اور اپنے دفائن پر متصرف ہو۔ ان ہول زدہ آشامیوں نے ان کی بات کو یقین کر لیا اور وہ مال کو دفن کر کے چلے گئے۔ ان قیدیوں نے ان اموال مدفونہ کو پھر نکلوایا۔ اور اپنی جنم بھوم کو چلتے بنے یہ مقرر ہوا کہ کامروپ کے ساکن اپنے مساکن میں جا کر عمارت اور زراعت میں مصروف ہوں اور ایک سال تک وہ ادائے مال اور کل تکالیف دیوانی سے معاف رہیں۔ ۸۲ ہاتھی (سو سے زیادہ) تیس لاکھ روپیہ کا طلا و نقرہ اور کل اجناس متصدیان شاہی کے قبضہ میں آیا۔ ملک آشام میں جب سے لشکر آیا تھا مراجعت کے وقت تک ۶۷۵ توپیں جن میں ایک توپ آہنی بچہ دار بھی تھی کہ تین من کا گولہ اس سے چھوٹتا تھا ۱۳۴۳ زنبورک ۱۲۰۰ رام جنگی ۶۵۷ بندوقیں ۳۴۰ من باروت ۱۹۶۰ باروت کے صندوق جن میں سے ہر صندوق میں تخمیناً ڈہائی من باروت تھی ۸۲۸ سیسہ اور شورہ و گوگرد و آہن و سرب بہت سا اور ایک ہزار کئی کشتیاں جن کو اکثر ستر اسی ملاح کھیتے تھے متصدیان پادشاہی کے تصرف میں آئیں اور نا وسال میں کھرگانو میں ۱۲۰ کشتیاں نجاری تھیں جن کے برابر لمبی چوڑی مضبوط مزین کمتر نظر آتی تھیں۔ ایک آشامی نے چھپر میں آگ لگا دی یہ سب کشتیاں جل کر خاکستر ہو گئیں۔ راجہ اور بھوکنوں نے جو چند سال سے انبار جمع کئے تھے۔ یہ انبار ۱۷۳ تھے۔ اور ہر ایک انبار میں دس ہزار من سے ایک ہزار من تک برنج و ماش و ماکولات تھے۔ ان کو فرار کے وقت آشامیوں نے اس خیال سے جلایا نہیں کہ لشکر شاہی کے جانے کے بعد وہ پھر ہاتھ آجائینگے۔ لشکر شاہی جتنے دنوں اس بوم و بر میں رہا اس کی قوت اعظم ان انباروں کے برنج رہے۔ ورنہ قوت و آذوقہ کے نہ ہونے سے خصوصاً موسم برشگال میں جان پر بن جاتی۔ پانی کی طغیانی ایسی ہوتی ہے کہ اطراف سے رسد کی راہ مسدود ہو جاتی ہے۔ ان انباروں میں سے ۱۵۰

اشیاے غنیمت

انبار بیت احتیاط سے برسات کے لئے رکھے گئے جو قریب آگئی تھی۔

ملک آشام کے طول و عرض و خصائص کا اور اہل آشام کی اوضاع کا بیان

ملک بنگالہ شمال و مشرق کے مابین آشام کا ملک برہما پتر (برہم پتر) کی اطراف میں آباد ہے اور دریاؤ برہم پتر اس کے وسط میں مشرق سے مغرب کی جانب بہتا ہے۔ اسکا طول شرقاً غرباً گواہٹی سے سدیہ تک تخمیناً دو سو کروہ جریبی اور عرض اس کا شمالاً و جنوباً کوہستان گروہ مری مچمی و دفلہ و لدنہ سے جبال قوم نانگہ تک قیاساً سات آٹھ روز کی راہ ہے اس کا کوہستان جنوبی طول میں کوہستان حسیہ دکھیاو کشمیر سے طول میں اور عرض میں قوم نانگہ کے کوہ سے ملا ہوا ہی اور اس کا کوہستان شمالی طول میں کامروپ کی پہاڑیوں و اپسی سے پیوستہ ہی اور عرض میں قوم دفلہ و لدندہ کے پہاڑوں سے ملا ہوا ہے دریائے برہما پتر کے شمالی کنارہ کی سرزمین کو اُترکول اور اس کے جنوبی کنارہ کی سرزمین کو دکھن کول کہتے ہیں۔ اُترکول کا طول گواہٹی سے مسکن قوم میر مچمی اور دکھن کا امتداد ملک نکی رانی سے موضع سدیہ تک ہے۔ اس کے نواح کے پہاڑوں کے متوطن راجہ آشام کو کچھ باج نہیں دیتے مگر اس کی سرزگی کو مانتے ہیں اور اس کے احکام پر چلتے ہیں مگر قوم دفلہ اسکی اطاعت نہیں کرتی اور کبھی کبھی راجہ کے ملک پر دستبرد کرتی ہے۔ موضع کلیا بر سے شہر گرگانوں تک سب جگہ مکانات اور باغات میوہ دار درختوں سے بھرے ہوئے باہم پیوستہ چلے جاتے ہیں اور راہ کے دونو طرف بانس کے درخت سایہ دار بڑے بڑے اونچے لگے ہوئے ہیں۔ طرح طرح کے صحرائی و باغی خوشبودار پھول کھلے ہوئے نیستاں کے پیچھے پائے کوہ تک زراعت باغ۔ لکھوگر سے گرگانوں تک اسی طرح کی معموری اور زراعت ہی اور آدمیوں کی آمد و رفت کے لئے بلند و وسیع آلے بنائے ہیں اس ملک میں زراعت اور باغ کے لئے زمین ایسی ہموار بناتے ہیں کہ کبھی نہیں نشیب و فراز سر مہ کی برابر بھی آنکھ کو نظر نہیں آتا۔ اُترکول میں آبادی اور زراعت زیادہ ہے دکھن کول میں صعوبت محکمہ و قلبی الکمۃ افزوں تر ہے اسلئے اس جانب میں راجہ نے محل سکونت بنایا ہے۔ انہیں خطہ میں آباد و غیر آباد آراضی کے ہوا دریائے برہما پتر کے کنارہ پر دونو دیسیوں اور پردیسیوں کو موافق ہے اور جو زمین دریا سے دور ہے اس کی ہوا دیسیوں کو سازگار

اور پردیسیوں کو زہر مار۔ آٹھ مہینے مینہ برستا ہے اور چار مہینے جاڑا پڑتا ہے وہ بھی بارش سے بالکل خالی نہیں ہوتا یہاں بنگالہ کے سے امراض نہیں ہوتے اور ہندو بنگالہ کے ریاحین و فواکہ طرح طرح کے ہوتے ہیں اوران کے سوا اقسام گل ومیوے باغی وصحرائی ایسے ہوتے ہیں جو ممالک ہند میں نہیں ہوتے۔ اس ملک میں شالی سے محصول لیا جاتا ہے وہ باریک و بالیدہ کم ہوتی ہے گندم وجو وعدس کی کاشت نہیں ہوتی یہاں نمک بہت عزیز و نایاب ہے سواہن کوہ میں بعض پہاڑوں میں وہ ملتا ہے لیکن بہت تلخ و گزندہ ہوتا ہے اس ملک کے بعض باشندے کیلے کے درخت کو کاٹ کر دھوپ میں خشک کر کے جلا کر خاکستر کرتے ہیں اور اس خاکستر کو کرپاس میں رکھتے ہیں۔ اور چار چوبیں زمین میں گاڑتے ہیں اور اس پر اس کرپاس کو تانتے ہیں اور ایک ظرف اس کے نیچے رکھتے ہیں اور بتدریج کرپاس پر پانی ڈالتے ہیں اس کا ٹپکا ہوا پانی شور اور نہایت تلخ ہوتا ہے اس کو بجائے نمک کے کام میں لاتے ہیں۔ یہاں کے مرغ لڑنے میں ایسے بہادر ہیں کہ مر جاتے ہیں مگر بھاگتے نہیں۔ ایک دوسرے کے سامنے سے کبھی نہیں بھاگتے۔ کوہستان وصحرا میں بکثرت۔ ہاتھی مہیب وکلاں و متناسب الاعضا ہوتا ہے۔ اس کے پکڑنے کے لئے بلدہ گھرگانوں میں چند مختصر حصار قفس کی طرح بنا رکھے ہیں ان کے گرد مضبوط اور بلند چوبیں نہایت مستحکم لگا دی ہیں اوران کے دروازے مختلف طرفوں میں رکھے ہیں راجہ کے خاص فیلبان لے جاتے ہیں۔ ہتنی کے بدن پر ایک خاص گھانس ملتے ہیں اور اس کو جنگل میں جہاں مست فیل چرتے ہیں لے جاتے ہیں۔ فیل مست اس گھانس کی بو کو سونگھ کر ہتنی کے پیچھے پڑتا ہے۔ فیلبان ہتنی کو اس حصار میں لاتے ہیں۔ ہاتھی بھی ہتنی کے پیچھے آن کر گرفتار ہو جاتا ہے۔ دریا برہماپتر کی ریت سے سونا نکلتا ہے بارہ ہزار (بتیس ہزار) آشامی یہی کام کرتے ہیں اور ہر سال فی نفر ایک تولہ طلا راجہ کی سرکار میں داخل کرتا ہے۔ صرف یہی ملک کا خراج ہے۔ یہ طلا کم عیار ہوتا ہے

آٹھ نو روپیہ تولہ بکتا ہے۔ کہتے ہیں دریاء برہماپتر میں سب جگہ سونا ملتا ہے مگر یہ سونا نکالنا آشامیوں کو آتا ہے۔ اس ملک میں کوڑی اور روپیہ و اشرفی رائج ہیں۔ اشرفی روپیہ پر راجہ کا سکہ لگتا ہے۔ فلوس کا رواج نہیں۔ توم میری جمی کے پہاڑوں میں جو آشام کے شرقی جانب میں ہیں آہوئے مشکین اور فیل پیدا ہوتے ہیں۔ پہاڑوں سے یہ توم نقرہ و مس اور ارزیز بھی نکالتے ہیں۔ اس توم کی طرز و وضع آشامیوں سے بالکل ملتی ہے۔ عورتوں کی صورتیں آشامیوں سے اچھی ہوتی ہیں۔ وہ تفنگ سے بہت ڈرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ بُری چیز ہے کہ فریاد کرتی ہے اور اپنی جگہ سے نہیں ملتی۔ اور اپنے بچہ کو پیٹ سے نکال کر آدمی کو مارتی ہے۔ کوہستان آشام میں بھی آہوئے مشکیں ہوتا ہے اور چوب عود (اگر) بھی ہوتی ہے اگر ممالک محروسہ کی طرح یہاں بندوبست مالی ہو اور رعایا سے محصول لینا جائے تو ۴ لاکھ روپیہ کے قریب وصول ہو۔ رعایا سے خراج لینے کا دستور نہیں۔ مگر ہر تین آدمیوں میں سے ایک نفر راجہ کی خدمت میں آتا ہے اور اگر اوس میں وہ ڈھیل کرے تو سوائے قتل کے یہاں اور کچھ سزا نہیں ہے۔ اس لئے راجہ کا حکم اس قوم میں کمال رکھتا ہے۔ کسی زمانہ میں اس ملک پر سلاطین اسلام کا تصرف نہیں ہوا۔ کسی بیگانہ کے ہاتھ میں وہ نہیں آیا۔ اس دیار میں مسافروں کے آنے جانے کا راستہ تنگ ہے اور غیروں کے ملک میں جانے کے لئے یہاں کے باشندوں کا پاؤں لنگ ہے اپنے ملک میں نہ کسی کو آنے دیں اور نہ غیر ملکوں میں اپنے آدمیوں کو جانے دیں ہر سال ایک مرتبہ ایک جماعت راجہ کا حکم لیکر تجارت کے لئے اپنی سرحد پر گواہٹی میں آتی ہے طلا و مشک و چوب عود و فلفل و ساذج و پارچہ ابریشمی لاتی ہے نمک و شورہ و گوگرد اور کچھ اور ہند کی مسلمانوں سے جو گواہٹی کے آدمی وہاں لیجاتے ہیں معاوضہ کرتی ہے جو لشکر اس مملکت کی سرحد میں آیا۔ کشور وجود سے خارج ہوا۔ جس قافلے نے اس سرزمین میں قدم رکھا منزل عدم میں پہنچا۔ اہل ہند یہاں کے

آدمیوں کو ساحر اور جادوگر اور بنی نوع انسان سے خارج جانتے ہیں اور کہتے ہیں جو شخص اس دیار میں آتا ہے اور طلسم میں گرفتار ہو جاتا ہے پھر باہر نہیں نکل سکتا۔ یہاں کے راجہ جیدہج سنگھ پاس بہت لشکر اور مال اسباب ہے اس کا لقب سرگی ہے جسکے معنے آسمان کے ہیں اور اس کا اعتقاد یہ ہے کہ اس کے باپ دادا میں سے جو آسمان پر فرماں روا تھے کوئی سونے کی سیڑھی لگا کے زمین پر اترا اور اس سرزمین میں قیام کیا اور پھر آسمان پر نہیں گیا وہ خود اپنے تئیں مظاہر اعظم میں شمار کرتا ہے اسی لئے وہ بت کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ یہاں کے اشامی ہندوؤں کی طرح کھانے پینے کا پرہیز نہیں کرتے۔ مسلمان و غیر مسلمان کے ہاتھ کا کھانا کھا لیتے ہیں۔ انسان کے سوا سارے جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں یہاں تک کہ مردار بھی کھاتے ہیں۔ گھی نہیں کھاتے۔ اگر کسی کھانے میں گھی کی بو بھی ہو تو اُسے ہاتھ نہیں لگاتے۔ ان کی زبان ہندوستان کے اور ملکوں سے جداگانہ ہے۔ مردوں کی ہیأت سے توانائی اور پہلوانی ٹپکتی ہے وہ محنت کے کاموں پر قادر ہیں۔ سب جنگ جو۔ سفاک۔ مارنے مرنے میں دلیر۔ بے باک و بے رحم۔ غدر و بیمروتی میں طاق اور مکر و کذب و بیوفائی میں یگانۂ آفاق۔ انکی عورتوں کی صورت میں صباحت و ملاحت رُوے و سیاہی و درازی موے و ملائمت بدن و صفائی رنگ و خوش دست و پائی ظاہر دور سے یہ ہیأت مجموعی کمال حسن نظر آتا ہے۔ مگر تناسب اعضا نہیں ہے۔ اسلئے پاس سے دیکھو تو وہ حسن جمال سے دور معلوم ہوتی ہیں۔ راجہ و رعیت کی عورتیں کسی سے منہ نہیں چھپاتیں سر برہنہ بازار میں پھرتی ہیں اکثر آدمیوں کی چار پانچ بیبیاں ہوتی ہیں ایسے کمتر آدمی ہیں جنکی دو بیبیاں ہوں اور آپس میں بیبیوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ یہاں کی بڑی تعظیم دو زانو بیٹھنا ہے۔ جب راجہ اور بھوکنوں پاس رعیت جاتی ہے اور بھوکنی راجہ پاس جاتا ہے تو وہ دوزانو بیٹھتے ہیں اور زمین کی طرف ٹکٹکی لگاتے ہیں ڈاڑھی مونچھ سر کے بال منڈاتے ہیں۔ ان بالوں کو جو رکھتا ہے تو اُسکو کہتے ہیں کہ بنگالی ہو گیا ہے اسکے سر پر تلوار مارتے ہیں۔ خر و شتر و اسپ اس ولایت میں عنقا و کیمیا ہے اشامی گدھے کو بڑی قیمت دیکر خریدتے ہیں اور اونٹ کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ گھوڑے سے بہت ڈرتے ہیں اگر وہ ہاتھ لگتا ہے تو اس کا پاؤں کاٹ ڈالتے ہیں اگر سو مسلح اشامیوں کے سر پر ایک سوار جا چڑھے تو تمام

ہتیار اسکے آگے رکھکر بھاگ جاتے ہیں ۔ اور اگر بھاگ نہ سکیں تو مقید ہو جاتے ہیں ۔ لیکن اگر دس
مسلمان پیادے ایک آشامی کو ملجائیں تو وہ بیمحابا انکے استیصال کا قصد کریگا اور غالب آئیگا ۔ ہاتھی کے
بیچنے کو وہ بڑا عیب سمجھتے ہیں اور کبھی نہیں بیچتے ۔ راجہ اور بھوکن سنگاسن میں اور اور رؤسا اغنیا ڈولی میں
سوار ہوتے ہیں ۔ یہ ڈولی چوب و تختہ سے بناتے ہیں فیل پر بجائے عماری حوضہ کے لکڑی کی کرسی بنا کے
رکھتے ہیں ۔ کرپاس کے پارچہ کو سر پر باندہتے ہیں اور اسی کی دہوتی پہنتے ہیں اور ایک چادر کندہے پر
ڈالتے ہیں بعضے متمول جاڑے میں نیم جامہ بھی پہنتے ہیں ۔ چار پائی کی جگہ تخت پر جنکو میسر ہوتے ہیں
پان میں کچی سپاری مع پوست ڈالکر بہت کھاتے ہیں ۔ مشجر و مخمل وٹاٹ اور طرح طرح کے کپڑے ریشمی خوب
بُنتے ہیں اور خوان و صندوق و تخت و کرسی ایک تختہ چوب سے بہت مطبوع و پاکیزہ بناتے ہیں ۔ راجہ کے
بعض تخت ایک چوب کے ہیں جن میں سے ہر ایک کا عرض دو ذرع ہے اور ان کے پائے الگ نہیں
لگائے بلکہ اسی چوب میں سے تراشے ہیں ۔ جنگی کشتیاں بنگالہ کے کوسہ کی طرح بناتے ہیں
اس کو بچاری کہتے ہیں اس ملک میں کشتیاں کثرت سے ہیں ۔ واقعہ نویس گواہٹی کی افواہ سے
معلوم ہوا کہ آوان تحریر تک تیئیس[۲۳] ہزار کشتیاں بچاری و کوسہ یہاں آ لی گئی ہیں اور لشکر پادشاہی
پاس اور اس ملک کے متوطنین کے پاس جو لشکر کے ہمراہ ہو گئے ہیں شاید اس سے زیادہ ہونگیں
جو واقعہ نویس نے لکھیں ۔ احتمال ہے کہ ان سے آدہی آشامیوں کے تصرف میں ہونگیں ۔ اکثر
کشتیاں چنبل کی چوب سے بناتے ہیں ۔ اگر کشتی ڈوب بھی جائے تو اسکی لکڑی گلتی نہیں بندوق
و توپ بچہ دار خوب ڈہالتے ہیں ۔ باروت بہت قسم کی بناتے ہیں اور اس کا مصالح ملک
پادشاہی سے لاتے ہیں ۔ کل آشام میں خشت و سنگ و گل کی عمارات سوا کھرگانو اور
چند بتخانوں کے دروازوں کے کہیں اور نہیں ہے ۔ غنی و فقیر اپنے مکانوں گھروں کو چوب
و نے و علف سے بناتے ہیں یہاں کی قدیم رہنے والی دو قومیں ہیں ایک آشامی دوسری
قوم کلتا اور یہ دوسری قوم ہر باب میں اول قوم پر مزیت رکھتی ہے مگر مہام صعب اور
امور حرب میں قضیہ منعکس ہے ۔ ہمیشہ راجہ کے نشیمن و خوابگاہ کی اطراف میں چھ سات ہزار آشامی

حراست کرتے ہیں ان کو جو دانگ کہتے ہیں۔ اس ملک کا حربہ بندوق و راچنگی و توپ تیر و پیکان و بے پیکان و نیم شمشیر و نیزہ دراز و بانس کی کمان و تیر تخش ہے کہ ملک کے تمام رہنے والے اہل حرفہ و دہقان و رعیت مسلم و غیر مسلم طوعاً و کرہاً جنگ میں آتے ہیں اور شغال کی طرح ایک دفعہ غوغا کرتے ہیں اور شورش عظیم مچاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ اس شور و غل سے لشکر شاہی کے دل میں ہراس پیدا ہوگا۔ وہ لڑائی میں لاکھوں ہی جمع ہوتے ہیں۔ مگر ہتیاروں سے لڑنے والے بیس ہزار کے قریب آشامی ہوتے ہیں۔ غالب وہ شب سہ شنبہ میں شب خون مارتے ہیں۔ اس رات کو مبارک جانتے ہیں۔ رعیت خواہ جنگ کرکے بھاگے خواہ بے جنگ معاودت کرے۔ اپنے ہتیاروں کو ڈالدیتی ہے اور باہر چلی جاتی ہے رعایا اپنے مردوں کو کچھ ان کے ترکہ کے ساتھ مشرق کی جانب سر کو اور مغرب کی جانب پاؤں کرکے خاک میں دفن کرتی ہے۔ اور حکام اپنے موتا رکے لئے دخمہ بناتے ہیں۔ اور زنان و خدمۂ متوفی کو مارکر یا یکباج چند سالہ مثل ظروف زریں و سیمیں و فرش و لباس اور خوردنی دخمہ میں رکھتے ہیں اور اس کا نام ذخیرہ و توشۂ آخرت رکھتے ہیں جس سے نا امیدی کا دروازہ اُس پر بند ہوجاتا ہے سر دخمہ کو قوی چوبوں سے نہایت مستحکم ڈہلکتے ہیں اور ایک چراغدان میں بہت سا روغن اور ایک نفر مشعلچی زندہ اس میں رکھتے ہیں کہ وہ چراغ روشن کیا کرے۔ دس دخموں کو چیر کر نوے ہزار روپیہ بہمہ جہت پادشاہی آدمیوں کے ہاتھ آیا ہے۔

پہلے زمانہ میں جو مسلمان یہاں مقید ہوئے تھے انہوں نے یہاں نکاح کرلیا ان کی اولاد آشامیوں کے طریق پر عمل کرتی ہے برائے نام مسلمان ہیں وہ آشامیوں کے ساتھ بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ مانوس ہیں۔ دیار اسلام سے جو مسلمانوں کی ایک جماعت وہاں چلی گئی ہے وہ صوم و صلوٰۃ میں قیام کرتی ہے مگر نہ اذاں دے سکتی ہے اور نہ قران پکار کر پڑھ سکتی ہے۔ یہ دونو اُنکے لئے ممنوع ہیں۔

راجہ اور آشامی بھاگ کر مختلف طرفوں میں چلے گئے راجہ نے چاہا کہ قوم ناگہ پاس جاوے مگر وہ پادشاہی لشکر کے خوف سے اس کے آنے پر راضی نہ ہوئے۔ یہ قوم جنوبی آسام میں

رہتی ہے۔ سرخ وسفید خوش ظاہر و بدباطن ہے۔ بازاروں میں اپنی ازواج سے بے پردہ مجامعت کرتے ہیں۔ عورتیں سوا چھاتیوں کے کسی عضو کو نہیں چھپاتیں اور کہتی ہیں کہ اعضا جنکو بطن مادر سے انفصال کے وقت سب آدمیوں نے دیکھا ہو اسکا اخفا عبث ہے پستاں جو اسکے بعد اٹھتی ہیں ان کو ڈھانکنا چاہئے۔ نواب کی ملازمت میں چند مشہور آدمی آئے تو انکے سیاہ لنگوٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور انکے منہ کے اوپر سور کے نیشوں کی حمائل پڑی ہوئی تھی اور گردن پر سیاہ لمبے بال تھے اکثر اس قوم کا حربہ روبین ہے۔ جب راجہ اس کوہستان میں آنے سے ممنوع ہوا تو وہ اپنے سب بھوکنوں کو لیکر نامروپ میں چلا گیا۔ نامروپ ایک قطعہ زمین پہاڑوں کے درمیان ہے۔ آب و ہوا یہاں کی ایسی خراب ہے کہ آشامی کہا کرتے ہیں کہ اگر کوئی طائر یہاں کے فضا پر پر مارے تو اس کا شہپر حیات گر جائے اور اگر اس زمین میں فولاد آئے تو موم ہو جائے راجہ جس پر غضب ہوتا اور تلوار سے سر نہ اڑاتا تو اس کو یہاں بھیجتا۔ اس کی ایک راستہ ہے جس میں گھوڑا جاسکتا ہے کوہستان جنوبی اور جزیرہ کوجود ریا ر برہما پترا اور دہنگ ندی کے درمیان ہے راجہ اور بھوکنوں نے اپنا مقر بنایا۔ اس اثنار میں دو تین روز مینہ برسا اور تیز ہوا چلی لشکر شاہی کے خیموں اور اردو میں پانی میں فرش اپنا بچھایا موسم برسات نزدیک آیا۔ گھرگانو سے ساڑھے تین کروہ پر متھرا پور تھا وہ ایسی اونچی جا پر آباد تھا کہ برسات میں اقامت کی قابلیت رکھتا تھا وہاں جانے کا ارادہ مصمم ہوا گھرگانو کی حفاظت کے واسطے میر مرتضیٰ اور راجہ امر سنگھ کو چھوڑا اور میر سید محمد کو رعایا کی استمالت کے لئے مقرر کیا۔ محمد عابد مامور ہوا کہ راجہ کے اموال کو دیکھ بھال کر جو مال تنخواہ کے لائق ہو لشکر میں بھیجے اور باقی کو جہانگیر نگر روانہ کرے نقرہ اور مس پر پادشاہ عالمگیر کا سکہ لگایا گیا۔ یہ روپیہ پیسہ رائج ہوا مختلف مقاموں میں تھانے اور تھانہ دار مقرر ہوئے ۔۔۔ شعبان سنہ مذکور کو لشکر کوچ کر کے متھراپور میں آیا۔ آدم خاں نے یہاں سے آٹھ کوس پر لابے پور میں تھانہ جمایا۔ اس کو رات دن آشامیوں سے لڑنا

پڑا جلال خاں کنار دریا دہنگ کا تھانہ دار تھا اس پر بھی کئی دفعہ آشامیوں نے شب خون مارا مگر ہر دفعہ ہزیمت پائی۔ تیس چالیس ہزار آشامیوں نے دن کو اُس سے لڑنے کا قصد کیا انکو شکست ہوئی اور بہت آشامی مارے گئے اور جلال خاں کی شجاعت کی بڑی شہرت ہوگئی آشامی یہاں سے اور اطراف میں منتشر ہوگئے۔ میانہ خاں موضع سلمانی میں تھانہ دار تھا وہ رعایا کی رفاہ حال و فراغ بال کا سبب ہوا۔ کھرگانو میں سو سوار اور دو سو پیادے تھے۔ اور اسکے اطراف میں اولشکر مورچے جمائے ہوئے تھے۔ اکثر مواضع دکھن کول کے پادشاہی تصرف میں آگئے تھے اور رعایا بھی اپنے گھروں میں آباد ہوکر اطاعت اور ہوا خواہی کا اظہار کرتی تھی۔ اوتر کول کے آدمی اطاعت کے فکر میں تھے کہ زمانہ نے ایک اور ہی گل کھلایا۔

برسات کا ہونا اور فساد اٹھنا

بادلوں نے اپنے لشکر کو آسمان پر دوڑایا۔ بجلی نے اپنی چھچھوندر چھوڑی۔ گونج نے اپنا صور پھونکا ابر نے اپنی آنکھوں سے زمین پر ایسے آنسو بہائے کہ نالوں کو دریا بنادیا۔ اور دریاؤں کو بحر۔ سیلاب نے سارے مکانوں میں دلدل کردی شیروں کے خوف سے آشامی جو جنگلوں اور غاروں میں لومڑی کی طرح چھپے بیٹھے تھے اب وہ شیر بنکر باہر نکلے فتنہ و فساد برپا کیا۔ اول انہوں نے دیول گانو کی طرف ہجوم کیا اور تھانہ پر شب خون مارا۔ تھانہ دار غافل نہ تھا اُسنے آشامیوں کو شکست دی۔ نواب نے یادگار خاں ازبک کو اسکی کمک کے لئے بھیجا۔ اُسنے جاکر آشامیوں نے جو آتش فتنہ سلگائی تھی آب تیغ سے بجھا دی ان دنوں میں آذوقہ کی کشتیاں لکھوگر سے کھرگانو کو روانہ ہوئی تھی۔ ابن حسین داروغہ نوارہ نے چھ جلیہ اور ۱۲ کوسہ پُر ساز بہ سرداری محمد مراد بیگ بھیجے تھے اس نے دو تین جگہ آشامیوں سے لڑکر ان کشتیوں کو کھرگانو میں پہنچا دیا جب آشامی دیول گانو سے مایوس ہوئے تو انہوں نے غرہ شوال کو انور بیگ تھانہ دار کجھو پر پر تاخت کی اس نے اپنی زور بازو سے ان پر فتح پائی مگر فتح کے بعد احتیاط نہ کی اشامیوں نے پھر حملہ کرکے اس کو مار ڈالا۔ کجھو آشامیوں کے قبضہ میں آگیا اور انہوں نے دریا دہنگ کے اس طرف ترمہانی و کجھو کے محاذات سے لیکر لکھوگر تک مورچالیں بناکر لشکر شاہی کی رسد کا رستہ بند کردیا۔

نوابنے یہ سنکر سرانداز خاں ازبک کو کچھور کا تھانہ دار مقرر کرکے فساد کے دور کرنیکے لیے بھیجا وہ بہت جد کرکے نالہ کی گل ولائے سے گذرا اور موضع نیک میں آیا یہاں نالہ سے بغیر کشتی کے گذرنا محال تھا اسنے نواب کو حقیقت حال لکھی۔نوابنے حکم دیا کہ محمد مراد نوارہ کے ساتھ لکھوگر سے آیا ہے۔تین جلبہ وسات کوسہ درکھر گانوٗ سے لیکر اپنے نوارہ کا ضمیمہ بنالے۔اور اور خالی کشتیاں بیوپاریوں کی بھی لیلے جب موضع نیک میں پہنچے تو وہ اور سرانداز خاں خشکی وتری سے باہم رفیق ہوکر طے مسافت کریں۔سرانداز خاں کو محمد مراد دریا سے پار اتارے اور سرانداز خاں محمد مراد کے نوارہ کا ممد ومعاون ہو۔مگر یہ تدبیر نہ چلیں۔سرانداز خاں پاس محمد مراد پہنچا اور دو نوں بلا اتفاق روانہ ہوئے۔نالہ جو اول سرانداز خاں کی راہ میں آیا وہاں ان دونوں میں مخالفت ہوئی۔۱۴۔شوال کو سرانداز خاں واپس نیک کو چلا گیا۔اور محمد مراد اور آگے بڑھا۔جب اسنے آشامیوں کی کشتیوں کا ہجوم پانی میں اور اشامیوں کو دریا کے کنارہ پر دیکھا تو وہ بہت جلد کنارہ پر اُترکر برمہانی کو راہی ہوا چند کشتیاں جن میں امیر خاں کے افغان سوار تھے وہ دشمنوں کی طرف دوڑے اور اپنی جلادت کی زور بازو سے غنیم کے درمیان سے گذر کر دیول گانوٗ میں پہنچے باقی تمام بادشاہی ولشکری وبیوپاری نوارے پر باروساز مفت وآسان آشامیوں کے چنگل میں آئے جس سے ان کو بڑی جرات اور جسارت ہوئی اور بیوپاریوں کی آمد وشد ورسد کے پہنچنے کی راہ مسدود ہوئی۔آب دہنگ کی وسعت نے دریا پر عرصہ جولاں کو وہاں تک تنگ کیا اور کوہ سلہانی کے سیلابنے میانہ خاں کے آدمیوں کے گھوڑوں کے ہاتھ پاؤں میں زنجیر ڈالی تو بعض آشامی آب دہنگ سے گذرکر اور بعض کوہ سلہانی سے پائین میں آکر بے تحاشا حواشی کھر گانوٗں کو مراجعت کرنے لگے اور شہر کی دست برد کے اندیشہ ہوئے۔میر مرتضیٰ نے پہلے سے زیادہ ہشیاری اور بیداری میں کوشش کی باوجود معاونوں کی قلت اور معاندوں کی کثرت کے اسنے ثبات اختیار کیا۔دس بارہ ہزار اشامیوں نے غازی خاں تھانہ دار دیوتانی کو قتل کیا۔بیس سوار اور پچاس پیادے اسکے ساتھ کے مارڈالے وہ پالنی کے احاطے جسکو

سکونت و حفاظت برکسائیں کے لئے بنایا تھا باہر آیا اور شامیوں سے لڑا - برکسائیں کے برادرزادہ نے دروازہ توڑنے کا قصد کیا - اس کو ابراہیم خاں نے مار ڈالا - شامی اپنے سردار کے مرتے ہی دامن کوہ میں بھاگ گئے اور شامیوں کے جمع کرنے کا انتظام کیا - اس حادثہ کے واقع ہونے سے حوالی کھرگانو و نواحی متھراپور اور حواشی تھانہ آدم خاں میں جو رعایا آباد ہو کر اطاعت کرتی تھی وہ بھاگ گئی -

غلبہ راجہ بھیم نراین کا کوچ بہار پر ۱۰۷۱ھ

ان دنوں میں یہ افواہ اڑی کہ بھیم نراین نے آنکر کوچ بہار کو گھیر لیا ہے - آخر کو یہ خبر سچ نکلی ۹ آوازہ خلق کو نقارہ خدا سمجھو - اسکی تفصیل یہ ہے - پادشاہی متصدیان مہام مال نے مال کار سے غفلت کی اور ممالک محروسہ کے محال کے دستور پر رعیت سے جمعبندی اور مطالبہ اموال کیا اس طرح کی جمعبندی یہاں کی رعایا کے خیال اور تصور میں بھی نہ تھی وہ متفرق ہو گئی اور راجہ کی خواہاں ہوئی - ممالک محروسہ شاہی میں جو اخذ مال کے قوانین اور دستور تھے وہ یہاں کی سرزمین کے زمینداروں کے معمول کے برخلاف عمل میں نہیں آ سکتے تھے - نواب کی مرضی کے خلاف رعایا کے ساتھ مقدمات مالی میں سختیاں و بے اعتدالیاں ہوئیں جس سے رعایا شورش میں آئی اور راجہ بھیم نراین پاس پہنچی اور اسکو پہاڑ سے نیچے آنے کی ترغیب دی - راجہ اس مقدمہ کو دولت غیر مترقبہ سمجھا اور پہاڑ سے نیچے آیا - اس دیار کے سب آدمیوں نے کہا کہ تو راجہ ہے ہم تیرے لئے اپنی جان دینے کو موجود ہیں - راجہ کی سرراہ کشمکش ماری میں محمد صالح منصبدار تھا اسپر تاخت کی اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو مار ڈالا اور اسفندیار خاں حاکم کوچ بہار کی ہمراہ جو آدمی تھے انکی رسد بند کر دی اور راجہ نے خان مذکور کو پیغام دیا کہ تم ملک پادشاہی کو سلامت چلے جاؤ اور اپنے تئیں ہلاک نہ کرو خان میں قوت مقاومت نہیں تھی اور اقامت میں یہ سمجھا کہ چند ہزار جانیں ضائع جائینگی وہ گھوڑا گھاٹ میں چلا گیا - متعاقب علی خاں بھی گھوڑا گھاٹ میں آیا - استرداد ملک کی قدرت نہ تھی یہیں ٹھیر گیا -

القصہ چو حوالی کھرگانو اور تھانہ غازی خاں کا حال نواب سے عرض کیا گیا

تو اس نے ابو الحسن خاں ولد مرزا بیگ شجاعی کو جو نواب کا بڑا مشہور منتظم ملازم تھا آشامیوں کی تنبیہ کے لئے مقرر کیا کہ حوالی تھانہ غازی خاں کے گرد جو آشامیوں کے مورچے بنائے ہیں اور تھانہ کی تاخت کے تاک میں بیٹھے ہیں ان کو دفع کرے۔ اُسنے جاکر آشامیوں کو مقتول و منہزم کیا اور اُنکے مورچالوں کو ڈھاکر مٹا دیا۔ آغروں کی جماعت اور پچاس سوار کھرگانو کی حفاظت کیلئے اور مقرر ہوئے۔

کلبوگر کی جانب فرہاد خاں کا جانا اور قضا یاد عجیبہ کا نمودار ہونا اور اسکا واپس آنا

جب نواب نے محمد مراد کی کم پائی اور آشامیوں کی دراز دستی کی خبر سنی تو اُس نے فرہاد خاں کو اپنی اور اور امرا کی اور تابینوں کی اور شاہی آراستہ فوجیں دے کر مامور کیا کہ کلبوگر جاکر اور رسد کی کشتیوں کو ہمراہ لیکر لشکر میں لے آئے اور آنے جانے میں اطراف کے آشامیوں کی تنبیہ کرے اور سرانداز خاں کو کجھو رمیں قائم رکھکر تھانہ میں میر نور اللہ و محمد مقیم اور ایک اور جماعت کو کمک کے طور پر چھوڑے۔ سر راہ تھانہ جات کا بند و بست اس طرح کرے کہ پھر آنے جانے والوں کے دامن میں آشامیوں کا خار نہ لگے۔ ابو الحسن جو دیوتانی کی طرف آشامیوں کی تنبیہ کرکے نواب پاس آتا تھا حکم ہوا کہ وہ اپنی ہمراہی آدمیوں کے ساتھ فرہاد خاں کا تابع اور رفیق ہو۔ خان مذکور ۱۸۔ شہر شوال کی شام کو کھرگانو میں آیا۔ اور اُسی رات آب دیکھو سے عبور کیا۔ فرہاد خاں سے مل گیا۔ دونوں لشکر موضع نیک میں آئے جو ترمہانی اور کجھور کے درمیان تھا۔ یہاں صحرا میں ندی دہنگ سے بھی زیادہ پانی متموج تھا۔ نہایت حیران ہوئے اور ہر چند راہ کی جستجو میں دست و پا ڈالی گئی۔ مگر مقصد نہ حاصل ہوا۔ آسمان سے پانی برستا تھا۔ زمین سے پانی جوش کرتا تھا۔ لشکر گاہ کو سیلاب نے گھیر لیا۔ روئے آب پر خیمے حباب کی طرح معلوم ہوتے تھے اور سوار تمام شب پشت اسپ پر بیٹھے اور پیادے اپنی ایڑیوں کے بل پر کھڑے رہے ناچار سرانداز خاں کو جو موضع مذکور میں محصور تھا خان اپنی ہمراہ لیکر الٹا چلا سب جگہ پانی کمر تک تھا۔ ترمہانی کے قریب ایک موضع میں آیا۔ یہاں آشامیوں نے انہار عمیقہ کھود کر دریا دہنگ سے ان کو ملا دیا اور انکے کناروں پر مورچلوں کو ترتیب دیا

اور فرہاد خاں کی مراجعت کی راہ کو مسدود کیا اور آشامیوں کے نامی بھوکنوں نے کشتیوں میں
بیٹھ کر افواج کی اطراف کا احاطہ کیا۔ اور توپ اندازی شروع کی۔ فرہاد خاں ایک آئے پر کہ
محافظ آب نہ تھا چڑھ گیا۔ نواب نے یہ خبر سنکر محمد مومن بیگ یکہ تاز کو فوج عظیم کے ساتھ بھیجا کہ فرہاد خاں
کی راہ میں نالوں کے کناروں پر جو مورچال آشامیوں نے بنائے ہیں انکو پراگندہ کرے۔ مومن بیگ
ترمہانی میں آیا۔ پانی کی طغیانی ہوتی جاتی تھی وہ مقصد کی طرف توجہ نہیں کرسکا۔ دلیر خاں نے
ہاتھیوں کو لیجانا چاہا۔ مگر دشمن کے غلبہ خوف سے یہ تدبیر بھی نہ چل سکی۔ آشامیوں نے
مورچلوں اور کشتیوں سے توپ اندازی برابر جاری رکھی اور کشتیوں سے اُتر کر اُن
پر کئی حملے کئے۔ فرہاد خاں نے ان حملوں کو ہٹایا۔ ایک دفعہ آشامی بہت کشتیوں
سے اُتر کر اُن پر حملہ آور ہوئے تو راجہ سجان سنگھ کے راجپوت ان کے
مقابل ہوئے۔ خان کے اشارہ سے وہ پیچھے ہٹے آشامی دھوکہ میں آکر ان کے پیچھے
آئے اور کشتیوں سے دور ہوئے۔ فرہاد خاں نے ان کو مار ہٹا کر چند کشتیاں ان کی
چھین لیں۔ اب یہاں آذوقہ کی ایسی کمی ہوئی کہ گائے کے گوشت کھانے کی
جگہ گھوڑے کے گوشت کھانے پر نوبت آئی۔ تو فرہاد خاں نے مفتوح کشتیوں
پر اور ٹاپوں پر جو کیلے کے درختوں اور سنے سے بنائے تھے سوار ہو کر آشامیوں
پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ آشامی دشمنوں کو عاجز جان کر غافل ہوئے
رات کو خوش وخرم سوئے۔ فرہاد خاں نے اُن کشتیوں پر جو اُس نے آشامیوں
سے چھینی تھیں لشکر کو سوار کرکے نالوں سے پار اتارا۔ فرہاد خاں جب محمد مقیم کے
تھانہ میں آیا تو اس نے سنا کہ اس نواحی کے آدمی چند روز غائب رہے اب آئے ہیں تو
خستہ ومجروح ہیں یہ حالت ان کی شرکت جنگ پر دلالت کرتی ہے کہ وہ فرہاد خاں
کے لشکر سے لڑے ہیں۔ محمد مومن بیگ کو بھیجا کہ مردوں کو قتل کرے عورتوں اور
بچوں کو قید کرے اور اموال کو لوٹ لے۔ دوم ماہ ذیقعد کو فرہاد خاں

راجوں کا محصور ہونا اور تھانوں کا اٹھنا اور [illegible]

نواب کی خدمت میں آیا۔ تھانہ مقیم کی تاخت و تاراج نواب کو پسند نہ آئی اس نے سب عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیا کہ وہ اپنے گھر جائیں۔

فرہاد خاں کی مراجعت کے بعد آشامی بڑے دلیر ہوگئے اور پانی کی طغیانی ایسی ہوئی کہ کسی تھانہ میں مقدور نہ تھا کہ وہاں سے آدمی باہر نکل سکے یا کمک کو پہنچ سکے اسلئے نواب نے حکم دیا کہ ابھے پور سے آدم خاں آنکر لشکر سے ملے اور تھانوں کے آدمی کھر گانوں میں چلے جائیں۔ اور سرانداز خاں و میانہ خاں نالہ دیکھو کے اس طرف وہاں کے رہنے والوں کی محافظت میں قیام کریں۔ جلال خاں و غازی خاں و محمد مقیم جو نالہ کے اسطرف ہیں وہ میر مرتضیٰ پاس چلے جائیں۔ جب آدم خاں تھانہ ابھے پور سے اس طرف کا عازم ہوا تو اس نواحی کے مسلمان جو ہوا خواہی ظاہر کرکے آباد ہوئے تھے بھاگ گئے اور کشتیوں کو لیگئے اسلئے نالوں کے اترنے میں آدم خاں کو بہت تکلیف اٹھانی پڑی سرانداز خاں و میانہ خاں نے ایک سرزمین میں جسکے تین طرف نالہ دیکھو تھا اقامت کی اور جس سمت میں پانی تھا وہاں ایک مستحکم دیوار بنائی اور اس پر توپیں اور زنبورکیں چن دیں۔ رعایا دیوار سے خارج ہوئی۔ ایک رات آشامی غلبہ کرکے نالہ کی اس طرف کی رعایا کو طوعاً و کرہاً لے گئے۔ حوالی کھر گانو و متھراپور کی کل رعایا آباد شدہ فراری ہوئی اور راجہ اور بھوکنوں پاس چلی گئی۔ بعض مسلمان اور کچھ ہنو و باقی رہے جو راجہ سے ڈرتے تھے اور ہندوستان کے دیکھنے کا شوق رکھتے تھے۔ اب تمام ملک آشام سوا کھر گانو اور متھراپوری کے آشامیوں کے تصرف میں تھا اور ان دونوں مقاموں میں بھی آمد و رفت پادشاہی آدمیوں کی بغیر سپاہ کے ساتھ لئے نہیں ہوتی تھی۔ یہ باتیں تعجبات سے تھیں۔ اب دس بارہ ہزار لشکر پیادہ و سوار اور اردو بازار بے شمار چھ مہینے تک بغیر غلبہ خصم اور استیلا غنیم انہار کے اندر نقطہ کی مانند گھر جانے کہ پرکار کی طرح لشکرگاہ کے دائرہ سے باہر قدم نہ رکھ سکے اور کوئی کمک اس کو نہ پہنچ سکے اور نقد و ما یحتاج کی کوئی چیز اس تک نہ آ سکے۔ آشامیوں نے انقطاع اخبار اور انسداد راہ میں کوشش کی کہ

اہل ہند کو اس لشکر کی بے خبری کے سوا کچھ خبر نہ پہنچتی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ کوئی ان میں زندہ نہیں ہے۔ انہوں نے مراسم تعزیت بھی ادا کیں اور وارثوں نے متروکات کو بھی آپس میں تقسیم کر لیا۔

راجہ آشام کا بیجدلی بھوکن (سپہ سالار) تھا وہ برہمن تھا اور انبارداری سے بھوکنی اور سرداری پر پہنچا تھا اس کو راجہ نے سپہ سالار و مدار علیہ مقرر کر کے لشکر شاہی کے مقابلہ و مقاتلہ کے لئے بلکہ اسیر و دستگیر کرنے کے لئے مقرر کیا اور سارے ملک میں احکام جاری کر دئے کہ سردار و رعایا اس کی اطاعت کریں۔ یہ سپہ سالار نہر دلی کے کنارہ پر آیا اور ایک انبوہ جمع کر کے حشر برپا کیا۔ اور مورچال بنائے۔ دو تین روز میں ایک دیوار عریض و مرتفع کنگرہ دار نہایت مستحکم لب دریا مذکور پر تین کروہ لمبی بنالی۔ دیوار کا ایک سرا پہاڑ سے ملتا تھا اور دوسرا سرا وہاں منتہی ہوتا تھا کہ نہر مذکور آب وہنگ سے ملتی تھی اور نہر مذکور کے ساحل کو ایسا تراشا کہ اس پر پیادہ نہیں چڑھ سکتا تھا سوار تو کیا چڑھتا آشامیوں نے کئی دفعہ راتوں کو دلیر خاں کے لشکر پر شب خون مارا آخر دفعہ میں دلیر خاں نے اون کو ایسا کشتہ و شکستہ کیا کہ پھر انہوں نے شب خون مارنے کا نام نہ لیا۔ نواب کو معلوم ہوا کہ زمیندار چانک جو راجہ کا خطاب رکھتا ہے وہ کہرگانو کی مزاحمت کا قصد رکھتا ہے اور مورچل جمائے بیٹھا ہے۔ راجہ سبحان سنگھ کو اس کے استیصال کا حکم دیا۔ اس نے محاربہ عظیم کے بعد اس کو شکست دی اور واپس آیا۔ کوئی روز و شب لشکر میں بے دردسر نیزہ و آبرو شد شمشیر کے نہ گذرتا تھا۔ خانہ زین میں پاؤں رہتا تھا۔ گھوڑوں کی پیٹھ پر ہمیشہ زین دھرا رہتا تھا۔ آخر الامر یہ نوبت آئی کہ آقا کو نوکر سے نوکری کی توقع نہ رہی اور چاکر کو طمع مجرے کی آقا سے نہ رہی۔ سب ہول جان سے تھوڑے غوغا پر چونک پڑتے تھے۔ ہلاکت کے خوف سے تیغ دودستی مارتے تھے ع

بیا تا ہمہ تن بکشتن دہیم ‏ ‏ ‏ ‏ مبادا کہ فرصت بدشمن دہیم

سب کو یقین تھا کہ اس قفل کی کنجی سوا تلوار کے نہیں ہے اور اس عقدہ کی گرہ کشائی سوا تیر و سنان کے نہیں بیجدلی بھوکن نے شب خون مارنے میں اور ابواب رسد کے بند کرنے میں حواشی اردو کی مزاحمت کرنے میں کوئی بات نہیں رکھی تو اس نے جانا کہ درفش پر خشت لگانے سے اور آہن سرد کے ٹوٹنے سے کوئی نفع سوا جراحت کے اور کوئی حاصل سوا ندامت کے نہیں ہے اسلئے اپنے فرمان فرما کی اجازت سے یا اپنی عقل دوراندیش سے صلح کی تحریک کی اور ایک وکیل اپنے عریضہ کے ساتھ بھیجا۔ جس میں مصالحہ کی درخواست تھی۔ نواب نے بھورل منصب دار کو بیجدلی بھوکن پاس بھیجا اور سمجھا دیا کہ کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے لشکر کا ضعف معلوم ہو اور شرائط صلح یہ بتائیں کہ وہ بیان کرے۔ اول پانچو ہاتھی دندان دار بھیجے۔ دوم تیس لاکھ تولہ سونا و نقرہ پیش کش کرے سوم حرم پادشاہی کے پرستاری کے واسطے اپنی بیٹی دے۔ ہر سال پچاس ہاتھی اول دندان دار برسم باج دیا کرے چہارم جو ممالک لشکر شاہی کی پے سپر ہوئے۔ وہ ممالک محروسہ میں داخل ہوں۔ اور نامروپ اور اس کے اطراف میں کوہستان راجہ سے متعلق ہوں۔ آخر شرط پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

از پیش صفہ تا بہ لب بام از آن من ‏ ‏ ‏ ‏ واز پشت بام تا بہ ثریا از آں تو

بھوکن کے پاس بھورل گیا۔ آدہی رات کو خلوت میں بلایا گیا۔ بھوکن نے کہا کہ اگر راجہ ان شرائط صلح کو نہ مانے گا تو میں راجہ سے مفارقت کرکے نواب کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ دو تین دن بعد بھورل کو اس نے رخصت کیا۔ وبا کے سبب سے لشکر کمر گانو میں آگیا جس سے لشکر کا ضعف معلوم ہوا نہ مصالحہ ہوئی نہ بیجدلی بھوکن آیا۔

گھوڑا گھاٹ میں جوہر علی کا تعینات ہونا

پہلے بیان ہوچکا ہے کہ بیجدلی بھوکن نے دریا دلئی پر مورچال بناکر لشکر شاہی

پر کئی شب خون مارے اور ناکام رہا۔ اب اس نے کھرگانوں کی طرف اپنی ساری توجہ کی یہاں اموال اور گھوڑے ہاتھی پادشاہی اور تمام آلات توپخانہ اور چند لشکری اور بیوپاریوں کی کشتیاں اور کچھ ذخیرے ، مایحتاج معیشت رہ گیا تھا ہر رات کو اشامیوں کی ایک جمع کثیر اطراف شہر میں اور راجہ کے گھر کے احاطہ کے گرد پھرتی تھی اور اس راجہ کے احاطہ کے باہر حوالی شہر میں بھوکنوں کے مکانات تھے ان کو جلاتی تھی۔ گویا اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو خراب کرتی تھی۔ میر مرتضیٰ محافظت میں بدرجۂ کمال کوشش کرتا تھا۔ ۷۔ ذیقعد کو فرہاد خاں و سید سالار خاں و قراول خاں بھی کھرگانوں کی حراست کے لئے آگئے۔ اشامیوں نے کھرگانوں کے غربی دروازہ پر ایک باغ میں مورچے بنائے۔ فرہاد خاں نے ان کو یہاں سے نکال دیا۔ ایک دن اشامی جانب غربی کھرگانوں میں چند آدمیوں کو مار گئے اور کچھ آدمیوں کو پکڑ لے گئے۔ پادشاہی آدمیوں نے بانس کا ایک حصار بنایا اور اس کی حفاظت میں کوشش کی۔ غرہ ذی حجہ کو سید سالار خاں اور عبدالرسول کی باری بانس کے حصار کی حفاظت کی تھی ان دونوں سرداروں سے آشامیوں کی ایک جماعت کثیر مقابلہ و مقاتلہ کے لئے آئی۔ دو دفعہ آشامیوں کے حملہ کو پادشاہی آدمیوں نے دفع کیا لیکن تیسرے حملہ میں اشامی بانس کے حصار کو توڑ کر اور جلا کر کھرگانوں کے آدھے قلعہ پر قابض ہوگئے۔ میر مرتضیٰ و میر سید محمد اس بات پر مطلع ہو کر نقارہ اور کرنا بجاتے ہوئے گئے۔ مگر تاریکی شب کے سبب نہیں معلوم ہوتا تھا کہ غنیم کہاں ہے اور کس طرف تاخت کرکے مدافعت کرنی چاہئے۔ اس اثنا میں آشامیوں نے راجہ کے ایک چھپر میں آگ لگائی کہ جس کی روشنی سے رات کا دن ہوگیا۔ پادشاہی سرداروں نے تھوڑے آدمیوں سے ان پر حملہ کرکے باہر نکال دیا اور نصف قلعہ جو اشامیوں کے تصرف میں آگیا تھا اس کو پھر چھین لیا۔ میر مرتضیٰ نے بجائے بانس کے حصار کے مٹی کا حصار بنانا شروع کیا اور اس پر توپ و رامچنگی و زنبورک چن دیں اور اس کے آگے درختوں کو کاٹ کر مسطح میدان بنا دیا۔ ایک ہفتہ میں قلعہ کے دور میں جو ایک کروہ کے قریب تھا۔ ایک عریض و مرتفع دیوار

کنگرہ دار تیار ہوگئی۔ پہلی لڑائی میں فرہاد خاں کے ہاتھ میں تیر اور زخم لگے تھے۔ اسپر درد بہت ہوگیا۔ آشامی اس حال پر مطلع ہوکر ہر شام آنکر رات کو قلعہ پر حملے کرتے اور کچھ رات رہی نہر دلئی کے کنارہ پر چلے جاتے فرہاد خاں دست شکستہ و بال گردن بنا کے گھوڑے پر رات کو سوار ہوتا اور صبح تک نہ اترتا اور اندر اور باہر کی خبرداری رکہتا۔ سب سرداروں نے مہتابیان بنا کے اپنے پاس رکھ لیں تھیں کہ پہلی رات کو دشمن جو لڑنے آئیں انکو روشن کرکے لڑیں۔ آشامیوں نے کھرگانوں کے قریب انباروں کو جلایا اور انبارہائے بعید سے شالی کالے جانا شروع کیا میر مرتضیٰ نے کشتی اور خشکی کی باربرداری کا انتظام کرکے بعض انباروں سے شالی کو لیجاکر قلعہ میں داخل کیا۔ اور فرہاد خاں و محمد سعید سعی کرکے کھرگانوں کے قریب کے انباروں میں سے شالی نکالکر قلعہ کے اندر لے گئے۔

اب کھرگانوں کے اسطرف آشامیوں نے ایسی جگہ پر کہ گھوڑے کا جانا دشوار تھا مورچال بنائے اور بڑے شب خون مارے۔ پانچویں ذی حجہ کو جاسوسوں نے خبر دی کہ آشامیوں کے نامی پھوکنوں اور سرداروں نے یہ قرار دیا ہے کہ آج کی رات کو قلعہ و شہر کھرگانو کو پادشاہی آدمیوں سے چھین لیجئے۔ چار فوجیں انہوں نے ترتیب دی ہیں۔ ایک فوج سید سالار خاں کا دوسری فوج عبدالرسول خاں کا تیسری فوج دیوار شرقی حصار کے محافظوں کا مقابلہ کریگی۔ اور سب سے بڑی چوتھی فوج میر مرتضیٰ سے محاربہ کریگی پانچ چھ گھڑی روز رہا تھا کہ قراول خبر لائے کہ آشامیوں کا ایک گروہ نہر دلئی و نالہ اندکا سے گذرا ہے فرہاد خاں باوجودیکہ اس کے ہاتھ میں بہت درد تھا ان کے مدافعہ و مقاتلہ کے لئے سوار ہوا اور باہر آیا۔ سید سالار خاں و جلال خاں دریا بادی نے اس کو چلنے سے منع کیا اور خود لڑنے کی اجازت حاصل کی اور باہر آن کر آشامیوں کو مار کر بھگایا۔ بعض تیر کر بعض ناپہ میں بیٹھ کر نالہ وندکا سے باہر گئے اور وہاں ایستادہ ہوئے۔ رات ہوگئی۔ افواج شاہی متردد ہوئی نہ دریا سے عبور کرنے کی قدرت تھی اور نہ فارغ البالی سے مراجعت کی طاقت تھی کیونکہ یقین تھا کہ جب سپاہ پیٹھ

موڑے گی دشمن پیچھے پڑینگے۔ فرہاد خاں نے یہ حال سُنکر پیغام بھیجا کہ پیش روی میں تمنے خطا کی ہے اب پس روی میں شیوہ سپاہیانہ سے اسکی تلافی کرو اور قلعہ میں آجاؤ۔ سید مذکور ایسی دانائی سے کہ فرار نہ معلوم ہو کہ پانچ چھ گھڑی رات گئے لشکر کو شہر میں لے آیا اور جہاں جہاں سپاہ حفاظت کرتی تھی وہاں چلی گئی۔ آشامیوں کو جب سپاہ کی مراجعت کی خبر ہوئی تو ۔ نالہ سے گذر کر شہر کے باہر کی اور اطراف قلعہ کی سپاہ پر پل پڑے۔ فرہاد خاں نے وسط قلعہ میں کھڑے ہو کر افواج امداد کے لئے اطراف میں بھیجیں میر سید محمد اپنے آدمیوں کے ساتھ میر مرتضیٰ پاس گیا۔ آدھی رات پر پانچ گھڑی بجے تک بازار داروگیر جانبین سے ایسا گرم ہوا کہ ہرگز ملک آشام میں ایسا محاربہ نہیں ہوا۔ سید سالار خاں عین تاریکی میں چلا آیا تھا اس نے چند چھپر جلائے تو ان کی روشنی میں دیکھا کہ آشامی بھاگے جاتے ہیں تو ان کے پیچھے تاخت کی جانب شرقی قلعہ سے راجہ امر سنگ کے آدمی بھی پہنچے۔ اس نے بھی ایک بڑا چھپر جلایا اس کی روشنی میں قراول خاں اور راور آغروں نے اس طرف قلعہ کے کہ آشامی حملہ کر رہے تھے جنگ کی اور ان کو شکست دی۔ یہ دونو ہزیمت خوردہ فوجیں اس طائفہ کے ساتھ متفق ہوئیں۔ کہ حصار کی دیوار شمالی پر چڑھنے کا قصد کرتا تھا اور اس دیوار پر یورش عظیم کی۔ میر مرتضیٰ نے سب جگہ مہتابیاں روشن کرکے آشامیوں کے حملوں کو ہر جا دفع کیا۔ آشامیوں نے مایوس ہوکے عبد الرسول پر حملہ کیا چپقلش عظیم ہوئی۔ لشکر شاہی عاجز ہوا کچھ الٹا پھرا۔ مراد خاں دریا بادی فرہاد خاں کے اشارہ سے عبدالرسول کی کمک کو گیا۔ آخر کو آشامیوں کو شکست دی۔ آشامی یہاں سے شکست پاکر اس برج پر پہنچے۔ جو حصار کے شمال و مغرب کے بیچ میں تھا اور اس کی دیوار بقدر آدم اٹھی تھی اور کنگرہ نہیں بنے تھے اتفاق کرکے حملہ کیا۔ خندق کو پھلانگ کر برج مذکور پر پہنچے۔ فرہاد خاں کو ایک شخص نے خبر دی کہ آشامی اس برج پر متصرف ہوئے وہ بے تامل اس برج کی طرف متوجہ ہوا سیہاں میر سید محمد آیا۔ غرض آشامیوں کو

بھگا دیا۔ تاریخ آشام کا مصنف شہاب الدین طالش نواب پاس متھرا پور گیا اور سارا حال بیان
کیا۔ وہاں سے امراء کے نام ستائش نامے لایا۔ جس سے اپنے کام میں وہ اور زیادہ سرگرم ہوئے
آشامیوں نے آب دلی سے گندکر نالہ کا کو جان پر مورچے بنائے جو نہر دلئی اور نالہ دند کا کے
درمیان یہ نالہ تھا۔ دروازہ سنگی کی جانب غربی میں ایک گروہ انبوہ آیا اور اپنے نزدیک کہر گانو کے
آدمیوں کا تنگ محاصرہ کیا۔ ۸۔ ماہ ذی حجہ کو آشامی تین فوجوں میں تقسیم ہو کر آدھی رات کو
سید سالار خاں وعبد الرسول اور میر مرتضیٰ کے مقابل آئے۔ اس اثناء میں کالی گھٹائیں
اٹھیں اور موسلا دھار مینہ برسنا شروع ہوا۔ گھوڑے زانو تک پانی میں ڈوب گئے
اہل اسلام کو خوف ہوا۔ نہ گھوڑوں کے دوڑانے کی مجال تھی اور نہ ہتیاروں کے
استعمال کا یارا تھا۔ دونو لشکر خالی کھڑے رہے۔ پانچ چھ گھڑی رات باقی تھی کہ
آشامیوں نے معاودت کی۔ فرہاد خاں کے ہاتھ میں درد زیادہ ہو گیا تھا۔ اس
سبب سے آشامی زیادہ خیرگی کرتے تھے۔ خان مذکور نے کمک کی درخواست کی
عید قربان کی سہ پہر کو خبر آئی کہ آشامیوں نے نالہ دند کا سے عبور کر کے سواد شہر
میں مورچے باندھے ہیں۔ فرہاد خاں وجلال خاں اور کل دریا بادی وغازی خاں
وقزاول خاں اور آغران کی مدافعت کے لئے مامور ہوئے انہوں نے جاکر آشامیوں
کو بھگا دیا۔ چند آدمی ان میں سے مارے گئے اور آلات مورچل ساری چھوڑ گئے
بانسوں سے مورچہ بنانا شروع کیا تھا۔ ان میں آگ لگا دی۔ ۱۱۔ کو رشید خاں کہر گانو کی
حفاظت کے لئے مقرر ہوا اس نے سنا کہ آشامیوں کے جس مورچہ کو کل جلایا تھا
پھر آن کر اس کو بنانا شروع کیا۔ آشامیوں نے پھر اس کو چھوڑ دیا اور رشید خاں نے
انکا تعاقب آب دند کا تک کیا۔ آشامیوں کے مورچہ کے بانس ایسے مضبوط گڑے تھے
کہ ہاتھیوں سے نہ اکھڑے آخر آدمیوں نے ان کو اکھیڑا اور جلا دیا۔ سرانداز خاں پاس
خبر آئی کہ آشامیوں نے جانب غربی میں مورچال بنائے ہیں اور شب خون مارنے کا

مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خان نے انکے مورچل پر حملہ کیا۔ اور بہت آشامیوں کو مقتول اور اسیر کیا اور انکے مورچل کو ویران کیا اور فتح عظیم پائی سو آدمیوں سے زیادہ اسیر ہوئے جنمیں بعض سردار بھی تھے۔ رشید خاں کے سامان جنگ کو دیکھکر آشامیوں کو پھر شب خون مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ١٦۔ ماہ مذکور کو رشید خاں نے سنا کہ نالہ وندکا بعض جا پایاب ہے۔ آدمی کے سینہ و گلو سے پانی اوپر نہیں چڑھتا۔ میر مرتضیٰ اور راجہ امیر سنگھ کو قلعہ کی حفاظت سپرد کی اور خود کاکوجان کے مورچال نشینوں کی تنبیہ کے لئے روانہ ہوا جب نالہ وندکا کے سرے پر آیا تو افواج پایاب کی عقیدہ نہ ہوئی ہر جگہ گھوڑا ڈالکر بسلامتہ پار گئی۔ آشامیونے اس لشکر پر تیر و تفنگ چلائے۔ مگر آب ندکا کے عبور کرنے سے لشکر شاہی کا خوف وہ اُن پر چھایا۔ کہ جب اس نے ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے۔ لشکر شاہی مورچل میں داخل ہوا۔ غازی خاں تعاقب کرتا ہوا پسر بیجدلی بھوکن تک پہنچا۔ آشامیوں نے اپنے سردار کو دست بدست دوش بدوش نہر دلی کے کنارہ پر پہنچایا اور یہاں سے کشتی میں سوار کرکے باہر لے گئے۔ لشکر شاہی نے اس کشادہ صحرا میں آشامیوں کو مارا وہ بھاگکر نہر دلی کے کنارہ پر چلے گئے۔ ایک سو ستر آشامی پکڑے گئے۔ ایک ان میں سردار تھا۔ رشید خاں نے اُس سردار کے پانوں میں بیڑیاں ڈالیں اور باقی سب کو مار ڈالا۔ نواب پاس بھی یہ قیدی بھیجے گئے تھے مگر اُس نے رشید خاں پاس انکو واپس بھیجدیا تھا کہ جو چاہے انکا حال کرے۔

جب راہیں مسدود ہوئیں آشامیوں کی شورش کی خبر مشہور ہوئی اور لشکر کی خبروں کا آنا منقطع ہوا اور انور بیگ تھانہ دار کجپور کے قتل کے واقعہ کا اشتہار ہوا۔ تو ابن حسین نے ایک نوارہ مردم جنگی اور آلات جنگی سے پُر کرکے علی بیگ کی ہمراہ روانہ کیا۔ کہ کجپور میں جاکر قلعہ کو جو آشامیوں نے موضع مذکور میں بنایا ہے مفتوح کرے۔ علی بیگ کجپور میں پہنچا اور حوالی قلعہ میں منزل کی آشامیوں نے ایک جمعیت عظیم کے ساتھ نوارہ پر حملہ کیا۔ نوارہ شاہی بہاؤ پر تھا وہ بے اختیار بانس باری میں جو دیول گانو اور کجپور کے درمیان میں ہے آگیا۔ منور خاں کچھ نوارہ لے کر اسکی کمک کو آگیا۔ دونوں نے ملکر آشامیوں پر حملہ کیا اور ان کو شکست دی اور چند کشتیاں چھین لیں

علی بیگ اور منور خاں دونو ابن حسین پاس آگئے۔ لشکر کے احوال نہ معلوم ہونے سے لکھوگر میں سرداروں کو بڑا تردد تھا۔ لکھوگر میں رسد آتی تھی اور اسقدر شالی جمع تھی کہ تین سال کو کفایت کرتی تھی۔ نواب ہمیشہ اس نوارہ کے حال دریافت کرنے کے لئے بیتاب رہتا تھا اسلئے دو آشامی ابن حسین پاس بھیجے وہ غریب یہاں پہنچے۔ نواب نے ابن حسین کو لکھا کہ اگر احتیاج وصلاح کا اقتضا ہو تو سید نصیرالدین خاں کو کلیابر سے اور سید مرزا کو جمدہرہ سے ویادگار خاں کو دیول گانو سے لکھوگر میں بلالو اور بہئیت اجتماعی نوارہ کی محافظت میں ساعی ہو ابن حسین نے پروانہ کے جواب میں عرضداشت لکھی کہ جمدہرا اور کلیابر سے پٹھانوں کے اٹھنے سے رسد کا انقطاع ہوگا۔ میرے پاس اتنے آدمی ہیں کہ وہ نوارہ کی محافظت کے لئے کافی ہیں اور دیول گانو میں یادگار خاں کے رہنے سے کچھ فائدہ نہیں اس کو لکھوگر میں بلالوں گا۔ آپ نوارہ کی طرف سے سب طرح مطمئن رہیں۔ قاصدوں کے ہاتھ اس عرضداشت کو بھیجدیا قاصد جس طرح گئے تھے اسی طرح نواب پاس آخر ذی قعدہ میں آئے۔ ابن حسین نے ایک بانس کا قلعہ نہایت مضبوط بنایا۔ توپ وزنبورک اطراف پر لگائیں۔ آشامیوں کے شب خون سے خاطر جمع کی اور نواب کے حکم کے موافق یادگار خاں پاس چند کشتیاں بھیجکر اس کو دیول گانوں سے اپنے پاس بلا لیا۔ نواحی دیول گانو کی رعایا کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ شب کو فرار ہو گئی۔ اور آشامیوں کو اس سے مطلع کیا۔ دوسرے دن خان بہت جلد روانہ ہوا اس کے اہل اُردو بعض قید ہوئے کچھ گھوڑے لٹے۔ آشامیوں نے ان قیدیوں کو تیر دوز کر کے ٹاپول میں باندہ کر پانی میں چھوڑ دیا کہ وہ لکھوگر میں پہنچکر وہاں کے بے دل آدمیوں میں خوف پیدا کریں۔ ملاحوں کی اور تمام اہل بنگالہ کی خوراک چاول ہیں وہ کم ہو گئے تھے لکھوگر کے اطراف غربی میں دامن کوہ میں اور اس کے جنوب کم گانو کے سر راہ اور شمال میں کلیابر کی جانب قلعے آشامیوں نے بنائے تھے اور مورچل لگائے تھے کسی طرف سے رسد کے آنیکا رستہ نہ رکھا تھا۔ کئی مرتبہ ابن حسین خود جاکر اور آشامیوں کے سرداروں کو مار کر بہت سی شالی

لکھوگر میں لایا تھا اور بہت سے آشامیوں کو قید کیا تھا اور تین دفعہ گواہٹی سے بیوپاریوں کی کشتیوں میں شالی کو لایا تھا۔ لکھوگر اور کلیابر کے درمیان ایک قلعہ سولہ گڑ تھا آخر ماہ ذی حجہ میں وہاں کی رعایا بہ تنگ آن کر اپنے سرداروں کو مقید کرکے ابن حسین پاس لائی اور اطاعت کی۔ ابن حسین نے سرداروں کو مقید کیا۔ رعایا کو مسرور کرکے یہ تجویز کی کہ وہی سولہ گڑ میں بطریق تھانہ داروں کے تری و خشکی کے آنے جانے والوں سے خبردار رہیں اور آشامیوں کو ایذا پہنچاتے رہیں۔ ان آدمیوں نے اس کام کو ایسی اچھی طرح کیا کہ کلیابر اور گواہٹی کی راہیں لکھوگر تک کھل گئیں۔ اور بیوپاریوں کو آمد و شد میں کوئی دغدغہ اور وسوسہ نہ رہا۔ محرم کو نصیر الدین خاں کا انتقال ہوا۔ ابن حسین نے اس کے نوکروں کو بحال رکھا اور ایک ماہہ تنخواہ پیشگی بھجوا دی۔ اور شبیر حسین اپنے داماد کو لکھا کہ وہ تھانہ کی خبرداری کرے۔ تھوڑے دنوں بعد سید مرزا تھانہ دار جمدہرہ بھی مرگیا ابن حسین نے کشن سنگھ منصبدار کو لکھا کہ تھانہ کا انتظام رکھے۔ غرض ابن حسین نے سب طرح سے انتظام کیا۔ آشامیوں کو کھرگانوں کی فتح سے مایوسی ہوئی تو وہ نوارہ کی مدافعت اور مزاحمت کے درپے ہوئے اور مکرر محاربات عظیمہ و مقاتلات شدیدہ وقوع میں آئے۔ سب لڑائیوں میں اہل اسلام کو فتح رہی۔ آشامیوں کو شکست ہوئی دہن کوہ میں ابن حسین خود چند دفعہ گیا اور دو تین دفعہ فوج کو بھیجا اور یہاں کے متوطنین کو قتل کیا تو یہاں کے باشندوں کو اس حالت سے نہایت ملالت ہوئی۔ ناچار انہوں نے لتربی اور برکسائیں اچھے کے دو بڑے سرداروں کو جو حوالی لکھوگر میں فساد مچاتے تھے پکڑ کر مع زن و فرزند ابن حسین پاس بھیجدیا۔ ابن حسین کو اس طرف سے بھی اطمینان ہوا۔ پھر اس نے مکرر آشامیوں سے جنھوں نے لکھوگر کے قریب کھرگانوں کی جانب مورچال بنائے تھے تاخت کی اور انکو ہزیمت دی۔ اور دیول گانو پر قبضہ کرنیکے لئے پھر یادگار خاں کو بھیجا۔ اور نواب کو ان سب فتوحات کی اطلاع دی۔ ماہ صفر میں نواب کھرگانوں میں تشریف فرما ہوا ابن حسین کی عرضداشت سے مسرور ہوا۔

موضع متھراپور مرتفع ہونے کے سبب سے برسات کے موسم میں لشکر کی اقامت کی

صلاحیت اور قابلیت رکھتا تھا۔ مگر اس کے اطراف کے پہاڑوں کی ہوا اور وہاں کا
پانی امراض خیز تھا۔ اہل آشام اُس کو جڑ بزبت یعنی کوہ تپ کہتے تھے۔ جس نے وہاں کی ہوا
کھائی اور پانی پیا وہ تپ لرزہ اور عارضہ شکم میں مبتلا ہوا۔ اور قلمرو وجود سے خارج ہوا
مرنے کا حال یہ ہوگیا کہ گورکن کو جانکنی کے سبب سے گورکنی کی فرصت نہ تھی۔ مردہ شو جو اوروں کے
نہلانے کے لئے جاتا وہ اپنی جان سے ہاتھ دھوتا۔ اس سرزمین میں اس قدر زمین نہ رہی
کہ مردہ کو زندہ دفن کرتے۔ اتنا کپڑا نہ تھا کہ مرتے کو کفن پہناتے۔ متمولوں کو انہیں کے لباس
میں لپیٹ کر آب وگل میں پوشیدہ کرتے اور مسکینوں کے اجساد کو وحوش وطیور کا طعمہ بناتے۔ دلیر خاں
کے ساتھ پندرہ سو سوار تھے۔ جن میں برسات کے بعد نامروپ کی جانب جاتے وقت چار پانچسو سے
زیادہ نہ رہے۔ یہی قیاس اکثر امرا کے تابینوں پر کرنا چاہئے۔ کافر و مسلمان اشامی جو
کھرگانوں میں رہتے تھے ان میں سے اکثر مر گئے۔ بھورل بھوکن کی زبانی سنکر ایک شخص سے نقل
کرتا تھا کہ دو لاکھ تین ہزار آشامی پہاڑوں پر مرے پڑے ہیں اس سبب سے کل مملکت آشام میں وبائے
عام پھیل رہی ہے۔ وبا کا حال یہ تھا۔ اب غلہ کا حال سنو کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ
۱۷۔ انبار شاہی ضبط ہوئے تھے۔ جن میں سے پانی کی طغیانی اور اشامیوں کی خیرگی
کے سبب فقط سولہ انبار تصرف میں رہے۔ نواب نے حکم دیا کہ چھ انبار تو دوابہ پادشاہی کیلئے رکھے
جائیں اور باقی دس انبار لشکر کے آدمیوں میں یوں تقسیم ہوں کہ جس قدر کوئی لیجا سکے لیجائے
اس حکم پر عمل ہوا۔ آدمیوں اور دواب کی غذا موقوف۔ شالی اور برنج گندہ سرخ
پر تھی۔ اہل لشکر کو پہلے مولیشی بہت ہاتھ لگے تھے تو مدتوں تک ان کی نان خورش یہ تھی۔ کہ
گائے کے گوشت کو پانی میں جوش دے کر یا اس کی چربی میں پختہ کرکے کھاتے آخر کو وہ موقوف
ہوا اب گندم کی ہوس میں سینہ چاک اور دال کی تمنا میں دل دو نیم تھا۔ نرخ یہ تھا۔ ایک سیر
روغن چودہ روپیہ کا۔ ایک سیر ماش ایک روپیہ کا ایک روپیہ کی افیون ایک تولہ۔ ایک
اشرفی کی ایک چلم۔ تمباکو تین روپیہ کا ایک سیر۔ مونگ کی دال دس روپیہ کی ایک سیر

ایک سیر نمک تیس روپیہ کا۔ اس بھاؤ سے بھی اجناس سو جستجو سے ہاتھ آتیں محمود بیگ بخشی پاس کئی گھڑے تنباکو کے تھے اسنے مفت امرا و غربا میں انکو تقسیم کردیا۔ قیمت لیتا تو بہت روپیہ اسکو ہاتھ آتا۔ ملک منیر پاس افیون اتنی تھی کہ برسات تک اس کی معتاد کو کافی ہوتی اسنے اپنی معتاد کم کرکے اوروں کو افیون دیدی جہانگیر نگر میں قحط عظیم تھا وہاں بھی بہت بھوکے آدمی مرگئے۔

جب آب و ہوا کا تعفن قحط غلہ کا یار ہوا تو متھرا پور سے نواب نے دہم محرم ۱۱۸۱ھ کو کھرگانوں جانے کے لئے کوچ کیا اور تیرہویں محرم کو یہاں پہنچا قلعہ کے اندر نزول کیا۔ دلیر خاں تمام رات گاڑیوں کی نگہبانی کرتا رہا۔ آشامیوں نے ہجوم کرکے کئی دفعہ اسکو گھیر لیا مگر اسنے انکو پراگندہ کردیا۔ محمد تقی بخشی سے آشامیوں کی مٹ بھیڑ ہوئی۔ آشامی متھرا پور کے چلے جانے سے اور زیادہ خیرہ ہوئے اکثر راتوں کو قلعہ کھرگانوں کی اطراف پر حملہ آور ہوتے قلعہ کی سمت مغربی کی دلیر خاں اور طرف شرقی کی راجہ سبحان سنگھ جنوب و شرق کے درمیان کی رشید خاں و سید سالار خاں اور شمال و مغرب کے درمیان فرہاد خاں و سبحان سنگھ حراست کرتے تھے

آشامیوں نے دلیر خاں و سبحان سنگھ پر حملہ کیا مگر شکست پائی۔ دلیر خاں نے نالہ دند کا تک انکا تعاقب کیا اور سب آشامیوں کو مارا۔ ان دنوں میں قحط کی بڑی شدت ہوئی۔ اور متھرا پور کی بیماری کا اثر کھرگانوں میں بھی پھیلا۔ مرض تپ لرزہ اسہال پر دق و استسقا کا اور اضافہ ہوا۔ ادنے اعلے بہت مرنے لگے۔ برنج سرخ گندہ بے نمک اور کچے پکے میوے کے سوا کچھ اور غذا پیدا نہ تھی۔ نباتات جن کو دانت نہ چبا سکتے تھے۔ انسان و حیوان سد رمق کرتے تھے۔ بڑے آدمی برنج گندہ بجائے برنج باریک کھاتے اور مفلس آدمی ندی نالوں دریاؤں کے کنارہ پر جو درخت تھے ان کے پتے اور گھاس کھاتے نواب بھی باوجودیکہ اسکے سرکار میں خاص اسکے لئے کسی کھانے کی کمی نہ تھی مگر وہ بھی ماش کی دال اور خشکہ کبھی گائے کا گوشت کھاتا تاکہ وہ اپنے بے نوا زیر دستوں کا رنج و عنا و سختی و جفا میں شریک و سہیم ہو۔

نواب نے نوارہ کی طرف آدمی بھیجکر راہ کی افتتاح کا ارادہ کیا تو یہ تجویز ہوئی۔ یہاں میر مرتضیٰ

ناؤ دیکھو پر لکڑی کا پل بنائے۔ میرِ مذکور نے تین دفعہ پل بنوایا ندی نالہ کے پانی کے زور سے وہ بہ گیا۔ چوتھی دفعہ وہ بند ہا جس پر آشامیوں کو تعجب ہوا ان کے راجہ نے کئی دفعہ اس پل کے باندھنے کا ارادہ کیا۔ مگر پانی کی تندی کے سبب سے نہ بندھ سکا۔

راہوں کا کھلنا اور دوبارہ قحط کا پڑنا

صفر سنہ مذکور میں مینھ کا برسنا کم ہوا۔ راہوں میں پانی کا خشک ہونا شروع ہوا۔ ابن حسین کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ تھانہ دیول گانوں میں پھر یادگار خاں آنکر متمکن ہوا۔ نواب نے ابوالحسن کو دیول گانوں میں بھیجا اور پادشاہ کو عرائض لکھکر اور اہل بنگالہ کو اپنی سلامتی کے پروانے لکھکر دئے کہ ابن الحسن پاس پہنچا دے کہ وہ ان کو روانہ کرے۔ مگر دہیج راجہ درنگ کا متھرا پور میں انتقال ہوا۔ اس کی ماں پادشاہ کی دولتخواہ تھی اس لئے اس کے دوسرے بیٹے کو یہاں کا راج تفویض ہوا۔ ابوالحسن ۱۲۔ صفر کو چارنگ میں پہنچا۔ وہاں آشامیوں کو آوارہ کرکے آذوقہ جوان حدود میں میسر آیا۔ کھرگانوں میں بھیجا اور غازی خاں کو یہاں کا تھانہ دار کیا۔ یہاں چند روز قیام کرکے انتظام کیا۔ کجپورہ روانہ ہوا۔ یہاں سید احمدؔ کو تھانہ دار کیا۔ یکم نومبر کو ابوالحسن لکھوگڑھ سے بہت غلہ کھرگانوں میں لایا۔ اس کو دیکھکر اہل لشکر کی جان میں جان آئی۔ جب برسات گذر گئی تو آشامی پھر اپنے پہاڑوں میں مع زن و فرزند و احمال و اثقال عازم ہوئے۔ راجہ سولا کوری میں تھا وہ پھر نامروپ میں بھاگ گیا۔ بیجدلی بھوکن و کرکھا بھوکن نے اپنی متانت حصار و استحکام دیوار پر قوی ہوکر مورچال ہنروئی میں محاربات کے لئے اقامت کی بیجدلی بھوکن نے پھر میر مرتضیٰ کو صلح کا پیغام دیا کہ نواب پیشکش قبول کرے۔ اور اس ملک سے چلا جائے۔ نواب نے یہ جواب دیا کہ جب تک بیجدلی بھوکن حاضر نہ ہوگا صلح نہ ہوگی اس لئے اس وقت بھی صلح نہ ہوئی۔ بادشاہ کے دو گرز بردار حکم شاہی لیکر آئے کہ مملکت آشام کا صوبہ دار احتشام خاں مقرر ہوا اور ملک کامروپ کا فوجدار رشید خاں۔ ان دونوں نے یہاں کے ان عہدوں کے قبول کرنے سے

انکار کیا۔ ان کی عرضداشتیں پادشاہ کی خدمت میں بھیجی گئیں۔ ۸۔ ربیع الثانی کو ابوالحسن مامور ہوا کہ میر مرتضیٰ نے جو گھرگانوں میں جنگی کشتیاں تیار کی ہیں اُن پر سوار ہوکر ترمہانی جائے اور بیجدلی بھوکن کے مورچال دلئی پر پیچھے سے جائے۔ اور قراول خان اسکا رفیق ہو۔

ابوالحسن مقصد مذکور کی طرف روانہ ہوا۔ بیجدلی اور آشامیوں سے محاربۂ عظیم ہوا بالآخر اہل اسلام غالب رہے اور مورچال کے اس طرف کہ بانس سے بنائی تھی انہوں نے غلبہ پایا اور ابوالحسن مورچال میں داخل ہوا۔ عرضداشت سے جب اس فتح کا حال نواب کو معلوم ہوا تو ابوالحسن کو لکھا کہ کل میں بھی نہر دلئی کے مورچل کی تخریب کے لئے متوجہ ہونگا۔ جب میری فوج مورچال کے قریب آجائے تو اس طرف سے تم بھی اس پر تاخت کرنا۔ ۱۴۔ ربیع الثانی سنہ ۵ جلوس کو نواب مورچہ مذکور کی طرف گیا۔ آشامی خوف کے مارے بھاگ گئے۔ نواب مورچال میں کہ ایک قلعہ تھا فروکش ہوا۔ آشامی رعایا نے آباد ہونا شروع کیا اور بدستور سابق مورد مراحم و اشفاق ہوئی۔ نواب کے عرض ہوا کہ آشامیوں نے آب دہنگ سے اس پار مورچال بنایا ہے تو ۱۸۔ کو ندی کے کنارہ پر لشکر پہنچا۔ باوجودیکہ عمیق ندی دونو لشکروں کے درمیان میں تھی آشامی مورچال کو چھوڑ کر بھاگ گئے بہرداد راجہ پاس چلے گئے اور آشامی جہاں انکا جی چاہا روانہ ہوئے اور ایسے متفرق ہوئے کہ جبتک لشکر شاہی یہاں رہا وہ پھر جمع نہ ہوئے۔ سوانح غریبہ میں سے یہ ہے کہ نواب نہر دہنگ کے کنارہ پر سوار تھا اور نہر کے اس طرف کے مورچال کو دیکھ رہا تھا کہ ایک دفعہ وہ گھوڑے سے مضطرب ہوکر اترا اور بیہوش ہوگیا۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آیا تو وہ اپنے خیمہ میں آیا اس منزل میں کئی مقام ہوئے۔ ۸۔ ماہ مذکور کو بدلی بھوکن کہ بڑا معتبر سپہ سالار تھا اس نے راجہ کی بے توجہی اپنی طرف دیکھی تو ۲۸۔ ربیع الثانی کو وہ مع اپنے بیٹوں بھائیوں کے زن و فرزند کو چھوڑ کر نواب کی خدمت میں آیا اور عنایت و التفات کا امیدوار

ہوا اُس نے عرض کیا کہ اکثر معتبر بھوکن اور سردار میرے وساطت سے راجہ سے بگڑ حضور کی خدمت
میں آجائینگے اور میں تھوڑا سا لشکر شاہی اور بہت سا اپنا لشکر لیکر راجہ کو پکڑ لاؤنگا۔ نواب نے اسپر
بے شمار الطاف کیا۔ **شعر** کہ خرگوش پر پلنگ را بے شگفت ÷ سگِ آن ولایت تو اندگرفت
اس کو خلعت ڈگدکی و خنجر مرصع و اسپ چرکسی ٹرلفت عنایت کی اور اسکو اجازت دی کہ وہ آشامی جنگی
آدمی جسقدر چاہے جمع کرے اور کھرگانوں اور نامروپ کے درمیان قریات و قصبات کی مہمات کا انتظام
اس کے سپرد کیا اور کھرگانوں تک خشکی کی راہ کا اور ترمہانی تک تری کی راہ کا ضبط و نسق اسکے حوالہ کیا
اُسنے تین چار روز میں تین چار ہزار جنگی آشامی اپنے پاس جمع کر لیے۔ یہ حال دیکھ کر راجہ اپنے
تمام بھوکنوں سے بدگمان ہوا اور بیجدلی بھوکن پر یہ تہمت رکھی کہ وہ لشکر شاہی کی مدافعت و مقابلت
میں مساہلت کرتا ہے اسکو مع اولاد ذکور و اناث کے آہنی پنجروں میں کھینچکر بڑی عقوبت سے ہلاک کیا
راجہ اور بھوکنوں کے متواتر صلح کے لیے رسل و رسائل آتے مگر نواب کو راجہ کی باتوں پر
اعتبار نہ تھا اسلیئے وہ ان کو قبول نہ کرتا۔ ابن حسین کی عرضی آئی کہ ملاحوں کے لیئے چاولوں کی کمی
ہوئی ہے اس لیے وہ مضطرب ہوئے ہیں بنگالہ میں بھی قحط ہے وہاں سے بھی چاول نہیں آسکتے
پندرہ انبار جو حوالی نہر دہنگ میں ضبط ہوئے تھے ان میں سے بارہ ہزار من شالی نکلوا کر اور اُس
میں سے آشامیوں سے چاول نکلوا کر لکھوگر بھجوا دے۔ بدلی بھوکن نے کہا کہ سولہ کوری میں کچھ
آشامی لشکر اور بھوکن اور ہاتھی ہیں تو غرہ جمادی الاولی کو درویش بیگ چھ سو سواروں کے
ساتھ قصبہ مذکور کو روانہ ہوا اور بدلی بھوکن نے اپنے بھائی کو ہمراہ کیا۔ ۳۔ کو درویش بیگ کی
عرضداشت آئی کہ آسامی بھاگ گئے اور ان کے آٹھ ہاتھی ہاتھ آئے۔ ۵۔ کو نہر دہنگ
کے کنارہ سے نامروپ کو لشکر کا کوچ ہوا۔ بدلی بھوکن درویش بیگ سے جا ملا۔ ساتویں کو
نامروپ میں لشکر آیا۔ ۹۔ کو نواب نے غسل کیا تھا کہ معدہ میں بڑا درد اُٹھا اور نفخ ہوا امرات
کو تپ محرق اور درد سینہ ہوا۔ حکیم کریما معالج ہوا اسنے فصد کو کہا مگر نواب نے ہرگز فصد کا قصد
نہ کیا۔ اب جاڑے کا موسم ختم ہونے کو تھا۔ برسات قریب تھی۔ لشکر اگلے سال کی مصیبتوں کو

ہوئے تھا۔ نواب کا ارادہ ان کو معلوم ہوا کہ نامروپ میں جا کر راجہ کے پکڑنے کا ہے۔ وہاں کشتی جس میں آذوقہ و قوت ما یحتاج ہو نہیں جا سکتی اور خوف یہ ہے کہ جنگل اور درہ نامروپ میں جب جائیں گے تو آشامی خشکی کی راہ سے بھی رسد کو بند کر دینگے اور ازدیاد امراض اور وبا و فراوانی قحط غلہ سے لشکر میں اس قدر جمعیت نہیں رہی ہے کہ راجہ کے استیصال کے لئے اور نامروپ سے گھرگانوں تک راہ کی ضبط کے واسطے کافی ہو۔ اگر بر تقدیر نامروپ میں داخل بھی ہوئے اور راجہ کوہستان میں چلا گیا جہاں سوار کا چلنا ناممکن ہے اور وہاں بارش شروع ہو تو نہ جائے اقامت نہ راہ مراجعت ہوگی اس لئے انھوں نے نوکری اور مال و منال سے دل اٹھایا منصبداری اور امرائی کو چھوڑ کر فقیری اور درویشی اختیار کی۔ اور اس کی فکر میں ہوئی کہ کسی طرح اس ملک سے پیچھا چھٹائے۔ خصوصاً حوالی نامروپ کی سرزمین سے جہیں اول جیٹھ میں بارش شروع ہوتی ہے۔ بعض لشکر کے سرداروں نے یہ ارادہ کیا کہ آب دہنگ سے عبور کے وقت نواب سے جدا ہو جائے۔ جب یہ خبر دلیر خاں نے سنی تو اوس نے آدمیوں کی دلداری اور سرزنش کی اور ان کو ہمراہ لیا۔ نواب کو بھی اس کی خبر ہوئی تو کدورت روحانی نے اور الم جسمانی کو بڑھایا۔ ۱۴۔ شہر مذکور سے کوچ کیا اور پالکی میں سوار ہوا۔ آشامیوں نے دلیر خاں کی معرفت صلح کے لئے گفتگو شروع کی۔ نواب کوچ کر کے تیام میں آیا جو ولایت آشام کے مضافات میں سے ہے اور یہاں کا زمیندار راجہ کا خطاب رکھتا ہے۔

آخر کو بعد قیل و قال کے ان شرائط پر مصالحت ہو گئی کہ بالفعل راجہ اپنی بیٹی اور راجہ تیام کی بیٹی بیس ہزار تولہ سونا اور ایک لاکھ بیس ہزار تولہ نقرہ اور بیس ہاتھی سرکار شاہی کے لئے اور پندرہ ہاتھی نواب کی سرکار کے لئے بھیجے اور پانچ ہاتھی دلیر خاں کے واسطے بھیجے اور اس کے بعد بارہ مہینے میں تین چو ماہہ قسطوں میں تین لاکھ تولہ چاندی اور نوے ہاتھی سرکار شاہی میں روانہ کرے اور ہر سال بیس ہاتھی

پیش کش مقرری دیا کرے ۔ پیش کش کے وصول ہونے تک اسکے چار بڑے بہوکن بوہ گسائیں
گرگسا ۔ پرگسائیں وپر ماتر کے بیٹے بطور رہن بندگان پادشاہی کی خدمت میں رہیں ۔ سمت اتر کول
سرکار درنگ سے جسکی ایک طرف گواہٹی اور دوسری طرف دریار دلی براری ہے جو حوالی
جمدہرہ سے گذرتا ہے اور جانب دکن کول سے ولایت نکی رانی وملک ناگہ دیبی تلی و دو
مردیہ سے جو ہرگز مردم پادشاہی کے ضبط میں نہیں آیا پیش کش میں داخل ہوکر ممالک محروسہ
میں شامل ہو ۔ ملک نکی رانی کوہستان کارو کے متصل ہے ۔ اور کارو ایک جماعت پلنگ خوی
وحوش سیرت ہے سگتے کا گوشت کہاتی ہے کتے انکی صورت دیکھکر بھاگتے ہیں اس قوم کا کوہستان
کری باری کے پہاڑ کے متصل ہے ۔ جو ممالک محروسہ میں ہے اور ملک دمردیہ کی انتہا دریار کلنگ پیش روی
قلعہ کجلی ہے اور ممالک محروسہ اور مملکت کے آشام کے درمیان فصل مشترک دکن کول کی جانب دریاء
کلنگ اور اتر کول کی جانب دریار دلی وبراری مقرر ہوں ولایت درنگ میں بے شمار
ہاتھی ہوتے ہیں ۔ اور کھیدا یعنی ہاتھی کا شکار ہوتا ہے ۔ اُس سے راجہ جی دبیج سنگہ نے
ایک دفعہ ایک سو بیس ہاتھی کھیدے میں پکڑے تھے اور ولایت راجہ دمردیہ میں
ہاتھی کچھار کی جانب سے جو کوہستان کے متصل ہے پہلے زمانہ میں بہت آتے
تھے اور کھیدہ ہوتے تھے ۔ راجہ نے کچھار کی راہ ہاتھیوں کے آنے کی بند کردی کھیدہ
موقوف ہوا ۔ اور وکلا اور راجہ نے یہ بھی قبول کیا کہ ملک کامروپ کی رعایا جو پہاڑوں
اور نامروپ میں محبوس ہے وہ رہائی پائیگی اور مع زن وفرزند بدلی بہوکن کی معرفت
نواب کی خدمت میں آئے گی ۔ راجہ کی طرف سے تعہد نامہ اور نواب کی طرف سے قولنامہ
لکھا گیا ۔ سہ شنبہ پنجم جمادی الثانی کو دختر و طلا ونقرہ اور دس فیل اور چار بہوکنوں کے
چار بیٹے لشکر شاہی میں داخل ہوئے ۔ اور وکلا نے باقی پیش کش کے ہاتھیونکی نسبت
عرض کیا کہ صحرا میں ہاتھی چھوڑ دئے گئے تھے ان کو پکڑ کر لکھو گریں پہنچاوینگے ۔ بیچ میں کچھ
جھگڑا اس پر ہوا کہ بوہ گسائیں نے بیٹے کی جگہ بھتیجے کو بھیجدیا تھا ۔ اس کے بدلوانے میں

لڑائی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ دہم جمادی الثانی سنہ ۵ جلوس مطابق ۱۰۷۳ھ کو قانون مصالحت سب طرح درست ہوگیا۔ بنگالہ کی طرف کوچ کا نقارہ بجا۔ زمستان و تابستان و برسات کی مصیبتوں سے لشکر عاجز ہوگیا تھا اب وہ تاچتاکو تا دن عید رات شب برات مناتا ہوا اپنے ملک کو چلا وہ جانتا تھا کہ حیات تازہ اور عمر دوبارہ ملی کچھ مسلمان اور کچھ آشامی بھی لشکر کے ساتھ ہوگئے۔ راجہ نے نواب سے التماس کیا کہ میرے ملک کے آدمیوں کو منع کر دیجئے کہ وہ لشکر شاہی کے ساتھ نہ جائیں۔ نواب نے جواب دیا کہ ہم کسی کو زبردستی نہیں لے جاتے جو آدمی اپنی خوشی سے ہمارے ساتھ جاتے ہیں ہم ان کو منع نہیں کریں گے۔ آگے سفر ہوا۔ کامروپ کی رعایا جو نامروپ اور اس کے نواح میں محبوس تھی کچھ اس میں سے مع فرزندوں کے بدلی بھوکن پاس آگئی ۲۲۔ جمادی الثانی کو نواب منزل دیوگانوں سے کشتی میں سوار ہوا لکھوگرمیں آیا اس کے امراض میں بہت تخفیف ہوگئی۔ میر مرتضیٰ بھی مع کل آدمیوں اور اسباب و اموال کے آیا۔ بہت سے آشامی زن و مرد رضا و رغبت کے ساتھ اس کی رفاقت میں ساتھ ہوگئے مگر پیش کش کے باقی ہاتھی نہ آئے۔ نواب نے دلیر خاں سے کہا کہ سرزمین درنگ اور دومریہ وغیرہ جو پہلے راجہ آشام کے تصرف میں تھے۔ اور اب ممالک پادشاہی کے ضمیمہ ہوئے ہیں ان کا انتظام کرنا ہے اور راجہ کوچ بہار کی تنبیہ کرنی ہے اس لئے یہاں ہاتھیوں کے انتظار میں ٹھیرنا مناسب نہیں ہے۔ برسات کے دن عنقریب آگئے ہیں۔ تم یہاں ان مطالب کے لئے ٹھیرو۔ اس نے قبول کیا اور یہ تجویز ہوا کہ دلیر خاں اپنا آدمی راجہ پاس بھیجے کہ وہ ہاتھیوں کو جلد بھیجے۔ نواب ۲۸۔ جمادی الثانی کو دلیر خاں کو لکھوگرمیں چھوڑ کر گواہٹی کی طرف روانہ ہوا اور اولاد مرہونہ بھوکن ہمراہ لی نواب نے دومریہ کی حدود کا ملاحظہ کیا جو پیش کش میں داخل ہوگئی تھی اور راجہ اور ملک پادشاہی کی سرحد کی احتیاط کی اور پالکی میں سوار ہو کر دامن کوہ کی راہ سے صحراء کجلی کی سیر کی۔ کسی عہد میں لشکر شاہی یہاں نہیں آیا تھا۔ اس نواحی کی

آشامی متوطنوں نے راہ کو ایسا صاف کر دیا تھا کہ پانچ چھ سوار پہلو بہ پہلو چل سکتے تھے
قلعہ کجلی کے نیچے لشکر آیا۔ چار روز تک چار پایوں کو سوا، گھاس کے اور آدمیوں کو
سوا پانی کے کچھ اور نہ میسر ہوا۔ ہاتھی اور میبہ واب یہاں کثرت سے تھی۔ لکھو گڑھ سے چلنے کے بعد کبھی
کبھی نواب کو ضیق النفس ہوتا تھا۔ ایک ہفتہ تک ہر روز تین چار ماشہ کھانا کھایا۔ معالج فرنگی کی تجویز
سے کچھ دوائیں کھائیں پھر ایک ہفتہ تک جو الیہو داپنی تجویز سے کھایا ۹ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی
۱۱۔ کو مکرودیج کی مادر و پسر کی نواب سے ملاقات ہوئی مکرودیج کی ماں نے لشکر شاہی کی خدمات کی
کی تھیں اسکو دو سال دستہ پارچہ زریں اور ابریشمیں انعام دئے۔ پسر مکرودیج کہ گیارہ بارہ برس کا
لڑکا تھا۔ اس کی پیشانی پر راجگی کا قشقہ اپنے ہاتھ سے لگایا۔ پھر اسی روز مادر راجہ دو مردیہ
ملاقات کو آئی اور ایک ہاتھی مکنہ اس نے نذر کیا۔ بیٹے کے نہ آنے کا یہ عذر کیا کہ وہ
بیمار ہے اس میں حرکت کی طاقت نہیں ہے اس کو دو شال اور خلعت دیا۔ پھر بھونچال آدہی
گھڑی تک ایسا آیا کہ سب جگہ ہل چل پڑ گئی۔ ۱۳۔ رجب کو کجلی سے کوچ کرکے موضع
پانڈو میں آیا جو گواہٹی کے مقابل دریا پار ہے نواب نے ان آدمیوں کے لئے جو راجہ آشام
کی قید سے چھوٹ کر آئے تھے۔ اور ان آشامیوں کے لئے جو اپنی خوشی سے لشکر
کے ساتھ آئے تھے سرکار کامروپ میں بقدر اس کی حالت کے زمین کہ اس سے وہ اپنی قوت
بسر کریں۔ کچھ ان میں صناع و محترفہ تو کچی نوکری کے قابل تھے ان کو علوفہ دار کیا اور بدلی بھوکن کو
تین ہزار روپیہ کی آمدنی کا پرگنہ سرکار ملک بنگالہ میں عنایت کیا۔ پیشکش کے ہاتھیوں سے آٹھ
ہاتھی دلیر خاں لایا اور باقی ہاتھیوں کے لئے اپنے آدمی چھوڑ آیا رشید خاں نے پہلے کامروپ
کی فوجداری سے انکار کیا تھا۔ مگر جب دیکھا کہ بادشاہ اس انکار سے ناراض ہوا تو اُس نے
یہاں فوجدار ہونا قبول کر لیا۔ نواب نے اور امیروں کو بھی عہدے اور منصب بادشاہ
سے دلائے ۔۔ رجب کو مقام پانڈو سے چلا۔ ہری قلعہ میں آیا۔ حرارت زیادہ ہوئی
سل ہو گئی۔ بڑے بڑے حکیم علاج کو آئے تشخیص مرض میں اختلاف رہا۔ نواب نے اپنی غلاموں

کی آزادی اور غسل وکفن اور نجف اشرف اپنے ہڈیوں کے بھیجنے کی وصیت کی۔ اس حال میں بھی یہ خیال تھا کہ اگر مرض میں کچھ بھی افاقہ ہو تو کوچ بہار کی فتح کا قصد کرے۔ لیکن شب و روز مرض بڑھتا گیا۔ دلیر خاں کو کوچ بہار کی فتح کے لئے بھیجا اور اُس کی فتح کے انتظار میں یہاں قیام کیا۔ اطبا نے نواب سے کہا کہ خضر پور کی آب و ہوا یہاں سے اچھی ہے وہاں تشریف لے چلئے۔ نواب نے جواب دیا کہ اب تمہارے ہاتھ میں لڑکے کی طرح ہوں جہاں چاہو لے جاؤ۔ ۲۰ شعبان کو عسکر خاں کو بلایا مہم کوچ بہار کے لئے مقرر کیا۔ ۲۔ رمضان ۱۰۷۳ھ کو خضر پور سے دو کروہ پر اس دنیا سے کوچ کیا خضر پور میں نعش آئی۔ وصیت کے موافق دفن ہوئے دم نکلتے ہی نواب کے مرنے کی خبر نواب بخشی الممالک محمد امین خاں اسکے بیٹے پاس بھیجی گئی۔

شہاب الدین طالش خاں نے تاریخ آشام لکھی ہے جس کا نام تاریخ آشام رکھا ہے اسکے مقدمہ میں ولایت کوچ بہار اور آشام پر یورش کا سبب لکھا ہے اور مقالہ اول میں کوچ بہار کی تسخیر کا بیان اور اس دیار کا حال بیان کیا ہے اور مقالہ دوم میں فتح آشام کی شرح اور اس مقام کا کچھ حال اور اہل اسلام کا بعد تعب تمام کے اس مرز بوم خون آشام سے نجات پانا۔ اس جنگ میں مصنف اول سے آخر تک الامراء عمدۃ الملک میر محمد سعید اردستانی المخاطب یار وفادار خانخاناں عرف معظم خاں کی ہمراہ تھا اسی سپہ سالار کے ہاتھ پر اس مہم کا آغاز اور خاتمہ ہوا ہے میں نے اس تاریخ اور عالمگیر نامہ محمد کاظم سے حالات نقل کئے ہیں وہ آپس میں بہت ملتے جلتے ہیں بہت کم اختلاف ہے۔ جہاں نواب لکھا ہے وہاں خانخاناں سے مراد ہے۔

جشن جلوس پنجم

واقعات سال پنجم ۱۰۷۲ھ

غرہ شوال ۱۰۷۲ھ کو ہر سال کے دستور کے موافق سال پنجم کے جلوس کے آغاز کا جشن ہوا ہر ایک وضیع و شریف اپنی قسمت اور اپنے مراتب کے موافق کامیاب ہوا۔ خانخاناں نے ولایت آشام و کوچ و بہار کی تسخیر میں بڑی خدمتیں کیں تھیں اس کو مرتبہ والا ہفت ہزاری

پنج ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کا عنایت ہوا اور اس کے اقطاع مقرر پر ایک جاگیر جسکی جمع ایک کروڑ دام تھی اضافہ کی گئی اور تومان طوغ اور خلعت خاص مرحمت کیا۔ عید اور جلوس کے جشنوں نے باہم مصافحہ کیا اور روشنی و آتشبازی کا بڑا تماشا دکھایا۔

پادشاہ کی علالت و صحت

رمضان کا مہینہ تھا لوئیں چلتی تھیں۔ دن بڑے ہوتے تھے۔ پادشاہ دن کو روزہ رکھتا۔ وظائف پڑھتا۔ تلاوت و کتابت و حفظ کلام مجید کرتا اور اپنی عدالت و سلطنت کے کاموں کو انجام دیتا شام کو روزہ افطار کرکے مسجد غسلخانہ (موتی مسجد) میں نماز و تراویح اور نفل پڑھتا۔ آدھی رات کو کچھ قلیل غذا کھاتا۔ رات کو بہت کم سوتا۔ اکثر عبادت کرتا۔ بعض متبرک راتوں کو ساری رات عبادت ہی میں گذارتا۔ اسی طرح سارا مہینہ گذارا۔ عید کے تیسرے روز تک جشن میں مصروف رہا مگر طبیعت میں بے اعتدالی پیدا ہوئی اور تپ بڑی شدت سے چڑھی بہت تکلیف ہوئی۔ غرض اس مرض کی شدت میں بھی سوا دو تین دن کے سارے کام کرتا رہا اور ماسوا ایک جمعہ کے اور جمعوں میں باوجود ضعف و نقاہت کے جامع مسجد میں ہوادار میں چڑھ کر جمعہ کی نماز کو گیا نکس مرض ہوا۔ غرض ۳۔ شوال سے ۱۷۔ ذیقعدہ تک علالت کا اثر باقی رہا اسکے بعد صحت کلی ہوئی۔

جشن قمری و صحت

۱۲۔ ذی الحجہ ۱۰۷۲ھ کو جشن قمری ہوا اور عمر کا چھیالیسواں سال شروع ہوا۔ روشن زمانی بیگم نے حرمکدہ میں پادشاہ کا جشن صحت بڑی دھوم دھام سے تین روز تک کیا۔ پادشاہ نے صدر آرایان شبستان دولت کو بیماری کی حسن خدمت گذاری کے صلہ میں دو لاکھ بیس ہزار اشرفیاں انعام دیں۔ دسہرہ کو راجہ جے سنگھ و کنور رام سنگھ کو خلعت خاصہ عطا فرمایا۔ غرہ جمادی الاولی کو جشن شمسی ہوا۔ پینتالیسواں سال شمسی شروع ہوا۔ ۷۔ جمادی الاولی کو کشمیر کے سیر و شکار کی غرض سے پادشاہ نے دارالخلافہ لاہور کی طرف کوچ کیا۔ دسویں رجب کو لاہور کے قریب آیا۔ ۴۔ شعبان کو شہر و قلعہ میں داخل ہوا کشمیر کی راہوں کے صاف کرنے کے لیے میر منزل کو

قطب الدین خاں خویشگی فوجدار جوناگڈہ کا ملک جام کا فتح کرنا اور زمیندار رائے سنگھ کا کشتہ ہونا

مع بیلداروں کے بھیجا۔

ولایت جام کا زمیندار رتل پادشاہ کا مطیع تھا اور پیشکش مقرری بھیجتا تھا جب وہ مرگیا تو پادشاہ نے اسکے بیٹے سترسال کو اسکا جانشین کیا۔ رتل کا بھائی رائے سنگھ تھا اسکو غیرت آئی کہ بھتیجا راجہ ہو اور میں نہ ہوں۔ اسنے سترسال سے مخالفت کی اور پانچ چھ ہزار سوار اور پیادے جمع کرلئے۔ گوردہن راٹھور کو مارڈالا۔ وہ سترسال کا جدمادری اور مدار المہام ریاست تھا۔ سترسال اور اسکی ماں اور خواص نوکروں وپیشکاروں کو مقید کیا اور اسکی زمینداری اور ولایت پر متصرف ہوا اور تماچی زمیندار کچھ کو بھی اپنے ساتھ متفق کیا۔ اور قطب الدین خاں حاکم جوناگڈہ کے آدمیوں کو جو اس ولایت میں زرپیشکش کے وصول کرنے کے لئے متعین ہوئے تھے سب جگہ سے اٹھادیا اور پادشاہی آدمیوں کو دار الضرب اور بندر مروارید سے جو اس ولایت کے عمال میں سے ہے معزول کردیا۔ کچھ دنوں بعد سترسال نے قید سے رہائی پائی۔ قطب الدین خاں پاس وہ آیا اور رائے سنگھ کے جور وبیداد کی شکایت کی۔ پادشاہ کو حال معلوم ہوا تو قطب الدین خاں کے نام فرمان صادر ہوا کہ وہ سترسال کو دوبارہ اسکی زمینداری دلادے۔ خاں مذکور حکم کے آتے ہی آٹھ ہزار سواروں کے قریب لے جاکر جمادی الاولی کے اوائل میں جوناگڈہ سے رائے سنگھ کے دفع کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ رائے سنگھ بھی جام سے چار کروہ پر اپنا سامان درست کرکے لڑنے کے لئے تیار ہوا۔ تماچی زمیندار نے جو اس کا یار تھا سات ہزار راجپوت سوار اس کی کومک کے لئے روانہ کئے۔ لڑائی شروع ہوئی رائے سنگھ پاس توپخانہ زبردست تھا اس لئے لشکر شاہی کو غلبہ نہ ہوا۔ دو مہینے تک لڑائی ہوتی رہی اور کچھ کام نہ بنا۔ خبر آئی کہ ولایت کچھ کے زمیندار کی کمک نزدیک آن پہنچی ہے۔ جس سے جام کی قوت وشوکت بڑھ جائیگی۔ اس لئے کمک پہنچنے سے پہلے ۱۵۔ رجب کو قطب الدین خاں نے اس پر چاروں طرف سے حملہ کیا۔ رائے سنگھ خوب

لڑا۔ راجپوت اسکے ساتھ تھے جو حفظ ناموس کے وقت اور جوش حمیت کے ہنگام میں تلوار کے زہر آب کو شربت خوشگوار جانتے ہیں۔ اور سربازی کو سرمایۂ مباہات و افتخار سمجھتے ہیں۔ رائے سنگھ پیادہ ہوا اور اپنے مرنے کا قصد مصمم کیا اور اپنے بیٹے تماچی اور اپنے بھائی باجا کو بہت مبالغہ کے ساتھ رخصت کیا کہ نسل باقی رہے۔ رائے سنگھ بہادرانہ ایک بیٹے و چچا اور اور اقربا و عمدہ خواص کے ساتھ مارا گیا۔ چھ سو راجپوت کام آئے اور ایک ہزار کے قریب اور آدمی مارے گئے ہونگے باقی بھاگ گئے پادشاہی ایک سو ستر آدمی مارے گئے۔ چارسو چونتیس آدمی زخمی ہوئے۔ قطب الدینخاں نے ان مجروحوں کے علاج کے لئے جراحوں کو بھیجا۔ جام پر قبضہ کیا۔ مفروروں کے تعاقب میں لشکر روانہ کیا اور لشکریوں کو سکنۂ شہر کے تعرض حال سے منع کیا اور منادی کر دی کہ جو جماعت کشتہ ہوئی ہے اُس کے متعلقین اور فرزندوں سے کوئی تعرض نہ کرے۔ ستر سال کو رائے سنگھ کی جگہ بٹھا دیا۔ رائے سنگھ اور اس کے بیٹے بابنیہ اور سنگھ رام خالہ زادہ وسانگا اس کے چچا کے سروں کو شہر کے دروازہ پر لٹکایا ایک دو ماہ بندوبست کے لئے ان حدود میں توقف ہوا۔ خبر آئی کہ تماچی پسر رائے سنگھ اور جیا اُسکے بھائی نے تین ہزار سوار اور پیادے جمع کرلئے ہیں اور موضع بالا میں فتنہ انگیزی کررہے ہیں خان نے اپنے بیٹے محمدؐ کو دو ہزار سواروں کے ساتھ اس کے دفع کرنے کے لئے بھیجا وہ دونو اس خبر کو سنکر کچھ کی جانب گئے۔ محمدؐ ان سے جاکر لڑا سخت لڑائی ہوئی۔ دشمنوں کے ایک سو سات آدمی اُس نے مارے اور باقی آدمیوں کو بھگا دیا۔ قطب خان یہاں کا بندوبست کرکے جوناگڈہ میں گیا۔ پادشاہ نے اس فتح کی خبر سنکر قطب الدینخاں کو مورد عنایات کیا اور جام کا نام اسلام نگر رکھا۔

شاہزادہ مراد بخش کا قتل ہونا

عمل صالح میں لکھا ہے کہ اگر عالم کے نفع عام کے اکتساب کے لئے اور اصلاح فاسد اور دفع مفاسد کے لئے ضرر خاص کا ارتکاب کیا جائے تو عقل و شرع دونوں اس کا حکم دیتی ہیں اور جائز رکھتے ہیں۔ اس لئے مراد بخش کا مارنا عالمگیر کو عقلاً و شرعاً

تھا۔ علی نقی کے بیٹے باپ کے خون کے مدعی تھے۔ انکو پادشاہ نے خواجہ پھول (پہلول) کے ساتھ گوالیار بھیجا اور حکم دیا کہ ثبوت شرعی کے بعد مراد بخش سے قصاص لیا جائے جب ہی گوالیار میں آئے اور قاضی کے سامنے گفتگو آغاز کی تو شاہزادے نے کہا کہ حضرت خلافت مرتبت اپنے عہود کا لحاظ وموعود کی وفا کا پاس نظر میں رکھتے اور میرے خون سے درگذرتے تو کوئی انکی دولت وسلطنت والا کا نقصان نہ ہوتا اگر خواہ نخواہ توجہ اشرف اس طرف ہے کہ مجھ ضعیف کے وجود بے سود کو باقی نہ رکھیں تو اس قسم کے کم پایہ آدمیوں کا مواجہ کیا لطف رکھتا ہے جو کچھ دل میں ہو وہ کرو۔ آخر روز چہارشنبہ ۲۱ ربیع الاول سنہ کو دو نفر چیلوں نے جاکر تلوار کے دو زخموں سے اس شہزادہ کو تنگنائے زندان سے نجات دی اور اسکے جسد کو بطور امانت کے قلعہ گوالیار میں سپرد کیا۔

خافی خاں لکھتا ہے کہ اگرچہ مولف عالمگیر نامہ نے پادشاہ کی مرضی کے موافق محمد مراد بخش کے مارے جانے کا حال قلم انداز کیا۔ لیکن میرے والد مرحوم مراد بخش کے معتمد روشناس نوکروں میں تھے۔ اس روز تک کہ اس مقدمہ سے فراغ ہوا۔ وہ پائے قلعہ میں بیٹھے تھے اور اس منصوبہ میں رہتے تھے کہ کمند لگا کے اپنے آقا کو باہر لیجاویں عالمگیر کی نوکری انہوں نے نہیں کی ان کی اور ثقہ آدمیوں کی زبانی جو میں نے سنا اور دفتر سے تحقیق کیا اس کو لکھتا ہوں۔ محمد مراد بخش کی محبوبہ بائی سوسن بائی تھی۔ جب گوالیار میں شہزادہ گیا ہے تو اس معشوقہ نے بھی اپنے عاشق کے ساتھ جانے کی درخواست کی تو پادشاہ نے اس کو قلعہ میں شہزادہ کے ہمراہ بھیجدیا۔ اس گرفتار عیل کو جو خرچ ملتا نصف اس کا ان مغلوں کے طعام پختہ میں خرچ کرتا۔ جو حصار قلعہ کے نیچے فقیر بنے بیٹھے تھے یا جو مسافر مغل وارد ہوتے تھے ان مغلوں نے اپنی تدبیروں سے ایک طرف فصیل قلعہ پر کمند لگائی اور اس محبوس بند بلا کو وقت کے اشارہ اور مکان معین کی خبر دی۔ اس سادہ لوح نے آدھی رات کو سوسن بائی کو اپنے ارادہ پر اطلاع دی اور اس طرح رخصت کا اظہار کیا کہ اگر حیات نے وفا کی اور فلک نے مدد کی تو پھر ہم تم ملینگے اور نہیں تو تم کو خدا کو سونپا۔ سوسن بائی ان کلمات کو سنکر رونے پیٹنے لگی۔

اس گریہ سے مصلوں اور حوالی کے نگہبانوں کو خبر ہوئی۔ مہتابی و مشعل روشن کی اور گمشدہ کی جستجو میں مشغول ہوئے اور اسکو پیدا کیا۔ جب یہ خبر پادشاہ کو ہوئی تو اسنے اس مدعی سلطنت کی نگاہداشت کے وسوسہ کو مٹانا چاہا ہوا خواہوں کی رہنمائی سے پسران علی نقی کو جن کے باپ کو محمد مراد بخش نے مارا تھا (جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے) باپ کے خون کے دعوے کیلئے کھڑا کیا۔ بڑے بیٹے نے باپ کے خون کے دعوی سے انکار کیا۔ دوسرے بیٹے نے پادشاہ کے حکم کی اطاعت کی اور عدالت میں باپ کے خون کا مستغیث ہوا آخر کو مغضوب نظر پادشاہی ہوا۔ حکم ہوا کہ قاضی سے رجوع کرے۔ قاضی کے ہاں شرع کے موافق خون ثابت ہوا۔ ماہ ربیع الثانی ۱۰۷۲ھ کو حکم ہوا کہ وارث کی رفاقت میں قاضی محمد مراد بخش پاس جائے اور اثبات خون کا اظہار کرے اور موافق حکم شرع کے قصاص کرے۔ چنانچہ اس کی تاریخ یہ ہوئی (اے وائے بہر بہانہ کشتند) جس پسر کلاں نے باپ کے خون دعوی سے انکار کیا تھا پادشاہ نے اس پر بہت عنایت کی۔

واقعات سال ششم ۱۰۷۳ھ

پادشاہ۔ ۲۵۔ رمضان ۱۰۷۳ھ کو کشمیر کو قلعہ لاہور سے روانہ ہوا۔ غرہ شوال کو جلوس سال ششم کا جشن کیا کشمیر کی تعریف بہت لکھی جا چکی ہے۔ مگر اس کی راہ کی تعریف میں یہ شعر قدسی کا ؎ بہ کشمیر اعتقاد ما درست است ✢ ولے ایمان براہش سخت سست است دوسرا شعر محمد قلی کا ؎ دریں رہ خوش بود معشوق دلخواہ ✢ کہ نتواند کسی اور ابرد از راہ لطف سے خالی نہیں۔ پھر ذی قعدہ کو پادشاہ سیر کرتا ہوا سری نگر میں آیا۔

قبائل افغان نیازی میں ایک قوم سنبل ہے جو دریا ر نیلاب کے کنارہ پر رہتی ہے۔ پہلے زمانہ میں وہ دہنکوٹ میں رہتی تھی جس کا نام اب معظم آباد رکھا گیا ہے وہ کبھی کبھی شر و فساد مچاتی تھی۔ پادشاہ کے حکم سے ان اضلاع کے احکام نے اس کو دریا سے دور نکالدیا تھا ان دنوں میں اس نے پھر سر اٹھایا تھا۔ دریا ر نیلاب سے اتر کر انہوں نے ایک تھانہ شاہی پر حملہ کیا۔ اور خلیل اللہ خاں فوجدار کو مار ڈالا۔ پادشاہ نے غصہ ہو کر فدائی خاں میر آتش کو

اُنکی تنبیہ کے لئے بھیجا۔ وہ توپخانہ اور سپاہ لیکر فوراً اسکے سر پر جا پہنچا۔ یہ قوم اُن سے لڑ نہیں سکی اسکی ایک جماعت کثیر اپنے اہل و عیال و مواشی و مال کو لیکر دریا سے پار اتر گئی کچھ آدمی اُسکے مارے گئے اسکا قضیہ پاک ہوا۔ دو لاکھ روپے نقد و جنس کی غنیمت افواج شاہی کے ہاتھ آئی۔ فدائی خاں نے یہاں سب طرح کا بندوبست کیا۔ اور خنجر خاں کو یہاں پادشاہ کے حکم سے منتظم مقرر کیا۔

کشمیر میں راجہ رگناتھ متصدی مہمات دیوانی تھا۔ اس کے روزنامچہ حیات کو عارضہ نے دفتر ہستی سے نکال لیا۔ وزارت کا منصب جلیل القدر فاضل خاں میر سامان کو عنایت ہوا

انانسی ہزار روپیہ بوساطت صدر الصدور ارباب استحقاق و محتاجوں کو ہر سال اس طرح عنایت ہوتا تھا کہ محرم اور ربیع الاول میں بارہ بارہ ہزار روپیہ رجب میں دس ہزار روپیہ شعبان میں پندرہ ہزار روپیہ رمضان میں بیس ہزار روپیہ باقی سات مہینوں میں کوئی خیرات مقرر نہیں تھی۔ ان دنوں میں پادشاہ نے صدر الصدور کو حکم دیا کہ ان پانچ مہینوں میں جو خیرات دی جاتی ہے وہ بدستور دی جائے اور باقی مہینوں میں ہر مہینے میں دس ہزار روپیہ خیرات کیا جائے۔ غرض پہلی اور اب کی خیرات ملکر ایک لاکھ انچاس ہزار روپیہ سالانہ دیا جایا کرے۔ ۱۷۔ ذیقعدہ کو جشن وزن قمری ہوا۔ عمر کا سینتالیسواں سال شروع ہوا۔ فاضل خاں وزیر اعظم نے ۱۷۔ ذیقعدہ کو انتقال کیا۔ اس کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی اور اس کو ۱۱۔ ذی قعدہ کو خلعت وزارت ملا تھا۔ وہ فضیلت اور جامعیت علوم و معاملہ فہمی اور رائے زنی میں یگانہ روزگار تھا وہ علم تنجیم میں بہرہ تام رکھتا تھا اکثر احکام عالمگیر کو ایام شاہزادگی میں لکھکر وہ دیتا تھا۔ وہ کم خطا ہوتے تھے۔ پادشاہ کو جو صدمہ خواص پورہ میں چالیس برس دکن کی مہم میں پہنچا وہ پہلے لکھکر پادشاہ کو دے گیا تھا۔ پادشاہ کو اس کے مرنے کا بڑا افسوس ہوا۔ لاہور میں اسنے اپنا مقبرہ بنایا تھا اس میں دفن ہوا۔ ۱۳۔ تیر کو عید گلابی تھی۔ پادشاہ وزیر کے الم سے ایسا متاثر تھا کہ اس کے بعض مراسم کو ملتوی کر دیا اسی روز ایوان سے فاضل خاں کا

خیرات

برادرزادہ مرگیا تھا اسکو خلعت و منصب عنایت ہوا۔ عید الضحیٰ کو اول پہر ہر طرف روشنی ہوئی بادشاہ کشمیر سے ویرناگ گیا۔ موضع پانپور میں زعفران زار دیکھا۔ ۸ صفر کو بادشاہ کشمیر کی سیر کر کے لاہور میں آگیا۔ کشمیر کے سفر میں غاروں میں بہت آدمی گر پڑے اور گر کر تلف ہوئے۔ اور خاد مان محل کی سواری پر صدمہ پہنچا تو بادشاہ نے فرمایا۔ کہ بدون ملکی امور ضروری کے اس سرزمین میں سیر و شکار کے لئے بادشاہوں کا آنا رائے صائب کے خلاف ہے۔ جشن وزن شمسی آغاز سال چہل و ششم ہوا اور شاہ عباس والی ایران کے نامہ کا جواب تربیت خاں کے ہاتھ بھیجا اور سات لاکھ روپیہ کی سوغات ہمراہ کیں۔ پھر بادشاہ لاہور سے شاہجہاں آباد میں آیا۔ صوبہ گجرات کے وقائع میں سے بادشاہ نے یہ سنا کہ اس نواح میں ایک مجہول النسب معذور العقل نے اپنا نام داراشکوہ رکھا اور ایک جماعت واقعہ طلب فتنہ جو اوباش بے آبرو اس پاس جمع ہو گئی اور گجرات کے کولیوں کے گروہ جس کے سر میں ہمیشہ سودائے تمرد بھرا رہتا ہے اس کو دستاویز فتنہ بنایا شورش افزائی کی۔ یہاں کے صوبہ دار مہابت خاں نے ان مفسدوں کو دفع کیا۔ کولیوں کی خوب گوشمالی کی اور مصنوعی داراشکوہ کو ملک سے نکال دیا۔

والی بیجاپور کے ساتھ لڑائیوں میں سیواجی ایسا مصروف تھا کہ وہ ہندوستان کے معاملات سے خبر نہ ہوا۔ لیکن مئی ۱۶۶۰ء میں کلیان و بھیمڑی بادشاہی قبضہ میں آگئے تو سیواجی کی ایسی حالت نہ تھی کہ وہ بادشاہ سے لڑتا اور عوض لیتا مگر اب اُسنے ایک بڑا لشکر تیار کیا۔ پیادوں کا سردار مورو پنت کو اور سواروں کا سردار نیتا جی پالکر کو بنایا برسات میں مورو پنت نے جنیر کے شمال میں کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا اگر ان کا مفصل حال نہیں معلوم ہوتا۔ برسات کے بعد جب راہیں صاف ہو گئیں۔ تو نیتا جی پالکر نے اضلاع شاہی پر دست درازی شروع کی۔ سیواجی نے اس کو حکم دیا کہ وہ ملک کو غارت کرے اور قصبوں اور شہروں سے معاوضہ لے اوس نے اس حکم سے زیادہ بڑھ کر کام کیا کہ اورنگ آباد کے حوالی کو تاخت و تاراج کیا

[illegible]

اور ادھر اُدھر جا کر پونہ میں آرام سے جا بیٹھا۔

عالمگیر کو معلوم ہوا کہ سیوا جی یوں لوٹ مار اور مار دھاڑ کرتا پھرتا ہے تو اس نے اپنے ماموں امیر الامرا شائستہ خاں صوبہ دار دکن کو لکھا کہ سیوا جی کا علاج کرے۔ شائستہ خاں پادشاہ کے حکم سے ایک بڑا لشکر لے کر شاہزادہ احمد نگر اور پیر گام سے پونہ کے مغرب کی طرف گیا رستہ میں اس نے سپاہ کا دستہ سوپہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا اور خود جادو رائے ولیس لکھو سند کھیر رشتہ دار سیوا جی کے مقام میں مقیم ہوا کہ اضلاع پر تصرف کرے سیوا جی نے شائستہ خاں کے آنے پر راجگڈھ کو چھوڑا سنگڑہ میں چلا گیا شائستہ خاں نے پونہ پر قبضہ کیا اور بٹرویج گھاٹ اور موضع سیواپور پر قبضہ کرنے کے لئے ایک مضبوط سپاہ روانہ کی اور اور قلعوں کی تسخیر کے لئے بھی سپاہیں روانہ کیں اس کے اور جنیر کے درمیان چاکن واقع تھا جس سے اسکو تکلیف ہوتی تھی اور وہ جانتا تھا کہ یہ چھوٹی جگہ ہے وہ جاتے ہی ہاتھ آجائیگی اسکی تسخیر کے لئے خود آیا۔ یہاں فرنگاجی نرسلا ۱۰۶۳ سے قلعہ دار تھا اس نے قلعہ حوالہ کرنے سے انکار کیا اور نہایت عمدہ طرح سے اپنے قلعہ کی حمایت کی۔ دو مہینے تک اس نے لشکر شاہی کا مقابلہ کیا۔ محاصرہ کا چھپواں دن تھا کہ قلعہ کے برج کے نیچے نقب کو اُڑایا جس سے قلعہ کی دیوار میں ایک بڑا رخنہ پڑا اور قلعہ کے بہت آدمی اس سے مرے۔ لشکر شاہی اس رخنہ پر حملہ کرتے گیا اسکے آگے ایک پشتہ لگی تھی۔ وہاں حوالدار نے لشکر شاہی کا سخت مقابلہ کیا اس سبب سے لشکر شاہی آگے نہ بڑھ سکا شام تک لڑائی رہی۔ بعد اس کشت و خون کے فرنگاجی نرسلا نے قلعہ امیر الامرا کو حوالہ کر دیا۔ شائستہ خاں نے اس بہادر قلعہ دار کی بہادری دیکھ کر پادشاہ کی ملازمت کے لئے بہت کچھ اس سے کہا مگر اس نے اس کے قبول کرنے سے اپنے نام کو بٹا نہیں لگایا۔ امیر الامرا نے اس کو عزت کے ساتھ رخصت کیا۔ وہ سیوا جی سے آن ملا جس نے اس کو بہت انعام دیا۔

لشکر شاہی میں سے چاکن کے محاصرہ میں نو سو آدمی زخمی و کشتہ ہوئے جن سے

شائستہ خاں کو تحقیق ہو گیا کہ قلعوں کا فتح کرنا آسان نہیں ہے۔ عالمگیر ان قلعوں کی فتح کو بڑی بات نہیں سمجھتا تھا اور مرہٹوں کو ذلیل وحقیر دشمن جانتا تھا بادشاہ نے راجہ جسونت سنگھ مہاراجہ جودہ پور کو بھی امیر الامرا کی کمک کے لئے مقرر کیا تھا مگر وہ پونا کی حوالی میں بڑی فوج کے ساتھ بیکار پڑا رہا۔ اور نیتاجی پالکر دوبارہ احمد نگر اور اورنگ آباد کے حوالی کو تاخت تاراج کرتا رہا۔ لشکر شاہی اسکی مزاحمت کے لئے بھیجا گیا اس نے مخالفوں کے کچھ آدمی مارے اور نیتاجی خود زخمی ہوا مگر رستم زماں سپہ سالار بیجاپور اسکو بچا کر لے گیا۔

خافی خاں کا باپ امیر الامرا کی خدمت میں تھا اوس کی زبانی سنکر وہ یہ لکھتا ہے کہ امیر الامرا نے ان قلعوں اور معمور آبادیوں پر لشکر کشی کی جو سیواجی کے قبضہ میں آئے تھے اور ان میں سے اکثر اپنی شمشیر وتدبیر سے فتح کئے اس کے بعد قصبہ پونا میں گیا اور اس حویلی میں اترا جو سیواجی کی بنائی ہوئی تھی۔ سیواجی کے پکڑنے کے لئے جابجا فوجیں مقرر کیں اور ان دنوں میں ایسا بندوبست کیا کہ کوئی شخص خاصکر مرہٹہ سوائے نوکر کے مسلح بلکہ غیر مسلح بدون دستک کے شہر ولشکر میں نہیں داخل ہوسکتا اور مرہٹہ سائیس تک نوکر نہ رکھا جاتا تھا۔ سیواجی ایسا مغلوب و پریشان ہوا تھا کہ دشوار گذار پہاڑوں میں ہر ہفتہ وماہ بسر کرتا تھا۔ ایکدن مرہٹوں کی ایک جماعت جو پیادوں میں نوکر تھی کوتوال کے پاس آئی اور دوسو مرہٹوں کی دستک لی جو ایک غیر معلوم برات کے ہمراہی بنائے اور ایک امرد لڑکے کو دولہا بناکے ڈہول ونقارے بجاتے ہوئے اول شب میں شہر میں لائے اس دن آخر روز میں یہ مشہور کرکے کہ ایک تھانہ میں غنیم کے آدمیوں میں سے ایک جماعت دستگیر ہوئی اُس کو پکڑے ہوئے اور اُسکے ہاتھ پیٹھ کے پیچھے باندہے ہوئے ننگے پیر اور ایک دوسری جماعت رسیوں سے مرہٹوں کو پکڑے ہوئے اور گالیاں دیتے ہوئے اور مارتے ہوئے چوکی کے آگے سے لیجا کر شہر میں داخل کی۔ سب اُس محلہ اور مکان میں جو انہوں نے اپنے مجمع کیلئے قرار

سیواجی کا امیرالامرا کو دغا سے زخمی کرنا

دیا تھا فراہم ہو کر مسلح ہو گئے ۔ جب آدھی رات کی نوبت بجی ایک جماعت باورچی خانہ کیطرف سے آئی جو محل سرا کے دیوار کے متصل تھی دیوار اور خواص پورہ کے مابین ایک چھوٹا دریچہ تھا جو گل وخشت سے مسدود تھا اور اس جماعت کو وہ معلوم تھا ۔ روزوں کے دن تھے ۔ سحری کے پکانے کے لئے چند باورچی جاگتے تھے ۔ باقی سب آدمی سوتے تھے ۔ غرض دشمن اس راہ سے جسکو وہ جانتے تھے سر پر آن پہنچے جس کسی کو بیدار پایا اسکو موت کے خواب سے آشنا کیا ۔ اور جو بستر خواب پر لیٹا تھا اُسکو ایسا سُلایا کہ پھر نہ جاگا ۔ کچھ غل غپاڑہ نہ ہونے دیا اور جلد دریچہ کو توڑ کر محل کی طرف مشغول ہوئے ۔ کلنک کی صدا نے اور کشتوں کی غرش نے ایک مریض کو بیدار کیا جس کا حجرہ بورچی خانہ کی دیوار کے عقب میں تھا ۔ وہ دوڑا ہوا امیر الامرار پاس گیا اور اس آشوب سے مطلع کیا ۔ امیر الامرار نے از روئے اعتراض کہا کہ سحری پکانے اور دیگدانوں کے درست کرنے کے لئے بورچی اُٹھے ہونگے یہ غل ان کا ہوگا کہ سہیلیاں پے ہم دریچہ کے پھوڑنے کی خبر لائیں ۔ امیر الامرا سراسیمہ وار تیر وکمان و برچھی ہاتھ میں لیکر رخت خواب سے اُٹھا اس ضمن میں چند مرہٹے روبرو آئے پانی کا حوض بیچ میں حائل تھا ۔ امیر الامرا نے ایک مرہٹہ کے تیر مارا ۔ اس نے آن کر امیر الامراو کے تلوار لگائی ۔ کہ دایاں انگوٹھا کٹ گیا ۔ دو مرہٹے حوض میں تیر کر آئے ۔ ایک کو امیر الامرا نے برچھی سے مارا اس آشوب میں لونڈیاں شائستہ خاں کو ہاتھوں ہاتھ اُٹھا کر محفوظ جگہ میں لے گئیں ۔ مرہٹوں کی جماعت چوکی خانہ پر غافل گئی اور جو خفتہ و بیدار اُن کو ملا اس کو زیر تیغ کیا اور یہ کہا کہ چوکی ایسی ہی دیا کرتے ہیں اور چند نفر اپنے نقار خانہ میں بھیجکر امیر الامرار کی طرف سے پیغام دیا کہ نوبت خوب بجائیں ۔ نقار خانہ کی آواز ایسی بلند ہوئی کہ ایک دوسرے کی کوئی نہیں سنتا تھا ۔ انہوں نے دار و گیر کی آواز اور زیادہ بلند کی اور دروازوں کو بند کر دیا ۔ اس حالت میں ابو الفتح خاں پسر شائستہ خاں ایک نوخط شجاع تھا خبر پاکر آیا ۔ دو تین آدمیوں کو مار کر خود مارا گیا ۔ امیر الامرا کے محل کے

نیچے ایک عمدہ جامہ دار رہتا تھا اُسنے اندر کا آشوب سنکر اور باہر زینہ کا رستہ بند دیکھکر رسیوں میں اپنے تئیں لٹکایا۔ اور دیوار سے نیچے آیا۔ وہ کچھ امیر الامرا سے عمر و اعضا میں مشابہت رکھتا تھا مخالفوں نے اسکو امیر الامرا سمجھکر اسکا سر کاٹ لیا۔ اور امیر الامرا کی حرم میں سے ایک کو بالکل مار ڈالا دوسری کو زخمی کیا۔ گھر کی مال و مالیت کے تاراج میں نہیں مصروف ہوئے جلد اس گھر سے نکل آئے پھر صبح کو راجہ جسونت سنگھ کہ عمدہ کومکی تھا۔ امیر الامرا پاس معذرت کرنے اور حال پوچھنے گیا۔ تو امیر الامرا نے یہ کہا کہ میں نے تو یہ جانا تھا کہ مہاراجہ کاروبار شاہی میں کام آگئے کہ ہم کو یہ چشم زخم پہنچا۔ جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو امیر الامرا کو صوبہ داری دکن سے بنگالہ کو بدل دیا اور شاہزادہ محمد معظم کو اس کی جگہ مقرر کیا اور راجہ جسونت سنگھ کو بدستور شاہزادہ کا کمکی مقرر کیا۔

کرنیل ڈف اس واقعہ کو مرہٹوں کی کتابوں سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ سیواجی نے امیر الامرا کے حیران کرنے کے واسطے دو برہمن بھیجے کہ وہ شہر میں داخل ہونے کی تدبیر کریں۔ جب سیواجی نے اپنا سامان تیار کر لیا تو وہ سنگڑہ سے سر شام اپریل کے مہینے میں بہت سا لشکر لیکر چلا اور سپاہ کی ٹولیاں بناکر پونہ کی راہوں میں بٹھا دیا گیا لسی جی گنگ۔ تاناجی۔ بولوس رائے۔ او پچیس ماولی پیادے شہر میں داخل ہوئے خان کا ایک نوکر مرہٹہ تھا اس کو جاسوسوں نے گانٹھا۔ اُسنے برات کا بہانہ بناکے برات کے ساتھ نقارہ بجانے اور مسلح آدمیوں کو دولہا کے ساتھ لانے کی دستک حاصل کی پونہ کھلا شہر تھا اس کے گرد فصیل نہ تھی۔ سیواجی اپنے ہمراہیوں کے جاسوسوں کی تدبیر سے شہر میں برات کے اندر داخل ہو گیا اور چپ چاپ ہو گئی تو سیواجی اپنے ہمراہیوں کو لے کر جو خاں کے محل کے سب مداخل سے واقف تھے بورچی خانہ کی طرف آیا۔ جہاں ایک کھڑکی کو کچا تیغا لگا ہوا تھا۔ یہ سب اس راہ سے داخل ہوئے۔ خان کی کچھ رشتہ دار عورتیں بیدار ہوئیں اور انہوں نے جاکر امیر الامرا کو جگایا خان باہر جانے کیلئے ایک کھڑکی سے کود کر باہر جاتا تھا کہ ایک تلوار اوس کے لگی۔ جس سے ایک انگلی اڑ گئی وہ تو

سیواجی کا امیر الامرا سے لڑنا جس طرح مرہٹے بیان کرتے ہیں

تو اپنی خوش نصیبی سے بچ گیا مگر اسکا بیٹا ابو الفتح خاں اور اکثر پہرہ کے سپاہی مارے گئے سیواجی اور اس کے آدمی تو بے مزاحمت اپنی سپاہ کے ٹولیوں کو لیکر سنگڑھ کی راہ لی۔ جب وہ تین چار میل چلے تو انہوں نے مشعلیں روشن کیں جو پہلے سے تیار تھیں تاکہ مخالف انکی تعداد کی کثرت کے دھوکے میں آجائے اور جانے کہ وہ لڑنیکو تیار ہیں اسطرح اپنے تئیں لشکر شاہی کو دکھا کر قلعہ میں داخل ہوئے۔

اس معرکہ کو مرہٹے جس فخر سے بیان کرتے ہیں کسی اور معرکہ کو بیان نہیں کرتے سیواجی کا سب سے بڑا کارنامہ اس کام کو سمجھتے ہیں۔ یہ واقعہ ۱۶۶۳ء کا ہے۔

دوسرے روز صبح کو بادشاہ کے سواروں کا دستہ سنگڑھ کے نیچے نقارہ بجاتا ہوا اور تلواریں چمکاتا ہوا آیا۔ مگر اسکو نیتاجی پالکر نے شکست دی یہ پہلی دفعہ تھی کہ بادشاہی سواروں نے مرہٹوں کے سواروں سے ہزیمت پائی۔

واقعات سال ہفتم ۱۶۶۴ء

دستور کے موافق ساتویں سال کا جشن غرہ شوال کو ہوا۔ جشن وزن قمری ۱۲۔ ذی قعدہ کو ہوا۔ عمر کا اٹھائیسواں سال شروع ہوا۔

سنہ جلوس میں بخارا کا ایلچی خواجہ احمد آیا تھا اور نامہ اور تحائف لایا تھا۔ اسکے جواب میں بادشاہ نے مصطفےٰ خاں کے ہاتھ نامہ اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے تحفے والی بخارا پاس روانہ کئے۔ محمد قلی خاں والی بلخ نے ابراہیم کو اپنا سفیر بناکے بھیجا تھا۔ بادشاہ نے خان ممدوح کو نامہ اور ایک لاکھ روپئے کے تحائف بھیجے۔

سیواجی کی عادت تھی کہ وہ دکھاتا کچھ تھا اور کرتا کچھ تھا ڈالتا کچھ تھا اور نکالتا کچھ تھا کبھی اپنے ارادوں کی جھوٹی خبریں اڑایا کرتا تھا اس نے کلیان کے قریب ایک سپاہ اور جنداکے پاس دوسری سپاہ جمع کی اور یہ شہرت دی کہ میں بسائین اور چول میں پرتگیزوں سے لڑنے یا سیدی کو پامال کرنے جاؤنگا لیکن اس کا اصل ارادہ سورت کے لوٹنے کا تھا جو اس زمانہ میں ہندوستان کے دولتمند شہروں میں سے ایک تھا۔ بالی برجی تانگ ایک بڑا سوداگر

اس کا نوکر تھا وہ سورت میں تاک لگا رہا تھا اور سامان غارتگری تیار کر رہا تھا۔ سیواجی نے یہ بہانہ بنایا کہ میں ناسک میں مندر کی جاترا کو جاتا ہوں لوگوں نے اسکو سچ جانا مگر اُسنے چار ہزار سوار لیجا کر سورت کو لوٹنا شروع کیا۔ چھ دن میں اسکو بہت دولت ہاتھ آئی جسکو وہ رائے گڈہ میں لیگیا جو آیندہ اسکی دار الحکومت بنا سورت کی لوٹ کی دولت بہت تھی اور اور زیادہ ہوتی۔ اگر ڈچ اور انگریز اسکی مزاحمت نہ کرتے اور ان کی کوٹھیوں کا مال اس کو ہاتھ لگ جاتا۔ انگریزوں نے اپنا ہی مال نہیں بچایا بلکہ اہل شہر کے مال کی بھی بہت حفاظت کی جس کا صلہ اورنگ زیب نے یہ دیا کہ ان کے اسباب کے محصول کا ایک حصہ ہمیشہ کے لئے معاف کر دیا۔

شاہ جی کا مرنا

شاہجی کی شادی آئی وہ شکار کھیلنے گیا تھا کہ گھوڑے سے گر کر مر گیا اس نے اپنی زندگی میں اس جاگیر کا جو بیجاپور سے ملی تھی خوب انتظام کیا تھا۔ اس پر قلعہ ارنی اور پورٹ نوودو اور ولایت تنجور کا اضافہ کیا تھا۔ وہ علی عادل شاہ کا مطیع تھا جو اس نے مفتوح ملک کو اس پاس رہنے دیا۔ باپ کے مرنے پر سیواجی اور بھی کُھل کھیلا۔ رائے گڈہ میں اپنی ریاست کا انتظام کیا اور اپنے نام پر راجگی کا طرہ لگایا اور روپیہ اشرفی پر اپنا سکہ جمایا۔

غرضکہ پالکر برسات کے شروع میں دستور کے موافق سب جگہ فتحیاب ہو کر آیا سیواجی کا بیڑا بھی بہت جہازوں کے گرفتار کرنے میں کامیاب ہوا۔ پادشاہی جہاز جو مکہ کو جاتے تھے ان کو گرفتار کر لیا اور دولتمند حاجی جو ان میں بیٹھے تھے گرفتار کر لئے عالمگیر نامہ میں لکھا ہے کہ سیواجی کی ولایت ساحل دریائے شور کے نزدیک تھی اور چند بندر اس کے تصرف میں تھے اہل ملیبار کی طرح اُس نے دزدی و رہزنی شروع کی کشتی نشینوں کو لوٹتا مارتا جب اس کے بندر میں کسی کشتی پر دریا میں فتور آجاتا تو وہ اس کا وہ پکڑ لیتا۔ ان دنوں میں ایک بڑا جہاز جس میں طوائف تجار بڑا مال اسباب لئے آتے تھے وہ طوفان میں آیا تو سیواجی نے اس پر قبضہ کیا اور تمام اس کے غریبوں کا مال متاع چھین لیا اور مال کے مالکوں کو جو اکثر مسلمان تھے مقید و محبوس کیا

اوران کو ضرر و آزار پہنچایا ۔ اور جب تک انہوں نے اپنے گھر سے اپنا بقیہ ثروت و بضاعت نکالکر اُس کو نہ دیا ان کو شکنجہ تعب میں گرفتار رکھا ۔ سیواجی نے اگست کے مہینے میں خود جاکر احمد نگر کی پیٹھ کو لوٹا اور حوالی اورنگ آباد تک لوٹتا چلا گیا جب وہ اس طرح غیر حاضر ہوا تو بیجاپور کی سپاہ نے جو پنالہ میں دو بڑے سپہ سالاروں کے ماتحت تھی صلح کو توڑکر ملک کوں کان کی فتح میں سخت کوشش کی اور کئی مقاموں کو دوبارہ لے لیا ۔ انگریزوں کے نوشتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ سیواجی ہر جگہ لڑائی کے موقع پر بڑے لشکر کے ساتھ موجود ہو جاتا تھا اس سلطان دونوں سپہ سالاروں کو لڑکر شکست دی اوران کے بہت آدمیوں کو مارا ۔ سیواجی سنگڑھ میں اس خیال سے آگیا کہ لشکر شاہی کی حرکت کو دیکھے ۔ جنیر کی طرف اس لشکر کا بڑا زور تھا ۔ مگر اس نے یہ دیکھ کر کہ لشکر شاہی حملہ آوری نہیں کریگا تو اس نے اپنے کچھ سواروں کو دریا کرشنا کے جنوب میں ملک بیجاپور کی لوٹ کے لئے بھیجدیا ۔ اس نے ایسی تیاری کی جس سے یقین ہوتا تھا کہ وہ لشکر شاہی پر حملہ کرے گا ۔ اوس کی شہرت ہوئی تو اس نے محل ایک بڑا بیڑا جمع کیا اور مالون سے جہاز میں سوار ہوا اور گوا سے ۱۳۰ میل پر دولتمند شہر بارسی لور میں اُترا اور گوکرن میں چار ہزار آدمیوں کے ساتھ جہاز میں سوار ہو کر آگیا ۔ اب تحقیق ہو گیا تھا کہ وہ اپنی دارالحکومت میں نہیں ہے ۔ اس نے بیڑے کا بڑا حصہ دور کیا اور ہمسایہ میں ایک مندر میں پوجا کرنے لگا اس نے اپنی سپاہ کو فوجوں میں تقسیم کیا اور کل ملک پر تاخت و تاراج کی اور تجارت کے بڑے دولتمند شہروں سے خوب لوٹ ہاتھ لگی ۔ یہ لوٹ مار کرکے وہ آلنا رائے گڈھ کو چلا آیا ۔

اس سفر میں ایسی تیز ہوا چلی کہ سیواجی کا جہاز ساحل سے دور ہو گیا اور شمال مغربی ہوا نے اس کو بہت دنوں تک مراجعت نہ کرنے دی اس سے اس کو یہ وہم ہوا کہ سمندر پر ہندوؤں کو سوار ہونا مذہباً منع ہے اس لئے یہ آفت اس پر ہوائی کہ دوسی

آتی ہے اس لئے پھر وہ جہاز میں نہیں سوار ہوا۔

پادشاہ کی طرف سے مہاراجہ جسونت سنگھ سیواجی کے استیصال کے لئے مقرر ہوا تھا اُسنے اسکی ولایت میں جاکر بعض قلعوں کے محاصرہ میں قیام کیا اور ولایت کی تخریب اور قلعوں کی تسخیر میں اُس نے بہت کوشش کی مگر اس کا اثر وہ نہ مرتب ہوا جو پادشاہ چاہتا تھا اور سیواجی کا کوئی بڑا قلعہ اُس سے نہ فتح کیا اور مہم کو طول اور امتداد ہوا۔ اس لئے پادشاہ نے ارادہ کیا کہ اسکو بلالے اور راجہ جے سنگھ کو چودہ ہزار سپاہ کے ساتھ سیواجی کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا اور دلیر خاں کو جو اپنی جاگیر میں تھا لکھا کہ راجہ سے ملے۔ انگریزی مورخ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عالمگیر سیواجی کو حقارت سے موش کوہی کہا کرتا تھا (دیکھو بلّی چوہے سے کان کترواتی ہے) جب اس چوہے کے پکڑنے پر اتنی دیر لگی تو اس کو اپنی عادت کے موافق افسروں پر شبہ پیدا ہوا۔ خود دکن جا نہیں سکتا تھا۔ سلطنت کو غصب کیا تھا باپ زندہ تھا اس لئے اُس نے اپنی سپاہ کثیر دو سپہ سالاروں کو روانہ کیا جن میں سے ایک راجپوت راجہ جے سنگھ اور دوسرا افغان دلیر خاں تھے یہ دونوں پہلے دارا شکوہ کے طرفدار ہوکر اورنگ زیب سے لڑ چکے تھے اس لئے وہ انکا پورا اعتبار نہیں کرتا تھا اس لئے اُن دونوں کو بہت دور دکن میں بھیجا۔ جہاں پادشاہ کے جاننے والے بہت اور ان دونوں کے واقف کار کم تھے۔ یوں دلیر خاں کی قوم کے افغان پادشاہ کے بہت ملازم تھے اس کے بہکانے سے ان کے بگڑنے کا بھی خوف کم ہوگیا۔ اس بیان کی صداقت پر مسلمانوں کی تاریخیں شہادت نہیں دیتیں۔

راجہ جے سنگھ کا سیواجی کی گوشمالی پر مقرر ہونا

واقعات سال ہشتم ۱۰۷۵ھ

غرہ شوال کو سال ہشتم جلوس کا جشن ہوا اور ۱۷۔ شوال کو وزن قمری ہوا۔ اور عمر کا اُنچاس واں سال شروع ہوا۔

۱۹۔ ربیع الثانی سال گزشتہ کو سیواجی کے فتنہ کے دفع کرنے کے لئے راجہ جے سنگھ

مقرر ہوا تھا وہ ۲۰ شعبان سال گذشتہ کو اورنگ آباد میں شاہزادہ محمد معظم کی خدمت میں آیا اور شاہزادہ سے رخصت ہوکر ۲۰ کو پونہ میں گیا۔ جہاں مہاراجہ جسونت سنگھ مقیم تھا وہ بادشاہ کے حکم سے بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ راجہ جے سنگھ نے یہاں ٹھہر کر افغانوں کا یہ انتظام کیا کہ قطب الدین خاں کو سات ہزار سواروں کے ساتھ جنیر بھیجا کہ وہاں دشمن کی خبر رکھے اور قلعہ لوہ گڈھ کے روبرو تھانہ بٹھلا کے تین ہزار سوار وہاں مقرر کرے اور قلعہ ارودگ کے روبرو ایک اور تھانہ مقرر کرے اور وہاں شائستہ فوج متعین کرے اور باقی لشکر کے ساتھ ان حدود میں سوار ہو کر خبرداری اور ہوشیاری کرے اول راجہ نے قلعہ پورندہرا اور ردومال (ردومحل) کی فتح کا ارادہ کیا۔ ۷۔ رمضان کو وہ سالور کی طرف گیا جس کے قریب دونو قلعے پہاڑ پر تھے موضع پولی میں تھانہ قائم کیا اور رایا اور ہنونت رائے کو تین سو سواروں اور تین سو بندوقچی پیادوں کے ساتھ تھانہ دار مقرر کیا۔ غرض راجہ نے تمام کومکیوں کو جابجا ملک کی تاخت وقلعوں کی تسخیر کے لئے رخصت کیا اور خود قلعہ پورندہر ردومال کے مفتوح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ یہ نظام الملک کے مشہور قلعے حاکم نشین تھے اور دونو متصل تھے اور دلیر خاں کو مقدمۃ الجیش کیا دشمن کی سپاہ اطراف سے جہاں نمودار ہوئی وہاں دلیر خاں لڑتا ہوا آگے جاتا تھا دشمن اس سے جنگ بگریز اور ستیز با فرار کرتے وہ ان کے بہت آدمیوں کو مارتا اور عیال کو اسیر کرتا اور مال کو لوٹتا۔ اس طرح مارتا دھاڑتا دونو قلعوں سے ایسے فاصلہ پر آیا کہ وہاں سے گولہ قلعہ میں پہنچ سکتا تھا اور دونو قلعوں کے محاصرہ میں مشغول ہوا دونوں قلعوں کے قلعہ نشین محصور ہو کر قلعہ داری کی شرط بجالائے اور توپ اور بان اور آتشبازی خوب چلائے۔ راجہ کے آنے سے چند روز پہلے افغان ناگاہ یورش کیلئے گرگاہ قلعہ میں پہنچے اور دونوں پہاڑوں کے نیچے کی باری میں آگ لگادی اور تاخت و تاراج کیا۔ دشمن صبح بھی قلعہ سے نکلکر مورچالوں پر حملہ کرنے میں اور کوہ کے اوپر سے توپ

مارنے اور تیر اور اقسام آتشبازی کے پھینکنے میں کوتاہی نہیں کی۔ راجہ جے سنگھ بھی مع اپنے
بیٹے کیسری سنگھ کے آن پہنچا اور محاصرہ کی طرف سے پے در پے یورشیں کیں اور اطراف کو تاخت و
تاراج کیا۔ اگر انکی تفصیل کیجائے تو تطویل ہو۔ محصوروں پر عرصہ تنگ ہوا۔ لشکر شاہی باوجودیکہ
اس پر سامنے سے توپ تفنگ مارتے اور آتشبازی حقے اس پر پڑتے تھے۔ مگر وہ اپنے مورچالوں کو
آگے بڑھاتا چلا جاتا تھا۔ جب ایک طرف کا برج باروت سے اُڑایا تو بنالے کوہ و قلعہ نشینوں
میں تزلزل پیدا ہوا۔ قلعہ کشا بہادروں نے حملہ کیا۔ اور کوہ کے اوپر چڑھ آئے
محصوروں نے جان کی امان کا پیام دیا۔ راجہ نے ان سے عہد کیا کہ جان کو ضرر نہیں پہنچایا
جائیگا۔ دونوں قلعوں کے قلعہ دار دلیر خاں سے ملاقی ہوئے اسنے انکو خلعت دیا۔ دلیر خاں نے
دونوں قلعہ دار راجہ پاس بھیجے۔ راجہ نے ان سب کے ہتھیار لیکر رخصت کیا۔ اور قلعوں کو بادشاہی تصرف
میں کر لیا۔ اس تردد اور یورش میں اسی سوار اور ایک جماعت پیادوں اور عملہ قلعہ گیری کی
کام میں آئی۔ اور سو سے زیادہ آدمی زخمی ہوئے۔ یہ تو خافی خاں کا بیان ہی۔ عالمگیر نامہ میں
ہر ایک امر کو بہت تفصیل سے لکھا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک برج کے اُڑنے سے قلعہ
رودر مال کا قبضہ میں آیا۔ مگر قلعہ پورندہر پر قبضہ نہیں ہوا۔ کرنیل ڈف صاحب
اپنی تاریخ مرہٹہ میں لکھتے ہیں کہ کوہ پورندہر کا سب سے بلند مقام ستره سو فیٹ بلند نیچے کے سطح
سے تھا اس پر دو قلعہ تھے ایک بالا دوسرا پائیں جو پہاڑ کی چوٹی سے تین سو سے چار سو فیٹ
تک نیچے واقع تھے۔ اس قلعہ میں باجی پربھو دیش پانڈے مہر والدار تھا۔ اور رنادلی
قلعے کے اندر تھے وہ دشمن کی پیش قدمی کے روکنے کے واسطے ہر مقام پر خوب لڑا۔ مگر
دلیر خاں نے ایک برج اُڑا کر قلعہ پائیں لے لیا محصورین نے اکثر قلعہ سے باہر آن کر حملہ کر کے اور
کمر نقب زنوں کو بھگایا۔ مگر وہ آخر کو اپنی پناہ گاہ میں مقیم ہو گئے اور انہوں نے بھاگ کر
نیچے کا قلعہ لیا اور اس کے محصورین اوپر کے قلعہ میں جاتے تھے کہ لشکر شاہی نیچے کے قلعہ میں جا کر
گھروں کی لوٹ میں پڑا۔ اوپر کے قلعہ والوں نے ان پر آگ برسا کر بھون دیا۔ کچھ نہیں کر

شمشیر برہنہ مغلوں پر حملہ آور ہوئے اور انکو مار اور پہاڑ سے نیچے گرا دیا۔ دلیر خاں ہاتھی پر بیٹھا ہوا اپنے آدمیوں کو دیکھ رہا تھا کہ کس طرح قدم بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ جب اس نے اپنے آدمیوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو اس نے اپنی کمان کو خمیدہ کر کے پٹھانوں کے ایک گروہ کو اپنے پاس بلایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اور بھگوڑوں کو للکارا اور اپنا ہاتھی آگے بڑھایا۔ محصورین مرہٹوں کی طرح فتحیابی سے مغرور ہو کر دلیر خاں کے آدمیوں کے قریب آ گئے اور سخت کوشش افغان بھی مادلیوں کی تلوار سے چکرا گئے۔ مگر دلیر خاں نے ان کے سردار کو اپنے تیر کا نشانہ بنا کر مار ڈالا۔ سردار کے مرتے ہی سارے مرہٹے ایسے بھاگے کہ انہوں نے قلعہ بالا پر جا کر دم لیا۔ لشکر شاہی نے نیچے کا قلعہ پھر لے لیا مگر اوپر کے قلعہ کی آتش فشانی سے مجبور ہو کر پھر اُسے چھوڑ دیا۔ دلیر خاں نے یہ ناکامی دیکھ کر جانا کہ شمالی طرف پر فتحیابی نہیں ہو سکتی تو اس نے جر گڑھ (رودرمل) جو ایک چھوٹا سا قلعہ پورندہر کے شمال مشرقی گوشہ میں تھا اور اُس کے بڑے عقب پر مشرف تھا۔ فتح کر لیا اور اس میں توپ خانہ اوپر کے قلعہ کے توڑنے کے لئے لگا دیا مگر مینہ برسنے لگا۔ اس لئے یہ کام ٹھنڈا ہو گیا۔ لشکر شاہی کا توپ خانہ بڑا خراب تھا گو اُسنے برابر آگ برسائی۔ مگر قلعہ پر اسکا اثر کچھ نہ ہوا۔ محصورین ایسے تنگ ہوئے کہ انہوں نے سیواجی کو اطلاع دی کہ اب ہم قلعہ میں نہیں ٹھیر سکتے۔ انہوں نے قلعہ خالی کر دیا ہوتا اگر سیواجی ان کو یہ نہیں لکھتا کہ وہ جب تک قلعہ کی حفاظت میں کوشش کریں کہ ان کو وہ چلے آنے کے لئے لکھے۔ مغلی خافی خاں لکھتا ہے کہ ان دو قلعوں کی تسخیر کے بعد سات ہزار سوار بسرداری داؤد خاں اور راجہ رائے سنگھ وغیرہ ولایت سیوا کی آباد ملک کی تاخت و تاراج کے لئے بھیجے گئے سیواجی نے یہ ملک غصب کیا تھا۔ دو طرف سے بڑی کوششیں ہوئیں۔ پانچ مہینے تک لشکر شاہی کو مقابلہ و محاربہ کا فرصت سے آرام نہ ملا۔ یہاں تک کہ سیواپور میں جو سیواجی کا آباد کیا ہوا ہے اور قلعہ کنڈانہ۔ وکتوراگڈھ میں اُن نے آبادی کا نشان نہ چھوڑا۔ سواجی مشہور تھا کہ مرہٹوں کی ناگہانی تاختوں اور نمایاں دستبردیوں اور تاریک راتوں

شب خونوں سے اور سر راہ دشوار گذار راہوں کے بند کرنے سے اور جنگلوں کے جلانے سے جو ہمیں درخت بھرے ہوئے تھے لشکر اسلام کی راہ تردد بند ہوئی اور لشکر پادشاہی کے آدمی اور چوپائے بہت تلف ہوئے۔ آخر کار دشمن شمار سے زیادہ مارے گئے۔ اور مرہٹوں نے راہ فرار اختیار کی۔ لشکر شاہی نے متعدد باقی قلعے مفتوح کئے۔ پھر قلعہ راجگدھ پر جو سیواجی کا دار الحکومت تھا اور کندانہ جس میں اسکے مادری قبیلے اور خویش رہتے تھے محاربہ و محاصرہ کی نوبت آئی۔ بہادران قلعہ کشا نے محصورین کو تنگ کیا اور ان کے بھاگنے کی راہ کو سب طرفوں سے ایسا بند کیا کہ ہرچند انہوں نے چاہا کہ کوئی جگہ بنا کے قبائل کو یہاں سے نکال کر کسی دشوار گذار مکان میں لیجائیں اور لشکر شاہی کو ان کے تعاقب میں سرگردان کریں مگر یہ وہ نہ کر سکے۔ سیواجی نے اب جانا کہ اس مستقر ریاست ملجا و ماوا کے فتح ہونے کے بعد تمام مال و قبیلہ و عیال اسکے پامال ہونگے اسلئے اُسنے چند نفر زبان فہم راجہ کے پاس بھیجے اور عفو تقصیرات اور بعض باقیماندہ قلعوں کے سپرد کرنے کی اور راجہ سے ملاقات کرنے کی درخواست کی راجہ نے اسکی عیاری اور مکاری پر نظر کرکے اغماض کیا اور یورش کے لئے پہلے سے زیادہ تاکید کی پھر خبر آئی کہ سیوا قلعہ سے نیچے جریدہ آیا اور معتمد برہمن اس کے آئے۔ اُنہوں نے شدید قسمیں کھائیں۔ اور نہایت عجز و زاری کی۔ راجہ نے ان شرائط پر صلح کو منظور کیا کہ جان و آبرو کی امان اس شرط سے دی جائیگی کہ وہ حضور شاہی میں جائے اور اطاعت و نوکری اس وعدہ پر اختیار کرے کہ اس کو عمدہ منصب دیا جائے۔ اسکو ملاقات کے لئے آنے کا حکم دیا جب معلوم ہوا کہ سیواجی کمال عجز سے قریب آگیا ہے تو راجہ نے منشی اس کے استقبال کے لئے بھیجا اور مسلح راجپوت ساتھ گئے اور تاکید کی کہ اس مکار کے عذر سے خبردار رہیں۔ اور اس کو پیغام دیا کہ اگر وہ صدق دل سے حلقۂ اطاعت کان میں ڈالے گا اور غدویت کا غاشیہ کندھے پر دھرے گا اور قلعہ سپرد کریگا اور احکام حضور کی قبول میں سرافگندہ ہوگا تو بادشاہ اس کی التماس کو قبول کریگا ورنہ اب بھی اس کو اجازت دیجاتی ہے کہ اپنے مکان میں جاکر خاطر خواہ مہلت لیکر سر انجام جنگ میں مصروف ہو اس

باب میں وہ اپنے تئیں مختار جانے اس پیغام کے پہنچنے کے بعد اُسنے انکسار و نیاز سے کہا کہ میں
یہ جانتا ہوں کہ اطاعت و عبودیت میں جان بخشی و امان عرض و ناموس ہے۔ پھر راجہ نے
اپنے عمدہ آدمی اسکے پاس بھیجکر اسکو اعزاز کے ساتھ اپنے پاس بُلایا۔ راجہ کے پاس جب
سیواجی آیا تو اُسے گلے لگایا اور اپنے پاس بٹھایا۔ سیواجی نے خجالت کیساتھ دست بستہ ہوکر
کہا کہ میں بطریق ذلیل مجرم بندوں کی طرح اس درگاہ میں آیا ہوں۔ اب جو آپ کی رائے ہو وہی
رائے ہے خواہ بخشو خواہ مارو اور التماس کیا کہ بڑے بڑے نامی قلعوں کو ولایت کونکن کی ساتھ
بندہاے پادشاہی کے حوالہ کرتا ہوں اور اپنے بیٹے کو حضور کی خدمت کے لئے بندہای......
.... جان نثار کے جرگہ میں دیتا ہوں
اور خود امیدوار ہوں کہ ایک سال کی مہلت ملے۔ پادشاہ کی قدمبوسی کے بعد بندہائی متعلق
العنان کے دستور کے موافق جو اپنی اقطاع و صوبجات میں رہکر خدمت کرتے ہیں مع اپنے
قبیلہ و عیال کے ایک دو چھوٹے قلعوں میں رہونگا اور جسوقت اور جس جگہ کسی پادشاہی عمدہ
کار کے لئے حکم ہوگا۔ جان و مال سے حاضر ہونگا اور طریقۂ جانفشانی کی تقدیم کرونگا۔ راجہ نے
اسکی تسلی کر کے دلیر خاں پاس بھیجا اور محاصرہ سے سپاہ کے اُٹھا لینے کا حکم دیا۔ سات ہزار
مرد و زن و اطفال قلعبند ہوئے تھے جنکو امن دیا گیا اور وہ قلعہ سے باہر آئے توپ خانہ مع ذخیرہ
و اسلحہ اور وہ چیزیں کہ قلعہ کے آدمی اپنے ساتھ نہ لیجا سکے سرکار میں ضبط ہوئے اور قلعہ میں لشکر
شاہی آیا۔ دلیر خاں نے سیواجی کو شمشیر و جمدھر مرصع و دو اسپ عربی مع ساز طلا اپنی طرف سے
تواضع کئے اور اُسکو راجہ کے پاس لایا۔ اسکا ہاتھ پکڑ کر راجہ کے حوالہ کیا راجہ نے بھی اسکو خلعت
و اسپ و جیغہ و فیل عطا کیا اور از سر نو جان و آبرو کی امان کے عہد سے اسکا اطمینان خاطر کیا۔
سیواجی نے پختہ کاری سے ایک ساعت شمشیر باندھکر پھر کھول ڈالی اور کہا کہ میں بے
سلاح کمر بستہ ہوکر خدمت کرونگا۔ مدت سے سیواجی کے گرویدہ اور رجوع لانے کا
مذکور تھا راجہ نے حضور کو لکھا اور عفو تقصیرات کا فرمان طلب کیا۔ وہ فرمان کا منتظر تھا

کہ اتفاقات سے اُسی روز گرز بردار مع فرمان اور خلعت پادشاہ کے پاس سے آگئے تا راجہ سیواجی کو استقبال و تسلیمات کے آداب بجا لانیکے لئے ارشاد ہوا۔ سیواجی نے اسکے مطابق عمل کیا۔ تین گروہ سے پیادہ پا استقلال کے لئے دوڑا اور تقدیم آداب میں کوشش کی۔ جان بخشی کے فرمان و خطا بخشی کے خلعت پر بڑا فخر کیا۔ بادشاہی عنایات و فضل کے سرور سے جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ قیل و قال عذر آمیز کے بعد قلعوں کے سپرد کرنے کے باب میں یہ قرار پایا کہ کل پینتیس قلعوں میں جنپر اسکا تصرف تھا ۲۳ قلعوں کی کنجیاں جو سابق و حال میں مفتوح ہوئے تھے۔ مع جمع محصول دس لاکھ ہُن (چالیس لاکھ روپیہ) کے پادشاہی آدمیوں کو حوالہ کرے اور بارہ چھوٹے قلعے کم حاصل اپنے آدمیوں کے تصرف میں رکھے۔ اسکا آٹھ برس کا بیٹا سنبھا جسکے نام منصب پنجہزاری کا حضور سے عطا ہوا تھا افواج شائستہ کے ساتھ جب تک حضور میں روانہ ہو راجہ کی خدمت کرے اور خود سیواجی مع اپنے عیال کے ان پہاڑوں میں اپنے ملک پامال شدہ کی آبادی میں مشغول ہو اور جسوقت کسی کاروبار پادشاہی کے لئے طلب ہو تو حاضر ہو۔ رخصت کے وقت پھر سیواجی کو خلعت و اسپ جیغہ و شمشیر و فیل دیا گیا اور ہتھیار باندھنے کی تکلیف دی۔ اسکے بیٹے کو پنجہزاری منصب کی تسلیمات کیلئے حکم دیا گیا۔

کرنیل ڈف نے قلعہ پورندھر کے محاصرہ کی نسبت جو لکھا ہے وہ ہمنے اوپر لکھا ہے۔ اب باقی حالات جو اس واقعہ کے لکھے ہیں ہم اُسے لکھتے ہیں۔

جب جے سنگہ اورنگ آباد میں آیا ہے تو سیواجی ساحل سے رائے گڈھ میں آیا اور اُسنے اول دفعہ اپنے تمام ارکین کو مشورہ کے لئے جمع کیا۔ نیتا جی پالکر جسکا فرض یہ تھا کہ وہ دشمنوں کی حرکات کو دیکھتا رہتا وہ اپنے سواروں کے ساتھ دور چلا گیا۔ سیواجی نے گو اُسکو معزول کرنا مصلحت ملکی کے خلاف جانا مگر اسکی اس خطا کو کبھی معاف نہیں کیا۔ منوجی سے کیپٹ نقل کرتا ہے کہ (نیتا جی کو رشوت دیگئی تھی یہ امر نہ مرہٹوں کی نہ مسلمانوں کی تاریخ میں لکھا ہے) دشمن

کی سپاہ جو تعاقب میں آئی اُسکے دفع کرنے میں کارتوجی نے چستی و چالاکی دکھائی مگر کسی خاص فتحیابی میں نہیں اُسنے دشمن کی سپاہ کو کئی دفعہ دانشمندی سے ہزیمت دی۔

راجہ جے سنگہ کی بڑی ناموری نے اور اسکی سپاہ کی شوکت و قوت نے اور اسکے ہمراہیوں کی جرات نے سیواجی کے دل میں ہیبت پیدا کی۔ دیبی بھوانی نے بھی اُسکو ڈرایا کہ وہ اس راجپوت راجہ سے لڑنے میں کامیاب نہیں ہوگا۔ اس وہم نے بھی اُسکو ستایا۔ گوان باتوں سے اسکا دل بالکل نہیں بیٹھ گیا۔

ابتدا سے سیواجی راجہ جینگہ پاس اپنے پاس پیغام سلام بھیجتا اور راجہ اسکی اطمینان خاطر کرتا تھا مگر وہ اپنے دشمن کی خصائل سے خوب واقف تھا اسلئے وہ اپنی لشکر کی تیاری میں تساہل نہیں کرتا تھا۔ سیواجی نے اپنی پہلی تدابیر پر عود کیا کہ شاہی اطاعت و خدمت کیجے اور جو ملک حاصل کیا ہے اسمیں سے کچھ لے لیجے۔ اس خیال سے اُسنے رگھوناتھ پنت اور نیاے شاستری کو جے سنگہ پاس بھیجا جسنے اُنکی باتونکو سُنا اور جواب دیا اور سیواجی کی عرضونکو مان لیا۔ مگر اسکو سیواجی کا اعتبار جبتک نہ ہوا کہ رگھوناتھ پنت نے راجہ کو یہ یقین دلادیا کہ اس معاملہ میں سیواجی کا کوئی فریب نہیں ہے۔ جے سنگہ نے کہا کہ سیواجی راجپوت کی بات کو پتھر کی لکیر سمجھکر اپنا اطمینان خاطر رکھے کہ بادشاہ فقط اسکی تقصیر ہی نہیں معاف کریگا بلکہ اسپر عنایات کریگا جب مصالحت کی یہ گفتگو ہو رہی تھی تو سیواجی راے گڈھ سے پرتاب گڈھ کو گیا اور یہاں سے جولی یہ معلوم نہیں کہ کیوں گیا۔ مگر ظاہرا اسطرح جانے میں اپنی راہ کو اپنی سپاہ سے چھپایا۔ جولائی ۱۶۶۵ء میں تھوڑے آدمیونکے ساتھ پہاڑ سے اُترا اور سیدھا راجہ کے لشکرگاہ میں چلا گیا اور وہاں اپنے تئیں سیواجی راجہ ظاہر کیا راجہ نے اپنا آدمی اسکے لانیکے لئے بھیجا جب وہ نزدیک آیا تو اسکے استقبال کے لئے خیمہ سے باہر آیا اور اندر لیجاکر اسکو گلے لگایا اور پاس بٹھایا۔ رگھوناتھ پنت سے جو باتیں کہلا بھجوائی تھیں اُن پر اُسکو اطمینان خاطر دلایا سیواجی نے کچھ عجز و انکسار کی باتیں بنائیں۔ راجہ نے اُسکو اپنے قریب کے خیموں میں اُترنے

کے لئے رُخصت کیا۔ دوسرے روز سیواجی دلیر خاں سے ملنے گیا جو پورندھر کے محاصرہ میں لگ رہا تھا۔ اور مصلحت میں وہ راز دار نہ تھا اسلئے وہ خفا ہو رہا تھا اُسنے دھمکی دی کہ جب تک میں پورندھر کا پیچھا نہیں چھوڑونگا کہ اُسکے ایک ایک آدمی کو نہ مارلونگا مگر یہ خالی دھمکی ہی دھمکی تھی۔ سیواجی نے خود قلعہ کی کنجیاں اُسکو حوالہ کیں اور کہا کہ میرے قلعے اور ملک آپ ہی کے ہیں۔ میں تقصیر کی معافی چاہتا ہوں۔ تجربہ نے مجھے بتلا دیا کہ ایسی سپاہ سے لڑنا بیوقوفی ہے کہ جسکے سپاہیوں سے اورنگ زیب کو فخر ہو۔ مجھے امید ہے کہ میں پادشاہی ملازموں میں داخل ہونگا۔

جب سیواجی لشکر شاہی میں آیا تو لڑائی موقوف ہوئی اور کئی دفعہ صلاح و مشورہ ہوکر ان شرائط پر صلح ہوگئی بشرطیکہ پادشاہ انکو منظور کرے جے سنگھ اسکا ضامن تھا جسکے بغیر سیواجی اپنے تئیں لشکر شاہی میں امین نہیں جانتا تھا۔ اول دفعہ یہ تھی کہ سیواجی نے جو قلعے یا ملک پادشاہی تسخیر کئے تھے انکو وہ چھوڑتا ہے ۳۲ قلعے جو ملک نظام شاہی میں اُسنے فتح کئے تھے۔ یا خود بنائے تھے ان میں سے بیس جے سنگھ کو حوالہ کئے جنمیں پورندھر اور سنگھرابھی تھے اور جو ملک ان قلعوں سے متعلق تھے وہ بھی حوالہ کیا بارہ قلعے جو اُسنے اپنے پاس رکھے انکے نام یہ ہیں (۱) راجگڈھ (۲) لوُرنا (۳) راسے ری (راے گڈھ (۴) کنگانہ (۵) مہرگڈھ (۶) بالاگڈھ (۷) گوسالہ (۸) ایس واری (۹) بالی (۱۰) بھورپ (۱۱) کنواری (۱۲) اودے دروگ۔ ان سب قلعوں کے ملک کی جمع سالانہ ایک لاکھ ہُن تھی اور باقی اور ملک جو اسکی جاگیر میں پادشاہ کی طرف سے دیا گیا اس پاس تھا دوم دفعہ اسکے آٹھ برس کے بیٹے سنبھاجی کو منصب پنجہزاری ملا۔ شرائط صلح میں ایک بڑی بات جو سیواجی نے چاہی وہ یہ تھی کہ بیجاپور کے ممالک مقبوضہ سے کچھ خراج وصول کرے غالباً اسکی یہ درخواست اس سبب سے تھی کہ وہ ملک نظام شاہی میں وراثت کا ادعا کرتا تھا اور پادشاہ کو جو کچھ ملک اُسنے دیا تھا اُسکا معاوضہ چاہتا تھا

گھاٹ پر بعض اضلاع تھے انکی مالگذاری پر چوتھ یعنی چوتھائی حصہ اور سردیس یعنی دسواں حصہ وہ خود حاصل کرنا چاہتا تھا اور اسکا اسکو ایسا شوق تھا کہ اسکے ملجانے پر وہ راضی تھا کہ تین لاکھ روپیہ سالانہ قسط کے حساب سے چالیس لاکھ روپیہ بطور پیشکش کے ادا کرے مگر عالمگیر نے یہ شرط منظور نہیں کی۔ باقی شرائط صلح کی منظوری کا فرمان بھیجدیا۔

عالمگیر نامہ میں مقبوضہ ۲۳ قلعوں کے نام یہ لکھے ہیں (۱) پورندہر (۲) رورمال (رودرمل) (۳) گنڈانہ (۴) کھنڈاکلہ (۵) لوہ گڈھ (۶) ایسا گڈھ (۷) پٹنگی (۸) تکونہ (۹) روہیڑہ (۱۰) ناروردگ (۱۱) مامولی (۱۲) بھنداردرگ (۱۳) پکس کھول (۱۴) روپ گڈھ (۱۵) بکٹ گڈھ (۱۶) مورنجن (۱۷) مانک گڈھ (۱۸) سردپ گڈھ (۱۹) ساکر گڈھ (۲۰) دوک گڈھ (۲۱) انکولہ (۲۲) سون گڈھ (۲۳) مان گڈھ ۔ ۱۹ ذی الحجہ کو قلعہ پورندھر کی فتح ہونے کی اور سیواجی کے آنے کی کیفیت مہاراجہ جے سنگ کی عرضداشت سے بادشاہ کو معلوم ہوئی تو اُسنے شادیانے بجوائے اور راجہ کو خلعت خاص و شمشیر خاصہ و جاہ منصب سے سرفراز کیا اور اور امرا کو جو اس مہم میں شریک تھے نہال کردیا۔

شاہجہاں کی علالت کے وقت اورنگ زیب علی عادل شاہ کے درمیان جو معاملہ ہوا تھا وہ یاد ہوگا کہ علی عادل شاہ نے ایک کروڑ روپیہ پیشکش ادا کرنیکا وعدہ کیا تھا۔ جب اورنگ زیب دکن سے چلا آیا۔ داراشکوہ و شجاع کے ساتھ لڑائیوں میں مصروف ہوا تو والی بیجاپور نے پیشکش کے بھیجنے میں تعلل اور تاخیر کی اور ایک مدت لیت و لعل و لطائف الحیل و معذرتوں میں گذاری۔ جب فرمان شاہی ادا پیشکش کی تاکید میں جاتا تو بیجا بہانے اور ناروا عذر بناتا۔ باوجودیکہ حکام ماضیہ کے اندوختے جمع تھے لیکن وہ اپنی ناداری بتاتا اور شرمساری دکھاتا۔ باوجود ان تقصیرات کے جب سیواجی نے اسیر غلبہ و استیلا پایا اور اُسنے بعض قلعوں کو تنگ کیا جو اسکے قریب الجوار تھے قریب تھا کہ وہ عظیم الشان قلعہ پنالہ کو فتح کرلیتا تو متواتر عادل خاں نے عرائض بھیجیں کہ سیواجی

کہ کسی طرح تسلط رفع ہو۔ اور میں اب پہلے اور حال کی پیش کش بھیجتا ہوں پادشاہ نے سیواجی کو فرمان بھیجا جسمیں بہت کچھ اسکو دھمکایا اور افواج دکن کو لکھ بھیجا کہ سیواجی کی تنبیہ و تادیب میں معروف ہو۔ سیواجی افواج شاہی کے مدافعت میں اور اپنے قلعوں اور ولایت کی محنت میں معروف ہوا۔ عادل خاں اسکے شر سے محفوظ ہو گیا۔ لشکر شاہی کے سرداروں کی سوء تدابیر سے اور کچھ اور موجبات و اسباب سے اس مہم میں امتداد ہوا۔ اور کچھ گڑبڑیاں اُسمیں پڑ گئیں۔ جب سیواجی اور زیادہ خیرہ ہو گیا تو پادشاہ نے عادل خاں کو فرمان لکھا کہ وہ اپنی فوج سیواجی کے دفع کرنے کیلئے تعین کرے ایک طرف سے لشکر شاہی اسکے استیصال و دفع میں کوشش کرے اور دوسری طرف سے لشکر بیجاپور اسکا قلع و قمع کرے۔ عادل خاں نے پادشاہ کے حکم سے سیواجی کی حدود میں کچھ لشکر تعین کیا جس سے ظاہر میں یہ معلوم ہوا کہ وہ پادشاہ کی اطاعت کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ سمجھتا تھا کہ سیواجی کے فساد کا مٹنا بالکل میری خرابی حال کا مقدمہ بنے گا۔ وہ یہی بہتر جانتا تھا کہ لشکر شاہی اور اہل بیجاپور کے درمیان سیواجی حائل رہے اسلئے اُس نے اپنی مصلحت کار کے لئے اسکے ساتھ یک دلی و موافقت کے نامہ و پیام و عہود و مواثیق شروع کئے اور اسکے ساتھ متفق و ہمداستان ہوا اسکی امداد میں کوشش کی اور اقطاعات حوالہ کئے نقود اور اور مایحتاج بھیجے اور قطب الملک والی گولکنڈہ کو اسکی مدد و کمک کیلئے آمادہ کیا کہ اسکو روپیہ بھیجے اور باوجود ان حرکات کے پادشاہ کو بھی عرائض بھیجتا اور اپنے صدق عقیدت و رسوخ ارادت ظاہر کرتا۔ پادشاہ کو جب یہ سارا حال معلوم ہوا تو اُسنے راجہ جے سنگھ کو حکم بھیجدیا کہ اب سیواجی کی مہم سے تم کو فراغت ہوئی۔ سیواجی سے جو تم کو قلعے اور ولائتیں ہاتھ آئیں ہیں ان کا بندوبست کرکے بیجاپور کی ولایت کی تاخت و تاراج کرو اور بیجاپور کے نیچے جاکر اُس کا محاصرہ کرو اور جو کچھ اسکے ملک سے ہاتھ آئے اُسے لے لو کہ عادل خاں خواب غفلت سے بیدار ہو۔

جب پادشاہ نے راجہ جے سنگھ پاس یہ فرمان بھیجا تو پادشاہ کو جشن وزن شمسی چہل و ہشتا

سال کے دن معلوم ہوا کہ عادل خاں اپنے سوابق جرائم و تقصیرات کو دیکھکر خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور لشکر کے متعین ہونے سے اُسکے دل میں خوف پیدا ہوا تو ملا احمد نائتیہ کو اپنے اصلاح کار و مراسم ندامت و اعتذار و تجدید مراتب قول و قرار کے لئے راجہ جے سنگھ پاس بھیجا۔ یہ ملا عربستان کے شرفا و نوآمد میں سے تھا۔ وہ فضیلت و استعداد کے کمال سے آراستہ تھا۔ بحسب ظاہر تو سفارت کے لئے عادل شاہ کے پاس سے آیا تھا اور اصل میں اسکا ارادہ پادشاہ کے پاس جانے کا تھا اور اس کی نوازش و فضل و کرم کا امیدوار تھا۔ راجہ جے سنگھ نے جب پادشاہ کو اُس کے آنے کا اور اُسکے ارادہ کا حال لکھا تو پادشاہ سے اُس کو منصب شش ہزاری شش ہزار سوار سے سرفراز کیا اور اپنے پاس بُلایا اور راجہ کو خفیہ کہلا بھیجا کہ جب وہ حضور میں آئے گا تو سعد اللہ خاں کا خطاب پائیگا اور فراخور استعداد عمدہ خدمت پر سرفراز ہوگا لیکن وہ پادشاہ پاس نہیں پہنچنے پایا تھا کہ احمد نگر کی راہ ہی میں سفر آخرت پیش آیا۔ پادشاہ نے اسکے بیٹے اسد اللہ کو بُلایا اور جب وہ آیا تو منصب ہزاری و پانصدی و خطاب اکرام خاں سے سرفراز کیا۔

تبت میں پادشاہ کا خطبہ اور سکہ جاری ہونا

مرزبان تبت و لدن بخل سرکشوں کے گروہ میں تھا اور کشمیر کے صوبہ دار سے رجوع نہیں کرتا تھا اور پادشاہ کا سکہ و خطبہ جاری نہیں کرتا تھا۔ پادشاہ نے سیف خاں حاکم کشمیر کو حکم صادر کیا کہ کسی معتمد فہمیدہ کار کی معرفت اس پاس پیغام نصیحت آمیز بھیجے کہ وہ راہ ضلالت سے بازگشت کرے اور اطاعت قبول کرے اور خطبہ و سکہ شاہی جاری کرے اور مسجد اسلام بنائے اور کفر سے باز رہکر شاہراہ ہدایت پر آئے اور اسکو پادشاہی عنایت کا امیدوار کرے اگر وہ یہ باتیں نہ مانے تو اُسپر چڑھائی کرے اور اُسکے ملک کو پامال کرے اور اسی مضمون کا وعدہ و وعید زیر فرمان و لدن بخل مرزبان کے نام صادر کیا سیف خاں نے حکم اور فرمان بھیجنے کے بعد محمد شفیع

ملازم شاہی کو فرمان مذکور دیکر تبت روانہ کیا۔ مرزبان نے اس فرمان کو سنکر اول تو فاسد فکر کئے لیکن آخر کو اپنی بہبود کار پادشاہ اسلام کے حکم کی اطاعت میں جانی پہلے ہی جمعہ کو اہل شہر کو سواد تبت سے باہر جمع کیا۔ پادشاہ محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر غازی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور خطیب کے سر پر سونے چاندی کے پھول نچھاور کئے اور خلعت فاخرہ دیا اور مسجد بنائی جسکا نقشہ اور دوہزار اشرفیوں اور نوہزار روپیہ کے تازہ سکہ عالمگیری کے نام کے اور اس ولایت کے تحفے حضور میں بھیجے۔ عرضداشت مع نذر فرمان کے جواب میں کمال رسوخیت وعبودیت ظاہر کرکے محمد شفیع کے ہاتھ روانہ کی اور محمد شفیع اور اسکی ہمراہیوں کی خدمتگاری شایستہ کی

تبت کا بیان

سرزمین تبت میں اکثر ویرانہ اور لاحاصل دشت ہیں کہ کشت وکار کے قابل نہیں۔ اور انسے محصول کچھ نہیں حاصل ہوتا لیکن طول میں سوائے بیجاپور کے کوئی صوبہ اسکو نہیں پہنچتا چار پانچ مہینے کی راہ ہے اور عرض اسکا بعض جگہ یک ماہ اور بعض جگہ ڈیڑھ مہینے کی راہ ہے اور ہندوستان میں اسکی وسعت کی برابر کوئی صوبہ نہیں ہے۔ لیکن محصول اسکا اسقدر کم ہے کہ اور صوبوں کے ایک بڑے پرگنے سیر حاصل کی برابر ہے اور کوئی مکان لامنفع اس کی برابر نہ ہوگا۔ اسلئے کسی پادشاہ نے وہاں خطبہ وسکہ جاری کرنے کا حکم نہیں کیا۔ ان دنوں میں حکم کے بموجب شاہزادہ محمد معظم دکن سے آیا اور اپنا نونہال معزالدین ہمراہ لایا۔ اسی سال میں شاہ جہاں کا بھی انتقال ہوا۔ جسکا بیان ظفرنامہ میں مفصل کیا گیا۔

ولایت رخنگ کے فتح ہونے کا بیان

ولایت رخنگ جو عبارت ولایت اراکان سے ہے بنگالہ کی سرحد سے متصل ہے وہاں ایک قوم مگھ رہتی ہے وہ فرصت وموقع دیکھکر نوارہ اور توپخانہ اور جمعیت کو ساتھ لیکر سرحد بنگالہ پر آتے جو مواضع اُنکے سرراہ پڑتے اُنکے رہنے والوں اور رعایا کو ستاتے۔ اگرچہ ان ندی اور دریاؤں کے کنارہ پر جنمیں انکی آمدورفت ہوتی تھی

حادث کے وسطے قلعے اور تھانے بنادئے گئے تھے اور کام کے آدمی وہاں مقرر کردئے تھے۔ اور
ہمیشہ دریاؤں پر نواڑہ پادشاہی سیر کرتا تھا اور ان کی دستبردی کی خبر رکھتا تھا مگر ان کو رعب
آب پر حرب و پیکار میں کثرت مزاولت سے بڑا ملکہ و مہارت ہے اور انکی جنگی کشتیاں سامان تیز چلنے
و متانت و استحکام کے اعتبار سے نواڑہ بنگالہ پر مزیت رکھتی ہیں۔ انکی راہ جسارت بالکل مسدود
ہوئی تھی جب انکو قابو ملتا تھا سواحل کی رعایا و رہنے والوں پر وہ دست درازی کرتے۔ اور
اسکا مال اسباب لوٹ لیتے اور ہندو مسلمان زن و مرد کو قید کرکے لیجاتے اور بعض اوقات
ولایت شاہی میں آنکر بڑی خرابی مچاتے۔ چنانچہ ایک دفعہ وہ جہانگیر نگر میں بہت لوٹ مار کرکے
بہت آدمیوں کو قید کرکے لے گئے تھے۔ جب عالمگیر کو معلوم ہوا کہ انکا نواڑہ سرحد بنگالہ پر آگیا ہے
تو اُسنے صوبہ بنگالہ کے سپہ دار شائستہ خاں کو حکم بھیجا کہ وہ ایسے نئے قلعے بنائے اور تھانہ بٹھائے
کہ ولایت بادشاہی میں قوم مگھ کے آنے کی راہ بالکل مسدود ہوجائے۔ اور بعد اسکے وہ ولایت
رخنگ میں قلعہ چاٹگام کو فتح کرے وہ ملک رخنگ کی فتح کی کُنجی ہے۔ اُسپر تصرف کرنیسے ولایت
بنگالہ پران کی دست اندازی بند ہوجائگی سپہ دار بادشاہ کے حکم کی تعمیل کے لئے مستعد ہوا۔ تھانہ
سنگرام گڈھ و بھلوہ و چکدیہ سے پرے دریا رشور کے متصل تھانہ نواکھالی تھا۔ وہانسے چاٹگام
قریب تھا۔ ملک پادشاہی میں مگھ کا نواڑہ اُسکے قریب ہوکر آتا تھا۔ اور وہانسے اس نواڑہ کی کیفیت
و کمیت ساری نظر آتی تھی۔ ابراہیم خاں کی صوبہ داری کے عہد میں لشکر شاہی کی جماعت محافظت
کرتی تھی اسلئے امیر الامرا نے اس تھانہ کے استحکام کو مقدم جانا اوائل سفر میں اپنے نوکر سعید
افغان کو پانسو تیر انداز و تفنگچی پیادوں کے ساتھ اسکی حراست کے لئے بھیجدیا تھانہ سنگرام گڈھ
جسکو اب عالمگیر نگر کہتے ہیں اور وہاں دریا جُدا ہوتے ہیں اور وہ مگھ کا گذرگاہ ہے وہاں محمد
شریف فوجدار بندر ہگلی کو پانسو برق انداز و تیر اندازوں اور ایک ہزار پیادوں کے ساتھ تھانہ دار مقرر
کیا۔ اور چھوٹی بڑی بیس توپیں بھیجدیں اور محمد بیگ اباکش و ابوالحسن کو نواڑہ دیا کہ وہ باری
باری سے سری پور میں دریا میں پھرا کریں۔ سری پور سے عالمگیر نگر تک ۲۱ کروہ کا فاصلہ ہے

اسپرآل بنائی کہ برسات کے موسم میں آمد ورفت ہوسکے اور کومک اور آذوقہ کی راہ نہ بند ہو۔ سوندیپ
کا مختار دلاور تھا وہ بظاہر تو پادشاہ کی اطاعت کرتا تھا اور در پردہ اپنی مصلحت کار کے لئے
قوم مگھ سے اتفاق رکھتا تھا اسکو ابوالحسن نے لکھا کہ وہ رو سے آپ پر نوارہ کی سیر میں مشغول ہو جائے
اُس نے وعدہ کیا کہ میں نواکھالی میں عنقریب ملجاؤنگا۔ جب اُسنے وعدہ پورا نہیں کیا تو وہ
خود سوندیپ کا عازم ہوا۔ جب وہ اس سرزمین میں آیا تو دلاور جنگ سے پیش آیا
ابوالحسن نے اسکو مغلوب کیا تو وہ اس جزیرہ کے قلعہ میں محصور ہوا۔ لشکر شاہی نے
قلعہ کو جبراً و قہراً لے لیا تو وہ جنگل میں جاکر چھپا اور اپنے متفرق آدمیوں کو جمع کر کے
سات آٹھ ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ ابوالحسن سے لڑا۔ دو زخم کھاکر جنگل میں بھاگا۔
بہت آدمی اسکے اور تھوڑے آدمی شاہی ضائع ہوئے۔ اس اثنا میں خبر آئی کہ رخنگ
کا نوارہ آیا ہے۔ ابوالحسن پاس اتنے آدمی نہ تھے کہ وہ اس نوارہ سے لڑنے کو جاتا
اور جزیرہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ جاتا۔ اسلئے وہ سب اپنے آدمیوں اور نوارہ کو
لیکر لڑنے کے لئے آیا رخنگ کی سپاہ نے جنگ میں مصلحت نہ دیکھی وہ اپنے
نوارہ کو ایک طرف لے گئے۔ ابوالحسن بھی اپنی مصلحت دیکھکر نواکھالی میں آگیا۔ جب
امیرالامرا کو اسکی خبر ہوئی تو اسنے ابن حسین داروغہ نوارہ اور راو سامر منصبداروں کو
ایک ہزار پانسو آدمی توپخانہ کے اور چار سو سوار اپنے تابینیوں کے ابوالحسن کی کمک کے
لئے بھیجے اواسط جمادی الآخرہ میں ابوالحسن نے جاکر جزیرہ سندیپ کو فتح کرلیا اور دریا
کے کنارہ پر نئے قلعے مخالفوں نے بنائے تھے۔ اُن پر قبضہ کرلیا۔ دلاور کے بہت آدمی
مارے گئے اسکا بیٹا شریف زخمی ہو کر دستگیر ہوا۔ دلاور جنگل میں ایک اپنی پناہگاہ
میں چلا گیا اسکے آدمی جو لومڑیوں کی طرح جنگل میں چھپے تھے۔ پادشاہی لشکر نے
انکا شکار کیا اور دلاور کو مع اہل و عیال دستگیر کیا اور بانوے آدمی اسکے مرد و زن منور
زمیندار کے ساتھ امیرالامرا پاس بھیجدئے جزیرہ کی حراست عبدالکریم برادر رشید خاں

کے سپرد کی ۔ دو سو سوار اور ایک ہزار پیادے بندوقچی مقرر کردئے چاٹگام کی فتح کے لئے ان فرنگیوں کی استمالت مقدمات ضروری میں تھی جو وہاں سکونت اور زمیندار رخنگ سے موافقت رکھتے تھے اُن کو خطوط وعدوں کے لکھے گئے اور اُن فرنگیوں کو جو ولایت بنگالہ میں رہتے تھے کہ وہ اپنی تحریروں کے ساتھ چاٹگام کے فرنگیوں پاس بھیجدیں ۔ اتفاقاً ان نوشتوں میں سے چند کرام کبری کے ہاتھ پڑ گئے جسکو زمیندار رخنگ نے سوندیپ لینے کے لئے بھیجا تھا اُسنے ان نوشتوں کو زمیندار رخنگ پاس بھیجدیا ۔ اسلئے وہ فرنگیوں سے بے اعتقاد ہو گیا ۔ اسنے کرام کبری کو لکھا کہ اس فریق کو مع متعلقوں کے چاٹگام سے رخنگ کو بھیجدے ۔ فرنگیوں کو جب اسکی اطلاع ہو گئی تو وہ اہل رخنگ سے مخالفت ومحاربہ پر تیار ہوئے اور ان کی کشتیوں کو جلا کر مع اپنے کُل اتباع اور کشتیوں کے ولایت بنگالہ میں بادشاہی ملازمت کے لئے آئے ۔ ۱۲ جمادی الآخرہ کو پچاس جلبہ فرنگی کہ توپ وتفنگ اور تمام آلات جنگ سے پُر تھے اور چاٹگام کے فرنگیوں کا کل گروہ تھانہ نوا کھالی میں داخل ہوا ۔

فرہاد خاں تھانہ دار بھلوہ نے اُنکے چند سردار امیر الامرا پاس بھجوائے باقی کو اپنے پاس رکھا امیر الامرا نے انکی بڑی خاطرداری کی اور اسکو چاٹگام کی فتح کے لئے تائید آسمانی سمجھا امیر الامرا نے اپنے بیٹے بزرگ امید خاں کو دو ہزار سوار اپنے تابینوں اور چند امرا منصبدار کو اس مہم کے لئے مقرر کیا اور ۲۷ ماہ مذکور کو رخصت کیا ۔ فرنگیان چاٹگام کا سرگروہ کپتان مور تھا وہ بھی اس مہم میں شریک کیا گیا اور کمال پسر زمیندار سابق رخنگ جو آزردہ ہو کر بادشاہ کی اطاعت میں آیا تھا ۔ وہ بھی اپنے قوم کی سرگروہی کا امیدوار ہو کر اس مہم میں شریک ہوا یہ سارے لشکر چلے ۔ دشمن سے ۲۲ رجب کو چاٹگام کے قریب لڑائی ہوئی ۔ دوسری جانب میں بھی کچھ فرنگی آ گئے تھے ۔ بادشاہ کی طرف کپتان مور تھا ۔ خلاصہ یہ ہے کہ خوب لڑائیاں ہوئیں طرفین کے آدمی مارے گئے اور ولایت قلعہ چاٹگام

بادشاہی سپاہ نے فتح کرلیا عالم چاٹگام جو زمیندار رخنگ کا بھتیجا اور بھائی تھا مع بیٹے اور خویشوں اور تین سو پچاس آدمیوں کے گرفتار ہوا۔ اور ایکسو بتیس کشتیاں اور ایکہزار چھبیس توپیں چھوٹی بڑی آہنی و برنجی اور انکے موافق توپخانہ کا اور سامان مع تین ہتھیلے کے سرکار شاہی میں ضبط ہوا۔ سنگرام نگر کا نام عالم نگر اور چاٹگام کا نام اسلام نگر رکھا گیا جس سرزمین میں کہ ابتک آفتاب نور محمدی نہیں چمکا تھا اسمیں اذان دیگئی۔ بزرگ امید خاں نے فتح نامہ مع قیدیوں کے حضور شاہی میں بھیجا اور مورد عنایت ہوا۔

سوانح سال نہم جلوس ۱۰۷۶ھ

بادشاہ نے شروع جشن میں نواب قدسیہ بیگم صاحبہ کے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ پر تین لاکھ روپیہ کا اضافہ کیا اور دس ہزار اشرفی نقد مرحمت کیں۔ اشرفی کا بھاؤ سترہ روپیہ کا تھا اور شاہزادہ محمد معظم کو دو لاکھ روپیہ نقد دئے اور دو ہزار سوار کا اضافہ کیا۔ اور اس طرح اور بادشاہزادوں و بیگموں کا اضافہ ہوا اور انکو نقد روپیہ عنایت ہوا۔

ولایت بیجاپور کی تاخت و تاراج اور دکنیوں سے لڑائیاں

ہم اس مہم کا حال آغاز سے انجام تک بہ تفصیل یکجا لکھتے ہیں۔

جب راجہ جے سنگھ سیواجی کی مہم سے فارغ ہوا تو ۲۲ جمادی الاولی سال گذشتہ کو مع کل افواج اور دلیر خاں و داؤد خاں و راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خاں و سیواجی قلعہ پورندھر سے مقصد کی طرف راہی ہوا۔ راجہ جے سنگھ پاس بارہ ہزار سوار تھے وہ قول میں رہے۔ سیواجی پاس پندرہ سو سوار اور سات ہزار پیادے تھے اور وہ قول کے دست چپ میں متعین ہوا اور دلیر خاں کو ہراول سپرد ہوا اور سات ہزار سوار اسکے ساتھ ہوئے۔ داؤد خاں کو برانغار حوالہ ہوا۔ چھ ہزار سوار اسکی ہمراہی کے لئے مقرر ہوئے۔ راجہ رائے سنگھ سیسودیہ کو جرانغار سپرد ہوا۔ چھ ہزار سوار سے زیادہ اسکو سپرد ہوئے۔ قطب الدین خاں کو چنداول کی۔ کیرت سنگھ کو التمش کی اور فتح جنگ خاں کو ... [illegible]

قراولی کی سرداری علی شہسوار خاں اور ترک تاز خاں کو یہ خدمت سپرد ہوئی کہ لشکر کے دائیں بائیں طرف دور دور قراولی کرتے ہیں۔ دو منزل لشکر چلا تھا کہ بہلول خاں کا پوتا ابو محمد جو عادل خاں کے سرداروں میں تھا اپنے آقا سے جدا ہو گیا اور راجہ سے آن ملا اور شریک کار بلکہ ولایت بیجاپور کے فرماں روا اور باشندوں کے ملک و جان و مال کے استیصال کا رہنما بنا۔ پادشاہ کو جب اسکے آجانیکا حال معلوم ہوا تو اُسکو پنجہزاری چہار ہزار سوار کا منصب عطا کیا۔ وہ لشکر کی جانب یمین میں طرح مقرر رہا۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ لشکر کی موجودات سے معلوم ہوا کہ تیس ہزار قلمی اور ۲۰ ہزار موجودی تھے۔ ۲ جمادی الآخر کو لشکر سے دس کوس پر قلعہ پلٹن (پھل تن) ولایت بیجاپور کی سرحد پر تھا۔ نیتاجی لشکر کے ساتھ اس کی فتح کے لئے بھیجا گیا۔ جب نیتاجی قلعہ کے نیچے آیا تو اہل قلعہ نے خوف کے غلبہ سے قلعہ خالی کر دیا اور خود بھاگ گئے۔ راجہ نے ماروجی اور بہلادجی کو قلعہ کی حراست سپرد کی۔ ۱۱ رکو وریا، بیرا پر لشکر پہنچا۔ یہاں سے قلعہ پلٹن قریب تھا۔ راجہ اسکی سیر کو گیا حاجی خاں یہاں کا زمیندار اسکی خدمت میں آیا اور مورد عنایت ہوا۔ نیتاجی کو قلعہ منگل بیدھر (منگل ویرہ) کی فتح کے لئے بھیجا وہ بیجاپور سے ۱۶ کروہ جریبی پر تھا۔ اور سیواجی نے راجہ کے اشارہ سے سپاہ کو قلعہ نانفورن (ٹاٹ توڑا) کی فتح کے لئے بھیجا تھا۔ وہ پلٹن سے سات کروہ پر تھا آج اسکی خبر آئی کہ اہل حصار کی استمالت کر کے لشکر شاہی کے فرستادوں نے اُسے لیلیا۔ اب لشکر شاہی کوچ بکوچ آگے متوجہ ہوا۔ ہر روز وہ اپنی صفیں لڑائی کے لئے آراستہ رکھتا۔ آئین و قواعد کے ساتھ سفر کرتا۔ چند منزلیں طے کی تھیں کہ خبر آئی قلعہ کیاون کو جو ان حدود میں تھا لشکر شاہی کے خوف کے مارے اسکے آدمی خالی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ راجہ نے مسعود خاں کو سیواجی کے لشکر میں سے تین سو بندوقچیوں کے ساتھ کے قلعہ کی حراست حوالہ کی ۲۰ رکو لشکر کا مقام تھا کہ خبر آئی کہ جب نیتاجی قلعہ منگل بیدھر کے نیچے پہنچا تو اہل قلعہ نے اپنے تئیں لڑنے کی سکت نہ دیکھی۔ راجہ اودت سنگھ

بعدور کو قلعہ کی حراست اور سرفراز خاں کو مضافات کی فوجداری حوالہ کی گئی - راجہ اس استوار حصار کو دیکھنے گیا - یہ قلعہ نرا پرانا سنگ و اہک کا بنا ہوا ہے - ایک توپ آہنیں اور دس زنبورک اور تین سو بان اسمیں تھے - راجہ نے توپ انداز اور بان دار مقرر کرکے بندوبست کیا اور غلہ ذخیرہ کیواسطے بھیجا - خلاصہ یہ ہے کہ تعلقہ بیجاپور کا جو قلعہ نظر آتا تھا وہ سرسواری یا چند دنوں کے محاصرہ کے بعد فتح ہوجاتا تھا - قلعہ گیری میں سیواجی اور نیتاجی تجربہ کار کامل عیار شمار کئے جاتے تھے ۲۵ کو اثنار سفر میں دشمنوں کا قراول دور سے نمودار ہوا - رات کو آنکر اُسنے لشکر شاہی پر چند بان مارے لشکر شاہی نے اسکی مدافعت میں کوشش کی مخبروں نے خبر دی کہ پانچ کوس پر غنیم کا بڑا لشکر پڑا ہے تو راجہ نے مقام کیا اور دلیر خاں راجہ رائسنگہ و قطب الدین خاں و قباد خاں و کیرت سنگ و فتح جنگ و ابوالمحمد و سیواجی کو دشمن کی تنبیہ و تادیب کے لئے بھیجا تو غنیم اُس لشکر کی روانگی کی خبر سنکر چیت بنا - افواج شاہی کو وہ لشکر نہ ملا اسکی جگہ خالی پائی - جب وہ اُسکے سُراغ میں آگے چلا تو بارہ ہزار کے قریب لشکر غنیم سامنے آیا جسکے سردار شرزہ خاں مہدوی اور ابوالمحمد نبیرہ رالیسر بجیتر و خواص خاں و جادوں رائے کلیانی و انکوئی بھوسلہ تھے - دلیر خاں و راجہ رائے سنگہ و کیرت سنگہ انپر لشکر لے کر دوڑے لشکر شاہی کے سامنے انکے پاؤں نہ جمے - عرصہ نبرد سے بھاگ گئے اپنی عادت کے موافق قزاقی و حیلہ وری کی جستجو میں ہوئے - وہ متفرق ہوکر چار فوجوں میں منقسم ہوئے ایک جوق میمنہ کی سمت میں اور ایک قشون میسرہ کی طرف ایک فریق قول کے پیچھے آیا ایک جماعت کی فوج قراول سے لڑائی ہوئی اور فوجوں میں بھی خوب زد و خورد ہوئی دشمن کو قرار نہ ہوا فرار لیا - اس لڑائی میں یاقوت حبشی جو غنیم کا عمدہ سردار تھا ہلاک ہوا - اور پندرہ اور نامی آدمی مارے گئے اور علم و چتر و اسباب و ہتیار بہت کشتوں سے لشکر شاہی کے ہاتھ آئے - دلیر خاں اور اور بہادروں نے بھی دشمنوں پر حملہ کیا اور ان کو مارا - دلیر خاں بڑی بہادری سے لڑا اور اُسنے دشمنوں کو متفرق اور پراگندہ کردیا - لڑتے لڑتے شام ہوگئی - لشکر شاہی سے چھ کروہ مسافت طے کی تھی اسلئے تعاقب

میں مصلحت نہ جانی۔ سیواہ اپنی لشکرگاہ میں آئی جب غنیموں کو لشکر کی معاودت کی خبر ہوئی
تو وہ فرار کو چھوڑ کر لشکر شاہی کے دو طرف نمودار ہوئے اور شوخی کرکے لشکر شاہی پر بان مارنے
شروع کئے جب لشکر شاہی انپر حملہ کرتا تو وہ ہوا ہو جاتے تھے۔ اِسکے بعد آنکر شوخی کرنے
لگتے۔ سیواجی فوج کیساتھ نیتاجی چنداول میں آتا تھا کہ غنیم نے اُسپر حملہ کیا اور ایک جمع
کثیر نے اِس پر ہجوم کیا۔ نیتاجی انکی مدافعت میں مشغول ہوا۔

کیرت سنگھ و فتح جنگ خاں نے مدد کرکے ترددات شائستہ کئے اور مخالفونکو بھگا دیا ماد و
کلیانی بندوق کی گولی سے مارا گیا۔ پھر غنیم نے راجہ رائسنگھ پر حملہ کیا۔ قطب الدین خاں
و کیرت سنگھ نے اُسکی کمک کی اور دشمنوں کا مُنہ پھیر دیا۔ اس تاریخ میں اُدیت سنگھ قلعہ دار
منگل بیدھ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ فتح سے پہلے غنیم کی تین فوجوں نے جو قریب چھ ہزار کے
تھیں وہ قصبہ منگل بیدھ پر حملہ آور ہوئیں اور دروازہ قلعہ کے سامنے صف بستہ کھڑی ہوئیں
راجہ جیسنگہ نے سرفراز خاں فوجدار کو احتیاط اور پیش بینی سے نصیحت کر دی تھی کہ اگر غنیم کا بڑا
لشکر سامنے آئے تو اُسکی مدافعت کے لئے پیکار نہ کرنا اور قلعہ میں چلے آنا مگر اس نے اس نصیحت
پر عمل نہ کیا۔ دشمن سے لڑا۔ اپنی اور اپنے چند ہمراہیوں کی جان کھو لی اور آدمیوں اور ہاتھیوں
کو زخمی کرایا۔ اس واقعہ سے اسکے بیٹے اور باقی سپاہ اور ہاتھی صلاح اندیشی سے قلعہ میں چلے آئے
حصار کے دروازہ تک دشمن آئے۔ برج و بارہ سے تیر و تفنگ انپر مارے۔ آخر کو وہ قلعہ کے
نیچے سے بھاگ گئے۔ راجہ نے ایک مقام کرکے ۲۹ کو کوچ کیا۔ غرہ رجب کو خبرداروں نے خبر
دی کہ غنیم کی ایک فوج نمودار ہوئی ہے۔ راجہ نے مقصود علی بیگ دانشمندی کو برسم قراولی
خبر کی تشخیص کے لئے بھیجا اُس نے واپس آنکر خبر دی کہ دشمن بہت تیز چلا آرہا ہے راجہ نے قباد خاں
و آتش خاں داروغہ توپ خانہ کو بنگاہ کی محافظت کے لئے بھیجا۔ راجہ رائسنگھ اور قطب الدین
خاں کو مقرر کیا کہ اپنی سپاہ کو لیکر لشکرگاہ سے باہر کھڑے ہوں خبرداری کریں۔ اور راجہ خود سپاہ
لیکر دشمن سے لڑنے کو روانہ ہوا۔ آدھ کوس گیا ہوگا کہ غنیم ابو المحمد پسر بجتر و شرزہ مہدوی

طلہ

دبیرو بہلول و خواص خاں لشکر عظیم کے ساتھ چلے آرہے ہیں۔ ایک فوج اُنکے ادھر پیچھے ہے جب وہ نزدیک آئے تو اپنی رسم و آئین کے موافق ایک جوق ہیں کو اور دوسرا فوج بہادر کو متفرق ہوا۔ طرفین سے بان و تفنگ کی جنگ شروع ہوئی۔ راجہ نے سبعارت سوار ونکو لڑنے کے لئے بھیجا۔ دشمن اپنی عادت معہود کے موافق روے گردان ہوئے جب کارزار کے پیش روانکے تعاقب میں پہنچے تو راہ گریز اُنپر تنگ ہوئے۔ بحکم ضرورت انہوں نے باگ موڑی اور شمشیر کی جنگ شروع کی سو آدمی اُنکے مارے گئے اور بہت سے مجروح ہوئے راجہ کے رجپوت بھی زخمی و کشتہ ہوئے آخر کار دکنی فرار ہوئے لشکر شاہی نے تین کروہ تک انکا تعاقب کیا۔ داؤد خاں کے مقابل میں جو فوج غنیم آئی اُسپر وہ غالب ہوا۔ راجہ سجان سنگہ کہ ہراول تھا اُسنے ترددات نمایاں کئے دلیر خاں نے دست چپ کی فوج پر حملہ کیا تھا۔ جب وہ مخالفوں کے قریب پہنچا تو قریب تھا کہ تفنگ و تیر کی کارزار سے نیزہ و شمشیر کی پیکار شروع ہو کہ غنیم عرصہ مقابلہ سے بھاگ گیا۔ دوم رجب کو بیجاپور سے پانچ کوس لشکر شاہی کی منزل ہوئی سات روز یہاں قیام ہوا۔ عادلخاں نے بیجاپور کے قلعہ میں جو متانت و اصانت و وسعت و حصانت میں شہرہ روزگار ہے۔ بہت سے محافظ مقرر کئے اور اسکو آلات و ادوات قلعہ داری سے استحکام تام دیا۔ سوار مقرری آدمیوں اور سابق محافظوں کے تیس ہزار کرناٹکی فراہم کرکے قلعہ میں داخل کئے گئے اور نورس پور تالاب کو خالی کیا۔ قلعہ کے گرد سب کنوؤں و باولیوں کو زقوم و خاک سے بھر دیا۔ غرض لشکر شاہی کو جو اسکی تخریب کرنی چاہی تھی وہ خود اُسنے کی۔ حکام بیجاپور کی رسم و آئین کے موافق وہ خود تو حصن حصین میں ہو بیٹھا اور اپنے سب سرداروں اور افواج کو باہر بھیجکر لشکر شاہی کی مدافعت و مقاومت کے لئے مامور کیا۔ عادل خاں کے اشارہ سے شرزہ مہدوی و سیدی مسعود و عزیز اور جنید اور اسکے لشکر کے سردار ولایت بادشاہی میں آئے اور شورش و فساد اُنہوں نے مچایا کہ اگر لشکر شاہی کا ارادہ قلعہ کے محاصرہ و تسخیر کا ہو تو اس خبر سے وہ متزلزل ہو کر محاصرہ سے ہاتھ اُٹھائے اور قلعہ کے نیچے سے چلا جائے اور عادلخاں کا لشکر قلعہ کے نواحی میں تھا منزل مذکور میں اسبابے کچھ غلہ کو دست راست میں اکاد کچھ لشکر

آگے مقرر کیا تھا اور دکنیوں کی ایک جماعت کو دست چپ میں اور ایک زمرہ عقب میں خبرداری
اور کہی کے اہتمام کے لئے مقرر کیا تھا۔ باری باری سے یہ جماعتیں اہل کہی کی خبرداری کیلئے
جاتی تھیں۔ ایک دن جادوں رائے اور راؤ دکنی آئین معہود کے موافق دست چپ کو جاتے تھے
کہ انہوں نے خبر کھینچی کہ غنیم کا غول نمایاں ہوا۔ راجہ کے اشارہ سے قطب الدین خاں رائسنگہ
اسطرف دوڑے دو کوس چلکر قراول غنیم سے آمنا سامنا ہوا۔ طرفین نے چند بان مارے شام تک
فریقین ایک دوسرے کی برابر کھڑے رہے جب رات ہوئی تو لشکر شاہی نے معاودت کی اسکے پھرتے
ہی مخالفوں نے جسارت وخیرگی کی۔ جوق جوق لشکر شاہی کیطرف آئے لشکر شاہی نے
انکی مدافعت کے لئے باگ موڑی۔ اول ایک جماعت بابا بھوسلہ اور شرزہ راؤ اور اور دکنیوں
کے جو راجہ رائسنگہ کے دائیں طرف تھی مقابلہ میں آئی راجہ مذکور نے دلیری اور دلاوری سے دشمنوں پر
حملہ کیا اور ہٹا دیا۔ ایک گروہ نے قطب الدین خاں کی فوج کی طرف رُخ کیا۔ راجہ جےسنگہ
نے اُسکی کمک کے لئے دلیر خاں وداؤد خاں وکیرت کو روانہ کیا اور خود فوج قول کے ساتھ
آمادۂ کار و مستعد پیکار دائرہ گاہ سے باہر کھڑا خبر کا انتظار کر رہا تھا نامبردہ ہا مذکور
قطب الدین وغیرہ سے راہ ہی میں ملے وہ دشمن کو ہزیمت دیکر اپنے لشکر کو واپس آتا تھا
چونکہ قلعۂ بیجاپور کا محاصرہ لشکر شاہی کی طرف مدنظر نہ تھا۔ اِسلئے وہ توپ خانہ سنگین جو اس
حصن حصین کے لائق ہو اور ادوات قلعہ کشائی ہمراہ نہیں لائے تھے۔ ولایت شاہی کی
سرحد سے لیکر قلعہ بیجاپور تک ملک کو افواج شاہی نے تاخت وتاراج کیا۔ قلعہ کی نواحی مضافات
میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مخالفوں نے تالابوں کو توڑا اور قلعہ کے اطراف میں
کنوؤں اور باولیوں کو خاک سے بھرا۔ اس نواحی میں کوئی اثر آب وآبادانی کا نہیں چھوڑا
تھا۔ پانی کی قلت تو تھی لشکر میں غلہ وآذوقہ بھی کمیاب ہوا۔ اِسلئے راجہ اور تمام خیر اندیش
دولتخواہوں نے صلاح دولت ومقتضائے مصلحت یہ جانا کہ دشمن کے اس لشکر کی تادیب تعاقب کیجئے جسنے ملک
شاہی میں آنکر فساد مچا رکھا ہے ۹ رجب کو لشکر شاہی نے نواحی بیجاپور سے قلعہ منگل بیدہ کیطرف کوچ پر

کوچ کیا ۱۵ ارکو دریاء بھیورہ کے کنارہ پر لشکر آیا۔ اُسدن راجہ صاحب ڈیرہ گاہ میں پہنچا تو وہ
بطریق معہود وصف بستہ کھڑا تھا۔ لشکر غنیم بطریق معہود چنداول کے عقب میں آتا تھا وہ یمین و
یسار میں نمودار ہوا۔ ایک فریق نے دلیر خاں کی طرف رُخ کیا اور دوسرے فریق نے داؤد خاں
کی طرف اور ایک قشون نے راجہ سجان سنگھ سے مقابلہ کیا۔ سب جگہ لشکر شاہی سے
مخالفوں نے ہزیمت اُٹھائی۔ اکثر اوقات دشمن فرصت میں اہل کہی پر دست اندازی کرتے تھے
لشکر شاہی انکو سزا دیتا تھا۔ ان دنوں میں راجہ جے سنگھ نے سیواجی کو قلعہ پنالہ کیطرف
تعین کیا تاکہ مخالف مذبذب ہو کر کچھ اسطرف مشغول ہوں۔ اور اگر ہو سکے تو قلعہ کو مسخر کرے
یہ معلوم ہوا کہ شرزہ مہدوی اور سردار جو ملک شاہی میں داخل ہوئے تھے وہ نبیرہ بہلول اور
ابو المحمد سے ملحق ہوئے ہیں بیرنیدہ کی جانب سے مخبروں نے خبر دی کہ سکندر برادر فتح جنگ خاں
وہاں سے لشکر شاہی کا عازم ہوا تھا وہ بیرنیدہ سے چار کروہ نیچے آیا تھا کہ شرزہ مہدوی اور
افواج غنیم نے خبر پاکر اسکو پیغام دیا کہ ہم سے ملاقی ہو اُسنے بمقتضاء صدق عبودیت و
رسوخ عقیدت، جواب دیا کہ ہماری تمہاری ملاقات کا محل میدان نبرد و عرصۂ کارزار ہے۔ دشمن
کے چھہ ہزار سواروں نے اُسے گھیر لیا۔ اسکے ساتھ نو سو سوار تابین اور ساٹھ سوار اور
تھے غرض وہ بڑی بہادری سے لڑ کر مارا گیا اسکا بیٹا زخمی ہوا اُسکو دشمنوں نے
میدان جنگ سے اُٹھا کر شولاپور بھیجدیا۔ راجہ نے انکے دفع کی تدبیر کے لئے چند روز قیام کیا
دیانت رائے کہ عادل خاں کے معتمدوں میں تھا وہ اسکی جانب سے راجہ پاس پیغام لایا جو مراسم
اعتذار و اظہار عجز و ندامت پر مبنی تھا۔ کچھ مرصع آلات بھی راجہ کو دئے۔ عبد العزیز خاں بخاری
کو منگل بیدہ کی قلعہ داری پر مقرر کیا تھا اور اودت سنگھ قلعہ دار سابق کو بھی اسکی ہمراہی میں
تعین کیا اس حصار کے حفظ و حراست کا شائستہ سامان تیار کیا اور یہ تجویز کیا کہ افواج کے
ساتھ خود شولاپور اور بیرنیدہ کے درمیان وہ قیام کرے اور وہاں احمال و اثقال کی تخفیف
کرکے سبکبار ہو اور ولایت بیجاپور کو دوبارہ جاوے۔ ۲۰ کو دریا پار سفر کیا۔ معلوم ہوا کہ سیواجی

نے قلعہ پنالہ کے نیچے جا کر اواخر شب میں اپنی سپاہ سے اسپر یورش کی محصورین بھی خبردار اور آمادہ پیکار تھے۔ سخت لڑائی ہوئی مگر کچھ کام نہ بنا۔ وہاں سے سیواجی اپنے قلعہ کھیلنے میں چلا گیا جو قلعہ پنالہ سے بیس کروہ پر تھا۔ اسکا لشکر نیتاجی جدا ہو کر مخالفوں سے جا ملا اور لشکر شاہی موضع بوہری میں آیا جو اعمال پرنیدہ سے تھا اور ایک نالہ کے کنارہ پر لشکر کی منزل ہوئی اس نالہ سے گذر کے دلیر خاں و داؤد خاں کی فوجوں کے درمیان راجہ کھڑا تھا کہ غنیم کے لشکر بزرگ میں سے سات ہزار سوار جدا ہو کر راجہ اور داؤد خاں کے سامنے صف آرا ہوئے اور مابقی دلیر خاں کیطرف گئے۔ صبح کو راجہ نے کیرت سنگھ کو فوج التمش اور فتح جنگ خاں کو لشکر طرح کے ساتھ دلیر خاں کی امداد کو بھیجا۔ تھوڑی دیر میں سات ہزار سوار جو راجہ اور داؤد خاں کی برابر کھڑے تھے وہ بھی دلیر خاں کیطرف دوڑے اور اسپر ہجوم کیا۔ یہ حال دیکھکر راجہ بھی تول کی سپاہ لیکر خان دلیر خاں نے اپنی بہادری سے ہر دفعہ دشمن کا منہ پھیر دیا اور مغلوب کیا تو وہ سارے بھاگ کر راجہ اور داؤد سے لڑنے لگے۔ ایک سخت لڑائی ہوئی لشکر شاہی میں ہرناتھ کے اٹھ زخم لگے اور وہ اپنے ہمراہیوں سمیت مارا گیا اور نامور راجہ بھی زخمی ہوئے دکنیوں نے بڑی کوشش و آویزش کی۔ مگر آخر کو ناکام رہے اور بھاگ گئے لشکر شاہی نے دس کروہ تک اسکا تعاقب کیا اس لڑائی میں ایک سو نوے آدمی بادشاہی لشکر کے کشتہ اور ڈھائی سو آدمی زخمی ہوئے گھوڑے بہت مرے اور زخمی ہوئے اور دشمن کے چار سو مجروح و مقتول ہوئے اور خواص خان و شہباز خاں و سرداران فوج زخمی ہوئے۔ لشکر شاہی تین منزلیں طے کر کے قلعہ پرنیدہ سے آٹھ کروہ پر آیا اور بمقتضائے مصلحت یہاں چوبیس روز قیام کیا۔ متواتر یہ خبر آئی کہ قطب الملک عادل خاں سے متفق ہوا۔ چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اپنے سردار سرزہ کے ہمراہ پہلے بھیجے تھے اب اپنے خواجہ سرا نیک نام خان کی ہمراہ چھ ہزار سوار اور پچیس ہزار پیادے اس کی

امداد اور معاونت کے لئے بھیجے (خافی خاں لکھتا ہے کہ یہ خواجہ سرا ایران کے امرا میں سے تھا شاہ
عباس نے شراب کے عالم بیخبری میں ایک لونڈی کو بخش کر اسکے گھر بھیجدیا یہ پادشاہ کے غضب سے
بچنے کے لئے اپنے تئیں خصی بنایا اور اپنے ہاتھ سے معیوب ہوا۔ شاہ ایران کی بدظنی کے غلبہ سے
محفوظ رہنے کے لئے وہ دکن میں آیا اور قطب الملک کا مقرب ہوا) اسکی فوج بیجاپور سے چند
کروہ پر ٹھہری اور وہ خود عادلخاں پاس گیا۔

مسعود خاں قلعہ دار کہاون کی تحریر سے معلوم ہوا کہ غنیم کے سرداروں میں سے سیدی جوہر نے آنکر
قلعہ کا محاصرہ کیا تھا اتفاقاً اسکے ایک گولہ لگا تو وہ مرگیا اور اسکے رفیق متفرق ہوگئے۔ آٹھویں
ماہ مذکور کو اودت سنگھ بہدوریہ کا نوشتہ قلعہ منگل بیدہ سے آیا کہ غنیم کی فوج عظیم نے
قلعہ کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اسلئے راجہ نے داؤد خاں اور راجہ رائسنگھ و قطب الدین خاں کو بھیجا کہ
وہ دشمنوں کو قلعہ کے نیچے سے ہٹائیں ۱۹ کو خبر آئی کہ دشمنوں نے اس لشکر کی خبر سنکر قلعہ کا محاصرہ
چھوڑدیا اور وہاں سے چلے آئے۔ ظفرآباد و کلیانی و اوسروا دوگیر کے نوشتوں سے معلوم ہوا کہ نبیرہ
بہلول نے ملک پادشاہی میں آنکر ہل چل ڈال رکھی۔ نیتاجی نے جو سیواجی سے جدا ہوکر دشمن
سے جا ملا تھا بڑا فساد برپا کیا ہے لشکر شاہی نے ۲۵ کو نواحی پرینڈہ کوچ کیا۔ دھاراسیون
و بیجاپور کی راہ سے روانہ ہوئے کہ دوبارہ ولایت غنیم میں آنکر جسقدر ممکن ہو اسکی تخریب میں
کوشش کریں اور لشکر مخالف کی تنبیہ تادیب کریں۔ ماروجی بسونت رائے قلعہ پھلٹن میں
تھا اسکی تحریر سے معلوم ہوا کہ قلعہ مذکور میں پانی بہت کم ہے۔ اگر محاصرہ کا اتفاق ہوگا تو پانی
کی قلت کے سبب محصور تنگ ہونگے راجہ نے بمقتضاء مصلحت پھلٹن کو سیواجی کے خویش
مہداجی کو جاگیر میں دیدیا۔ وہ پادشاہ کے ملازموں میں تھا اور اسکو
وہاں بھیجدیا اور بسونت رائے کو اپنے پاس بلالیا موضع دوہوکی میں جو اعمال بیجاپور
میں سے تھا۔ ایک چھوٹا قلعہ مٹی کا تھا اور اسمیں معاندین کی ایک جماعت تھی۔ غالب خاں
اور ناروجی راگھو و دانش خاں اسکے نیچے توپ خانہ لے کر گئے اہل قلعہ پناہ

مانگ کر باہر چلے آئے۔ اسمیں ایک سو سپاہی اور دو سو رعایا تھی۔ شرزہ کو اس کی
حراست سپرد ہوئی۔ ۷ رمضان سنہ ۹ جلوس کو بیجاپور میں لشکر شاہی آیا۔ یہاں
آنکر معلوم ہوا کہ نبیرہ بہلول اور سپاہیوں نے ۲۸ شعبان کو قلعہ کلیان کا
محاصرہ کر رکھا ہے۔ اہل قلعہ نے ان پر توپ و تفنگ چلاکر ساٹھ آدمی اسکے مار
ڈالے۔ بہت آدمیوں کو مجروح کیا۔ نبیرہ بہلول ناکام قلعہ سے
ظفرآباد کی طرف چلا گیا۔ ۱۴ کو راجہ نے بیجاپور سے کوچ کیا۔ ۱۸ کو تلارک
سے چار کوس پر آیا اور دوسرے روز قلعہ کنجوتی کی طرف کوچ کیا
یہاں پہلے سے پیتنگ راؤ کو اس قلعہ کی فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا
اہل قلعہ نے اس کا مقابلہ کیا اور اسکے ایک ہاتھ کو زخمی کیا مگر اسنے بہت
آدمیوں کو زخمی و کشتہ کرکے قلعہ اور قصبہ لے لیا۔ راجہ کے اشارہ سے یہ قلعہ منہدم کیا
گیا۔ ۱۲ کو نیلنکہ میں لشکر آیا۔ یہاں ایک مٹی کا قلعہ نہایت مضبوط تھا اسکی فتح کے لئے
غالب خاں و تاجی وغیرہ بھیجے۔ وہاں چند روز اقامت کا اتفاق ہوا اور قلعہ کے محصوروں
نے حصار عافیت کو تنگ فضا دیکھکر اماں مانگی قلعہ لشکر شاہی کے تصرف میں آیا راجہ سلیمان
بیجاپوری یہاں کا قلعہ دار مقرر ہوا راجہ جیسنگہ نے بمقتضائے مصلحت و کارآگہی نیتاجی کی تالیف
قلب کرکے اسکو اپنے پاس بلالیا۔ دشمنوں سے اسکے ملنے کا حال پہلے لکھا جاچکا ہے۔ سیواجی
پادشاہ کے پاس جانا چاہتا تھا۔ راجہ نے پادشاہ کو اس باب میں لکھا تھا۔ پادشاہ نے سیواجی
کے نام فرمان لکھا کہ وہ تنہا قدمبوسی کے لئے حاضر ہو۔ وہ مع اپنے بیٹے سنبھا کے
پادشاہ پاس روانہ ہوا جسکا مفصل حال آگے پڑھوگے۔

نیلنکہ سے آگے دو کروہ پر اہل کہی کی حراست وتاجی کرتا تھا کہ شرزہ مہدوی نے وتاجی کو
گھیر کر مار ڈالا۔ اور رستم راؤ زخمی ہوا۔ اسکو دشمن اٹھا کر لے گئے۔ سید ریحان و
بسونت رائے بھی زخمی ہوکر مر گئے۔

ابوالقاسم پسر قباد خاں کے لشکر سے بھی لڑائی ہوئی اس پاس آدمی کم تھے دلیر خاں اسکی مدد کو گیا اُسنے ڈیڑھ سو کے قریب لشکر شاہی کے سپاہی مردہ دیکھے انکو اُٹھوا کے مسلمانوں کو زمین میں دبایا اور ہندوؤں کو جلایا۔ راجہ رائسنگھ بھی کمک کو گیا۔ دشمنوں نے فرار کیا۔ ۵ شوال کو لشکر نیلنگہ سے اوسہ کو روانہ ہوا۔ دشمن نے اپنی فوج کے تین حصے کئے تھے۔ ایک کا سردار شرزہ مہدوی تھا اور دوسرے کا کارفرما خواص خاں حبشی تیسرے کا سردار نبیرہ بہلول تھا۔ خبر آئی کہ شرزہ خاں فوج لیکر اہل کہی پر حملہ آور ہوا اور کچھ اونٹ لیگیا۔ باقی دو فوجیں داؤد خاں و قطب الدین خاں کے مقابل ہوئیں راجہ نے یہ خبر سُنکر دلیر خاں کمک کے لئے بھیجا اُسنے جاکر مخالفوں کو متفرق کر دیا اور آگے بڑھا لشکر میں داؤد خاں و قطب الدین نے دو آب کہی کو سالم روانہ کیا اور جمعیت خاطر سے لڑائی شروع کی اور بہت دشمنوں کو مارا۔ جب دشمنوں کی کمک کو اور فوج آگئی تو دلیر خاں ہاتھی سے اُترا اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ دشمنوں کو دو کوس بھگاتا اور مارتا ہوا چلا گیا۔ راجہ جے سنگہ نے خود سوار ہو کر رزمگاہ میں آیا۔ دشمن کی سپاہ اس سے لڑنے آئی۔ سب طرف مخالف قابو ڈھونڈھتے تھے اور جرأت کرتے تھے۔ کہی کی فوج اور چارپاؤں کو کمتر بلا آفت لشکر شاہی میں پہنچنے دیتے تھے لشکر شاہی نے انکو سب جانبوں میں ہرایا اور بھگایا اور سب فوجیں فتح پاکر اپنے لشکرگاہ میں آئی تھیں اس فتح میں دو سو سپاہیوں نے نقد جاں کھویا اور چار سو ینسٹھ آدمی زخمی ہوئے اور انسے دو چند آدمی لشکر مخالف میں مجروح و مقتول ہوئے۔ الیاس مہدوی مخاطب بہ شرزہ خاں جو اہل دکن کا مسلم دلاور اور فنون سرداری اور سپاہگیری میں ماہر تھا گولی اور تیر سے زخمی ہوا اور اسکا چھوٹا بیٹا بھی زخمی ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس آویزش میں گول کنڈہ اور بیجاپور کی سپاہ بائیس ہزار تھی۔ چند روز بعد سیوم ذیقعدہ کو آب نیرا کے اس طرف دشمنوں کے تین ہزار کے قریب لشکر شاہی پر حملہ کیا اور کچھ آدمیوں اور دو آب کو آسیب پہنچایا۔ داؤد خاں و قطب الدین خاں سے دشمن کے

سات ہزار سوار صف آرا ہوئے۔ اور نبیرہ بہلول و انکوئی بھوسلہ دیانکجی گھوپرہ اور بیجاپوری مرہٹے وشرزہ حیدرآبادی بڑی فوج لیکر دلیرخاں کے مقابل ہوئے۔ اس بہادر نے توپخانہ کو چھوڑا اور نزدیک جاکر تلوار اور سنان سے لڑنا شروع کیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ دشمنوں کا مقابلہ سے مُنہ پھیر اگیا بڑے بڑے نامور سردار زخمی ہوئے۔ دلیرخاں اور راجہ جینگہ نے مردانہ کوشش کرکے دشمنوں کو بھگایا اور سات کوس تک تعاقب کیا۔ پالکی اور چھتری اور بہت سے اونٹ جوشن اور زرہ و بان اور اور ہتیاروں سے لدے ہوئے پادشاہی لشکر کو ہاتھ لگے۔ ایسے ہی قطب الدین خاں اور داؤد خاں کو فتح حاصل ہوئی۔ لڑتے لڑتے شام ہوگئی تو میدان جنگ سے فوجیں اپنے مقام میں آئیں۔ دشمن کے بعض بڑے نامی سردار اور پانچ سو آدمی کشتہ ہوئے اور ہزار آدمیوں کے قریب زخمی ہوئے۔ لشکر شاہی میں سے ایک سو پینتیس آدمیوں کی جان گئی سات سو چورانوے آدمی زخمی ہوئے۔ پندرہویں ماہ مذکور کو لشکر آب بانجرہ کے کنارہ بر آیا۔ جو دھارور فتح آباد سے دس کروہ پر تھا۔ چونکہ مخالف ایک جگہ نہیں ٹھہرتے تھے اور اہل دکن کا دستور ہے کہ وہ قزاقانہ جنگ اور فرصت میں آویزش کرتے ہیں۔ جب مغلوب ہوتے ہیں سبکباری کی دستیاری اور بادرفتار گھوڑوں کی پائے مردی سے وادی فرار کی مرحلہ پیمائی ہوتی ہے۔ پھر قابو دیکھکر لڑنے کیلئے کھڑے ہوجاتے ہیں لشکر شاہی بہ سبب گرانباری اور سنگینی اُردو کے دکنیوں کے تعاقب میں مسافت بعید نہیں طے کرسکتا تھا اسلئے راجہ کی رائے میں یہ آیا کہ لشکر کو سبکبار کرکے دشمنوں سے لڑئے اور انکی تنبیہ اور تادیب ایسی کرے کہ پھر ان کو ستیزہ و آویز کی جرأت نہو اس ارادہ سے وہ جریدہ ہوا اور ایک ہلکا خیمہ لیا اور کل سرداروں کو حکم دیا کہ وہ بھی اسی طرح سبکبار ہوں اور کل احمال و اثقال کو فتح آباد (دھارور) میں بھیجدیں پیرم دیو سیسودیہ وجگت سنگہ ہاڈہ اور کھیلوجی کو دو ہزار تین سو آدمیوں کے ساتھ بنہ واردو کی حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ ۲۲ ذیقعدہ کو اُس نے آب بانجرہ سے

کوچ کیا دھاراسیون کی طرف گیا۔ یہاں بتاتے تھے کہ دشمن موجود ہے۔ ساڑھے
پانچ کوس جریبی لشکر چلا تھا کہ جاسوسوں نے گزارش کیا کہ غنیم نے لشکر شاہی کی خبر سنکر
دھاراسیون سے تلجاپور کو کوچ کیا۔ افواج شاہی موضع سہری میں آئی جو اعمال پریندہ
میں تھا۔ وہاں دشمنوں نے فساد مچا رکھا تھا اور دوسرے روز دریائے بھیونرہ میں منزل
ہوئے۔ مخبروں نے خبر دی کہ افواج مخالف ایک جگہ شولاپور سے تین کروہ پر جمع
ہوئی ہیں۔ عادل خاں نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جبتک وہ یہیں مقیم رہے کہ لشکر شاہی
ان حدود میں ہے۔ قطب الملک نے بھی اپنی کمک کی فوج کو حیدرآباد بلایا۔ لشکر شاہی
نے بھی ملک بیجاپور کو خوب لوٹا کھسوٹا۔ بار بار جنگ پیکار سے وہ بھی تھک گئی تھی گھوڑے
اور دوآب بہت لاغر ہو گئے تھے۔ سوا اسکے برشگال کا موسم آگیا تھا۔ آمد و رفت کی مجال نہ
تھی۔ اسلئے راجہ اور دلیر خاں نے مصلحت یہ جانا کہ چند روز زخمیوں کے علاج کے لئے
اور سرب و باروت کے جمع کرنیکے واسطے اور لشکر کے آرام کرنیکے لئے قصبہ دھارور کے
متصل جاکر ٹھہرنا چاہیئے کہ وہاں کاہ و دانہ کے جمع ہونے کی امید ہے۔ بادشاہ کو عرضداشت
بھیجی۔ اس ضمن میں دکنیوں کا حال یہ ہو گیا کہ قلعہ کے اندر مصالحہ آخر ہوا آذوقہ تمام ہوا
کمانیں بیکار۔ تیروں کے پر اُڑ گئے۔ تلواروں کی دھاریں کند ہوئیں ان سببوں سے جان
سے عاجز ہوئے دونوں طرف کے سردار مصالحہ کے لئے بہانہ طلب ہوئے۔ اہل بیجاپور المفلس
فی امان اللہ کا اظہار کرکے امان طلب ہوئے اور فی الواقع عادل شاہ کی خزانہ و کارخانجات
میں صاحب لاف و گزاف راوتوں اور بن دھار کی تلوارونکے اور گھوڑوں کے گوشت و
استخواں کے سوا کچھ چیز باقی نہیں رہی تھی۔ ملک پامال ہو چکا تھا جب بادشاہ سے حقیقت
حال عرض ہوئی تو اُسنے حکم بھیجدیا کہ راجہ محاصرہ چھوڑکر اور لشکر کو ساتھ لیکر اورنگ آباد
چلا جاوے اور برسات یہاں گذارے اور بعض امرا اور لشکریوں کو اپنے تیول جانے
کی اجازت دے۔ دلیر خاں حضور میں آئے قلعہ منگل بیدہ کا استحکام اور اُس کے

اُسکے سامان اسباب اور لوازم حراست اس مرتبہ پر نہ تھے کہ جب لشکران حدود سے چلا جائے تو وہ دشمنوں کے تعرض سے مصئون رہے۔ اِسلئے وہاں سرب باروت منگالیا اور غلہ جتنا آسکتا تھا وہ منگالیا۔ باقی کو آگ لگائی اور بیلداروں سے قلعہ کے کنگروں کو ڈھوادیا۔ راجہ مع لشکر کے ۸ رجمادی الآخرہ کو اورنگ آباد میں آگیا اس مہم کا خلاصہ یہ ہے کہ اورنگ زیب اسمیں کامیاب نہیں ہوا۔ لشکر شاہی بیس روز کی راہ کو دو مہینے میں طے کرکے بیجاپور سے پانچ کوس پر پہنچا یہاں سات روز سے زیادہ نہ ٹھہر سکا۔ ملک تاخت تاراج کرنے لگا لڑائیاں ہوئیں۔ کیا کیا شیرروان کے سرصحرا میں غلطاں ہوئے اور کیا کیا صفدروں کے تن رزمگاہ میں زاغ وزغن کے طعمے بنے لڑائی کا دن کوئی ایسا نہ ہوتا تھا کہ طرفین کے سو دو سو نام و نشان والے آدمی زیر تیغ و ہدف تیر و گولہ و توپ و تفنگ نہ ہوتے ہوں۔ بعض ایام میں دو تین روز تک لشکر پر خواب و خور حرام ہوتا۔ نہ گھوڑوں کی پیٹھ سے زین اور زین سے سوار جُدا ہوتے۔ سوا، اس کشت و خون اور ملک کی بربادی کے کوئی نتیجہ نہ ہوا۔

سیوا جی کا دہلی میں جانا اور بھاگنا

سیواجی کے تردد اور منصوبہ بازی سے چند قلعے لشکر شاہی کو ہاتھ لگے اس مہم میں سیواجی کی افواج نے ایسی ایسی جان نثاریاں دکھائیں کہ پادشاہ نے دو دفعہ اس پاس خوشنودی کا فرمان بھیجا۔ ایک نامہ میں اسکی بڑی تعریف لکھی دوسرے میں بہت سے وعدے کئے اور لکھا کہ دلّی میں آؤ۔ ملاقات کے بعد دکن کی اجازت دیجائیگی۔ راجہ جے سنگھ کی رفاقت اور پادشاہ کے ان وعدوں نے سیواجی کے دل میں دلّی جانے کی خواہش پیدا کردی اُسنے رگھوناتھ پنت کو پہلے سے اپنی نمود کے لئے بھیجا کہ وہ پادشاہ کو میرے آنے کی اطلاع دے۔ اصل مطلب اسکا یہ تھا کہ وہ دربار کی حقیقت حال سے اطلاع پائے سیواجی نے حکم دیا کہ تمام اسکے ارا کین رائے گڈھ میں اُس سے ملیں۔ اتنے عرصہ میں کہ یہ سردار جمع ہوں وہ اپنے سب قلعوں میں گشت اور افسروں کو اپنے سارے احکام کی تعمیل کی تاکید کر آیا اور پھر اپنی دار الحکومت میں چلا آیا اُسنے موروٹرم مل نیگ لی

اور اناجی سونو دیوا ور اناجی دیو کو پورے اختیارات اپنی مملکت کے دیئے یسواء اسکے مملکت کو بہت وسعت ہوگئی تھی۔ کونکان میں چول تک پونڈا کے قریب اور مہتا گھاٹ میں دریا رینرا سے رانگنا تک پھیلتی تھی۔ سیواجی نے اپنے بڑے بیٹے سنبھاجی کو ساتھ لیا اور مارچ ۱۶۶۶ء کو دہلی روانہ ہوا۔ پانسو منتخب سوار اور ایک ہزار ماولی ساتھ لئے جب وہ دہلی کے قریب آیا تو بادشاہ نے رام سنگہ پسر راجہ جینگہ اور مخلص خاں ایک بے حقیقت سردار کو اسکے استقبال کے لئے بھیجا۔ ایسا ذلیل استقبال سیواجی کو ناگوار تو گذرا مگر پھر بھی اُس نے اپنے تئیں بہت روکا اور دربار میں پندرہ سو اشرفیاں اور چھہ ہزار روپیئے کل بتیس ہزار روپیئے کی نذر گذرانی بادشاہ کے اشارہ سے اسکو پنجہزاری منصبداروں کے جرگہ میں بٹھایا۔ یہ منصب اسکے ہشت سالہ پسر سنبھاجی کو اور اسکے رفیق نیتاجی پالکر کو ملا تھا۔ وہ ہفت ہزاری سے کم درجہ کا متوقع نہ تھا۔ راجہ جینگہ نے بادشاہ کی جن مہربانیونکے وعدہ سے اسکو خوشدل اور امیدوار کیا تھا اُنمیں سے اکثر کو اُس نے نہ پایا۔ بادشاہ کے دلمیں اس کے افعال اور کردار کے سبب بغض بھرا ہوا تھا اس سے پہلے کہ خلعت وجواہر و فیل جو اسکے لئے موجود کیئے گئے تھے اسکو عطا کئے جائیں اسکے چہرہ حال پر جہالت وخجالت آمیز عرق ظاہر ہوا اور لمحہ بلمحہ وہ فکر میں ہوا۔ عیاری ومکاری سے ضعف دل کا اظہار کرکے ایک گوشہ میں چلا گیا اور صید تیر خوردہ کی طرح جو دام میں تازہ آئے زمین پر لیٹ گیا۔ ایک ساعت کے بعد ساختگی وپختہ کاری کے ساتھ بحال۔ اور کنور رام سنگہ سے مخاطب ہوا اور شکووں وگلوں کا کلمہ کلام کرنے لگا اور اپنے تئیں ضائع کرنیکا قصد کیا۔ ہرچند کنور رام سنگہ نے اسکی تسلی کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا بادشاہ سے داب آداب کے خلاف اسکی ادائیں معروض ہوئیں تو بادشاہ نے کم توجہی سے بغیر اسکے کہ عنایات بادشاہانہ عمل میں آئیں اسکو رخصت کیا۔ رام سنگہ نے شہر سے باہر راجہ جینگہ کے گھر کے پاس اسکے اُترنے کیلئے مکان تجویز کیا تھا اسمیں اسکو لے گئے اور بادشاہ نے حکم دیا

کہ راجہ جینگہ کو حقیقت لکھی جائے - جواب آنیکے بعد جو مصلحت صوابدید ہوگی عمل میں آئے حکم دیا - سیوا مجرے کو نہ آئے - اور اسکا بیٹا رام سنگہ کی ہمراہ مجرے کو آیا کرے بادشاہ نے کوتوال فولاد خاں کو فرمایا کہ سیوا کے اطراف منزل گاہ پر چوکی بٹھادے - راجہ جینگہ کو فرمان لکھا کہ وہ سیوا کی صورت حال اور کیفیت معاملہ لکھے کہ کیا اُس سے قول و قرار ہوئے اور راجہ کو حکم دیا کہ اسکے باب میں جو اصلاح دولت جانے وہ لکھ بھیجے کہ صواب دید اور اسکی ملتمس کے موافق سیواجی سے معاملہ کیا جائے - دو تین روز تک جب سیواجی نے پادشاہ کی بے توجہی دیکھی تو بڑا اسیمہ ہوا اور حیلہ وتدبیر سوچنے لگا - رات دن اسی اُدھیڑ بن میں تھا کہ اس پھندے سے نکلجاؤں - اُسنے امرا اور کنور رام سنگہ سے رفق و مدارا پیدا کیا اور دکن کے تحائف و ہدیے بھیجکر التیام کو استحکام دیا اور اپنے جرائم کا شفیع بنایا اور اسی حال میں پادشاہ کے فرمان کے جواب میں راجہ جے سنگہ نے لکھا کہ مجھ فدوی نے سیواجی سے عہد و پیمان کئے ہیں اور میں ابھی تک اس مہم میں مشغول ہوں - اگر فضل و کرم شاہانہ اسکے جرم سے درگذر کرے تو میں بخشایش و احسان کا رہین رہونگا اور اپنے افعال و اقوال میں سرفراز اور پادشاہی صلاح کار اور ان حدود کی مہات کے اجرا کے لئے مناسب یہی ہے - اُس نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ وہ سلک بندگی و فرمان پذیری سے انحراف نہیں کرے گا اور اسکو بغاوت پر جرأت نہ ہوگی - پادشاہ نے راجہ کی اس عرض کو منظور کیا اور فولاد خاں کو حکم دیا کہ اُسکی منزل گاہ سے پہرے اُٹھادے - مگر پادشاہی خوف سے ایسا ڈرا ہوا تھا کہ جب پہرہ چوکی اُٹھ گئے اور کنور رام سنگہ نے اس کی حفاظت چھوڑی تو وہ ۲۷ صفر کو تغیر وضع کرکے بھاگ گیا - اس کے بھاگنے کا اصل حال تو یہ ہے جو عالمگیر نامہ میں لکھا ہے باقی اور دل لگی کی داستانیں گھڑی گئی ہیں کہ اس لئے اپنے کاموں کی خجالت و ندامت کو

ظاہر کیا۔آخر کو تمارض سے اپنے تئیں بیمار بنایا۔اور آہ و نالہ شروع کیا۔اور جگر کے درد سے بیتابی
ظاہر کی صاحب فراش ہوا۔ویدکوں سے مرض دق وسل کا علاج کرانے لگا کچھ دنوں انہیں
حیلوں سے اپنے تئیں زار و نزار رکھا۔بعد اسکے اپنی شفا کی شہرت دی اور غسل کیا۔حکما و ارباب
طرب رفقا کو انعام اور برہمنوں کو پُن دیتا غلہ خام و نقد ہندو مسلمان مستحقوں کو بانٹتا۔بڑے
بڑے پٹاروں کو کاغذ سے منڈھکر اور طرح طرح کی شیرینی انہیں بھرکر اُمرا کے گھروں اور فقرا
کی خانقاہوں میں بھیجتا۔جہاں اُسنے اپنی بھاگنے کی جاے مقرر کر رکھی تھی وہاں دو تین گھوڑے
راہوار اس بہانہ سے بھیجدئے کہ وہ برہمنوں کو پُن کئے گئے ہیں۔ان گھوڑونکے ساتھ اپنے
ہمراز و ہمدم محرم رفیق بھی بھیجدئے ایک شخص جاں نثار اسکے ہمراہیوں میں تھا جو شکل میں اس
کے مشابہ تھا اسکو اپنے پلنگ پر لٹایا۔اپنے ہاتھ کے مرصع سونے کے کڑے کو پہنایا اور اسکو
سمجھا دیا کہ میرے روانہ ہونیکے بعد باریک کپڑے کی یک لائی سر پر اوڑھ لینا اسطرح پڑے
رہنا اور اس کڑے کو دکھلاتے رہنا تاکہ اندر باہر جو پادشاہی آدمی آئیں جائیں وہ یہ جانیں
کہ سیواجی سوتا ہے پھر وہ خود اور بیٹا دونوں ٹوکروں میں بیٹھے اور مشہور یہ کیا کہ متھرا کے برہمنوں
کیواسطے مٹھائی انہیں بھیجی جاتی ہے۔۲۷ ماہ صفر سنہ ۱۰۷۷ کو یوں علاقہ آگرہ سے نکل آیا۔اور گھوڑوں
کے پاس پہنچا اور دو پہر میں متھرا میں آگیا۔یہاں اُسنے داڑھی موچھیں منڈوائیں
اور اپنے اور اپنے بیٹے کے چہرہ پر بھبوت لگائی۔کچھ اشرفیاں جواہر اس پاس
تھے اور چند فقیر اسکے رازدار تھے وہ انکے ساتھ غیر مشہور گھاٹ سے جمنا
پار گیا اور بنارس کی راہ اختیار کی۔کہتے ہیں کہ سیواجی کے بھاگنے سے پانچ پہر
بعد دکن کے ایک ہرکارہ نے جو جاسوسی اور خبر لانے پر نوکر تھا پادشاہ
سے عرض کیا کہ سیواجی بھاگ گیا۔پادشاہ نے کوتوال سے پوچھا اُس نے
کہا کہ منزل گاہ کے گرد چوکیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ہرکارہ نے پھر مبالغہ سے عرض
کیا تو کوتوال کے آدمی دیکھنے گئے تو دیکھا کہ سیوا سوتا ہے اور اُسکا کڑہ طلائی

ایک لائی کے نیچے دکھائی دیتا ہے تو ہرکارہ نے کہا کہ سیواجی چالیس پچاس کوس نہ نکل گیا ہو تو مجھے مار ڈالئے آخر کو تجسس و تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ سیواجی بھاگ گیا پادشاہ نے جانا کہ رام سنگھ کی سازش سے یہ کام ہوا ہے اسلئے اسکو منصب سے معطل اور مجرے سے منع کردیا۔ اور حکم دیا کہ اطراف دکن جانب شرقی و شمالی کے گرزبردار صوبہ داروں کے نام احکام لے جائیں کہ جہاں سیوا گریز پا ملے اسکو حضور میں روانہ کریں ان ہی دنوں میں راجہ جے سنگھ مہم بیجاپور سے فارغ ہوکر اورنگ آباد میں آیا تھا اسکو فرمان بھیجا کہ پہلے اس سے سیواجی کے بھاگنے کی خبر پھیلے نیتاجی پالکر کو مقید کرکے حضور میں بھیجدے اور پھر اس مرغ از قفس جستہ کی جست وجو میں مشغول ہو اور اسکو کسی جگہ قرار لینے اور جمعیت فراہم نہ کرنے دے۔ احمد آباد اور برار کی راہ سے اسکے فرار ہونے کا احتمال زیادہ تھا اسی طرف زیادہ تاکید کے ساتھ گرزبردار تعین کئے گئے۔ سیواجی بنارس کی سمت میں بھاگا تھا۔ وہاں چار پانچ روز تلک رہا۔ ہفتہ کے بعد اس طرف گرزبردار رخصت ہوئے۔

کرنیل ڈف صاحب مرہٹوں کی کتابوں سے سیواجی کے فرار ہونیکا حال یہ لکھتے ہیں کہ جب سیواجی کو معلوم ہوا کہ پادشاہ نے مجھے مجرے سے منع کردیا تو وہ بڑا سٹ پٹایا اور کچھ توقف کرکے اُسنے اورنگ زیب کی اصل نیت دریافت کرنے کے لئے رگھوپنت کے ہاتھ ایک عرضداشت پادشاہ پاس بھیجی جسمیں یہ لکھا کہ میں دہلی ان سببوں سے آیا کہ حضور نے مجھے بلایا اور وعدے کئے۔ کیسی کیسی خدمات میں نے کیں۔ شرائط حضور نے لکھدیں۔ میں نے ان وعدوں کو پورا کیا جو میں نے کئے۔ اب بھی میں لشکر شاہی کے ساتھ عادل شاہی یا قطب شاہی سلطنت کے استیصال کرنیکے لئے مدد کرنے کو تیار ہوں اگر حضور کو مجھ سے خدمت گذاری کرانا پسند نہیں ہے تو مجھے اپنی جاگیر میں جانے کی اجازت ملے۔ یہاں کی آب وہوا نہ مجھے موافق ہے اور نہ اور

..... اہلِ دکن کو جو میری ہمراہی میں ساز گار ہے۔ اورنگ زیب نے تالم نوسلے کا جواب اسکو دیا اور شہر کے کوتوال کو ہدایت کی کہ سیواجی کی منزل گاہ کے گرد پہرہ چوکی لگادے اور اسکی نگاہ داشت اچھی طرح کرے اور اسکو گھر سے باہر جبتک نکلنے نہ دے کہ کوئی گروہ اسکا ضامن نہ ہو۔ سیواجی اب شکایت آمیز عرائض کرنے لگا اور اپنے نوکروں کے یہاں روک لینے کی سختی کی فریاد کی۔ پادشاہ نے خوش خوش دکن کو اسکے نوکروں کے چلے جانے کی اجازت دی کیونکہ سیواجی کی جمعیت کے گھٹ جانے سے پادشاہ کے بس میں اسکا رہنا اور زیادہ آسان ہوگیا سیانوں کو دور کی سوجھا کرتی ہے سیواجی کو اپنے دوستوں کو عافیت کے ساتھ قید سے نکالکر اپنا قید سے نکلنا آسان ہوگیا۔ رام سنگھ اسکا رازدار تھا اور اسکے باپ نے جو سیواجی سے وعدے کئے تھے ان کے سبب وہ سیواجی کے بھاگ جانے کے ارادہ سے چشم پوشی کرتا تھا سیواجی پر ایسی سخت قید نہ تھی کہ وہ کہیں ملاقات کو نہ جاسکتا ہو وہ امراء دربار پاس جایا کرتا اور انکو تحفے تحائف بھیجتا رہتا اور اس طرح ان کو اپنا ایسا معین و یار بنا یا کہ اسکی مطلب براری کے لئے کافی تھا اس نے اپنے تئیں بیمار بنایا۔ ویدکوں سے اپنا علاج کرایا۔ اول اپنے تئیں سخت بیمار مشہور کیا۔ پھر مرض کی تخفیف کا اظہار کیا اور برہمنوں کو پُن دان دینا شروع کیا۔

ویدکوں کو انعام دیا۔ بڑے بڑے پٹارے یا ٹوکرے بنوائے۔ ان کو مٹھائیوں سے بھر کر بڑے بڑے امیروں اور اپنے دوست آشناؤں کو اور مسجدوں میں فقیروں میں تقسیم ہونیکے لئے بھیجنے شروع کئے اوّل اوّل پہرہ کے سپاہیوں نے نوکروں کی تلاشی لی پھر چھوڑدی۔ جان لیا کہ ان میں مٹھائی ہوتی ہے۔ چند دنوں کے بعد سیوا ایک پٹارے میں خود بیٹھا اور دوسرے میں بیٹے کو بٹھادیا۔ ان ٹوکروں کو نوکروں نے سر پر اٹھایا اور چوکی پہرہ سے ان کو یوں باہر نکالا اور ایک مخفی جگہ پہنچایا پھر دہلی کی نواح میں اسجگہ وہ آیا۔ جہاں اسکے لئے گھوڑا کسا کسایا تیار کھڑا تھا

اسپر چڑھا اور بیٹے کو شہ بالا بنایا یا دوسرے دن متھرا پہنچا۔ جہاں بعض برہمن اور اسکا خیرخواہ دوست نیتاجی و بالوس راے انتظار کر رہے تھے۔ اُنہوں نے اِسکے لیے سامان تیار کر رکھا تھا۔ پونہ دیش کے برہمن کا ایک خاندان یہاں رہتا تھا اسکو سنبھاجی کو حوالہ کیا وہ موٹرمل نیک لی کا کچھ رشتہ دار تھا سنبھاجی کئی مہینے یہاں رہا۔ پھر دکن میں پہنچا دیا گیا۔ سیواجی گُسائیں کے بھیس میں بہت پرستش گاہوں میں جاترے کو گیا۔ مگر اسکے دکن جانے کی راہ صحیح صحیح نہیں معلوم۔ وہ نو مہینے کے بعد دسمبر ۱۶۶۶ء میں راے گڈھ میں آیا۔

اب ڈاکٹر برنیر صاحب کی داستان سنیئے کہ جب ایران کی چڑھائی کا پادشاہ کا ارادہ ہوا تو اُسنے سیواجی کو نہایت مشفقانہ محبت آمیز کلمات میں فرمان لکھا اور اسکی فہم و فراست وسخاوت و شجاعت وغیرہ کی بہت تعریف لکھی اور راجہ جینگ بھی اُسکی جان اور آبرو کی حفاظت کا ضامن بنا اسلیے سیواجی بھی مطمئن ہو کر دہلی میں حاضر ہوا۔ مگر اتفاق وقت سے دہلی میں شائستہ خاں کی بیوی بھی اُس وقت موجود تھی وہ اس امر پر مصر ہوئی کہ جس شخص نے میرے بیٹے کو مارا ہو شوہر کو زخمی کیا ہو۔ شہر سورت کو لوٹا ہو وہ ضرور مقید ہونا چاہیئے۔ اس سبب سے سیواجی یہ دیکھکر ہر سمت میں اسکے خیموں کی تاک میں تین چار امیر لگے رہتے ہیں۔ ایک رات کو بھیس بدلکر نکل گیا اسکے بھاگ جانے کا محل میں بیگمات کو بہت رنج و افسوس ہوا ایک مورخ لکھتا ہے کہ اس موش کوہی نے جب اورنگ زیب کی شان و شوکت دیکھی تو اسکے ہوش اُڑ گئے اور بیہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو اس دربار کی عظمت کو نہ دیکھ سکا وہاں سے بھاگ گیا۔ مورخوں کے بیان گو مختلف ہیں مگر سب سے زیادہ صحیح بیان عالمگیر نامہ میں لکھا ہے۔ نوکروں یا پٹاروں کی باتیں مرہٹوں نے جن کی عادت میں تاریخ کے ساتھ کہانیاں جوڑنے کی ہے لکھی ہے۔

اس ملاقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ پادشاہ بجاے اُسکے کہ سیواجی کو اپنا دوست بناتا

جو اسکے قدموں تلے آگیا تھا اپنا دشمن بنالیا۔ عالمگیر یہ نہ سمجھا کہ ساری ہندوستان میں کوئی امیر اور سپہ سالار ایسا نہیں ہے کہ وہ مہمات دکن میں خدمت گذاری کامیابی کیساتھ سیواجی کی برابر کرسکے اُسنے یہ سمجھکر کہ وہ ایک ہندو اپنے مذہب میں دیوانہ ہے اسکے حسب دلخواہ خاطرداری نہ کی۔ اپنی شان وشکوہ کی نمود کے لئے اسکو پنجہزاری منصبداروں میں بٹھایا اور اسکو دکن میں اپنا قایم مقام نہ بنایا جس سے یہ مرہٹہ آزردہ خاطر ہوکر بھاگ گیا اور بھاگنے کے بعد جو اُسنے کام کئے وہ آگے بیان ہونگے۔

شاہ ایران سے بے لطفی اور محمد معظم کو کابل جانے کے لئے تعین کرنا

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ تربیت خاں ایران کے نامہ کا جواب لے کر ایران کو روانہ ہوا تھا جب یہ سفیر ایران جاکر اصفہان میں شاہ سے ملا تو وہ اس پر ملتفت نہ ہوا بے سبب غبار خاطر کے آثار ظاہر کئے اور آئین مخالفت وداد اور قانون یک جہتی واتحاد کے برخلاف باتیں ظہور میں آئیں۔ بعض اوقات سپہ کشی اور رزم آزمائی کا عزم اور ولایت پادشاہی کی سرحد میں لشکر بھیجنے کا داعیہ کیا اور اور رنجش کی باتیں ظاہر کیں۔ ایک سال بعد تربیت خاں فرخ آباد سے رخصت ہوا۔ اسکی روانگی کے بعد شاہ ایران نے اپنی لشکر کشی کے ارادہ کو ظاہر کیا۔ خراسان میں بڑی سپاہ بڑے توپخانہ کے ساتھ تعین کی اور فرخ آباد سے اصفہان کو روانہ ہوا اور اس عزیمت کا اسباب سرانجام دیا کہ خود متعاقب خراسان میں آئے۔ پادشاہ پہلے سے ان باتوں کو سن رہا تھا۔ اب ممالک محروسہ کی حدود میں تربیت خاں آیا تو اسکے عرائض سے یہ حال بہ تفصیل معلوم ہوا۔ پادشاہ نے بھی ایران کا ارادہ کیا تو پادشاہزادہ محمد معظم کو راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ چہارم ربیع الاول ۱۰۷۶ھ کو کابل میں صوبہ مقرر کیا اور بیس ہزار سوار اسکے ساتھ کئے اور بعض اُمرا جو حضور میں حاضر تھے اور بعض جو اپنے اقطاع میں تھے اُن کو ساتھ جانے کا حکم دیا اور خود

پنجاب جانے کا ارادہ کیا۔ مگر شاہ عباس جب فرخ آباد سے صفہان کو چلا تو خناق کے مرض میں مبتلا ہوا اور چند روز میں مر گیا صفی مرزا اُسکا بڑا بیٹا جانشین ہوا۔ عالمگیر کو اس کے مرنے کا افسوس ہوا اور اُس نے کہا کہ میں یہ چاہتا تھا کہ وہ زندہ ہوتا تو صف آرائی کا لطف اُٹھتا۔ اب وقت وفتوت کا اقتضا نہیں ہی کہ ایران پر لشکرکشی کی جائے اُس نے شاہزادہ کے نام فرمان بھیجا کہ لاہور سے آگے نہ جائے اور الٹا حضور میں چلا آئے۔

اعتماد خاں کا قتل ہونا

خافی لکھتا ہی کہ عبدالقوی ایک بڑا فاضل بادشاہ کا اُستاد تھا۔ بادشاہ نے اُس کو پنجہزاری کا منصب اور اعتماد خاں کا خطاب دیا تھا۔ خلوت میں اسکو سامنے بیٹھنے کی اجازت تھی کمال تدین وراستی وصلاح وتقوی رکھتا تھا۔ ایک آدمی قلندر وضع پر ایران کی طرف سے جاسوسی کا گمان ہوا۔ کوتوال اُسکو پکڑ لایا بادشاہ نے اعتماد خاں کو سپرد کیا کہ اپنے گھر لیجا کر حقیقت حال دریافت کرے وہ اُسکو اپنے گھر لے گیا۔ فقیر سے حال پوچھا اس نے کہا کہ میں فقیر ہوں تو اعتماد خاں نے اُسپر اور تنبیہ کی فقیر نے کہا کہ میں اصل حال آپکے کان میں کہوں گا اُس نے کہا اچھا جب وہ اُس کے کان میں بات کہنے لگا تو باوجودیکہ اس کے ہاتھ پس پشت بندہے ہوئے تھے اُس نے چھوٹی شمشیر جو اعتماد خاں کی مسند پر رکھی ہوئی تھی جلدی لیکر اعتماد خاں کے ایسی ماری کہ اُسسے آہ بھی نہ کھینچنے دی نوکروں نے فقیر کے ٹکڑے اُڑا دیے عالمگیر نامہ میں لکھا ہی جو خافی خاں کے بیان سے زیادہ معتبر ہی کہ امیر خاں صوبہ دار کابل نے ان ایام میں چند بے سروپا مغلوں کو جاسوسی کے شبہ میں گرفتار کرکے بادشاہ پاس بھیجا تھا۔ بادشاہ نے خان مذکور کو جو کار آگاہ ومعاملہ فہم تھا تحقیق حال کے لیے مامور کیا۔ اعتماد خاں نے ان مغلوں میں سے ایک سپاہی وضع کو بے بند وزنجیر کے خلوت میں اپنے پاس طلب کرلیا اور احوال کی تحقیق کرنے لگا کہ وہ ناگہاں باہر گیا اور ایک خادم پاس اُسکے ہتیار تھے اس سے تلوار لیکر آیا اور خان مذکور کے ایک ضربت ایسی لگائی کہ رشتہ حیات اس کا منقطع ہوا۔ اُس کے پاس کے آدمیوں نے اس قاتل کے ٹکڑے اُڑائے۔ خان مذکور حلیہ فضل وکمال سے

آراستہ محرم قدیم الخدمت راست گفتار و درست کردار تھا۔ بادشاہ کو اس کا افسوس ہوا۔ اور اُسکے خویشوں اور بیٹوں کو خلعت اور مناصب سے سرافراز کیا۔

نیتاجی کا مسلمان ہونا

بادشاہ کے حکم سے نیتاجی کو راجہ جے سنگہ نے دکن میں دستگیر کرکے بادشاہ پاس بھیجدیا۔ بادشاہ نے فدائی خاں میر آتش کو اُس کی حراست کے لیئے مقرر کیا۔ نیتاجی نے کہا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ بادشاہ نے اسکو مسلمان کرکے بہت سی عنایات کیں جن کا آگے بیان ہوگا۔

زمیندار چاندہ و دیوگڈھ پر دلیرخاں کی لشکرکشی اور پیشکش کا وصول کرنا

بادشاہ نے دلیرخاں کو اپنے پاس بلایا تھا وہ کوکیوں سمیت دریار نربدا سے پار ہوا تھا کہ اس پاس حکم پہنچا کہ مانجی ملار زمیندار چاندہ کی گوشمالی کو جائے وہ اس حکم کے ورود ہونے کے بعد رندولہ خاں و راجہ سبحان سنگہ و راؤ بھاو رتقادر داؤد خاں و زبردست خاں و آتش خاں و برقنداز خاں کے ساتھ برار و ملک چاندہ کی طرف روانہ ہوا۔ ایرج خاں صوبہ برار مع اس نواح کے فوجداروں کے اُس کے ساتھ شریک ہوا۔ جب چاندہ کی سرحد پر یہ پہنچے تو اُس کے زمیندار پر خوف غالب ہوا اُس نے اپنے مدارالمہام تاکیا کو دلیرخاں پاس بھیجکر اُس سے ملاقات کی درخواست کی دلیرخاں نے اُسکو فضل و کرم بادشاہی کا امیدوار کیا تاکیا نے زمیندار کا اطمینان خاطر کیا وہ مع اپنے بڑے بیٹے مدہکر کے موضع ماندورہ سرحد چاندہ پر دلیرخاں کے سامنے بطور قیدیوں کے آیا۔ ایک ہزار اشرفی اور دو ہزار روپیہ اور دو گھوڑے اور ایک فیل برسم نیاز دلیرخاں کے آگے پیش کیئے سات ہزار اشرفی و پانچ لاکھ روپیہ چند شتر فیل وغیرہ بہ پراو کر لایا تھا وہ بصیغہ جرمانہ و شکرانہ سرکار خاصہ کے حوالہ کیے دلیرخاں نے اُس سے کہا کہ اگر اپنے جان و ناموس کی سلامتی اور موطن و ولایت کی بقا چاہتے ہو تو برسم جرمانہ دو مہینے کے اندر ایک کروڑ روپیہ نقود و نفائس اشیاء مثل جواہر و مرصع آلات نقرہ اور ہاتھیوں کا سامان کرکے اولیاء دولت کو حوالہ کرو اس کے سوا پانچ لاکھ روپیہ دلیرخاں کو جو اصلاح کار کا واسطہ اور عفو جرایم کا ذریعہ

ہوا ہی بطریق شکرانہ کے ہر سال دو لاکھ روپے پیش کش مقرری سرکار خاصہ میں ادا کرتے رہو قلعہ مانک درک کو جو اس ریاست کا مضبوط قلعہ ہے اسکو بادشاہی آدمیوں کو مسمار کرنے دو .... بادشاہ تمہاری ساری تقصیرات معاف کردے گا اور رام سنگہ اس کے بڑے بیٹے کو نائب مناب مقرر کردیگا - دلیرخاں نے ان سب باتوں کی منظوری بادشاہ سے منگا لی بادشاہ نے زمیندار کے لئے فرمان اور خلعت بھیجدیا - دلیرخاں نے پانجی راؤ کو اپنے پاس کہا اور اس کے وکلا کو رخصت کیا کہ پیش کش کا سرانجام کریں - محمد لطیف کو قلعہ مانک درک کے انہدام کے لئے مقرر کیا - اُس نے جاکر تہوڑے دنوں میں قلعہ کو خاک کی برابر کیا - اس میں جابجا روپیہ مدفون تھا - اُسکو نکلا اور پچاس آہنی توپیں و رام جنگی اور بہت سی بندوقیں لشکر شاہی میں ارسال کیں اور اسی طرح قلعہ بھولی کو جو سرحد دیوگڈہ پر تھا مسمار کیا - دو مہینے کے بعد پیش کش کا ستر لاکھ روپیہ وصول ہوا - پانجی ملا راؤ علیل مریض تھا اس کی ولایت میں خلل پڑ رہا تھا اور باشندے و رعایا بھاگ کر متفرق ہو گئے تھے - دلیرخاں نے اُسکو چھوڑ دیا اور اُسے پیش کش میں سے تین لاکھ روپیہ اور اپنے پانچ لاکھ روپیہ کل آٹھ لاکھ روپیہ کے ادا کرنے کا دو مہینے کے عرصہ میں مچلکہ لکھایا اور باقی تیس لاکھ روپیہ بتدریج تین سال میں ادا کرنے کا - اور ہر سال دو لاکھ روپیہ مقرری بھیجنے کا اقرار لیا - بادشاہ نے جو خلعت اُسے بھیجا تھا وہ بھیجدیا - زمیندار دیوگڑہ کی جو سرحد چاندہ سے متصل تھا اُس کی تادیب پر متوجہ ہوا - تھوڑے دنوں میں اُس نے پندرہ لاکھ روپئے وصول کیئے اور یہ مقرر کیا کہ سال بسال دو لاکھ روپیہ وہ پیش کش دیا کرے اور حال میں قریب نصف کے پیش کش وصول کی - راجہ جے سنگہ بیمار ہوکر مرگیا - بالاگھاٹ کا انتظام بگڑ گیا - بادشاہ نے حکم فرمایا کہ از سر نو بیجاپور کی تیاری کی جائے - دکن کا صوبہ دار دلیرخاں مقرر ہوا - دلیرخاں نے دونو زمینداروں سے باقی پیش کش کے وصول کرنے کے لئے قادرداد خاں کو مقرر کیا - خود اورنگ آباد روانہ ہوا -

سوانح سال دہم جلوس ۱۰۷۷ھ

بادشاہ کے جلوس دہم کا جشن ہوا۔ اس سال میں شہزادہ کام بخش پیدا ہوا۔ شاہزادہ محمد معظم لاہور سے آیا اس کو اور محمد اعظم کو خلعت گراں بہا عنایت ہوئے۔ سیواجی کا خویش نیتاجی جو مسلمان ہوا تھا اُس نے فتنہ کرکے شعار و آداب مسلمانی کو ہتیار کیا تھا۔ بادشاہ نے اُس کو منصب سہ ہزاری دو ہزاری سوار اور محمد قلی خانی کا خطاب عنایت کیا۔ بادشاہ کے جشن میں ایران و توران و بلخ و بخارا و حضر موت و مخا کے ایلچی موجود تھے جن کو انعام و خلعت ملے۔

راجہ جے سنگھ بادشاہ کے حکم سے اورنگ آباد میں آیا تھا۔ بادشاہ نے اُس کو اپنے پاس بلایا اور ۱۰ شوال ۱۰۷۷ھ کو شاہزادہ محمد معظم کو دکن کی صوبہ داری پر رخصت کیا اور ملک و دولت کی مصلحتوں کے وجہ سے مہاراجہ جسونت سنگھ و راجہ رائے سنگھ سیسودیہ و صف شکن خاں و صفی خاں و راجہ رائے سنگھ کچھواہہ و عزت خاں و سربلند خاں کو شاہزادہ کے ہمراہ کیا اور راجہ جے سنگھ کو لکھا کہ جس وقت اورنگ آباد میں شہزادہ آئے اس وقت وہاں سے روانہ ہوکر میرے پاس آئے مگر راجہ راہ ہی میں تھا کہ بیمار ہوکر مرگیا۔

پہلے زمانہ میں اقوام یوسف زئی کے یورت و مسکن سرزمین قندہار و قراباغ تھے بعض سببوں سے ان حدود سے وہ پراگندہ ہوئیں اُس زمانہ میں کہ مرزا الغ بیگ کابلی حکم روا سے کابل تھا وہ کابل میں آئیں مگر یہاں اس کی دال نہ گلی تو وہ آخر کو سرزمین سواد و بجور میں چلی گئیں۔ یہاں قوم سلطانی جو اپنے تئیں سکندر کی اولاد دختری بتاتے ہیں مرزبانی کرتے تھے اوّل اُس کی اقوام یوسف زئی خدمت گزار بنیں اور پھر کافر نعمتی کرکے قوم سلطانی کو اُڑا کر خود سلطانی کرنے لگیں اور تمام دشت و کوہ پر تسلط کر لیا۔ پہلے مرزبانوں کو گنامی کے کونوں میں بٹھا دیا۔ ان میں سے بعض حب وطن کے سبب سے اب تک اس مرزبوم میں مسکن رکھتے ہیں اور ترک یورت قدیم کو دشوار سمجھتے ہیں۔ غرض اب سے سو سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ اقوام یوسف زئی ان حدود میں بستی ہیں۔ دزدی اور رہزنی کرتی ہیں جگہ اُن

شاہزادہ محمد معظم کا دکن بھیجنا

قوم یوسف زئی کی [illegible]

سواد اور بجوڑ اور پہاڑ سے باہر کی سرزمین پر بھی قبضہ کر لیا ہے اس کوہستان کا طول بیس کوس اور عرض بعض جگہ بیس کروہ اور بعض جگہ پندرہ کروہ ہے خوش مرغزار اور دلکش پاکیزہ جنگل اُس پاس ہیں۔ سرزمین دو جانب سے تو دریائے نیلاب سے ملتی ہے اور ایک جانب اس دریا سے ملتی ہے جو خطۂ کابل سے آنکر نوشہرہ میں بہتا ہے اور چوتھی جانب میں کوہ شمالی ہے۔ حضرت عرش آشیانی (اکبر) کے عہد میں معرکہ آرائیاں زین خاں کوکلتاش و بیربل و حکیم ابوالفتح نے یہاں کیں اُن کا بیان اقبالنامہ اکبری میں مفصل لکھا گیا ہے۔ غرض اُنکی تنبیہہ و تاکید اس قدر ہوگئی تھی کہ وہ قدم جرأت اپنی حد سے باہر نہیں نکالتی تھیں اگرچہ وہ خودسر تھیں یا جگذار نہ تھیں لیکن وہ اپنی حدود سے باہر قدم نہیں رکھتی تھیں۔ ان دنوں میں اُن کے سردار بھاکو نے فساد اُٹھایا اور اس قوم کے قبائل کو باہم متفق کیا اور ایک فقیر محمد شاہ کو اپنا ہادی بنایا اور بہرہ خوشاب کے ملانوں میں سے ملا چالاک کو پیشوا بنا بھاکو کی صلاح دیدسے پانچہزار افغانوں کے ساتھ قلعہ چھاچھل پر وہ گئے یہ قلعہ حدود پکھلی میں تھا جس کے مرزبان شادمان کا گماشتہ شمشیر اس قلعہ میں تھا۔ عذر و مکر سے اس قلعہ کو اُنہوں نے لیا اور ان حدود میں شورش انگیزی شروع کی افاغنہ یوسف زئی کے ایک گروہ انبوہ نے دریائے نیلاب حدود اٹک میں اپنی حد سے باہر قدم رکھا اور ممالک محروسہ پر دست تعرض دراز کیا۔ جب بادشاہ کو ان حدود کے وقائع نگاروں سے یہ خبر معلوم ہوئی تو اٹک کے فوجدار کامل خاں پاس فرمان بھیجا کہ دریائے نیلاب کے نواحی کے جاگیرداروں و فوجداروں کو جمع کرکے حتی المقدور اس طائفہ کی تادیب میں مشغول ہو۔ امیر خاں صوبہ دار کابل کو فرمان گیا کہ شمشیر خاں پانچہزار سپاہ کے ساتھ ان مفسدوں کے دفع کرنے کے لیئے روانہ کرے۔ کابل خاں نے شمشیر خاں کے ملنے کا انتظار نہیں کیا۔ اپنے ہمراہیوں اور لشکری ککر و اشرف و خوشحال ختک کو ساتھ لے کر اٹک سے برآمد ہوا۔ اور گذرہاروں کی طرف جو ولایت یوسف زئی

کے روبرو واقع تھا روانہ ہوا کہ قوم یوسف زئی کی تنبیہہ کرے ۔ پشاور میں امیر خاں کا نائب عبدالرحیم تھا اس سے کامل خاں نے مدد طلب کی تھی ۔ امیر خاں کے اشارہ سے فوراً مراد قلی سلطان گھکر و راجہ رائے سنگھ بھدوریہ ۲۰ ر شوال کو کامل خاں سے ملگئے ۔ یوسف زئی بھی دریائے نیلاب سے اس طرف آنکر گذر ہاروں پر جنگ و پیکار کے قصد سے مقیم ہوئے ۔ جب لشکر شاہی گذر ہارون پر آیا تو دریا کے پار مخالفوں کے پچیس ہزار سوار اور پیادے اُتر آئے تھے ان میں سے دس ہزار جنگ کے آہنگ میں مستعد ہوئے سخت لڑائی ہوئی ۔ لشکر شاہی کو فتح نصیب ہوئی ۔ یوسف زئی سراسیمہ و ہراساں دریائے نیلاب پر گئے لشکر شاہی اُن کے تعاقب میں گیا ۔ یوسف زئی کے دو ہزار آدمی مارے گئے اور بہت مجروح ہوئے بعض ڈوب گئے ۔ گذر ہارون پر دریا کے تین شعبے ہوتے ہیں ایک اُن میں پایاب تھا ۔ اس سے گذر کر جان سلامت لے گئے ۔ لشکر شاہی مفسدوں کے چار سو سر اُتار لے ۔ کامل خاں نے ان میں سے ایک سو بیس سر پشاور بھجوائے اور باقی سروں کا کلہ مینار بنایا ۔ تاکہ لوگوں کو عبرت ہو ۔ بادشاہ نے یہ خبر سنکر کامل خاں کو خلعت و فیل دیا اور منصب میں پانصدی دو صد سوار کا اضافہ کیا کامل خاں نے گذر ہارون پر اقامت کی چاروں طرف اس کی کمک کے لئے لشکر شاہی آگیا اور وہ یوسف زئی کے ملک میں گھس گیا مخالف موضع ادہند میں جو ہند کوہستان کہلاتا ہے فتنہ انگیزی کے لیے جمع ہوئے ۔ بادشاہ نے مصلحت وقت جانکر محمد امین خاں بخشی کو کابل کا صوبہ مقرر کیا اور یوسف زئی کی تنبیہہ کے لئے حکم دیا وہ نو ہزار سپاہ کے ساتھ ۱۸ ر ذیقعدہ کو اس طرف روانہ ہوا ۔ شمشیر خاں کی فوج جو افغانان یوسف زئی کی تنبیہہ کے لئے مقرر ہوئی تھی اُنکی کئی لڑائیاں یوسف زئی سے محمد امین خاں کے پہنچنے سے پہلے ہوئیں اور یہ قوم مغلوب و منہزم ہوئی جس کی مجمل کیفیت یہ ہے کہ شمشیر خاں و عبدالرحیم ملازم امیر خاں کابل میں لشکر کو مکی کے ساتھ مفسدوں کی ولایت

میں پہنچے اور سرزمین مندر میں اُترے یہ مقام کوہستان یوسف زئی سے باہر یوسف زئی کا محل کشت و زراعت میدان کروفر ہی یہاں سے موضع اوہند میں کہ دہند کوہستان ہی تھانے بٹھائے اور مورچال لگانے اور نظم و نسق کرنے کا قصد تھا کوہستان سے باہر جو یوسف زئی کے مساکن و مواطن و دیہات اور مزارع تھے اُن کو لشکر شاہی نے تاخت و تاراج کیا۔ شمشیر خاں کو معلوم ہوا کہ یوسف زئی نے کسی مجہول کو دست آویز بنا کے موضع منصور و پنج بیر و مرغز میں فساد اُٹھانے کا ارادہ کیا ہی۔ ۱۲ ذی الحجہ کو لشکر شاہی نے مخالفوں کو پنج بیر میں شکست دی اس جنگ میں شمشیر خاں کا بھائی اور کئی بڑے بہادر مارے گئے۔ مفسدوں کے اکثر قریے و مساکن کو آگ لگائی اور اُن کے مواشی کو غارت کیا اور دو روز بعد شمشیر خاں نے پنج بیر کی بائیں جانب جا کر مواشی اور اموال کو لوٹا اور بالکل آبادی کا نشان نہیں چھوڑا اور چار موضع مرغز سے آگے لوٹ لیے ان مقدمات کے بعد بھاکو اور یوسف زئی کے اور ملکوں نے الواسی اکوزئی اور ملی زئی کو جو اہل سواد اور بنیر میں جمع کر کے انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ ۱۵ محرم کو انہوں نے سپاہ نا محصور کے ساتھ موضع منصور میں آنکر مورچال مستحکم کیے اور سپاہ کی پیادہ بندی کی۔ دوسرے روز لڑائی کو آئے۔ شمشیر خاں لشکر کو مرتب کر کے اُن سے لڑنے گیا۔ افغانوں نے بندوق و تیر سے لڑائی شروع کی۔ لشکر شاہی اُن کو بھگاتا ہوا منصور پر اُن کے مورچالوں کے سامنے آیا۔ قریب تھا کہ ہزیمت پاتا مگر شمشیر خاں نے اُسے سنبھال لیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ یوسف زئی کو شکست فاحش ہوئی۔ ہوا گرم چل رہی تھی بعضے بھاگ کر پنج بیر پر پہنچے تو اتنا پانی پی لیا کہ شعلہ حیات اُن کا بجھ گیا۔ ایک گروہ بے آبی سے تشنہ لب سراب عدم کو چلا گیا۔ ایک گروہ نے کھیر ایک موضع میں کوشش و آویزش میں ثبات کیا۔ شمشیر خاں اُن کے دفیعہ میں مشغول ہوا۔ جب تیر و تفنگ سے اُن کو دفع نہ کر سکا تو بے توقف و درنگ لشکر شاہی گھوڑوں سے

اُتر کر پیادہ پا اور سپروں کو منہ پر لگا کے مردانہ وار کوہ پر چڑھا بعض دشمنوں کی جان لی بعض کو امان دیکر دستگیر کیا تین سو آدمی جن میں چند معتبر ملک لوسات تھے مقید کئے۔ بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو شمشیر خاں کا اضافہ منصب کیا۔ محمد امین خاں بھی یوسف زئی کے ملک میں آگیا اور اُس نے اُن کے مساکن و مواطن کی تخریب میں کوشش کی۔ بادشاہ کا حکم اس پاس آیا کہ شمشیر خاں کو اوہند میں چھوڑ کر اور اس کی کمک کو لشکر بھیجکر تم خود ہمارے پاس چلے آؤ محمد امین خاں نے جو کام اس مہم میں کیا اُسکی کیفیت یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو موضع لکی میں پہنچکر شمشیر خاں کو اوہند سے اپنے پاس بلایا۔ اس پاس شمشیر خاں آیا اور قوم اونمازی کے ملکوں کو جنہوں نے اطاعت کی تھی ساتھ لایا محمد امین نے اُن کو خلعت دیکر اپنے وطنوں کو رخصت کیا اور اُن کو کہدیا کہ اطاعت کروگے تو لشکر شاہی کی سطوت سے امین رہوگے فریق یوسف زئی سے قوم شیر پا شہباز گڑہ سے کوہ کرہ مارتک جابجا سکونت رکھتی تھی۔ اور موقع پاکر دزدی کرتی تھی۔ محمد امین خاں شہباز گڑہ میں گیا لشکر شاہی کوہ کرہ مار کے اندر فضا میں داخل ہوا اور چند قریوں کو آگ لگا کے خاک کی برابر کیا۔ چھہ ہزار مویشی پکڑ لیئے محمد امین خاں موضع بجار میں آیا جو کوہ سوادپر واقع ہے یہاں خوب تاخت وتاراج کی اور بہت مواشی لے لیئے۔ اس لوٹ مار کے بعد ۷ ربیع الثانی کو اوہند میں آیا اور شمشیر خاں کو مہم کا اہتمام سپرد کر کے اور اپنے دو ہزار آدمی دیکر ۶ جمادی الاولی کو ان حدود سے مراجعت کی ۲۵ جمادی الاولی کو جشن شمسی ہوا۔ عبدالرحمن خاں بن نذر محمد خاں کو پانچہزار روپے اور محمد بدیع بن خسرو بن نذر محمد خاں کو ہزار روپئے اور اُس کے چھوٹے بھائی باقی محمد کو تین ہزار روپے و خوشحال بیگ کاشغری کو شمشیر باساز مینا کار و محمد منصور برادر عبداللہ خاں والی کاشغر کو خطاب ناصر خانی و جیغہ مرصع و ایک ہاتھی اور پانچہزار روپیہ ملا ۲۹ ربیع الثانی رستم بے ایلچی عبدالعزیز خاں کو خلعت فاخرہ و شمشیر مرصع باساز طلا و ایک ہاتھی اور ۱۰ سو ہزار روپیہ اور اس کے ہمراہیوں کو ۱۰ ہزار روپیہ اور خوشحال بیگ ایلچی سبحان قلی خاں کو خلعت

عالمگیر

ور اسپ باساز و طلا و شمشیر و سپر و دو یا ساز طلا و مرصع و ایک ہاتھی اور دس ہزار روپیہ اور اُس کے بیٹے یار محمد کو خلعت و خنجر اور ایک اشرفی پچاس سہری اور اُس کے رفیقوں کو چار ہزار روپیہ مرحمت ہوئے ۔ اوّل سے آخر تک سفیر بخارا اور اُس کے رفیقوں کو دو لاکھ روپے کے قریب اور ایلچی بلخ اور اس کے متعلقین کو ڈیڑھ لاکھ روپے کے قریب اور ایلچی والی اورگنج کو خلعت اور چھ ہزار روپیہ انعام دیا اور ایک خنجر مرصع گراں بہا والی مذکور کے لیے بھیجا گیا اور بیس ہزار روپے اُس کو حوالہ ہوئے کہ ہندوستان کی امتعہ خرید کرکے اُس کو حوالہ کرے اور خواجہ موسیٰ و خواجہ زاہد کو جو ۔ جوئباری خواجہ ہیں ۔ ہر ایک کو پانچ ہزار روپیہ بھیجا گیا یہ انعامات ہم نے وہ لکھے ہیں جو غیر ملکوں کے سفیروں کو دیئے گئے ہیں جس سے شان دربار عالمگیری معلوم ہوتی ہے کہ کن کن غیر ملکوں کے بادشاہوں سے اُس کی مراسلت تھی اور اُن کے سفیر اُس کے دربار میں آتے تھے ۔

کشمیر اور زمیندار تبت کی عرض سے معلوم ہوا کہ عبداللہ خاں والی کاشغر بیٹے کے ہاتھ سے تنگ ہو کر بیت اللہ جانے کے ارادہ سے کمال بے سرو سامانی کے ساتھ ان حدود میں آیا ہے چند اہل و عیال اس کے ہمراہ ہیں بادشاہ نے خواجہ محمد اسحاق کو مہماندار مقرر کیا اور سرانجام ضروری کے ساتھ اس کے استقبال کو روانہ کیا اور اس کے ساتھ ایک سو نو گھوڑے با ساز مینا و طلا و سادہ اور ہاتھی باساز نقرہ و خنجر و شمشیر مرصع و ظروف طلا و نقرہ و اقسام اقمشہ و فرش بھیجے اور پچاس ہزار روپیہ نقد خزانہ کشمیر پر تنخواہ کرکے بھیجے محمد امین خاں کہ لاہور میں اپنے تعلقہ صوبہ میں گیا ہوا تھا ۔ حکم گیا کہ عبداللہ خاں کے پہنچنے تک وہاں توقف کرے اور اُس کی ضیافت میں تقدیم کرے اور خزانہ لاہور سے پچاس ہزار روپیہ اسکے پاس پہنچاوے اور سب طرح سے اُسکی مہمانداری میں مشغول ہو ۔ جابجا حکام و متصدیوں کو مہمان نوازی و مسافر پروری کے لیے احکام صادر ہوئے جب وہ دار الخلافت کے قریب پہنچا تو بادشاہ نے جعفر خاں کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا اور اعزاز تمام سے ساتھ

عبادت خانہ میں بلا کر ملاقات کی اور آٹھ مہینے تک مہمان رکھا اور پھر کعبۃ اللہ سب سامان درست کر کے روانہ کیا۔ سورت تک اُس کی ہر جگہ بڑی خدمت گذاری ہوئی دس لاکھ روپیہ اُس کی مہمانداری میں صرف ہوا۔

عالمگیر کی سلطنت کے دس سال کے حال لکھنے کے لیے عالمگیرنامہ محمد کاظم زیادہ رہنما تھا۔ دس سال کے بعد بادشاہ نے منع کر دیا کہ سلطنت کے حالات کو کوئی مورخ قلمبند نہ کرے۔ اس لیے کوئی تاریخ اس بادشاہ کی باقی چالیس سال سلطنت کی بالاجمال اور بالتفصیل ایسی نہیں ہے جیسی کہ اُس کے آباواجداد کی موجود ہے۔ جن کتابوں سے باقی حال میں لکھتا ہوں یہ ہیں۔ اوّل مآثر عالمگیری جس کو مستعد خاں نے خفیہ لکھا ہے اس میں واقعات دکن میں قلعوں اور ملکوں کی فتوح کو بیان کیا ہے۔ مگر وہ واقعات جو ان مہمات میں پیش آئے اُن کا ذکر نہیں کیا اچھا رخ دکھایا ہے دوسرا رخ چھپایا ہے۔ دوم منتخب اللباب خافی خاں ہے۔ خافی خاں کا باپ سلطان مرادبخش کا نوکر تھا۔ وہ عالمگیر سے ناخوش تھا۔ اس کا بیٹا مورخ ہے جس نے باپ سے بہت سے واقعات سنکر ایسے لکھے ہیں جن میں عداوت کی بُو آتی ہے کبھی مخالفت مذہبی کے سبب بادشاہ کے حال لکھنے میں نعمت خاں عالی کا بھائی بنجاتا ہے۔ اپنی تاریخ کو ہجو بناتا ہے اور عالی کی مضحک نظمیں نقل کرتا ہے۔ سوم تاریخیں جو مرہٹوں نے لکھی ہیں اور انگریزی میں وہ ترجمہ ہوئی ہیں اُن تاریخوں میں افسانے گو کہانیاں بہت ہیں تاریخ کم ہے۔ چہارم وہ تاریخیں جو اہل فرنگ نے جو اس زمانہ میں ہندوستان میں موجود تھے لکھی ہیں جیسے فرانسیسی ڈاکٹر برنیر ہے۔ یہ ڈاکٹر صاحب دانشمند خاں کا ملازم تھا جو ہندوستان کے امرا کی مجالس سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ قصّوں کی داستان سرائی کس طرح مجالس میں ہوتی ہے اور کیا کیا ظرافتیں اُن میں خرچ ہوتی ہیں بس ایسی ہی ڈاکٹر نے اس اپنے آقا کی مجلس میں جو باتیں سنیں اُنکو سچ سمجھکر اپنے فرانسیسی دوستوں کے لکھنے اُن میں لگا کے ایک ایسی کتب تاریخ لکھدی جس کے مطالعہ سے وہ دل میں مشغول

میں جو معتبر کتابوں پر نظر نہیں رکھتے۔

واقعات سال یازدہم ۱۰۷۸ھ لغایت سال بست ویکم

روز بروز امور شرعی کے اجرا اور اوامر و مناہی الٰہی کے پاسداری میں بادشاہ کی تقید بڑھتی جاتی تھی مفصل احکام جاری ہوتے تھے کہ راہداری اور پاندری وغیرہ موقوف کی جائے جس سے لاکھوں روپیہ کی آمدنی ہر سال سرکار کو حاصل ہوتی تھی وہ مسکرات کے رواج اور خرابات خانوں کو موقوف کرتا تھا۔ ہنود کے معبد خانوں میں ہر قوم کے زن و مرد زیادہ شمار کے اندازہ سے روز و تاریخ معین پر جاترہ کے لیے جمع ہوتے تھے اور لاکھوں روپیہ کے مال کی خرید و فروخت ہوتی تھی اور اس کے محصول کے بہت روپیہ ہر صوبہ میں داخل ہوتے تھے اُس کے موقوف کرنے کے لیے حکم صادر فرمایا۔ کلاونتوں نامی قوالوں سے جو سرکار میں نوکر تھے اُن سے سرود خوانی سے توبہ کرا کے اُن کے مراتب و مناصب کو زیادہ کیا اور سرود و رقاصی کے منع کا حکم صادر کیا۔ کہتے ہیں کہ ایک جماعت کلاونتوں اور قوالوں نے بڑا ازدحام کیا اور ایک جنازہ کو بڑی شان سے اُٹھایا اور اس کے آگے پیچھے روتے پیٹتے جھروکے درشن کے نیچے سے گزرے۔ جب بادشاہ نے جنازہ کی کیفیت استفسار فرمائی تو کلاونتوں نے التماس کیا کہ راگ مرگیا ہے اس کو مدفون کرنے کے لیے جاتے ہیں بادشاہ نے فرمایا کہ اُس کو ایسا خاک میں دفن کرو کہ پھر صدا اور ندا نہ آئے۔

بادشاہان سلف کے زمانہ میں اس سال تک یہ مقرر تھا کہ بادشاہ باوجود عارضہ بدنی کے اپنی سلامتی کی خبر کے انتشار کے لیے ایک دفعہ اور کبھی دو دفعہ وقت معین میں اس جھروکہ درشن میں اپنی صورت دکھاتے تھے۔ جو دریائے جمنا پر شاہجہاں آباد اور اکبرآباد میں مشرف ہے۔ امرا مجرائی کے سوا اس وقت سب قوموں کے لاکھوں زن و مرد دعا و ثنا بجا لاتے تھے اور قوم ہنود میں ایک گروہ درشنی مشہور تھا کہ جب تک جھروکہ درشن کے نیچے جا کر بادشاہ کی صورت دیکھتا تھا۔ کوئی چیز نہیں کھاتا تھا عالمگیر نے اس کو

کی ما شروع جان کر جھروکے کے نیچے آدمیوں کے جمع ہونے کو موقوف کر دیا اور جھروکہ میں خود بیٹھنا چھوڑ دیا۔

آغاز سال دوازدہم کی ابتدا میں بادشاہ نے سُنا کہ برہان پورہ میں محلہ احدی پورہ اور کھڑکی پورہ آپس میں عداوت مخفی رکھتے ہیں۔ ایام عاشورہ میں احدی پورہ کے آدمی ہر سال گشت کے واسطے تابوت نکالتے ہیں وہ مردم کھڑکی پورہ پر اور اور محلوں پر غالب تھے گشت کے وقت تابوت کے ساتھ دو سو سے زیادہ سوار زرہ پوش اور بندوقچی باہر نکلتے تھے۔ ایک رات کو تابوت کے گشت کے وقت کھڑکی پورہ کے آدمیوں سے اُن کا مقابلہ ہوا۔ ہر چند کھڑکی پورہ کے آدمیوں نے اپنے تابوت کی گشت کی راہ کو بدلکر احدی پورہ کے تابوت کے مقابلہ سے بچایا مگر احدی پورہ کے آدمیوں نے جہالت سے اُس کی راہ کو دو دفعہ روکا۔ جامع مسجد کے نزدیک جنگ واقع ہوئی۔ ایسی جنگ عظیم ہوئی کہ کھڑکی پورہ والوں کے ساتھ بہت سے تماشائی شریک ہو گئے۔ اس قدر آدمی اُن کی اعانت کے لیے در و بام پر چڑھ گئے کہ کسی دوکاندار کے گھر پر سفال باقی نہیں رہی اور پچاس احدیوں سے زیادہ قتل ہوئے اور سو نفر زخمی ہوئے۔ پچاس چالیس ہزار روپیہ کے مرواید اور زرگمشدہ تابوت اور رشدے احدی پورہ کے لٹ گئے۔ بادشاہ نے اس واقعہ کو سنکر حکم دیا کہ تمام صوبوں میں لکھا جائے۔ ایام عاشورہ میں کوئی تابوت نہ بنائے اور نہ اُنکا گشت کرائے بادشاہان سابق کے عہد میں شاعر و منجم زیادہ اعتبار رکھتے تھے خصوصاً شاہجہاں کے عہد میں اور ہر ایک بادشاہ کے عہد میں ایک ملک الشعرا ہوتا تھا۔ اور وہ پائے تخت میں حاضر رہتا تھا مصلح رکاب دفتر دیوانی کا جزو منجمین کا گروہ سمجھا جاتا تھا وہ بادشاہ کے روشناس نوکر ہوتے تھے اُن کو یہ کام سپرد تھے فصول اربعہ کی تحقیق وماہہا شمسی کے سرشتہ حساب اور تنخواہ و تیول جاگیرداروں اور نقدیا احدیوں و توپخانہ کی اور قمری ساعت کے موافق تقویم بنانے وہ سب موقوف ہوئے۔ شعر کہنے سننے کا اور ساعت دیکھنے

تقویم مقرر کرنے کا اور دفتر میں تقویم رکھنے کا رواج برطرف کیا - اہل دفتر نے عرض کیا کہ تاریخ ماہ شمسی کا حساب از روئے تقویم محرر رکھتے ہیں جواب ممنوع ہوا تو حساب طلب تنخواہ بغیر تقویم جاری نہیں ہو سکتا تو فرمایا کہ ؎

لا و لا لب لا و لا لا شش مہ ہست لل و کط و کط لل شہور کوتہ است

پر حساب کر کے شمسی مہینوں کے سررشتہ کو نگاہ رکھیں - اس حکم سے حساب میں الجھیڑا پڑ گیا اور جن منصبداروں کو برسوں کے بعد تنخواہ ملتی تھی اُن کو دس بارہ روز تنخواہ کا نقصان ہونے لگا۔

امور ملکی و مقدمات جزئی و کلی میں قضات ایسے مستقل ہوئے کہ امیران عمدہ صاحب مدار سلطنت کو اُن پر رشک و حسد ہوا - چنانچہ قاضی عبدالوہاب احمد آبادی کہ قاضی القضات بادشاہی تھا اُس نے بقدر استقلال اور اعتبار پیدا کیا کہ تمام امرا رباب نام و نشان اُس سے اپنی حفظ آبرو کا ملاحظہ کرتے تھے - مہابت خاں ثانی کہ جو بادشاہ کی خدمت میں بڑا گستاخ تھا وہ ہمیشہ قاضی کی خفت کے درپے رہتا تھا - چنانچہ راوی ثقہ و محرمان خاندان قاضی سے سنا گیا کہ جن ایام میں مہابت خاں مہم دکن میں مامور ہوا اور حضور سے مرخص ہوا اور اُس نے مساعدت کی درخواست بادشاہ کی مرضی سے زیادہ کی اس ضمن میں اُنکو خبر پہنچی کہ تین چار لاکھ روپیہ کا جواہر اور اسباب کشمیر و اکبر آباد اور مال قاضی احمد آباد کے بیوپاریوں کے مال تجارت کی ہمراہ آیا ہے اور قافلہ میں داخل ہوا ہے تحقیق کرنے کے بعد سب مال کو لیلیا اور سپاہ میں تقسیم کر دیا - جب بادشاہ سے یہ عرض کیا گیا اور تحقیقات شروع ہوئی تو مہابت خاں نے عرض کیا کہ سوداگروں کا مال اضطرار بطریق قرض لیا ہے کہ اس کا جو منافع قاضی صاحب تجویز کرینگے وہ میں ادا کروںگا - قاضی نے مصلحت کار اس میں جانی اور کاوش نہ کی - جس وقت مہابت خاں کی رخصت کی تجویز ہو رہی تھی کہ دکن کے اخبار نویسوں کے نوشتہ سے

معلوم ہوا کہ سیواجی نے بہت فساد مچایا ہے تو جعفر خاں و مہابت خاں کی طرف متوجہ ہو کر بادشاہ نے فرمایا کہ اس کافر بچہ نے پاؤں اپنی حد سے باہر بہت نکالا ہے۔ اس کے استیصال کا فکر ضرور ہے۔ مہابت خاں نے جواب میں التماس کیا کہ فوج کی حاجت اور لشکر کے تعین کی ضرورت نہیں ہے۔ اعلام قاضی کفایت کرتا ہے۔ بادشاہ نے بید ماغ ہو کر خلوت میں جعفر خاں سے فرمایا کہ مہابت خاں کو سمجھائیں کہ سر دیوان ایسے لغو کلمات عرض نہ کیا کرے۔

سیواجی کا حال فرار کے بعد

سیواجی کا حال فرار ہونے کے بعد خافی خاں یہ لکھتا ہے کہ سیواجی متھرا سے بھیس بدل کر روانہ ہوا۔ ڈاڑھی موچھ منڈائی اپنے پسر خرد سال کو ہمراہ لیا۔ چالیس پچاس ہرکارے اور نوکر چاکر ساتھ تھے۔ سب کے منہ پر بھبوت ملی ہوئی تھی۔ اور ہندو فقیروں کی صورت بنائی چوب دستیوں کو مجوف کیا تھا اور ان کے اندر بیش قیمت جواہر اور کچھ اشرفیوں کو اتنا بھر لیا تھا کہ لکڑیوں کو ہاتھ میں لے جا سکتے تھے اُن کے سروں پر شامیں لگا دی تھیں۔ پرانی جوتیوں کے تلوؤں میں کچھ اشرفیاں سی دیں یہ فرقہ مختلف الوضع بیراگی و گسائیں ادا سی بنا اور الہ آباد بنارس کو چلا۔ ایک الماس بیش قیمت چند یاقوت کے دانوں کے ساتھ موم میں بند کر کے ہرکاروں کی پوشش میں سی دیا اور جواہر بعض ہمراہیوں نے منہ میں رکھ لیے یہ کوچ کر کے ایک مکان میں پہنچا جہاں کے فوجدار کو وکیل کے لکھنے سے اور بادشاہ کے احکام پہنچنے سے سیوا کے فرار کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ فوجدار نے سیوا کے فرار ہونے کی اور ان فقیروں کے تین گروہوں کی آنے کی خبر پا کر ان سب فقیروں کو مقید کر لیا اور تحقیقات شروع کی۔ ایک روز ایک رات تک یہ سیواجی مقید مسافروں کی ایک جماعت کے ساتھ قید میں رہا۔ دوسرے روز آدھی رات کو سیوا خود تنہا خلوت میں فوجدار پاس گیا اور اقرار کیا کہ میں سیوا ہوں۔ دو دانہ الماس و یاقوت لاکھ روپے کی قیمت کے میرے پاس ہیں لو یہ جانتا ہوں کہ اس صورت میں کہ مجھے زندہ مقید کی

کر کے مجھے یا میرے سر کو کاٹ کر ادھیل کرے دونوں صورتوں میں یہ دونوں جواہر بے بہا تیرے
ہاتھ نہ آئیں گے یہ میں ہوں اور یہ میرا سر ہے تو ہم برگشتوں کے سر سے ہاتھ اٹھا۔ علی قلی خاں
نے یہ سوچا کہ معلوم نہیں کیا ہو۔ سودائے نقد کو امید نسیہ پر چھوڑنا مصلحت نہیں ہے۔ اس لیے
وہ دو جواہر بے بہا لے لیے اور تہدید آمیز تفتیش کے بعد تمام فقیروں اور مسافروں کو چھوڑ دیا
سیواجی اس خلاصی کو دوبارہ عمر پانا سمجھا جیسے کہ مرغ قفس میں پھنسا ہوا چھوٹ کر اڑتا ہے
اس طرح وہ فوجدار کے دام سے چھوٹ کر بنارس کی طرف اڑا۔ اگرچہ وہ خود پیادہ چلنے میں
ہرکاروں سے زیادہ چلتا تھا۔ مگر سنبھا کم عمر بچہ ساتھ تھا اس کے پاؤں میں چھالے پڑے
وہ اس کے پاؤں کی زنجیر بنا۔ سیواجی کے باپ دادا جب بنارس میں آئے تھے تو موروثی
پروہت کب کلس کو بنایا تھا۔ صاحب ہم و رسم ہنود کا یہ ضابطہ ہے کہ جس مکان میں جاترا
جاتے ہیں وہ ایک برہمن کو اپنا مہری خط لکھکر دیدیتے ہیں جو ان کی خدمت کرتا ہے وہی
ہمیشہ انکی اولاد کی خدمت کیا کرتا ہے۔ سیواجی نے اس کو تلاش کر کے پیدا کیا اور اپنے
بیٹے کو اس کے حوالہ کیا۔ کچھ جواہر اور اشرفیاں دیں اور سفارش کی کہ اگر میری حیات
نے وفا کی اور میں اپنے مکان کو پہنچا تو میں تمہیں خط لکھوں گا تم سنبھا کو اپنے ساتھ لے کر
جس راہ سے کہ میں بتاؤں اس راہ سے میرے پاس پہنچا دینا ورنہ تمہیں اور بیٹے کو خدا
کے سپرد کرتا ہوں۔ کبھی تو پسر کی خواہش اور اس کی مادر کی تحریر پر زنہار اپنی جگہ سے
حرکت نہ کرنا۔ اس برہمن کو جو کب کلس کو لایا تھا۔ چند سال کا خرچ دیکر سنبھا کے ہمراہ
کیا اور خود بنارس کو روانہ ہوا۔ اور اس دن داخل ہوا دو گھڑی رات رہی تھی
وہ گنگا نہانے گیا۔ ابھی داڑھی منڈانے اور نہانے سے فارغ نہ ہوا تھا اور تاریکی
باقی تھی کہ سیوا کے گرفت و گیر کا غلغلہ ہوا۔ اسی لیے ایک برہمن کو نذر و جواہر دیا اُسنے
ہاتھ سے فارغ کر دیا اور وہ معدوم ہوا۔ القصہ [illegible]
[illegible] قطب الملک کے پاس پہنچا اور اس نے [illegible]

وابلہ فریب اُس کو ایسا سبز باغ دکہلایا کہ وہ اُس پر فریفتہ ہوگیا۔
سیواجی فن قلعہ گیری میں مشہور تھا۔ عبداللہ قطب الملک نے ان تمام سرحدی قطب شاہیہ قلعوں کے لیے سیواجی کو متعین کیا جو عادل شاہیہ کے تصرف میں چلے گئے تھے اُس نے عبداللہ سے قسم وعہد وپیمان وقرار کیے کہ اگر فوج ومصالح قلعہ گیری میری ہمراہ کیا جائے تو قلعے جو بیجاپوریوں کے تصرف میں ہیں اُن کو جا کر تہوڑے دنوں میں تسخیر کرلیتا ہوں اور تمہارے منصوبوں کو جو میری ہمراہ تم کردوگے اُن کو حوالہ کردونگا اور سوائے تمہارے قلعوں کے چند میرے قلعے جو کہ عالمگیر کے آدمیوں نے لے لیے ہیں اگر انکو تمہاری کمک اور مصالح سے اپنے تصرف میں لاؤنگا تو میں تمہارے احسان مانوں گا اور آپ کا بندہ دست گرفتہ اور غلام زرخریدہ رہونگا۔ عبداللہ شاہ نے عاقبت بینی اور اس غدار کے افعال پر نظر نہیں کی جمعیت شائستہ مع مصالحہ قلعہ گیری اور چند آدمی قلعہ داری کے قابل سرفوج قرار دیے اور اُنکو سیواجی کی اطاعت ورفاقت کے لیے سفارش کی سیواجی قلعہ گیری میں ید بیضا رکہتا تھا فوج لے کر جس قلعہ کے نیچے وہ جاتا اس کو طرح طرح کے حیلوں اور تدبیروں سے چند دنوں کے محاصرہ میں لے لیتا قلعہ کے سپرد کرنے اور قلعہ دار ہونے کے لیے عبداللہ شاہ نے جو آدمی اُس کی ہمراہ کیے تھے ان سے چکنی چپڑی باتیں کہہ دیتا کہ تم میری قوت بازو ہو اس قلعہ سے بہتر قلعہ تم کو سپرد کردونگا۔ یوں امیدوار کرکے جنس ونقد جو قلعہ میں سے ہاتھ لگتا اُنکو دیدیتا اور اُن کو دم دیکر دوسرے قلعہ پر لے جاتا۔ ستارہ اور پرنالہ وغیرہ دس بارہ قلعے فتح کرلیے۔ یہ بیجاپور کے قلعے ایسے مشہور تھے کہ لاکہوں روپئے خرچ ہوکر برسوں میں فتح ہوتے اُس نے تہوڑے دنوں میں اپنے تصرف میں کرلیے راجہ جے سنگہ وغیرہ اور چند بار بادشاہی کی سعی سے قلعوں راجگڈہ وغیرہ کی کنجیاں خود اُس نے حوالہ کیں تھیں اُن پر پھر اپنا تصرف کرلیا۔ عبداللہ شاہ کے نوکروں کو حوالہ کے

راجہ جے سنگھ

اُن کو رخصت کیا ۔ عبد اللہ شاہ کے بعد ابو الحسن اسکا جانشین ہوا ۔ ایک روایت یہ ہی کہ ابو الحسن کی فرمانروائی کے سال اوّل دوم میں سیواجی حیدرآباد میں آیا اور اس سے ملاقات کی اور ابلہ فریبی کی ۔ قلعہ گیری سے فراغت پاکر وہ بدستور سابق قلعہ راجگڈہ میں مستقل ہوا ۔ اور از سر نو علم بغاوت بلند کیا ۔ انگریزی تاریخوں میں مرہٹوں کی اور خافی خاں کی تاریخوں سے یہ نقل ہوتا ہی کہ راجہ جے سنگہ نے یہ جانا کہ بیجاپور سے مراجعت کے بعد دکنیوں کے ہجوم اور عدم ذخیرہ سے مفتوحہ قلعوں کا قلعداروں کے ہاتھ میں رہنا متعذر ہی اس لیے اُس نے مصالح توپ خانہ جو ہمراہ لینے کے قابل تھا ساتھ لیا ۔ باقی کو کہا کہ سپاہ لوٹ لے یا آگ لگا دے اور برج و بارہ جو لائق مسمار کرنے کے تھے اُن کو ڈہا دیا اور وہاں سے کوچ کرکے اورنگ آباد کو چلا مورو نپت کو یہ موقع ہاتھ آیا کہ اُس نے ان قلعوں کو دوبارہ لے لیا ۔ مرمت کرائی ان میں آدمی مقرر کیے اور بادشاہی آدمی نکالدیئے ۔ غرض سیواجی کے آنے سے پہلے بہت قلعے فتح ہو گئے تھے اُس نے آنکر ملک کوکان میں ولایت کلیان کو فتح کرلیا ۔

سیواجی کا سورت کا لوٹنا اور قلعہ راجیری (راس گڑہ) کا بنانا

سیواجی نے بندر سورت پر تاخت کی ۔ اس میں کروڑوں روپیہ کے نقد و جنس حاصل ہوئے اور ہنود با نام و نشان اور مسلمان آبرو طلب نامرد اُس کے ہاتھ آئے ۔ سورت کو باب الحج کہتے تھے ۔ اُس کا لٹنا حاجیوں کے حج کا مانع تھا ۔ اس لیے بادشاہ کو یہ واقع نہایت ناگوار ہوا ۔ اس نے حکم دیا کہ بندر سورت کے اطراف میں قلعہ شہر پناہ بنائیں جو پہلے نہ تھا اور دلیر خاں و خان جہاں بہادر سیواجی کی تنبیہ کے لیے متعین کیے کہتے ہیں کہ سیوا نے بارہ ہزار عربی و کچھی گھوڑے جمع کیے سواروں کو ان گھوڑوں کا بارگیر بنا کے افواج کو بھیجا پہلے جو اُس نے نئے قلعے دریا میں بنائے تھے اُن کو اب از سر نو تعمیر کیا ۔ جنگی کشتیاں تیار کیں اور اُنکے قلعوں کے نیچے رکھا اور راہ ولایت اور کعبۃ اللہ کے جہازوں کو لوٹنا شروع کیا ۔ قلعہ راجگڈہ سیواجی کا قدیمی ملجا تھا ۔ جب اُس کے اطراف

کے بندوبست سے خاطر جمع ہوئی تو اُس کو یہ فکر ہوا کہ راجگڈہ سے زیادہ کسی قلب کوہ میں اپنے
رہنے کے واسطے کوئی قلعہ بنانا چاہئے۔ بہت تلاش کرکے اُس نے کوہ راہیری میں
اسکی تجویز کی وہ دامن کوہ سے قلعہ تک تین کروہ ارتفاع رکھتا تھا اور ۴ کروہ وہاں سے
دریائے شور تھا اور دامن کوہ سے دریا کا ایک شعبہ سات کروہ پر تھا اور اس طرف کی
اطراف میں بندر سورت کی راہ دس بارہ کروہ خشکی میں تھی اور راجگڈہ یہاں سے چار پانچ
منزل تھا۔ یہاں پانچ مہینے برابر مینہ برستا تھا۔ اس کوہ کا تعلق نظام الملکی کوکن سے تھا
یہاں قلعہ اُس نے بنایا اور برج و بارہ اس کے کمال قلب بنائے قلعہ راجگڈہ کا رہنا
چھوڑ دیا قلعہ راہیڑی (رائے گڈہ) کو اپنے رہنے کی جگہ بنایا۔ جب قلعہ تیار ہو گیا اور توپیں
اسپر لگ گئیں اور اطراف کی آمد و شد کی راہ مسدود ہوئی۔ صرف ایک راہ قلب اسکی
رکھی تو ایک دن مجمع کیا اور زر کی تھیلی اور سوہون کا کڑہ طلائی میدان میں رکھ دیا اور منادی
کی کہ سوا اس راہ کے جو مقرر ہوئی ہے۔ اگر کوئی شخص دوسری راہ سے قلعے کے اوپر بلا مدد
زینہ و کمند کے مع نشان جائے تو وہ زر اور سونے کا کڑہ لے لے۔ ایک ڈھیر آیا اُس نے
عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں پہاڑ پر مع نشان کے جاکر قلعہ پر نشان نصب کرکے چلا آؤں
سیواجی نے اجازت دی۔ اس نے قلعہ پر جاکر نشان نصب کر دیا اور جلدی چلا آیا۔ سیواجی نے
حکم دیا کہ خریطہ زر اور کڑہ طلا اسکو دیدیں اور اس کے پانوں کے بند کاٹ دیں۔ اس راہ
کو اُس نے بند کرا دیا جے سنگہ کی جگہ دکن کا صوبہ سلطان معظم مقرر ہوا اور جسونت سنگہ اُسکے
ساتھ بھیجا گیا۔ ان دونوں کے اوصاف کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

سیواجی اور بادشاہ کی صلح

جو کارساز شوق کے پردوں میں ہوتے ہیں اُن کی اصل حقیقت اس سے نہیں کھلتی
کہ جو سازش کرنے والے ہیں وہ تو سازش کا حال صحیح بیان نہیں کرتے اور اگر سچ بھی کہتے
ہیں تو اُنکی دغابازی اور مکاری کے سبب سے اعتبار نہیں ہوتا اور سازش کے افشا میں محققین
جو اپنی عقلیں دوڑا کر رائے لگاتے ہیں اُن میں کوئی کچھ لکھتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے اس اختلاف سے

کوئی صحیح امر تحقیق نہیں ہوتا۔ بس اسی قبیل کا معاملہ اورنگ زیب اور سیواجی کے صلح کا ہے یہ دونو ملکی جوڑ توڑوں میں ایک دوسرے کے اُستاد تھے۔ اس صلح کا جال بعض مورخ انگریزی مرہٹوں کی تاریخوں سے نقل کرتے ہیں کہ بادشاہ نے راجہ جسونت اور شاہزادہ محمد معظم کو بہت سے تاکید سے لکہا تھا کہ سیواجی سے بظاہر ملے رہنا عین مصلحت ہے مگر جس وقت قابو چلے اُس کا قید کرنا یا قتل کرنا واجب ہے بلکہ یہانتک ہدائت کی کہ میری حکومت سے بغاوت اور نفرت جتانا اور خفیہ جدا گانہ مرہٹوں سے ملتے جلتے رہنا۔ غرض یہ صلح اُس کے پھنسانے کا جال تھا۔ مگر سیواجی سیانا تھا۔ اس جال میں کب آتا تھا۔ بعض مورخ انگریزی یہ بیان کرتے ہیں کہ سیواجی کی ملاقات راجہ جسونت سنگہ سے دہلی میں ہوئی تھی۔ وہ راجہ کے مزاج سے خوب واقف تھا۔ اور راجہ اس وقت شاہزادہ محمد معظم پر بالکل مسلط تھا۔ راجہ کٹر ہندو تھا۔ اب تک اس کا ایک خط اورنگ زیب کے نام کا جزیہ کے باب میں راجہ کولاپور کے پاس موجود ہے یہ خط سیواجی نے اُس کو لکہکر دیا تھا۔ وہ ہندوں کی سلطنت کا بہ نسبت مسلمانوں کی سلطنت کے زیادہ نیک خواہ تھا۔ بڑا رشوت ستاں تھا۔ سیواجی نے جانا کہ راجہ اور مرزا دونو کو زر دینے سے خوب مطلب براری ہوگی۔ اُن کو بیدریغ خوب روپیہ دینا شروع کیا۔ شاہزادہ محمد معظم کو اپنی تقصیرات کا شفیع بنایا اور ایک عرضداشت اپنی دولت خواہی کی بہجوائی جس میں لکہا تھا میں ہمیشہ حضور کی خیر خواہی اور اطاعت و فرمان برداری و خدمت گزاری کروں گا گو میری خدمات کی پہلے قدر نہیں ہوئی۔ بادشاہ نے اُسکی درخواست منظور کی اور سیواجی کو راجہ کا خطاب دیا اور اُس کے بیٹے سنبھا کو پنجہزاری کا خطاب ملا اور ملک برار میں ایک نئی جاگیر دی جس میں سیواجی کی طرف سے اول دفعہ ایک مرہٹہ کلکٹر راؤجی سومناتھ مقرر ہوا اور اُس کی جاگیر کے اضلاع پونہ و چاکنہ وسوپہ واپس دے گئے مگر یہ ڈراؤ اُس پر رکہا گیا کہ قلعہ سنگ گڑہ اور پورندہر میں پیادہ شاہی فوج فرمان روا رہی۔ سیواجی نے اورنگ آباد میں محمد معظم پاس سنبھاجی کو

سواروں کے ساتھ روانہ کیا مگر کم عمری کے سبب سے اُس کو الٹا بلا لیا اور اسکی جگہ کرتوجی
گوجر کو پرتاب راؤ کا خطاب اور سرنوبت سواروںکا منصب دیکر بھیجا۔
بیجاپور اور گول کنڈہ کے رئیسوں سے بادشاہ کی صلح ہو گئی تھی اس لیے ۱۰۷۸ھ ۱۶۶۸ء
تک دکن میں امن رہا۔

صلح کا ٹوٹنا اور سیواجی کا قلعوں اور ملک کو فتح کرنا

عالمگیر ایسا نادان نہ تھا کہ وہ وقت پر اپنی تدابیر کی ناکامیابی کو نہ سمجھتا ہو جس وقت
اُس کو معلوم ہوا کہ اس صلح سے سیواجی پھندے میں نہ پھنسا تو اُس نے کھلم کھلا اُس کی
گرفتاری کا حکم دیا۔ اس سبب سے صلح کا عہد ٹوٹ گیا اور سیواجی نے پھر اپنا پرانا طریقہ
اختیار کیا۔ اول اُس نے قلعوں سنگ گڑھ اور پورندہر کو فتح کرنا چاہا جن کے سبب سے
اُسکی آمدورفت چاکنہ اور پونہ سے مسدود تھی۔ سنگ گڑھ کا قلعہ پونہ کے پاس تھا۔ اُسکی
عظمت کا خیال اورنگ زیب اور سیوا دونو کو تھا۔ بادشاہی رجپوتوں کی فوج نہایت تجربہ کار
افسر اودے بھان کے ماتحت اس قلعہ کی حراست کرتی تھی تناجی مالوسری نے ماولیوں
کو ساتھ لیکر اس قلعہ پر دھاوا کیا۔ پہاڑوں کی بلندیوں کو زینوں پر چڑھ چڑھ کے گھیر لیا
راجپوتوں کی سپاہ بڑی دلاوری سے لڑی اور تناجی کو مار کر گرادیا۔ اور دشمنوں کی
تہائی فوج (۳۰۰۰ آدمیوں کے قریب) کو ٹھکانے لگا دیا۔ مگر مرہٹے مر کر بھی نہ ہٹے اور
آخر کو بڑی بہادری اور شجاعت سے قلعہ کو لے کر اُٹھے پانچسو رجپوت مع افسر کے کشتہ
ہوئے سیواجی اس قلعہ کی فتح سے بڑا خوش ہوا۔ مگر جب اُس نے سُنا کہ تناجی مارا گیا
تو بڑا غمزدہ ہوا۔ اور اُس نے کہا کہ بھٹ ہاتھ آیا اور شیر مارا گیا۔ سیواجی کی عادت
نہ تھی کہ وہ ایسے موقعوں پر کسی کو انعام دیتا۔ لیکن اس فتح نمایاں کی خوشی میں ماولی
کو چاندی کے کڑے عنایت کیے اور افسروں کو اُن کے حسب حال انعام دیا سوریاجی
کو قلعہ دار مقرر کیا۔ سنگ گڑھ کے فتح ہونے کے بعد قلعہ پورندہر بھی لے لیا اس نے
کچھ بڑا مقابلہ نہیں کیا۔ کوکن میں قلعہ مہولے کا فتح کرنا قلعہ پورندہر کی طرح آسان

نہ تھا مور دہنت کو اہل قلعہ نے ہٹا دیا اور اس کے ایک ہزار آدمیوں کو مار ڈالا۔ اہل قلعہ کو امید تھی کہ جنجیرہ سے اُن کی کمک آئے گی وہ نہ آئی دوسری دفعہ حملہ کیا اور دو مہینے تک محاصرہ رکھا اور اس کو تسخیر کر لیا۔ غرض تمام ولایت کلیان پر سیواجی کا قبضہ ہو گیا یسونیری کی فتح کرنے میں سیواجی کامیاب نہیں ہوا جنجرا کو بھی فتح نہ کر سکا جس کا نیچے حال خافی خاں کی کتاب سے لکھا جاتا ہے۔

ابتدا میں کوکن نظام الملکی سے راہیری کی اطراف تعلق رکھتی تھیں جب شاہجہان کا اس پر تسلط ہوا تو بیجاپور کا ملک جو تازہ تصرف میں آیا تھا اس کو کوکن نظام الملکی سے بدل لیا تھا اور عادل شاہ کو وہ مرحمت کیا تھا۔ اس ضلع کوکن میں عادل شاہ کی طرف سے فتح خاں افغان حاکم تھا۔ اور قلعہ دندار (دہندار) راجپوری کہ نصف دریائے شور میں واقع ہے اور نصف خشکی میں ہے۔ اس کا حاکم نشین تھا اور قلعہ جزیرہ جو دریائے شور کے اندر ٹاپو میں تھا وہ گولہ رس فاصلہ پر دندارا جپوری سے تھا وہ کمال مستحکم تھا۔ اس نواح میں ملک پر جس وقت غنیم کا غلبہ ہوتا تو یہاں کا فوجدار اس قلعہ میں پناہ کے لیے چلا جاتا۔ دندار راجپوری سے راہیری بیس کروہ پر تھا۔ جب اس کو سیواجی نے اپنے رہنے کی جگہ مقرر کی تو اس نواح میں سات اور چھوٹے بڑے قلعے اپنے تصرف میں کر لیے اور دندار راجپوری کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ جب فتح خاں نے سیوا کا غلبہ یہ دیکھا کہ سب قلعوں پر غالب ہو گیا ہے تو حواس باختہ ہو کر دندارا جپوری کو چھوڑ کر قلعہ جزیرہ میں چلا گیا۔ اس جزیرے کو مرہٹے جنجیرا کہتے ہیں۔ سیواجی نے یہاں بھی فتح خاں کا قافیہ تنگ کیا تو وہ اس فکر میں تھا کہ امان کا قول لے کر جزیرہ بھی غنیم کو سپرد کر دے اور خود اپنی جان سلامت باہر لے جائے فتح خاں کے تین غلام حبشی سیدی سنبل و سیدی یاقوت و سیدی خیریت تھے اور ان میں سے ہر ایک کے ہمراہ دس دس حبشی قواعد داں سپاہی ہمراہ تھے۔ جزیرہ کے بند و بست کا اور کشتی

کاموں کا اختیار اُنکو تھا۔ ان تینوں کو غنیم کے حملہ پر اور فتح خاں کے اس ارادہ پر اطلاع ہوئی کہ وہ قلعہ جزیرہ کو سیواجی کے حوالہ کریگا تو اُنہوں نے باہم مصلحت کی کہ جس صورت میں قلعہ جزیرہ کا مرہٹوں کے تصرف میں چلا جائے گا تو خدا جانے ہمپر وہ کیا ظلم توڑیں گے بہتر یہ ہو کہ فتح خاں کو دستگیر کرکے مقید کریں اور سیدی سنبل کو اس ضلع کی سرداری اور حکومت دیں۔ چنانچہ سلسلہ جلوس میں حبشیوں نے فتح خاں کو غافل کرکے اُسکے پاؤں میں زنجیر ڈالی اور ساری حقیقت عادل شاہ کو لکھی اور خان جہاں بہادر صوبہ دار دکن کو بھی اُس کی اطلاع دی اور بادشاہ کی بندگی کی استدعا کی اور بندر سورت اور دریا کی راہ سے کمک طلب کی خان جہاں بہادر نے جواب عنایت آمیز بھیجا اور ان تینوں حبشیوں کو منصب و خلعت عنایت کیا اور پانچہزار روپیہ مدد خرچ کے لیے نقد عنایت کیا اور جاگیر سیر حاصل نواح سورت میں عطا کی جس سے سیدی سنبل مستظہر و مفتخر ہوا سیواجی کے شر کے دفع کرنے میں کمربستہ ہوا قلعہ کے نیچے کی کشتیاں جو مرمت طلب تھیں اُن کی درستی کرائی اور دریا نوردی کے قصد سے جنگی کشتیاں جمع کیں اور ایک رات کو قلعہ دنداراجپوری کے کشتیوں پر حملہ کیا اور دوسو نفر خلاصی اور جنگی پیادے پکڑ لیے ان میں سے سو مرہٹے تھے جن کو سیواجی نے ابھی مقرر کیا تھا۔ ان کے پاؤں میں پتھر باندھ کے پانی میں ڈبو دیا۔ اس دن سے وہ سیواجی اور حبشیوں میں شدید عداوت ہوگئی۔ سیواجی نے چالیس پچاس جنگی کشتیاں ترتیب دیں اور قلعہ قلابہ و گندیری مستحکم کیا۔ یہ نئے قلعے روئے دریا پر اُسکے بنائے ہوئے تھے۔ فریقین میں دریا پر لڑائیاں ہوتیں اُن میں حبشی غالب رہتے۔ سیدی سنبل کو ہنصدی کا منصب ملا وہ مر گیا اور مرنے کے وقت سیدی یاقوت اپنا قائم مقام بنایا اور حبشیوں کو بالاتفاق اُسکی اطاعت و رفاقت کے لیے سفارش اور وصیت کی۔ اپنی قوم میں سیدی یاقوت جوہر شجاعت و رعیت پروری اور آبادکاری اور منصوبہ بازی میں ممتاز تھا کشتیوں اور مصالح جنگی کے جمع کرنے میں قلعہ کے برج و بارہ کی تعمیر میں اور دریا نوردی میں

وہ پہلے سے زیادہ کوشش کرنے لگا اور شب و روز مسلح و مکمل رہنے لگا۔ مگر اُس نے غنیم کی کشتیوں کو دریا پر پکڑ لیا اور بہت مرہٹوں کے سر کاٹ کے بندر سورت میں بھیجدیئے اور خانجہاں کو عرضداشت بھیجی۔ خانجہاں بہادر کی تجویز سے اُسکے پیہم اضافہ ہوئے وہ ہمیشہ منصوبے میں رہتا تھا کہ قلعہ دنڈا راجپوری کو سیواجی کے قبضہ سے نکالے۔ اُس نے ہوائی توپیں بہم پہنچائیں اور رات کو اُن کو درختوں پر لگا کے دنڈا راجپوری کی طرف چھوڑا۔ اسی طرح سیواجی قلعہ جزیرہ کی تسخیر کے فکر میں رہتا تھا اور اپنے ہمراہ کے سرداروں سے جو فن قلعہ گیری میں ممتاز تھے وعدہ کرتا تھا کہ جو اس قلعہ کو فتح کرے تو اُس کو ایک من سونا مع اور لوازم انعام دونگا۔ ہولی کے دنوں میں سیواجی نے قلعہ راہیری سے تین کروہ پر ایک مکان ٹھیرنے کے لیے تجویز کیا تھا اور قلعہ جزیرہ کی تسخیر کی دھن میں رات دن رہتا تھا۔ ایک رات کو حصار دنڈا راجپوری میں ہندو ہولی کھیل کر مست پڑے تھے کہ سیدی یاقوت نے چار پانچ سو آدمی مع مصالحہ قلعہ گیری و زینہ و کمند سیدی خیریت کے ہمراہ خشکی کی طرف تعین کیئے اور خود تیس چالیس کشتیاں مصالح یورش سے بھری ہوئی لے کر دریا کی طرف سے پائے حصار میں پہنچا۔ دونوں نے آپس میں کچھ اشارے مقرر کر لیے تھے ان مقرری اشارونپر کام کرتے تھے قلعہ کے آدمیوں کو اُنہوں نے غافل پایا سیدی خیریت نے خشکی کی طرف سے صدائے یورش بلند کی۔ اور ہندوؤں نے خبر پا کر بہئیت مجموعی اُس کے دفعہ کرنے پر متوجہ ہوئے سیدی یاقوت نے ایک جانبازوں کی جماعت لی اور کمند و زینوں کے ذریعہ سے جو کشتیوں سے پائے حصار تک لگے ہوئے تھے جلدی و چالاکی سے حصار پر چڑھنے لگے ان میں کچھ آدمی ڈوبے کچھ قتل ہوئے مگر حصار کے اندر پہنچ گئے اور مارو پکڑو کا غل مچایا اسی حال میں چند نفر جو ایک سردار کے ساتھ باروت خانہ کے کوٹھہ کھولنے اور باروت نکالنے اور تقسیم کرنے کے لیے آئے تھے اُن کے ہاتھ سے باروت خانہ میں آگ لگی یہ آدمی مع سردار اور گھر کی چھت کے اُڑ گئے۔ اور دس بارہ آدمی سیدی کے بھی ہوا کی

سیر کر کے جان سے سیر ہوئے سیدی یاقوت کا تکیہ کلام جسو جسو تھا۔ جب وہ نوان
چاروں طرف گھرا اور غل غپاڑہ مچا۔ دوست کو بیگانہ میں تمیز نہیں رہی تو یاقوت جسو جسو
کہکر اپنے بہادروں سے کہتا تھا کہ میں زندہ و سلامت ہوں تم خاطر جمع رکھو ہندوں کے
مارنے اور باندھنے میں جبشیوں نے دست درازی کی اس عرصہ میں سیدی خیریت
بھی زینہ و کمند پر چڑہ کر اپنے آدمیوں کو قلعہ میں لے آیا اور قلعہ کو مفتوح کیا۔ کہتے ہیں
کہ جس وقت باروت خانہ کی چہت اڑی ہے تو اس کی آواز سے سیواجی باوجودیکہ بیس
کروہ پر تھا جان گیا تھا کہ قلعہ ڈنڈا راجپوری پر کوئی آفت آئی ہے۔ اس نے تیز رو جاسوس
اور ہرکارے بھیجکر حال دریافت کرایا۔ ان ایام میں سیواجی کا لشکر اور فوج خانگی
بندر سورت کی اطراف کی تاخت کو گئی ہوئی تھی اور چہہ سات نظام الملکی قلعے جو ڈنڈا
راجپوری سے چار پانچ کروہ کے اندر واقع تھے وہ سب سیواجی کے تصرف میں تھے
اس وقت اُن کو چہوڑ کر وہ اور قلعوں کی امداد کو نہیں جا سکتا تھا۔ سیدیاقوت نے
فرصت کو غنیمت سمجھکر ان قلعوں پر تاخت کی۔ اس ضلع میں حبشیوں کے تسلط کا
آوازہ زبان زد خلائق تھا۔ دو تین روز کے تردد میں چہہ قلعہ کے قلعداروں نے
امان مانگ کر قلعوں کو حوالہ کیا۔ ایک قلعہ دار نے سیواجی کی کمک کی امید میں ایک
ہفتہ جنگ کی۔ حبشیوں کے مورچال کے قریب پہنچے تو ہوائی توپوں کے مارنے
اور مصالح قلعہ گیری کے جمع کرنے سے اُن پر عرصہ تنگ ہوا۔ امان طلب کی قلعہ
کو حوالہ کیا سیدی یاقوت نے باوجود امان دینے کے سات سو آدمیوں میں جو قلعہ
سے نکلے صاحب جمال عورتوں اور خردسال اطفال کو لونڈی غلام بنایا اور مسلمان
کیا اور بڈہے اور بدہیبت عورتوں کو چھوڑ دیا۔ اُس روز سے سیواجی کے دل میں
حبشیوں کی ہیبت بیٹھی کہ سوائے قلعہ راہیری کے محفوظ رکھنے کے کسی دوسرے قلعہ
کا فکر نہ کیا۔ قلعہ ڈنڈا راجپوری اور اور قلعوں کی فتح کے بعد باشاہزادہ

محمد امین سیدی اکبر عادل خان بہادر کی خدمت میں یاقوت کی عرضداشت پہنچی انہوں نے خلعت و خطاب سیف خانی اور اضافہ سیدی یاقوت و سیدی خیریت کو مرحمت کیا ۔ حبشیوں کا باقی حال آئندہ لکھا جائے گا ۔

سنبھا کو سیواجی کا جلانا

سیواجی نے سنبھا کو الہ آباد میں کبکلس زنار دار پاس چھوڑا تھا ۔ سیواجی نے کب کلس کا ایک خط بنایا جس میں سنبھا کے مرنے کا حال لکھا تھا ۔ اور اُس کے مرنے کو مشہور کیا اور خود ماتم میں بیٹھا ۔ امیران دکن نے اُس کو پرسے کے خط لکھے ۔ سنبھا کی بیوی ستی ہونے پر مستعد ہوئی بہت منت و سماجت سے اُسکو منع کیا ۔ مرنے کی تمام رسمیات ادا ہوئیں ۔ بادشاہ کو جب اُس کے مرنے کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ خس کم جہاں پاک ۔ چار پانچ روز نہ گزرے تھے کہ الہ آباد سے کبکلس کے ہمراہ سنبھا آیا ۔ شادیانے بجنے لگے سیواجی سے جب اس خبر بد کا سبب لوگوں نے پوچھا تو اُس نے کہا کہ اگر یہ شہرت نہ دی جاتی تو بادشاہ میرے بیٹے کے تجسس سے غافل نہ ہوتا اور دو مہینے کی مسافت طے کرنی گرفت و گیر کے اندیشہ سے سنبھا پر مشکل ہو جاتی ۔

سیواجی کا سورت کو دوبارہ لوٹنا ۱۰۸۰ھ

ابھی برسات پوری ختم نہ ہوئی تھی کہ سیواجی پندرہ ہزار سپاہ کو لے کر سورت کے سر ہوا ۔ یہاں کا حاکم ایک مہینے پہلے دفعتہً مر گیا تھا اس خبر سے کہ سیواجی سورت لوٹنے آتا ہے ۔ بہت سپاہ اس شہر کی حفاظت کے لیے داخل ہو چکی تھی مگر اتفاقاً یا ارادۃً جیونت سنگھ اور بادشاہزادہ نے اس سپاہ کو وہاں سے علحدہ کر دیا ۔ صرف سو سپاہی وہاں رہ گئے ۔ سیواجی نے خوب فرصت میں تین دن تک سورت کو لوٹا ۔ حج کرنے کا شغر کا قرمان روا یہاں واپس آیا تھا اس کا مال سیواجی کو خوب ہاتھ لگا ۔ اُس سے وہ فخر کرتا تھا ۔

شہرت سے مشہور ہو چہت خبر آئی کہ سیواجی نے سورت سے اپنی فوج کو ہٹایا اور اہل سورت کو لکھا کہ اگر تم بارہ لاکھ روپے سالانہ نذرانہ دینگے تو آئندہ لوٹ

کی آفت سے بچیں گے وہ سلیہر کی شاہراہ سے اپنے ملک کو چلا وہ چھپن چھپن سے چاندور کے نزدیک گذرا تھا کہ داؤد خاں پانچہزار سواروں کے ساتھ اُسکے پیچھے آن لگا سیواجی تاہنک کی درہ کلاں کی راہ سے کونکن میں دوبارہ داخل ہونا چاہتا تھا کہ اُس کے اور اُس درہ کے درمیان فوج شاہی آگئی۔ سیواجی نے اپنی سپاہ کی پانچ چار فوجیں بنائیں کہ دشمن اُن کے پیچھے متفرق ہوں ان فوجوں میں سے ایک فوج خزانہ لے کر دشمنوں سے کچھ لڑتی ہوئی کونکن میں داخل ہوگئی باقی فوجوں نے داؤد خاں کی سپاہ کو شکست دی ماہور کی دیس مکھی مرہٹن بادشاہ کی طرف سے مرہٹوں سے لڑتی تھی اور حق ملک ادا کرتی تھی وہ گرفتار ہوگئی۔ سیواجی نے اُس کے ساتھ یہ آدمیت برتی کہ اُس کو گھر بھجوا دیا اور بہت تحائف اُسکو دیئے۔

جب سیواجی پھر لڑنے آیا تو اُس نے بحری اور بری بڑی تیاریاں کیں اُس نے دس ہزار سوار بسرکردگی پرتاب راؤ گوجرا اور بیس ہزار پیدل بسرکردگی پرتاب راؤ گوجرا اور بیس ہزار پیدل بسرکردگی پیشوا شمال کی طرف روانہ کیئے اور ۱۶۰ جہاز بمبئی میں گھرے کہ وہ بروچ کی فوج کے کمکی نہیں مگر اس نے اس بیڑے کو واپس بلا لیا تو وہ واپس آگیا اُس کے ساتھ پرتگیزوں کا ایک بڑا جہاز تھا جو اُسنے دمن میں گرفتار کیا تھا۔ پرتگیزوں نے بھی اپنے جہاز کے عوض میں سیواجی کے بارہ جہاز گرفتار کرلیئے تھے۔

پرتاب سنگہ کو حکم تھا کہ وہ خاندیس پر حملہ کرے جو ان دنوں میں ایک بڑا دولتمند آباد صوبہ تھا۔ پرتاب سنگہ نے اس کے بڑے بڑے شہروں اور قصبوں کو لوٹا مارا اور اُس نے ایسا اُن کو مجبور کیا کہ وہاں کے زمیںداروں نے اُس کو چوتھ مقرر کردی چوتھ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کل محاصل ملکی کی چوتھائی ہوتی تھی مرہٹوں کو جو ملک اس چوتھ کو ادا کرتے تھے وہ اُنکی لوٹ مار سے محفوظ ہوجاتے تھے اور جو اس چوتھ کے دینے میں تامل کرتے تھے وہ ان مرہٹوں کے لوٹ مار سے برباد ہوگئے تھے یہ پہلی دفعہ تھی کہ

بادشاہی ملک سے سیواجی نے چوتھ لی۔

مورو پنت پیادوں کے سردار نے بھی کئی قلعہ فتح کرلیے جن میں اوندہ اور پٹہ بڑا قلعہ عظیم مشہور تھے۔ سیواجی کو جو یہ فتوحات حاصل ہوئیں اُن کے اسباب بھی مہیا ہو گئے تھے

بادشاہی فوج کے شکست کے اسباب

اوّل یہ کہ بادشاہ خود شمالی مشرقی فوجوں کے ساتھ لڑنے میں مصروف تھا۔ دکن کی طرف وہ بذات خود نہیں جا سکتا تھا۔ دوم شاہزادہ معظم کی سپاہ مرہٹوں سے مقابلہ کرنے کے لیئے کافی نہ تھی۔ باپ کو بیٹے کا اعتبار نہ تھا۔ ہر ایک بیٹا باپ کے مرنے کے بعد بادشاہ ہونے کے لیئے اپنی سپاہ اور طرفداروں کو قوی کرنا چاہتا۔ اس لیئے بیٹے کی کمک بھیجنے سے مدت تک بادشاہ انکار ہی کرتا رہا۔ جب اس کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ دکن میں فوج کثیر کی ضرورت ہے تو اُس نے اثنا میں مہابت خاں کے ماتحت چالیس ہزار سپاہ روانہ کی وہ شاہزادہ محمد معظم کو کچھ گنتا نہ تھا اُس نے دکن میں آنکر شاہزادہ پاس صرف ایکہزار آدمی رہنے دئے۔ بادشاہ نے راجہ جسونت سنگہ کو بلا لیا۔

مہابت خاں کے مہمات دکن میں

مہابت خاں نے یہاں آنکر سیواجی کے قلعوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ برسات کے شروع میں صرف قلعہ اوندہ و پٹہ اُس نے لے لیا اور چھاؤنیوں میں چلا گیا۔ برسات کے بہت دنوں بعد اس کا لشکر میدان میں آیا اس کی آدہی فوج نے بسرکردگی دلیر خاں چاکنہ پر حملہ کیا اور آدہی سپاہ نے سلہیر کا محاصرہ کیا۔ سیواجی اس قلعہ کی قدر جانتا تھا اُسکے بچانے میں دل و جان سے کوشش کرتا تھا یہ اتفاق کی بات ہے کہ چاکنہ میں ذخیرہ اور آذوقہ کافی نہ تھا اور اس کے نواح میں جو عمدہ منتخب دو ہزار سوار تھے پٹھانوں نے اُن کے پرزے اُڑادئے اس لیئے مورو پنت اور پرتاب رائے بیس ہزار سواروں کے ساتھ قلعہ کی کمک کے لیئے بھیجے گئے۔ جب وہ نزدیک آئے تو لشکر شاہی کو اخلاص خاں لے کر لڑنے گیا اور مرہٹوں کے ہراول پرتاپ راؤ نے دیکھا کہ اخلاص خاں اُسپر حملہ کرنے کو ہے تو وہ اُسکے آگے سے بھاگا جس سے مغلوں کا لشکر تعاقب کے سبب بے ترتیب ہوا اور جب وہ

پھر تا تھا تو پرتاپ راؤ نے اُسکو شکست فاحش دی لیکن پھر کئی ضعوبہ نے اپنے تئیں سنبھالا اور مرہٹوں کے سامنے آئے مگر پھر شکست ہوئی اور اُن کے بہت آدمی مارے گئے۔ بائیس نامی افسر قتل ہوئے اور بعض بڑے بڑے سپہ آرا زخمی ہوئے۔ مرہٹوں کا سردار سرداوک مارا گیا جو پانچہزار سواروںکا سردار تھا اور پانسو اور مرہٹے کشتہ و زخمی ہوئے۔

اس فتح سے مرہٹوں کی بڑی ناموری ہوئی۔ اس کا فوراً یہ نتیجہ ہوا کہ قلعہ سالیہر کا محاصرہ جو لشکر شاہی کر رہا تھا اُس نے چھوڑ دیا اور پریشان ہو کر اورنگ آباد میں چلا گیا رائے گڑہ میں جو سیواجی پاس معزز قیدی آئے۔ جب اُن کے زخم اچھے ہو گئے تو اُن کو اعزاز و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ ان قیدیوں میں سے بہت سے سیواجی کے نوکر ہو گئے بیجاپور اور بادشاہی سپاہیوں کے مفرور کثرت سے مرہٹوں کے علم کے نیچے آ گئے۔

جزیہ دوبارہ

بادشاہ نے حکم دیدیا کہ قلمرو ہندوستان سے مسلمانوں کی تجارت کے مال پر محصول یک قلم موقوف ہو۔ پھر اہل دیوان کی تجویز سے اور فضلاء و فقہاء کی روایت سے حکم دیا کہ جس جنس کی قیمت حد نصاب سے تجاوز نہ کرے اُس کا محصول مسلمانوں کو معاف ہے اگر اس سے مایہ تاجر زیادہ ہو تو تاجر پابند محصول ہو اور مال مضاربت کا مزاحم محصول کی وجہ سے نہو۔ پھر اہل دیوان نے عرض کیا کہ مسلمان معافی محصول کے لیئے مال تجارت بدفعات تھوڑا تھوڑا کر کے لاتے ہیں اور ہنود کے مال کو اپنے نام لکھواتے ہیں اور زکواۃ کہ کافہ انام کا حق شریعت کے موافق ہے تلف ہوتا ہے تو بادشاہ نے حکم فرمایا کہ بدستور سابق شریعت کے موافق ڈہائی روپیہ فیصدی زکواۃ مسلمانوں سے اور پانچ فیصدی ہندوؤں سے جزیہ لیا جائے۔

معافی محصول از مسلمانان

دکن میں سیواجی نے فساد برپا کیا۔ بادشاہ نے مہابت خاں کو معہ اعز خاں کے کابل سے بلا کر دکن میں مقرر کیا۔ مہابت خاں نے دکن میں بہت دشمنوں کو مارا۔ اعز خاں نے قلعہ پھول بتن کی تسخیر میں بڑی بہادری دکھائی اور خان جہاں بہادر

اُس فوج کے ساتھ ابتدا میں اور دلیر خاں کی ہراول اور ہراول میں بڑے بڑے کارنمایاں کیے۔ دلیر خاں کی مرہٹوں کی افواج سے لڑائی ہوئی۔ قوم مرہٹہ کا ضابطہ یہ ہے کہ ابتدا میں وہ کم فوج سے نمودار ہوتے ہیں اپنے پیچھے دشوار گذار جنگلوں و آب کنوؤں کی طرف سے دشمن کو لیجاتے ہیں اور پھر ہر طرف سے ہزاروں نکل آتے ہیں اور دشمن کو گھیر کر تنگ کرتے ہیں۔ دلیر خاں کے سامنے آغاز مقابلہ میں چار پانچ سو سوار نمودار ہوئے۔ آغر خاں کے ساتھ ہراول میں بہت کم آدمی تھے وہ اُن کے مقابلہ کے لیے دوڑا۔ حملۂ اول میں دشمن اُس کے آگے سے ہزیمت پاکر بھاگے وہ اُن کے تعاقب میں گیا۔ مرہٹوں نے فوج مغلیہ کو تین چار کروہ اپنی طرف کھینچا۔ پھر سات آٹھ ہزار سوار غنیم کے نمودار ہوئے اور ہجوم کر کے کارزار کرنے لگے۔ آغر خاں اُن پر ایسا گرا جیسے کہ بھیڑوں پر شیر گرتا ہے ہر طرف تلوار سے اُن کا منہ پھیرتا تھا اور تین مرہٹوں کے نامی سردار مقابلہ کر کے مارے گئے۔ اب غنیم کو شکست عظیم ہوئی دلیر خاں نے آغر خاں پاس آکر اُس کی تحسین و آفرین کی آغر نامہ میں لکھا ہے کہ ؎

چو دشمن بہ گردید عاجز ز جنگ ۔۔۔ براہ گریز آمدہ بے درنگ
دلیر خاں رسید از قفا آن زماں ۔۔۔ بکرد آفریں بر جہاں پہلواں

دو نشان اور بہت چھتریاں ہاتھ آئیں۔ پونہ تک جو اصل سیواجی کا مکان و ملجا ہے تاخت کی۔ اور بہت غنیمت ہاتھ آئی۔ آغر خاں ثانی نے اپنے باپ کی فتح نمایاں کی یادگار کے لیے مرہٹوں کے نشانوں کو اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔

بادشاہ سے عرض کیا گیا۔ پشاور اور کابل کے درمیان غریب خانہ کی منزل میں کابل کے صوبہ دار محمد امین خاں کی افغانوں کے سردار ایمل خاں اور اور سرداروں سے جنگ عظیم ہوئی افغانوں نے مور و ملخ کی طرح جمع ہو کر آپس میں اتفاق کر لیا تھا۔ اس جنگ میں محمد امین کا بیٹا اور داماد اور اُس کے عمدہ نوکر اور بہت سے بادشاہی

آدمی کام میں آئے اور بہت افغان بھی قتل ہوئے محمد امین خاں کو ہزیمت ہوئی اور نوبت یہاں تک آئی کہ تمام ہیرا اور خزانہ اور ہاتھی اور اور اسباب سب لٹ گیا اور سرداروں اور ہمراہیوں کے قبائل و ناموس افغانوں کے دستگیر ہوئے اور ہزار خرابی سے محمد امین خاں اور ایک جماعت زندہ اس تہلکہ سے برآمد ہوئے اور بہت روپیہ لیکر افغانوں نے محمد امین خاں کی چھوٹی بیٹی کو بعض عورات کے ساتھ چھوڑا کہتے ہیں کہ صلح کے بعد والدہ محمد امین خاں اپنے خردسال بیٹے کے ساتھ محمد امین خاں پاس آئی۔ مگر غیرت و خجالت کے مارے اپنے شوہر پاس آنا نہیں قبول کیا یہیں سادہ لباس و کرتہ پہنکر معبود کی عبادت میں مصروف ہوئی۔ ایمل خاں نے کوہستان میں اپنے نام کا سکہ چلایا اور ایمل شاہ زبان زد خلائق ہوا۔ اس خبر سے بادشاہ کی خاطر کو زیادہ ملال ہوا سنہ جلوس کے آخر میں بادشاہ کابل کی طرف روانہ ہوا۔ اور آغر خاں کو بطریق ایلغار دکن سے بلایا۔ اور فدائی خاں کو کابل میں صوبہ مقرر کیا

ان دنوں میں اسلام خاں رومی حاکم بصرہ جس کو یہاں کی اصطلاح میں بادشاہ کہتے ہیں ہندوستان میں آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ خویشوں اور چشموں کی نزاع سے اُس کی حکومت میں اس قدر خلل پڑا اور نزاع اور فساد و تعصب اس حد پر پہنچا کہ چند محلہ شہر و قریات کو جلا کر اور بشمار شرفا و اکابر کے گھر میں آگ لگا کے بندر سورت کی راہ سے بادشاہ پاس وہ آیا بادشاہ نے اُس کو پنجہزاری چہار ہزار سوار کر کے نقارہ اور لوازم امارت ہندوستان میں عطا فرمائے اور مہم دکن میں بطریق کمکی خان جہاں بہادر اور دلیر خاں کے پاس بھیجا۔

اسی سال میں جعفر خاں وزیر مر گیا وہ خوش وضع اور میرزا منش تھا اُسکی قوت شامہ اور ذائقہ سب امیروں سے زیادہ تھی ایک دفعہ کوکن کا تربوز اُس کے سامنے رکھا تو اُس نے کہا کہ شیرینی اور شادابی و سگندگی اور بیحرمی اور گلابی میں اس سے بہتر تربوز میں نے نہیں دیکھا مگر اس میں عیب یہ ہے کہ مچھلی کی بو کھانے کے وقت آتی ہے۔ کوکن میں فالیز میں مچھلی کی کھاد دیتے ہیں تو وہ خوب نشو و نما پاتی ہے۔

اسلام خاں رومی حاکم بصرہ کا آنا

جعفر خاں [illegible]

لڑائی بیجاپور سے لڑائی

سنہ جلوس مطابق سنہ میں خان جہان کی لڑائی بہلول خان بیجاپوری کی فوج سے قصبہ ملکھیر میں ہوئی جو بیجاپور سے چار منزل پر ہی (ڈف صاحب نے اس کو گلبرگہ سے جنوب مشرق میں تیس میل کے فاصلہ پر لکھا ہی) دلیر خاں ہراول تھا اور اسلام خاں رومی رفیق تھا کارزار صعب ہوئی ایسی حالت میں کہ اسلام خاں رومی نے تردد نمایاں کیا تھا۔ اور فوج خصم کا غلبہ حد سے زیادہ تھا اور چاروں طرف سے افواج بادشاہی گھری ہوئی تھی۔ باروت تقسیم کرنے کے وقت اسلام خاں کی سواری کے ہاتھی کے پاس باروت میں آگ لگ گئی۔ فیل و فیلبان کو شعلۂ آتش کا صدمہ پہنچا۔ فیلبان کے اختیار سے فیل باہر ہوا اور اسلام خاں کو بیجاپور کے لشکر میں لے گیا۔ اُس کو ہاتھی سے اُتار کر قتل کیا۔ اس جنگ میں بہت سے بادشاہی کارخانے تاراج ہوئے اور دلیر خاں و خان جہاں بہادر کی فوج کی ایک جماعت ماری گئی۔ کئی کروہ تک آدمیوں کے سر اور ہاتھیوں کی سونڈیں دلاوروں کے گوی و چوگاں تھی آخرالامر فوج بادشاہی اس مرتبہ پر تنگ ہوئی کہ جس راہ سے چار پانچ روز میں وہ ہاتھیوں اور گھوڑوں کی پیٹھ پر دکنیوں کے تعاقب میں گئی تھی پھر اسی راہ سے قدم بقدم تین ہفتہ میں الٹی آئی۔ اوائل سنہ جلوس میں حسن ابدال میں بادشاہ کو اس شکست کی خبر ہوئی۔ وہ افغانوں کی تنبیہہ میں مصروف تھا اس لیے دکنیوں کی تنبیہہ کو اور وقت پر موقوف رکھا۔

بادشاہ کے حکم سے آغر خاں ایلغار کرکے تین چار مہینے کی راہ کو چالیس روز میں طے کرکے حسن ابدال میں بادشاہ پاس پہنچا اور مورد آفریں ہوا بادشاہ نے چند بندۂ کارزار دیدہ چار پانچ ہزار سواروں کے ساتھ آغر خاں کے ہمراہ کیے اور دو لاکھ روپے نقد عطا کیے اور افغانوں کی تنبیہہ کے لیے روانہ کیا۔ آغر خاں جب پشاور میں آیا تو چند لوس میمنہ نے اتفاق کرکے آغر خاں

بادشاہ

پر شب خون مارا۔ اُس نے بہت سے آدمی مار کر اُن کو بھگا دیا اور اُن کا تعاقب کیا اور تن سے سر کو جدا کیا اور زین کو سوار سے خالی کیا۔ تین سو سوار اُن کے مارے اور دو ہزار زن و مرد اسیر کیے اور مال و مواشی بہت سے ہاتھ آئے۔ افغانوں نے بہت روپیہ دیکر اپنے قیدیوں کو چھڑا لیا۔ بادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو آغر خاں کو خلعت و اضافہ مرحمت کر کے جنیر میں بھیجا کہ وہاں افغانوں کا استیصال کرے۔ خدائی خاں صوبہ دار کابل کو بھی حکم بھیجا کہ وہ آغر خاں کی ہر اولی افغانوں کی گوشمالی میں کرے۔ آغر خاں جس طرف رُخ کرتا کشتوں کے پشتے لگا دیتا۔ چالیس ہزار افغانان خیبری وغیرہ نے جمع ہو کر علی مسجد کی منزل کے قریب آغر خاں پر شب خون مارا۔ مغل خبردار ہو کر افغانوں سے لڑے اور بہت دیر تک لڑائی رہی طرفین کی جماعتیں قتل ہوئیں۔ آغر خاں کے زخم کاری لگا اس زخمی ہونے پر بھی اس نے بہادرانہ حملے کیے اور افغانوں کو ہزیمت دی اور مقتولوں کے اسلحہ اُتار لیے اور دو اسیر افغانوں کے سر پر رکھے اور اُن کے رسیوں سے ہاتھ باندھ کے اپنے گھوڑوں کے آگے رکھا ہزاروں افغان اسیر اور کشتہ ہوئے اور باقی جو رہے پہاڑوں اور دروں میں بھاگ گئے۔ آغر خاں نے فتح کی عرضداشت اور بہت سے سر اور اسیر بادشاہ پاس بھیجے۔ بادشاہ نے خلعت مع اضافہ و مومیائی اور تعویذ اپنے ہاتھ سے لکھکر اس کے پاس بھیجا۔ جس سے بہتوں کو حسد ہوا۔ خصوصاً چندی نژادوں کو جو اس کے ہمراہ تھے۔ باوجود اس طرح مغلوب ہونے کے پھر موروملخ سے زیادہ افغان جمع ہوئے اور دریائے قلب میں ملجا و پناہ اپنی بنا کے مسافروں و فوج شاہی کے آمد و رفت کے سد راہ ہوئے۔ اور آغر خاں کے ہمراہیوں کا حسد و نفاق اور اس گروہ کے فساد کا سبب ہوا۔ آغر خاں نے ہر اول بن کے

فدائی خاں کو پیشاور سے جلال آباد میں پہنچا دیا پھر فدائی خاں نے آغر خاں کو پانچ ہزار سوار
دیگر ملک تنک بہار کے بندوبست کے لیے بھیجا جو افغانوں کے قبضہ میں آگیا تھا اور
خود کابل گیا یہاں بھی اس نے غلزئی افغانوں کو لڑکر ٹھیک بنایا۔ تنک بہار کے
افغانوں نے زینہار مانگی۔ راہ چلگ جس کو انہوں نے مسدود کر رکھا تھا جاری ہوئی
تیس چالیس ہزار پیادہ و سوار افغانوں نے جمع ہوکر غافل آغر خاں پر شبخون مارا مغلوں نے
اس کا مقابلہ کیا سہ پہر تک لڑائی رہی۔ بہت افغان کشتہ و زخمی ہوئے اور باقی بھاگ گئے
فدائی خاں نے جب کابل سے پیشاور میں آنا چاہا تو افغان جمع ہو کر اُنکے سد راہ ہوئے
محاربہ عظیم ہوا۔ فدائی خاں نے ..... آغر خاں کے بخشیوں کی حسد کے سبب الوس
عرب کے روسا میں سے ایک کو ہراول بنایا تھا وہ مارا گیا اور فوج ہراول کو ایسی
ہزیمت ہوئی کہ تمام ہاتھی و توپ خانہ و بہیر و ناموس و مال مردم لٹ کر یہ سب افغانوں
کے تصرف میں آیا۔ ناچار سریع السیر قاصدوں کو آغر خاں پاس بھیجا اور اسکو بلایا وہ
چند ہزار سواروں کے ساتھ ایلغار کرکے آیا کتل چلگ پر سخت لڑائی ہوئی اس قدر تیر
و گولہ و بندوق و سنگ پہاڑ کے اوپر سے آئے کہ بادشاہی فوج پر کار تنگ ہوا لیکن
آغر خاں کی سعی سے افاغنہ نے ہزیمت پائی اور فدائی خاں جلال آباد پہنچا اور حکم کے
بموجب نئے تھانے بٹھائے اور راہ کے مابین نئے قلعے بنائے بادشاہ آخر سنہ ۱۵
جلوس میں حسن ابدال سے دارالخلافہ کو متوجہ ہوا فدائی خاں کو بدلکر امیر خاں پسر خلیل اللہ
خاں کو کابل کا صوبہ دار کیا اور شاہزادہ محمد معظم کو حکم دیا کہ امیر خاں کے بندوبست
تک کابل میں وہ توقف کرے اور اس کی امداد و معاونت میں کوشش کرے
آغر خاں کو مع مہاراجہ جسونت سنگھ کے امیر خاں کے ساتھ مقرر کیا۔ امیر خاں پیشاور میں
آیا اور افغانوں کی تنبیہ میں مشغول ہوا۔ کچھ مدت کے بعد بادشاہ کے حکم سے شہزادہ
لاہور کی طرف روانہ ہوا تنک بہار میں تھوڑے دنوں میں آغر خاں نے مصالح جمع کرکے

قلعہ آغز آباد تیار کیا۔ جب افاغنہ میں اس قلعہ کے بنانے کی خبر مشتہر ہوئی تو وہ اس قلعہ کو اپنے حق میں خلل انداز سمجھے تو وہ پھر جمع ہوئے امیر خاں کو اسکی خبر ہوئی اُس نے سید محمد رضا داروغہ توپخانہ اور ایک ہزار سوار و توپ خانہ بادشاہی اُنکی کمک کے لئے بھیجے ۔ آغز خاں نے بھی خبر پاکر فوج کو مرتب کیا ایک طرف اپنے سگے بھائی تنگری وردی خاں کو بہت سے لشکر کے ساتھ اور دوسری جانب میں راجپوتوں اور افغانوں کو بسرداری سلطان زادہا ے گکھر مقرر کیا اور افغانوں کی سپاہ کے مقابل آیا اور معرکہ کارزار کو آراستہ کیا۔ اسطرف ایمل خاں لغمان چند سرداروں اور تمن داروں کے ساتھ بادشاہی فوج کے مقابلہ میں آیا محاربہ عظیم ہوا ہر طرف سرداروں کے سر گیند کی طرح لڑکتے پھرتے تھے ۔ فیلان رزم جو اور افغانان پلنگ خو میں حملہ آوری ہوئی۔ افغانوں کے حملوں سے افواج بادشاہی تنگ ہوئی اور قریب تھا کہ صدمہ عظیم آغز خاں کے لشکر کو پہنچتا لیکن اس نے اور اُس کے بھائیوں اور خویشوں نے جوانمردی کرکے فتح پائی ۔ کہتے ہیں کہ دوبارہ افغانوں کے غلبہ سے لشکر شاہی کو چشم زخم عظیم پہنچتا۔ لیکن آغز خاں قلب لشکر سے گھوڑا دوڑا کر آیا اور حملہ کیا اور ایمل خاں کے سامنے آیا اور دست و گریباں کی نوبت پہنچی ایمل خاں مارا جاتا مگر اُس کے آدمی بچا کر لے گئے افغان ایسے ڈر کر بھاگے کہ غاروں میں اور جانوروں کے بھٹوں میں جا کر چھپے اور مغلوں نے اُن کے نشان پا پر جا کر اُنکو ان سوراخوں سے نکالا تو ان مردہ صورتوں میں جان کا اثر باقی نہ تھا۔ آغز خاں نے اس فتح نمایاں کے چند مقتولوں کے سترہ سو سر اور بہت سے اسیر بادشاہ پاس بھیجے بادشاہ نے اضافہ کرکے آغز خاں کو چار ہزاری سہ ہزاری سوار کا منصب دیا اُسکی بھائی تنگری وردی خاں و ہمراہیوں کو اُن کے مراتب اور خدمات کے موافق منصب و انعام دیا۔ اس سرزمین میں آغز خاں کا نام ایسا افغان کشی اور شمشیر زنی میں زبان زد خاص و عام ہوا کہ افغانوں کے بچے جب سوتے نہ تھے یا روتے تھے تو اُس کے نام سے ڈرائے جاتے تھے ۔ شاہزادہ محمد اعظم پاس حکم گیا کہ آغز خاں و راجہ جسونت سنگھ کو

امیر خاں کی کمک کے لیے چھوڑ کر تم لاہور میں چلے آؤ۔ بادشاہ سنہ ۱۸ جلوس میں لاہور میں آیا۔ بادشاہزادہ محمد سلطان ان دنوں میں اجل طبعی سے مرگیا۔

قاضی عبدالوہاب کی وفات

جب بادشاہ حسن ابدال سے مراجعت کرکے آتا تھا تو قاضی عبدالوہاب اُس کے ہمراہ تھا۔ اُسکا راہ میں انتقال ہوا۔ اُس کے چار بیٹے تھے اُن میں بڑا بیٹا شیخ الاسلام تھا۔ حلیہ صلاح و فلاح سے آراستہ اور علم باعمل و دیانت و نیک نفسی اور ذخیرہ عافیت بخیری جمع کرکے اسم با مسمی کہا جاتا تھا۔ فی الواقع جرگہ قضات میں مثل اُس کی نیک سرشت کم ہوتے ہیں۔ اُس کے باپ کا کل متروکہ دو لاکھ اشرفی اور پانچ لاکھ روپیہ نقد سوا جواہر اور الماس وافر کے تھا۔ اصل میں سے جو کچھ اُس کے حصہ میں آیا اُس میں سے ایک دام و درم نہ لیا۔ اسکی بیت بہت کچھ زر عذاب پدر کی تخفیف کے لیے مستحقوں اور محتاجوں کو پہنچایا۔ باقی بھائیوں اور ورثا میں تقسیم کردیا۔ ہرچند اُس نے تعلقہ قضا کے قبول کرنے سے ابا کیا مگر بادشاہ نے اس کو خوشامد درآمد سے مقرر کیا۔

قلعہ سالیر

پلیر بگلانہ سے چھہ کروہ قلعہ سالیر ہی وہاں سید منور علی قلعہ دار تھا۔ سنہ ۴۱ جلوس میں خان جہاں بہادر کی عملداری میں قلعہ دار کے وابستہ اورنگ آباد سے آتے تھے کہ مرہٹوں نے انکو گرفتار کرلیا چند آدمی مستورات کی حمایت میں قتل ہوئے۔ مرہٹے ان مستورات کو گرفتار کرکے قلعہ کے نیچے لائے۔ اور قلعہ دار سے سوال کیا کہ قلعہ خالی کردو اور نہیں تمہارے ناموس کی بے ناموسی کی جاتی ہی۔ قلعہ دار نے روپیہ دیکر عیال کو خلاص کرانا چاہا مگر فائدہ نہوا۔ قلعہ دار نے یہہ خیال کرکے کہ قلعہ سے نکلکر تلوار سے لڑنے میں اور مرنے میں قلعہ ہاتھ سے جائے گا اور اہل و عیال جو گرفتار ہیں اُن کی بے ناموسی زیادہ ہوگی اور خلاصی کی امید متعذر ہی چار و ناچار آبروے ناموس کے بحال رکھنے کو منصب کے بحال نہ رکھنے اور بادشاہ کے اعراض پر مقدم جانا۔ قلعہ کو خالی کرکے مرہٹوں کے حوالہ کیا۔ اس طرح صوبہ خاندیس کا مشہور قلعہ بلا تردد تیغ و سنان مرہٹوں کے تصرف میں آیا فی الحقیقت بندر سودے

اورنگ آباد تک اور برہان پور تک مرہٹوں کی قزاقی اور تاخت سے قافلہ کی آمد و رفت کی راہ مسدود تھی اور اُنہوں نے بگلانہ کے اور دو تین قلعوں پر تصرف کرلیا تھا۔ جب بادشاہ کو یہہ حال معلوم ہوا تو اُس نے قلعہ دار کو مغضوب اور بے منصب کرکے اپنے پاس بلالیا اور دلیرخاں جو خان جہاں کی جگہ دکن کا صوبہ دار ہوگیا تھا لکھا کہ قلعہ کا محاصرہ کرکے فتح کرے دلیرخاں توپ خانہ اور بہت سپاہ لیکر پائے قلعہ میں آیا بہت تردد کیا اور ایام محاصرہ میں امتداد ہوا کچھہ فائدہ نہوا اور اس ضلع کی ناموافقت آب و ہوا سے بہت آدمی ضائع ہوئے۔ جب بادشاہ کو یہہ حال معلوم ہوا دلیرخاں کو لکھا کہ محاصرہ کو چھوڑدے۔

سنہ ۸۲ میں بادشاہ نے ازراہ حق پرستی و عدالت گستری حکم فرمایا کہ حضور میں اور شہروں میں منادی کریں کہ کسی کا دعویٰ شرعی بادشاہ پر ہو وہ حاضر ہوکر وکیل بادشاہ سے رجوع کرے اور اثبات کے بعد اپنا حق لے لے اور حکم دیا کہ بادشاہ کی طرف سے وکیل شرعی اُنکے لیے حضور میں اور بلاد دور و نزدیک میں مقرر ہوں۔ تاکہ خلق اللہ جو حضور میں آنے کی دسترس نہیں رکھتی وہ اُن کے ذریعہ سے اپنی حق رسی کا دعویٰ کریں۔ جب یہہ خبر منتشر ہوئی تو اتفاق سے محمد محسن نام پسر حاجی زاہد ملک التجار بندر سورت اور پسر پیرجی بہورہ جو عمدہ تجار بندر مذکور میں سے ایک تھا یہاں موجود تھے وہ غیاث الدین خاں متصدی سورت کی تعدی کی شکایت کرنے آئے تھے سلطان مرادبخش نے جب احمدآباد میں سکہ اور خطبہ اپنے نام کا جاری کیا تھا اور خواجہ شہباز نے قلعہ کی تسخیر کے بعد بندر سورت کے تجار سے دس لاکھہ روپیہ قرض لیا تھا۔ حاجی زاہد اور پیرجی بہورہ نے پانچ لاکھہ روپیہ قرض دیا تھا اور محمد مرادبخش نے اپنی مہر لگاکے اُنکو تمسک لکھہ دیا تھا شہباز اس روپیہ کو خرچ میں نہیں لایا تھا صندوقوں میں وہ سربمہر تھا جب محمد مرادبخش مقید ہوا تو یہہ روپیہ سربستہ بجنسہ خزانہ سرکار میں داخل ہوا۔ جب محمد محسن نے بادشاہ کی عدالت پروری کا حکم یہہ سُنا تو اصالتہً اور پسر پیرجی بہورے کی طرف سے وکالتہً اس روپیہ کا دعویٰ محمد علی خانساماں کی معرفت پیش کیا کہ اس قدر روپیہ بادشاہ

وکیل شرعی مقرر ہونا

پر ہمارا آتا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ دعویٰ اپنا ثابت کرو اور روپیہ لے لو۔ اُنہوں نے التماس کیا کہ یہ اثبات شرعی ہو یا اثبات دیوانی۔ بادشاہ نے کہا کہ کسی صورت سے دعویٰ ثابت ہو میں حق ادا کرونگا۔ فتاویٰ عالمگیری کے موافق یہ اثبات پیش ہوا کہ جب متروکہ میت پر وارثوں میں سے کوئی متصرف ہو تو میت کا دین ادا کرنا اُس پر واجب ہے اور بموجب امثلہ خزانہ کے ثابت تھا کہ محمد مراد بخش کا پانچ لاکھ روپیہ خزانہ شاہی میں داخل ہوا بادشاہ مقدمہ کا مطالعہ فیصلہ کے لیے کر رہا تھا کہ محمد محسن نے کہا کہ ہم بندوں کا حق موافق ہمارے التماس کے حضرت پر ظاہر ہوگیا۔ یہ روپیہ حضور پر نثار کرتے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ محمد محسن اپنا زر حق ہمکو بخشتا ہے ایک گھوڑا اور فیل اور خلعت اُس کو مرحمت ہوا۔ اور غیاث الدین خاں بندر سورت سے تبدیل کیا جائے۔ اور ہمارے پاس آئے۔ ان ہی دنوں میں حکم ہوا کہ جب مسلمان بادشاہ سے ملاقات کریں تو سلام شرعی سلام علیک پر اکتفا کریں کفار کی طرح سر پر ہاتھ نہ رکھیں۔ حکام بھی طریقہ انام اور مردم خاص و عام کے ساتھ یہی طریقہ برتیں اور صوبہ داروں اور حکام صوبہ جات کے نام حکم صادر فرمایا کہ وہ ہندو پیشکاروں اور اہل دیوان کو برطرف کریں اور اُنکی جگہ مسلمانوں کو مقرر کریں اور اہل دیوان کو حکم ہوا کہ محالات خالصہ میں کروری مسلمان مقرر ہوا کریں! اس سال سے عالمگیر کی طرف سے ہر شہر و صوبہ میں و اطراف میں وکیل شرعی مقرر ہوئے۔ ....

.... اور وہ محکمہ میں قاضی کے ہمراہ بیٹھے۔ عدم سیاست کے سبب پیشکاری حکام میں ہندو نہیں موقوف ہوئے مگر بعض بلاد میں ہندو کروری موقوف ہوگئے پھر یہ قرار پایا کہ دفتر دیوانی کے جملہ پیشکاروں اور سرکاری بخشیوں میں ایک پیشکار مسلمان اور ایک ہندو مقرر ہو۔

۱۵ سنہ جلوس یعنی ۱۰۸۲ھ میں ایک عجیب ہنگامہ برپا ہوا۔ ہنود کا ایک فرقہ فقیر دلّا کا تھا جن کو ست نامی کہتے تھے اُن کا نام مندیہ زبان زد خلائق تھا۔ اطراف نارنول اور میوات

میں اُن کے چار پانچ ہزار خانہ دار تھے اگرچہ یہ فرقہ فقیرانہ لباس میں رہتا تھا مگر زیادہ تر کسب و پیشہ اُنکا زراعت و تجارت تھا۔ کم مایہ تاجروں کی طرح وہ تجارت کرتے تھے اور اپنے مذہب میں وہ سچ سچ ست نامی کا ترجمہ بنا چاہتے تھے۔ کسب حلال کرتے تھے مال حرام پاس نہ جاتے تھے۔ اگر کوئی اُن پر شجاعت و حکومت کے دعوی سے ظلم و تعدی کرتا تو وہ اُس کے متحمل نہیں ہوتے تھے اکثر ہتیار باندہتے تھے۔ جب بادشاہ حسن ابدال سے واپس آیا ہے تو ایک دن قصبہ نارنول کے نزدیک ایک کسان جو زراعت کرتا تھا اُسکی ایک پیادے سے سخت گفتگو ہوئی جو خرمن کی نگہبانی کرتا تھا اور اس پیادے کے ہاتھ کی لکڑی کی چوٹ سے ست نامی کا سر پھٹ گیا۔ اس فرقہ کے آدمیوں نے پیادے کے سر پر انبوہ کیا اور اُس کو مار مار کر مردہ کی صورت بنا دیا۔ جب شق دار کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے اس جماعت کی گرفتاری کے لیے پیادوں کی جماعت کو مقرر کیا۔ ست نامیوں نے جمع ہو کر شقدار کی ایک جماعت سے مقابلہ کیا اور کئی آدمیوں کو زخمی کیا اور سب کے ہتیار چھین لیے اور غالب ہوئے اور ہر ساعت اُنکی جمعیت بڑہنی شروع ہوئی یہانتک کہ کار طلب خاں فوجدار نارنول کو خبر ہوئی بہت سوار اور پیادے شقدار کی امداد کے لیے اور ست نامیوں کی تنبیہہ اور گرفتاری کے لیے بھیجے انہوں نے فوجدار کی جمعیت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ایک جماعت کو کشتہ و زخمی کیا اور سب کو ہزیمت دی اور یہانتک نوبت آئی کہ اطراف کے زمینداروں کی کمک کی گرد آوری کی اور سابق و حال کی فوجوں نے ست نامیوں پر چڑہائی کی۔ کئی دفعہ لڑائی ہوئی فوجدار مارا گیا۔ ایک جمع کثیر قتل ہوئی اور ست نامیوں کا قبضہ نارنول کے قصبہ پر ہوا۔ اُنہوں نے تھانے بٹھائے۔ اس نواح کے دیہات سے محصول وصول کیا۔ جب بادشاہ شاہجہان آباد میں آیا تو اس کو اس آشوب و فساد کا حال معلوم ہوا تو اُس نے فوجیں اُن کے لیے بھیجیں جو فوج گئی وہ غارت و تاراج ہوئی مشہور یہ ہو گیا کہ اُن کو سحر و جادو ایسا آتا ہے کہ لشکر شاہی کا جو تیر اور گولہ اور گولی جاتے ہیں وہ اُنکے بدن پر اثر نہیں کرتے اور جو وہ تیر اور تفنگ چھوڑتے ہیں وہ فوج شاہی میں سے دو تین آدمیوں

کو نیچے گرا دیتا ہی اور چند کلمات جن کے قبول کرنے میں عقل کو حیرت ہوتی ہی۔ عوام الناس میں یہ شہرت پکڑ گئی کہ وہ جادو کا گھوڑا لکڑی کا بناتے ہیں اور عورت کو اُسپر سوار کراتے ہیں اور وہ اسپ جاندار کی طرح اُن کے ہراول میں پیش قدم ہوتا ہی۔ اب نوبت یہ آئی کہ نامدار راجہ اور امرائے کارزار دیدہ جنگیں فوجیں لیکر اس گروہ کے مقابل ہوتے ہیں اور ست نامی آگے بڑھکر اُن سے لڑنے آتے ہیں وہ لوٹتے اور مارتے اور جے جے پکارتے دہلی کے قریب آپہنچے اور اُنکے مقابلہ و مقاتلہ کے لیے افواج شاہی کو آگے بڑہنے کی تاب نہیں ہوتی اطراف کے زمینداروں اور راجپوتوں نے فرصت وقت کو غنیمت گنا اور سرتابی کی اور راہ اور مالگذاری سے ہاتھ کھینچا اور شوخی کرنی شروع کی۔ غرض نائرہ فساد روز بروز بڑھتا گیا اور یہانتک نوبت آئی کہ بادشاہ نے شہر سے باہر خیمے کھڑے کر دئے اور اپنے ہاتھ سے قرآن شریف کی وہ آئتیں لکھکر دیں جس کی تاثیر جادو کے اثر کو بے تاثیر کرتی تھیں اور حکم دیا کہ اُن کو علموں پر لگاؤ۔ آخر کار راجہ بشن سنگہ و حامد خاں پسر مرتضیٰ خاں نے بڑا اثر دکھایا کئی ہزار ست نامی مار ڈالے باقی جو بچے بھاگ گئے فساد موقوف ہوا۔ مگر اطراف کے زمینداروں نے سرتابی کی۔ صوبہ اجمیر اور نواح اکبرآباد میں انتظام میں خلل آیا۔ بادشاہ نے اجمیر میں جانے کا ارادہ کیا کہ زیارت بھی ہو اور راجپوتوں کی تنبیہہ بھی کی جائے اجمیر کو فوج روانہ کی۔ یہ حال تو خافی خاں نے لکھا ہی جس کی عادت ہی کہ مخالفت مذہبی کے سبب بادشاہ کے برخلاف ایسی دلچسپ داستان سرائی کیا کرتا ہی مآثر عالمگیری میں لکھا ہی کہ یہ سانحہ بھی حیرت افزا ہی کہ ایک طائفہ بے سروپا زرگر و درودگر و کناس و دباغ اور اراذل اور اجلاف اصناف محترفہ خود پرست ہوا اور بادشاہ سے باغی ہوا۔ اور خود اپنے پاؤں سے دام میں گرفتار ہوا اس داستان کی تفصیل یہ ہی کہ سرزمین میوات سے ایک فرقہ زمین سے کھمبوں کی طرح اور آسمان سے ٹڈیوں کی طرح نمودار ہوا۔ یہ فرقہ اپنے تئیں زندہ جاوید تھا اور ستر جون بدلتا تھا۔ نارنول کی نواح میں اس فرقہ کے پانچہزار آدمیوں نے

مبادرت اختیار کی اور قصبات اور پرگنات کو لوٹنا شروع کیا۔ طاہر خاں فوجدار نے لڑنے میں اُنسے لڑنے کی سکت نہ دیکھی وہ حضور میں آیا۔ بادشاہ نے اس فرقہ کے استیصال کا عزم مصمم کیا۔ ۲۶ ذی القعدہ ۱۰۸۲ کو رعد انداز خاں کو فوج اور توپ خانہ کے ساتھ اور حامد خاں کی جماعت خاص اور پانسو سوار تابینیوں کے ساتھ اور سید مرتضےٰ خاں اور یحیٰی خاں ومی وغیرہ کو اُس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ جب فوج اس مرز بوم میں آئی غنیم اس سے لڑا۔ باوجودیکہ اس پاس مصالحہ کارزار نہ تھا مگر وہ مہابھارت کی سی لڑائی لڑا اہل اسلام اُن پر حملہ آور ہوئے اور اُنکو مارا اور بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ رعد انداز خاں و حامد خاں و یحیٰی خاں نے بڑے تردد کیے اور اکثر بہادر مسلمان شہید اور بہت آدمی مجروح ہوئے۔ عاقبۃ الامر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اُنہوں نے ست نامیوں کا تعاقب کیا۔ اس سرزمین میں اُن کا نام ونشان مٹایا اور امرا شاہی کو اس خدمت کے جلدو میں بادشاہ نے بڑا انعام دیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ مطیع الاسلام اور دار الحرب میں تفریق ہونے کے لیے ہنود سے کل صوبجات میں جزیہ لیا جائے جب یہ خبر منتشر ہوئی تو دار الخلافہ اور اطراف کے ہنود لاکھوں جھروکہ کے نیچے دریا کے کنارہ پر جمع ہوئے اور بہت ضعف نالی کی اور اسکی معافی کیلیے کہا۔ مگر بادشاہ نے کچھ نہ سُنا جب جمعہ آیا اور بادشاہ سوار ہوکر جامع مسجد کو جانے لگا تو قلعہ اور جامع مسجد کے درمیان ہندوؤں نے ازدحام کیا جزیہ کے لیے واویلا مچائی۔ ہندوؤں کے ہجوم نے بادشاہ کو ایسا گھیر لیا کہ بادشاہ کو مسجد تک جانا مشکل ہوگیا مگر اُسنے اُن کی فریاد سننے کے لیے کان سُن اور بہرے کر لیے اور بھیڑ کے سبب جب راہ نہ ملی تو ہاتھیوں سے اس طرح چیر پھاڑ کر راستہ نکالا کہ کچھ آدمی گھوڑوں اور ہاتھیوں کے پیروں کے تلے کچلکر پس گئے ناچار ہنود اپنے گھر چلے گئے پھر دم نہ مارا۔ جزیہ دینے لگے۔

مرزا اقوام الدین خلیفہ سلطان کا بھائی تھا اور خلیفہ سلطان مازندران کا شاہزادہ تھا

ہنود سے جزیہ لینا

مرزا اقوام الدین خلیفہ سلطان کا احوال

تھا۔ ایہاں سے شہرداران کو تسخیر کیا اور خلیفہ سلطان کو اپنا وزیر بنایا تو مرزا قوام الدین کی اپنے بھائی سے نہیں بنی اور وہ بادشاہ پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے اُسکو دارالسلطنت لاہور کا صوبہ مقرر کیا اور پنجہزاری سہزار سوار کا منصب دیا۔ بادشاہ کی حمایت کے سبب قضیات امور شرعی میں بڑا استقلال رکھتے تھے علی اکبر پور کا رہنے والا یہاں قاضی تھا اور وہ صوبہ دار و نیکے سے بھی کچھ کہتا تھا۔ مرزا قوام الدین اور قاضی دونوں کی آپس میں کج بحثی اور سخت گفتگو ہوئی اور بادشاہ پاس دونوں نے شکایت لکھ بھیجی۔ مرزا نے کوتوال کو بھیجا کہ قاضی کو پکڑ لائے جب کوتوال قاضی کو پکڑنے گیا تو اس نے مقابلہ کیا اور وہ خود اور اُس کا بھانجا اور بیٹا مارا گیا۔ لاہور کے آدمیوں نے قاضی کے کشتہ ہونے کے بعد صوبہ دار اور کوتوال پر ہجوم کیا اور اُنکا راستہ بند کیا۔ بادشاہ کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو اُس نے مرزا قوام الدین کو لاہور سے بدل دیا اور کوتوال کو اپنے پاس بلا کر قاضی کے وارثوں کو حوالہ کیا کہ وہ قصاص لیں۔ مرزا قوام الدین بھی اس مقدمہ میں قاضی کے حوالہ ہوئے اس کشمکش میں امراض جسمانی اور آلام روحانی نے اجل طبعی کو بلایا۔ جزیہ نے مذہبی عداوتوں کی آگ کو پہلے ہی سے بھڑکا رکھا تھا اب چھ مہینے بعد اس واقعہ نے اور اُس پر روغن ڈالا کہ راجہ جسونت سنگھ جس کا حال بہت جگہ پڑھ چکے ہو۔ وہ کابل میں کوئی صوبہ دار تھا۔ یہاں اس دار فانی دار سے وہ کنارہ کش ہوا اُس کے بھائی بندر چھوٹ اُسکی رانی اور ننھے ننھے دو بیٹوں کو ساتھ لیکر بے اذن شاہی اور صوبہ دار کابل کی بے دستک راہداری وطن جانے کیلیے چل کھڑے ہوئے معبر اٹک پہ میر بحر اُنکے پاس دستک نہ ہونے کے سبب مزاحم ہوا۔ راجپوتوں سے جنگ کی اور غالب ہو کر کسی پایاب راہ سے پار اتر آئے۔ شاہجہان آباد ہر سر راہ تھا ناچار یہاں وارد ہوئے عالمگیر نے اُنکی یہ خبر سنکر اور اپنے کینہ دیرینہ کو جو جسونت سنگھ کے ساتھ تھا کام فرما کر کوتوال کے نام حکم صادر کیا کہ اُنکی فرودگاہ پر پہرے بٹھائے چند روز بعد راجپوتوں نے اپنی اطاعت کے سوا یہاں فند و فریب کی قدرت دکھائی کہ بادشاہ سے درگاہ کا ...

اور چند سو اور نکل جانے کی رخصت مانگی بادشاہ نے اس سبب سے کہ آدمیوں کے کم ہو جانے سے رانی اور لڑکوں کو بس میں کرنا زیادہ آسان ہو جائے گا اُنکی درخواست منظور کر لی انہوں نے راجہ کے لڑکوں کو غلاموں کے لڑکوں کی صورت اور غلاموں کے لڑکوں کو راجہ کے لڑکوں کی ہم شکل بنایا۔ رانی کو مردانہ لباس اور لونڈی کو رانی کا زیور اور لباس پہنایا۔ یہاں عورتوں کی پردہ نشینی کام کر گئی ورنہ اس کام کا ہونا مشکل تھا سورما راجپوتوں کو خیمہ کے اندر بٹھا کر اُن سے کہا کہ ہم رانی اور کنوروں کو لیکر چلتے ہیں اگر یہ راز کھل جائے تو تم ان جعلی لڑکوں اور رانیوں کی حراست میں بقدر کوشش کرنا کہ پانچ چھ گھنٹے اُس میں لگ جائیں اُن کے جانے کے بعد دو تین پہر گذر گئے تو بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی اُس نے تحقیق کی تو کوتوال نے عرض کیا کہ لڑکے اور رانیاں خیمے میں موجود ہیں۔ بادشاہ نے جانے والوں کے پیچھے آدمی دوڑائے اور خیمہ کی رانی اور لڑکوں کو قلعہ کے اندر بلایا انہیں پر راجپوتوں نے کہا کہ ہم رانی اور لڑکوں کو نہیں دینگے اُن کی عوض جان دینگے پھر بادشاہ نے فوج بھیجی۔ راجپوت اُن سے بمقابلہ پیش آئے بہت سے اُن میں مخالفوں کو مار کر مرے جو بچے وہ بھاگے جعلی رانیاں اور لڑکے بادشاہ پاس آئے اُس نے اُنکو حرم سرا میں بھیجا بیگموں نے اُنکو اپنا متبنیٰ بنایا۔ رانی کو بیگموں کا پرستار بنایا اپنی غفلت چھپانے اور ہوشیاری دکھانے کے لیے بادشاہ کو یقین دلایا کہ اصلی لڑکے اور رانی یہی ہیں جو بادشاہ کے محل میں ہیں درگا داس اور راجپوت تو اس معرکہ سے زندہ بچ کر پراگندہ ہو گئے مگر پھر جمع ہو گئے اور وطن کو چلے خیمہ پر لڑائی ہونے کے سبب سے رانی کو اتنی فرصت ملی کہ وہ جودھپور میں صحیح سلامت داخل ہوئے اور اُس کے بڑے بیٹے اجیت سنگھ نے مارواڑ پر مدت تک سلطنت کی اور آخر دم تک وہ اورنگ زیب کا دشمن رہا۔ بادشاہ مدت تک اس شبہ میں رہا کہ وہ راجہ کا اصلی بیٹا نہیں ہے رانی نے فقط مہاراجہ کے نام باقی رہنے کے لیے اُس کو بیٹا بنایا ہے اور اصلی اولاد اُس کی میرے پاس ہے۔ مگر جب اُنہانے اپنے خاندان کی لڑکی اجیت سنگھ کو

سپاہی تو اُس کا پتہ نہ ہوا اور یہ بھی جانا کہ جسونت سنگھ کا حقیقی بیٹا اجیت سنگھ ہی کوئی لڑکا ہو کر اُس جعلی اولاد کی توقیر میں تقصیر کرتا رہا اور اُس نے آخر کو اُن کے استحقاق کے خیال سے جودھپور پر چڑھائی کی۔ مآثر عالمگیری میں لکھا ہی کہ جب راج سنگھ رانا اودے پور نے مہاراجہ جسونت سنگھ کی رانی اور لڑکوں کی اعانت میں کمر ہمت چست کی تو اول ذی الحجہ ۱۰۸۹ھ کو بادشاہ اجمیر کو روانہ ہوا۔ اور رانا اودے پور کو فرمان تہدید آمیز لکھا کہ وہ جزیہ دینا قبول کرے اور راجہ جسونت سنگھ کے فرزندان نامشخص کو جودھپور کے علاقہ سے نکالے۔ جب بادشاہ اجمیر میں آیا اُس نے ۹ محرم ۱۰۹۰ھ کو مہاراجہ جسونت سنگھ کے ممالک کے ضبط کے لیے خان جہاں بہادر کو بھیجا وہ ۲۴ ربیع الاخر کو جودھپور سے واپس آیا اُس نے وہاں بت خانوں کو ڈھایا اور کئی چھکڑے بتوں سے بھرے ہوئے بادشاہ پاس لایا مورد تحسین و آفریں ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ بتوں کو کہ اکثر مرصع و طلائی و نقرئی و برنجی و مسی و سنگی تھے۔ دربار کے جلو خانے اور جامع جہاں نما کے زینوں کے نیچے ڈالیں کہ وہ پامال ہوں۔ مدتوں پڑے رہے اور پھر اُن کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ مآثر عالمگیری میں واقعات سنہ ۲۲ جلوس ۱۰۸۹ھ میں لکھا ہی کہ جسونت سنگھ کابل میں مرگیا اُسکا کوئی بیٹا نہ تھا۔ مرنے کے بعد اُس کے معتمد نوکروں سونک۔ رگناتھ داس بھاٹی اور رنچھور اور درگا داس وغیرہ ہم نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مہاراجہ کی دو رانیاں حاملہ ہیں جب اس کے متعلقین لاہور میں آئے تو دونوں رانیوں سے بیٹے پیدا ہوئے نوکران مسطور نے دونوں بیٹوں کے پیدا ہونے کی اطلاع بادشاہ کو کی اور منصب راج کے عطا کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دونوں بیٹوں کو ہمارے پاس لاؤ جب وقت لڑکے سن تمیز کو پہنچیں گے اُن کو منصب راج عنایت ہوگا۔ راجپوتوں کا گروہ شاہجہان آباد میں گیا اور التماس مرقوم میں مبالغہ و الحاح کیا۔ اس اثنا میں ایک بیٹا ان میں سے ... بحالت ... (مرگیا) جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس فرقہ کا فاسد ارادہ یہ ہی کہ ... لعین دونوں لڑکوں کو جودھپور لیجا کر بغاوت کریں تو ۱۳ جمادی الاخر سنہ ۱۰۹۰ھ کو حکم ہوا کہ ...

راٹھوروں سے عالمگیر بادشاہ کا مقابلہ

روپ سنگھ راٹھور میں جو مہاراجہ کی دو رانیاں ٹھیری ہوئی ہیں انکو مع پسر کے نظر گڑھ میں لے آئیں فولاد خاں کوتوال و سربلند خاں وغیرہ اس لیے مقرر ہوئے کہ اس فرقہ کو اراده مقابلہ کا ہو یعنی اگر وہ لڑیں تو انکی گوشمالی کی جائے۔ حسب الحکم امرا کاربند ہوئے۔ لوازم اندرز اور نصیحت ترغیب و ترہیب کے ساتھ بجالائے مگر راجپوتوں نے اپنا حال تنگ دیکھا تو انھوں نے دو رانیوں کو کہ مردانہ لباس پہنے ہوئے تھیں مار ڈالا اور پسر دوم کو کسی شیر فروش کے گھر میں چھپایا تھا اسکو سرگشتگی میں چھوڑ کر فرار ہوئے فولاد خاں کو پسر دوم کی حقیقت معلوم ہوئی تو وہ شیر فروش کے گھر سے اُس بیٹے کو بادشاہ کی حضور میں لایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ راجہ کی لونڈیاں جو اسیر ہو کر آئیں ہیں اُن کے ہمراہ وہ زیب النساء بیگم کے سپرد ہوا اور لڑکے کا نام محمدی راج رکھا جائے خان مذکور دوسرے روز لڑکے کا زیور اور اشیا لایا۔ اس آشوب میں راجہ کا اور دونوں رانیوں اور راجپوتوں کا اسباب لٹیرے لوٹ کر لے گئے جو بچا وہ بیت المال کے کوٹھہ میں داخل ہوا۔ دونوں رانیوں کی اور رنچھور رئیس راجپوتوں اور تیس اور سرداروں کی لاشیں شمار میں آئیں باقی چہارم جمادی الآخری سنہ ۱۰۹۰ کو بھاگ کر جودھپور میں پہنچ گئے درگا کے بہکانے سے راجپوتوں نے دو جعلی بیٹے رن متھن (جو مر گیا تھا) اور اجیت سنگھ راجہ جسونت سنگھ سے منسوب کیے اور فتنہ انگیزی شروع کی طاہر خاں فوجدار جودھپور اُن سے عہدہ برآ نہو سکا اور اندر سنگھ بھی نظم و نسق نہ کر سکا۔ اسکو بادشاہ نے اپنے پاس بلالیا۔ بادشاہ نے سربلند خاں کو جودھپور کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔ ۲۲ رجب کو بادشاہ سے معروض ہوا کہ اجمیر کی فوجدار منور خاں کی مہاراجہ کے نوکر راج سنگھ سے تین روز تک خوب لڑائی ہی اور منور خاں کو فتح ہوئی۔ راج سنگھ بہت آدمیوں کے ساتھ مارا گیا ہے تو اُس نے [illegible] جودھپور کے معموروں کے سرکش راجپوتوں کے پرگنات کے تاخت و تاراج کے لیے افواج مقرر کیں۔ رانا میں تاب مقاومت نہ تھی اُس نے وکلاء معتبر زبان ان لائق کو مع پیش کشوں اور عرضداشت کے بھیجا اور اطاعت کا [illegible]

اور جو ... معاف کیا اور جزیہ کے عوض میں اپنے ملک میں سے تین پرگنے دیئے اور فرزندان
جسونت کی اعانت نہ کرنے کا وعدہ کیا اور عفو تقصیرات کی درخواست کی۔ بادشاہ نے
خان جہان بہادر کو اس ضلع کے بندوبست اور باقی وصول کرنے کے لیے مقرر کیا اور خود
دار الخلافہ کو مراجعت کی۔ اس اجمیر کے آنے جانے میں سات مہینے سے کچھ زیادہ
لگے چند روز بعد خبر آئی کہ رانا نے پھر تمرد اختیار کیا اور عہد و پیمان سے پھر گیا خان
جہان بہادر سے قرار واقعی بندوبست نہ ہو سکا تو رجب [illegible] (جولائی [illegible]) کو بادشاہ رانا اور
راجپوتوں کی گوشمالی کے لیے اجمیر روانہ ہوا۔ اس دفعہ راجپوتوں کے مغلوب کرنے میں
اپنی ساری فراست و کیاست کو کام میں لایا۔ بادشاہزادہ محمد معظم کے نام حکم صادر ہوا کہ
وہ دکن سے اجین میں آئے۔ اور حکم کا منتظر رہے اور بنگالہ میں شاہزادہ محمد اعظم کو لکھا کہ
بطریق ایلغار میرے پاس آجائے۔ جب اجمیر کے قریب بادشاہ آیا تو رانا کی تنبیہ اور
تادیب کے لیے شاہزادہ محمد اکبر کو بھیجا اور شاہ قلی خان کو تہور خان کا خطاب دیا اور
اس کا اضافہ کیا اور امرا لشکر طلب اس کے ہمراہ کیے اور اس کو بادشاہزادہ کا ہراول
بنایا۔ رانا نے اس خبر کو سنکر اودے پور کو کہ حاکم نشین تھا ویران کیا اور اپنے اور
جسونت سنگھ کے اہل و عیال آدمیوں کو ہمراہ لے کر دشوار گذار پہاڑوں اور دروں
میں چلا گیا۔ شاہزادہ اکبر مامور ہوا کہ وہ دروں میں راجپوتوں کے استیصال
کے لیے بعض امیروں کو بھیجے اور کچھ دلاوروں کو رانا کے ملک و زراعت کے تاخت
و پامال کے لیے روانہ کرے۔ جب بادشاہزادہ محمد معظم کی اجین میں آنے کی خبر
پہنچی تو اس کے پاس حکم گیا کہ وہ تعلقہ رانا میں اودے ساگر پر مقیم ہو جو اجمیر سے شرقی
کو ... وہ اپنے لشکر کو اطراف چتوڑ میں مقرر کرے کہ جہاں آبادی دیکھے اس کو
پامال کرے۔ ان دنوں میں حکم کے بموجب شاہزادہ محمد اعظم بھی چار ماہ کی راہ کو
[illegible] میں طے کر کے ... کے ساتھ آ گیا اس کو حکم ہوا کہ رانا

اور راٹھوروں سے کے متعلقہ اور دریا قلب میں جاکر راجپوتوں کے قتل و اسیر کرنے میں کوشش
کرے اور فوج معین کرے کہ ملک انامیں جو غلہ کی رسد پہنچتی ہو اسکو بند کرے اور زراعت
نہ کرنے دے ۔ رانا کی مدد کے لیے متعلقہ جسونت سنگہ سے پچیس ہزار سوار راٹھور اور راجپوت
جمع ہوگئے ۔ افواج شاہی کا مقابلہ شوخی سے کرتے تھے اور کبھی اور رسد غلہ پر تاخت کرتے
تھے بادشاہی چند ہزار سواروں کو دریائے قلب کی طرف لے گئے اور اُن کو چاروں طرف
سے گھیر لیا اور بہت سواروں اور پیادوں کا پتا نہ لگنے دیا ۔ لیکن آخر کو راجپوت فوج اسلام
سے مغلوب ہوئے ۔ راجپوتوں نے دروں کی سر راہ کو بند کر رکہا تھا اور کبھی کبھی پہاڑوں
سے آن کر شاہزادہ کے لشکر پر غافل شب خون مارتے تھے ۔ لشکر بادشاہی خصوص منور خاں
اس جماعت کو تنبیہ کرتا تھا اور ملک کی خرابی میں اور بتخانوں اور عالی عمارات کے
مسمار کرنے اور اشجار ثمر دار اور باغات کے کاٹنے اور راجپوتوں کے زن و فرزند کے گرفتار
کرنے میں جو غار و مغاک میں چھپے ہوئے تھے کوئی کسر باقی نہ رکہتا تھا ۔ محمد امین خاں
صوبہ دار گجرات کے نام حکم گیا کہ اپنی فوج کے ساتھ جلد سرحد راجپوتیہ اور احمد آباد کے
درمیان استقامت کرے اور جہاں راجپوتوں کی خبر سُنے اور پتا پائے ان کو غارت کرے

جب رانا کے معاونوں کا کام تنگ ہوا ۔ غلہ نایاب زراعت کشت و کار
متعذر تو راٹھور راجپوتوں نے یہ تدبیر و تزویر کی کہ وہ اوّل شاہزادہ محمد معظم پاس گئے
کہ اُس کو اپنے جرایم کا شفیع بنائیں یا بغاوت پر اُس کو رہنمائی کرکے اپنا رفیق بنائیں
بادشاہزادہ نے اُن کی باتوں پر کان نہیں لگایا اور نواب بائی یعنی والدہ شاہزادہ
کو جب اس کی خبر ہوئی تو اُس نے بھی نصیحت کی اور منع کیا کہ کسی بات میں راجپوتوں
کی امداد اور معاونت سے آشنا نہ ہو ۔ اور رانا کے وکیلوں کو اپنے پاس آنے نہ
دیے ۔ جب وہ اس شاہزادہ سے مایوس ہوئے تو شہزادہ محمد اکبر کی طرف
رجوع کی ۔ راجپوتوں میں درگا داس بڑا چرب زبان و حراف تھا ۔ اس نے

شہزادہ اکبر کا راجپوتوں سے ملنا

اکبر پر بہت افسون افغانے پڑہکر پہونکے۔ اور اس کو امیدوار کیا۔ کہ راجپوت پچاس ہزار سوار جرار آپ کی رفاقت کے لیے اور خزانے بے شمار آپ کے خرچ کے واسطے موجود ہیں۔ شہزادہ یہ سبز باغ دیکہکر تقاضا ایام شباب اور رہنمونی احباب راجپوتوں کے دام میں گرفتار ہوا۔ بعض اُس کے ہمراہی بہی اُس کے ہمداستان ہوئے۔ بادشاہزادہ نے باپ سے بغاوت اختیار کی۔ اس بغاوت کرنے کا سبب اُس نے باپ ہی سے سیکہا تہا۔

ابتدا میں اس خبر کی شہرت اُڑتی ہوئی شاہزادہ محمد معظم پاس گئی اُسکو بہائی سے یک گونہ محبت تہی۔ اُس کو نصیحت آمیز دو کلمے لکہے۔ باپ کو اپنی عرضداشت میں اس مضمون پر اشارہ کیا کہ راجپوت شہزادہ کے اغوا کے درپے ہیں اس سے غافل نہونا چاہئے۔ محمد اکبر کی طرف سے بادشاہ کو کوئی وسوسہ تہا مگر بادشاہزادہ محمد معظم کی بدنامی حسن ابدال میں اس قسم کی ہو چکی تہی اور ابتدا میں جو راجپوت بڑے شاہزادہ کے پاس پیغام لائے تہے۔ اسکی خبر بہی بادشاہ سن چکا تہا اُس نے محمد اکبر کے حق میں محمد معظم کی تحریر کو محض افترا جانا اور جواب میں لکہا کہ ہذا بہتان عظیم۔ حق سبحانہ تعالیٰ شمارا ہمیشہ بر صراط مستقیم رہبری نماید۔ آلودگی سخن شنوی بدخواہان محفوظ دارد۔ جب یہ راز مخفی برملا ہوا۔ اور خیمہ خیمہ میں سب چہوٹے بڑوں کو یہ خبر معلوم ہو گئی کہ دُرگا داس تیس ہزار سوار راجپوت لے کر اکبر سے مل گیا اور یہ خبر بہی آئی کہ محمد اکبر نے تخت پر جلوس کیا اور سکہ جاری کیا اور منور خاں کو ہفت ہزاری کیا۔ امیر الامرا کا خطاب دیا۔ مجاہد خاں اور عمدہ نوکروں کے جو اُس کے ہمراہ تہے اضافہ کیے۔ جن میں سے بعض نے مجبور ہو کر مصلحتہ قبول کیے سب کی تالیف قلوب کی۔ اور بادشاہ کی طرف لڑنے کے ارادہ سے آیا۔ ان دنوں میں بادشاہ کی فوج راجپوتوں کی تنبیہ کے لیے محمد اکبر کے ساتہ چلی

گئی تھی۔ اسد خاں بہرہ مند خاں کے سوائے کوئی عمدہ امیر نہ تھا اور کل پانچ سات خواجہ سراؤں اور اہل دفتر کے ساتھ آٹھ سو سوار تھے۔ اس لیے لشکر میں تزلزل ہوا ایک عجیب ہنگامہ برپا ہوا۔ محمد معظم کو بہ تاکید فرمان بھیجا کہ بلا توقف مع تمام فوج کے بطریق ایلغار حضور میں آؤ۔ بادشاہزادہ باپ کے حکم کے آتے ہی اُس کی خدمت میں روانہ ہوا۔ بہیر و خدمہ محل کو خدا پر سونپا۔ دس روز کی راہ کو دو تین روز میں طے کر کے باپ پاس نو دس ہزار سوار لے کر آ گیا۔ ایک شہرت تھی کہ محمد اکبر ستر ہزار سپاہ لیکر باپ سے مقابلہ کے لیے قریب آ گیا ہے۔ کسی کو بادشاہ کے لشکر میں امید نہ تھی کہ اس بلا سے نجات ہوگی۔ بعض بدخواہوں کے کہنے سے احتیاطاً دور بینی کی وجہ سے محمد معظم کی طرف سے بادشاہ کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا۔ تقاضائے وقت کے موافق توپ خانہ کا منہ محمد معظم کے لشکر کی طرف کرا دیا اور بیٹے کو پیغام بھیجا کہ لشکر کو چھوڑ کر دونوں بیٹوں کے ساتھ ہمارے پاس آؤ۔ محمد معظم نے باپ کے حکم کی تعمیل کی تنہا دو بیٹوں کو لیکر خدمت میں آیا تو حضرت کو اس پر اعتبار آیا۔

ان باپ بیٹوں کے لشکر مل کر بھی محمد اکبر کے ستر ہزار سواروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے یہ عالمگیر کے لیے بڑا برا وقت تھا۔ مگر اُس کی عقل سلیم باقی تھی وہ یہ سوچا کہ محمد اکبر کا لشکر جو باغی ہوا ہے وہ فقط رجپوتوں کے بھکانے اور پٹیاں پڑھانے سے ہوا ہے کوئی اس کو میرے ساتھ عناد دلی اور بغض قلبی نہیں ہے اُس کا راہ پر لانا مشکل نہیں ہے۔ اس لیے اُسنے شہاب الدین پسر قلیچ خاں کو بہ طریق ہراولی بھیجا کہ وہ محمد اکبر کے لشکر کی خبر تحقیق لائے جس کو راجپوتوں نے اپنے بندوبست سے مسدود کر رکھا تھا۔ اور اپنے سگے بھائی مجاہد خاں سے خط و کتابت کرے وہ محمد اکبر کے ساتھ بہ تقاضائے وقت و بمصلحت رفاقت میں شریک ہوا تھا۔

اور منتظر تھا کہ کوئی موقع ملے تو یہاں سے نکل جائے۔ جب اسکو اپنے بھائی شہاب الدین کے نزدیک آنیکی خبر آئی تو اُسنے محمد اکبر سے التماس کی کہ اگر حکم ہو تو میں جاکر اپنے بھائی کو استمالت کرکے اپنے ساتھ لے آؤں۔ محمد اکبر نے اسکو اجازت دی نقد و جنس جو لیجا سکا وہ لے باقی اسباب کو وہیں چھوڑ بھائی پاس پہنچا اور دونوں متفق ہوکر پادشاہ پاس آئے پادشاہ کو اُن کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔ شہاب الدین کو شہاب الدین خانی کا خطاب دیا۔ مجاہد خاں سے اکبر کے لشکر کی حقیقت اور موافق و منافق اور مجبور و غیر مجبور کی تعداد پوچھی کہ اس اثنا میں محمد اکبر کے لشکر سے اور مردم روشناس پادشاہ پاس آنے شروع ہوئے۔ مجاہد خاں کے آنے سے محمد اکبر کے لشکر میں خلل ہوا۔ خواجہ مکارم سلطان معظم کے نوکر نے محمد اکبر کے قراولوں سے دست بازی کی اسکے زخم لگا۔ اس طرف کے دو تین آدمیوں کو زخمی کیا اسنے خبر پہنچائی کہ محمد اکبر کے لشکر سے جدا ہوکر حضور میں تہور خاں ہراول فوج چند آدمیوں کے ساتھ آتا ہے جب تہور خاں گلال باری میں آگیا تو اسکو حکم ہوا کہ وہ ہتیار اُتار کر حضور میں آئے۔ خاں نے اسمیں تعلل کیا تو محمد معظم خاں نے اسکے مارنے کا اشارہ کیا وہ اپنے اظہار تہوری اور ارادہ فاسد اور کسی اپنی مصلحت کے سبب سے محمد اکبر سے رخصت لیکر آیا تھا۔ پادشاہ نے غصہ میں آن کر تلوار ہاتھ میں لیکر کہا کہ کون اسکو منع کرتا ہے کہ وہ ہتیار لگا کے نہ آئے جب وہ آنے لگا تو ایک نوکر نے خان کی چھاتی پر ہاتھ رکھکر اسکو منع کیا۔ خان نے اسکے مُنہ پر تھپیڑ مارا اور اُلٹا چلا کر خیمہ کی رسّی میں اُسکا پاؤں اٹکا اور وہ مُنہ کے بل گرا کہ چاروں طرف سے بزن بکش کی آواز بلند ہوئی اسکو مار ڈالا اور سر کاٹ لیا۔ کشتہ ہونیکے بعد اسکے جامہ کے نیچے سے زرہ نکلی اسکے باب میں روایات مختلف ہیں۔ خواجہ مکارم مخاطب بجان نثار خاں یہ کہتا تھا کہ عنایت خاں دیوان تن خبر اُسکا تھا اسکی تحریر سے از روے ارادت اُسنے بازگشت کی اپنی حسن خدمت و عقیدت وغیرت پر خیال کرکے ہتیار اُتارنے میں یہ عذر کیا بہرحال تہور خاں کے کشتہ ہونے سے راجپوتوں اور محمد اکبر کی فوج کے درمیان .... تزلزل پیدا ہوا اور انکا پاے ثبات جگہ سے ہلا

اسکا دربار ٹوٹا۔ کئی راجہ اور امرا اسکے پاس سے پادشاہ پاس چلے آئے اور بہت سے بھاگ گئے اور راجپوت یہ دیکھکر کہ سارا مقابلہ ہمارے سر پر آن پڑیگا اپنے گھروں کو چلے گئے یا پادشاہ پاس چلے آئے۔ عوام الناس نے یہ خبر اُڑائی کہ پادشاہ نے از روئے تدبیر محمد اکبر کو فرمان لکھا اور اُس میں درج کیا کہ اگرچہ راجپوتوں کی دستگیری کرکے اور قراولی اور گرداوری کے باب میں جو ارشاد ہوا تھا تم اسکو بجا لائے مگر انکو ہراولی بنا کے پادشاہی سپاہ کی زد میں لانا عین مصلحت تھا اور ایسا منصوبہ کیا کہ فرمان کسی طرح راجپوتوں کے ہاتھ میں پڑا جو اس فرقہ کے تفرقہ کا سبب ہوا۔ لیکن اس خط بنانیکی بات بازاری گپ ہے اسکی کچھ اصل نہیں ہے۔ القصہ محمد اکبر کی سپاہ بڑی با دبدبہ و شکوہ کثیر تھی مگر تلوار میان سے نہ نکلی کہ اُسکو ہزیمت عظیم ہوگئی۔ جب محمد اکبر نے دیکھا کہ راجپوتوں نے اُس سے روگردانی کی۔ درگا داس اور دو تین اور آدمی رانا کے اُنکے پاس رہے جنکے پاس دو تین ہزار سوار ساتھ تھے کوئی رفیق اور لشکر ایسا ساتھ نہیں ہے کہ کام آئے اسلئے وہ ناچار فرار ہوا۔ جب شاہزادہ محمد اکبر فرار ہوا تو اسکے سارے آدمیوں میں سے تین چار سو آدمی اور نامی آدمیوں میں سے قدیم الخدمت ضیاء الدین شجاعی تھا اسکا تمام مال و اسباب تجمل و خزانہ و توپخانہ لٹنے کے بعد جو باقی رہا تھا وہ سارا اور اسکا ایک چھوٹا بیٹا نیکو سیر اور دو بیٹیاں یہ سب پادشاہ کو ہاتھ آئے۔ اور ایک بیٹا جو حد تمیز کو پہنچا تھا اسکو راجپوت اپنے ساتھ لیگئے۔ اب محمد اکبر ایسا سراسیمہ تھا کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ کبھی شاہجہان آباد و لاہور کے جانیکا اجمیر کی راہ سے ارادہ کرتا تھا۔ کبھی ایران کا قصد ہوتا تھا جسطرف جاتا اسطرف زمیندار اور فوجدار اسکے روکنے کو کھڑے ہو جاتے۔ پادشاہزادہ محمد معظم اسکے تعاقب کے لئے مامور ہوا اسنے اسکے ... تعاقب میں اغماض کیا اور عنان کشیدہ چلا۔ محمد اکبر لاہور اور ملتان کی راہ کو چھوڑکر زمینداروں کی راہنمائی سے راہ دشوار گذار و جبال سے دکن کیطرف مرحلہ پیما ہوا۔ خانجہان بہادر صوبہ دار دکن کو اور تمام فوجداروں کو بار بار احکام پہنچے کہ جہانتک ممکن ہو اسکو زندہ دستگیر کرو ورنہ قتل کرو۔ خانجہان بہادر حکم کے بموجب اُسکے اسیر کرنے کیلئے

ایلغار کرکے نکلگیا اور چودہ پندرہ کوس کا دونوں میں فرق رہا تو خان نے اُسکے دستگیر کرنے میں اغماض کیا اور اس بات کو میر نور اللہ نے جو ایسے مقدمات میں بے جھا باتھا پادشاہ سے عرض کیا تو پادشاہ نے اس بات میں ایک فرمان اعتراض آمیز اور احکام تہدید آمیز تمام اخبار نویسوں کو لکھے۔ شاہزادہ اکبر بگلانہ کی سرحد میں آیا۔ جو ملہیر کے فوجدار اور قلعہ دار راجہ دیبی سنگ کے تعلقہ میں تھی اُسنے شاہزادہ کی گرفتاری کے لئے فوج بھیجی یہ اسوقت پہنچی کہ وہ سرحد بگلانہ سے نکل گیا تھا چند نفر راجپوت پیچھے رہ گئے تے اُنکو راجہ کے آدمی دم دلاسا دیکر راجہ پاس لائے۔ راجہ ان رجپوتوں سے شاہزادہ کا حال پوچھ رہا تھا کہ اسکے آدمی ایک اور آدمی کو پکڑ کر لائے۔ جو اکبر کی نیمہ آستین خون آلود پہنے ہوئے تھا جسکو اکبر نے ہوا کی گرمی کے سبب سے اُتار کر اپنے کندھے پر ڈالدیا تھا۔ اسکو زخمی کرکے راجہ پاس اس گمان سے لیگئے کہ وہ شہزادہ اکبر ہوگا۔ راجہ ان کی اس حرکت سے ناراض ہوا۔ فرنگیوں کے ملک کی سرحد سے اکبر نکل گیا۔ بگلانہ کے پہاڑوں کی پناہ میں آیا اُسنے پہاڑی آدمیوں کو روپیہ دیا اُنہوں نے اس کو سرحد راہیری میں پہنچایا۔ جو سنبھا سے تعلق رکھتا تھا سنبھا اکبر کے استقبال کو آیا اور اپنا مکان رہنے کو دیا جو قلعہ راہیری سے تین کروہ پر تھا اور وجہ خرچ اُسکے واسطے مقرر کیا۔ سنبھا جی نے اوّل اوّل اکبر کی بڑی خاطر داری کی۔ مگر پھر اُسکے آدمیوں کو کافی خرچ نہ دیا۔ ایک روز محمد اکبر کے سامنے قاضی نے بیوقوفی اور خوشامد سے سنبھا سے کہا کہ مہاراج کے دشمن پائمال ہوں تو محمد اکبر نے خفا ہوکر کہا کہ قاضی تو بڑا احمق ہے اور سنبھا سے کہا کہ ایسے کلمات لغو کا کہنا اور آپ کا سُننا نہ مناسب ہے یہ خبر بھی مشہور ہوئی کہ اعتقاد خاں خلف اسد خاں قلعہ راہیری کی تسخیر کے لئے مقرر ہوا ہے اِسلئے محمد اکبر نے یہ مصلحت سمجھا کہ جسطرح ہوسکے ایران جائے اُسنے دو چھوٹے جہاز مرتب کئے۔ چالیس دن کا ذخیرہ انمیں رکھا اور روانہ ہونیکا ارادہ کیا تو پادشاہ کے لحاظ سے سیدی یاقوت خاں حبشی نے جنگی جہاز

اس کی راہ روکنے کے لئے تیار کیا وہاں اطراف میں کوس نابلکی بجا رہا تھا گرفتاری
میں اسنے اغماض کیا۔ شہزادہ اور ضیاء الدین محمد شجاعی اور چالیس پچاس آدمی خدا پر
بھروسہ کرکے سوار ہوئے۔ راہ میں محمد اکبر کے جہاز متفرق ہوئے اور اُن پر حادثات عظیم واقع
ہوئے۔ ناموافقت ایام سے امام مسقط کے جزیرہ میں جہاز چلا گیا۔ اہل جزیرہ نے شاہزادہ کو
گرفتار کرکے امام مسقط پاس بھیجدیا۔ یہ امام شاہ ایران کے بڑے عمدہ زمینداروں اور توابع
میں سے تھا بحسب ظاہر تو مہمانداری کی لیکن اکبر کو بطریق نظربند کے رکھا اور عالمگیر کو عرضداشت
بھیجی کہ اگر حضور دو لاکھ روپئے نقد اور بندر سوت میں جو اجناس مسقط کے جہاز وہیں جاتے ہیں
انکی معافی عشور کی سند کسی آدمی کے ہاتھ بھیجدیں تو میں محمد اکبر کو اسکے حوالہ کرکے حضور میں ان
کروں۔ پادشاہ نے کئی متصدیان بندر سورت کے نام حکم صادر کیا کہ امام مسقط کی التماس کے
موافق عمل کریں۔ مسقط کو متصدی سورت نے حاجی فاضل کو جو سب زبانوں سے آشنا تھا
محمد اکبر کے لانے کے لئے بھیجا۔ جب شاہزادہ اکبر کے آنے کی اور امام مسقط کے اس ارادہ
ناصواب کی خبر سلیمان شاہ فرمانرواے ایران کو پہنچی تو اُس نے امام مسقط کے پاس حکم
بھیجا کہ ہمارے مہمان کو بہت جلد اہتمام کرکے ہمارے پاس بھیجدو۔ ورنہ تمہاری سزا کے
لئے فوج بھیجی جائیگی۔ امام مسقط نے ناچار شاہزادہ کو شاہ سلیمان کے آدمیوں کی
ہمراہ کیا۔ جب شاہزادہ اصفہان میں آیا شاہ سلیمان اُسے لینے آیا تو محمد اکبر نے
پانچ الماس لیکر پادشاہ سے ملاقات کی اور کہا کہ اگرچہ بزرگان ایران کے نزدیک یہ
امر غیر متعارف ہے کہ نذر و ہدیہ ہاتھ میں لیکر بزرگوں سے ملاقات کرے لیکن ہندوستان
میں مربی کی خدمت میں خالی ہاتھ جانا ترک ادب ہے ہر روز مہمانداری بڑے تکلف
سے ہوتی رہی۔ شاہزادہ نے ہندوستان میں جانیکے لئے امداد طلب کی تو شاہ نے
فرمایا کہ جب تک تمہارا باپ زندہ ہے تم ہمارے عزیز مہمان ہو۔ جب تمکو بھائیوں سے
کام پڑیگا تو ہم سے جہاں تک ہوسکیگا تمہاری امداد کرینگے۔ چند روز بعد

سلیمان شاہ مرگیا۔ سلطان حسین اسکا جانشین ہوا اُس نے پہلے سے بھی زیادہ شاہزادہ کی مہمانداری کی۔ محمد اکبر نے باپ کے مرنے کی خبر جھوٹی کہہ کر شاہ حسین سے فوج وخرچ کی امداد چاہی لیکن شاہ نے کہا کہ ہمارے اخبار نویسوں نے نہیں لکھا کہ بادشاہ مرگیا۔ جب خبر تحقیق ہوجائیگی تو ہم امداد کرینگے۔ جب اس خبر کا جھوٹا ہونا تحقیق ہوگیا تو شاہزادہ کو خفت اُٹھانی پڑی پھر شاہزادہ نے کہا کہ ہوائے عراق میرے مزاج کی موافق نہیں ہے مجھے رخصت ملے کہ میں توابع گرم سیر میں سرحد خراسان میں جاؤں۔ جو سرزمین ہند کے قریب ہے آپ ہاں کے حکام کو لکھدیجیئے کہ بروقت وہانکے سرداروں کی فوج میری رفاقت کریں بعد اس کے شہزادہ کے لئے خرچ درماہہ مقرر ہوا اور حکم ہوا کہ جسوقت شاہزادہ کو بھائیوں سے پیکار کا سروکار ہو تو پندرہ ہزار سواروں سے اسکی امداد کیجائے۔ ہندوستان کی سلطنت کی آرزو میں محمد اکبر توابع گرم سیر خراسان میں خوشی وناخوشی اوقات بسر کرتا تھا کبھی اسکو باپ کی سلطنت میں قدم رکھنا نصیب نہ ہوا۔ عالمگیر کے آخر عہد میں اسکو موت آگئی اورنگ زیب نے جو جودھپور اور اودے پور کے ملکوں پر اس طرح تاخت وتاراج کی کہ اس سے راجپوت دب گئے۔ مگر مر نہیں گئے۔ اس جنگ اور جزیہ نے اُنکے ملک اور مذہب پر ایسا زخم و داغ لگایا جو کبھی نہ بھرا۔

راجپوتوں کی ابتدائی جنگ

عالمگیر کے ابتدائے عہد میں قوم راجپوت سلطنت مغلیہ کی دست راست تھی اب وہ اس سے جُدا ہوگئی کہ اسکے ملنے کی توقع نہیں رہی۔ پھر اسنے اس سلطنت کی خدمت بغیر بے اعتقادی کے نہیں کی۔ صرف رام سنگھ مہاراجہ جے پور جسکے ناتے رشتے پادشاہ سے بہت سے تھے اور بہت منفعتیں اسکو حاصل تھیں وہ تو راجپوتوں کے ساتھ شریک نہیں ہوا۔ باقی اور رجپوت سب متفق ہوگئے۔ پادشاہ کی لڑائی راجپوتوں سے بدستور جاری رہی جہاں اسکا شاہزادہ محمد اکبر کی بغاوت سے پہلے تھا وہ اب بھی رہا۔ پادشاہی فوج راجپوتانہ کو لوٹتی تھی۔ راجپوت مالوہ کے ملک کو خراب و ویران کرتے تھے پادشاہ

مندر بتکو توڑ توڑکر مسجدیں بناتا تھا۔ راجپوت مسجدوں کو ڈھا ڈھاکر مندر بناتے تھے۔ قرآنوں کو جلاتے تھے۔ ملاؤں کی خوب گت بناتے تھے۔ اس لڑائی میں رانائے اودے پور کا نقصان زیادہ تھا اسلئے کہ اس ملک کا زرخیز حصہ مغلوںکے زیرسایہ تھا اور وہی انکی تاخت وتاراج سے پامال اور ویران ہوتا تھا۔ اِدھر یہ حال رانا کا تھا اُدھر پادشاہ کے بڑے بڑے کاموں میں جیسی کہ مہم دکن تھی حرج ہورہا تھا۔ آخرکار رانائے اودے پور نے صلح کی درخواست کی اور پادشاہ نے ان شرائط پر صلح کرلی کہ رانا جزیہ کی عوض میں کچھ ملک دیدے اور راجہ جیت سنگ بالغ ہوکے راج گدی پر بیٹھے۔ اسوقت پادشاہ مہماتِ یوسف زئی اور راجپوتوں سے زیادہ مہم اہم دکن کی سمجھتا تھا اس لئے اُس نے ان شرائط پر صلح کرلی مگر اس آشتی سے فساد وعناد کی جڑ نہ کٹی ہمیشہ راجپوتوں نے پادشاہ کی کھٹا پٹی رہی۔ مشرقی جانب میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں تو پادشاہ کی مطیع رہیں باقی تمام ریاستیں پادشاہ سے منحرف رہیں گو انکی دارالسلطنتیں پادشاہ کی قبضہ میں رہیں مگر انکے اِدھر اُدھر آفتیں برپا رہیں۔ راجپوت اپنے باہمی نزاع کے سبب سے بڑے بڑے فتوحات سے فائدہ نہیں اُٹھا سکے مگر پھر بھی پادشاہی فوج والوں کو نہایت تنگ کرتے رہے اور مالوہ اور گجرات کے صوبوں کو لوٹتے اور کھسوٹتے رہے۔

معاملات دکن

اس عرصہ میں کہ پادشاہ خود سرحد کی قوموںکے دبانیکے لئے گیا اور راجپوتوں کی لڑائی میں مصروف رہا وہ دکن کی مہمات سے غافل نہیں رہا جو اسکے اختیار میں وسائل تھے انکو دکن کی مہمات میں بھی کام میں لایا جسوقت پادشاہ کی فوج پنجاب میں افغانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئی تو مہمات دکن کے لئے خان جہاں خان حاکم گجرات کو مقرر کیا اور مہابت خان اور شاہزادہ محمد معظم کو بلالیا۔ خان جہاں نے اس خیال سے کہ سیواجی سے لڑنیکے لئے سپاہ کافی نہیں ہے اُسنے لڑنے میں توقف کیا

اور گھاٹوں کی راہیں بند کیں کہ مرہٹوں کا حملہ نہ ہو۔ اور قلعوں پر توپیں لگائے۔ مگر یہ تدبیر دلیرخاں نے ناپسند کی شاید وہ اورنگ زیب کے سرداروں میں سب سے زیادہ دلیر اور شجاع وچست و چالاک تھا اور قلعہ چاکن کے حملہ میں کامیاب ہو چکا تھا اُسنے جنگ محفوظ کی غلطیوں کو بتایا اور کہا کہ فوج خواہ کتنی ہو اُسنے قلعوں پر حملہ کرنا چاہیئے مگر سپہ سالار اسکی بات پر کان نہ لگایا۔ مرہٹوں کے سوار جنکی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ خاندیس میں ان دروں سے آئینگے جنکو خانجہاں نے روکا تھا وہ مختلف گروہوں میں منقسم ہو کر اورنگ آباد اور احمد نگر کو چلے گئے۔ خانجہاں نے بہت راہوں سے اُنکا تعاقب کیا مگر کامیاب نہیں ہوا۔ اور برسات میں اُسنے پیر گام میں جو دریا بہیما کے کنارہ پر ہے چھاونی ڈالی اور یہاں اُسنے ایک قلعہ بنایا جسکا نام اُسنے بہادر گڈھ رکھا۔

خان جہاں بہادر تو یہ کام کر رہا تھا۔ سیواجی نے یہ کام کیا کہ مخفی گولکنڈہ میں گیا۔ کہتے ہیں وہاں سے بہت کچھ روپیہ بطور خراج لیا اور اسکو اطمینان خاطر کے ساتھ رائگڈھ میں پہنچا دیا۔ اور جب وہاں سے پھر کر آیا تو اُسنے ملک شاہی کے تاخت و تاراج کے لئے اپنے سواروں کو چھوڑ دیا کہ وہ دہات قصبات و شہروں سے چوتھ وصول کریں غرض مرہٹوں اور مغلوں میں جو لڑائیاں تاخت و تاراج کے لئے ہوئیں۔ اُنمیں سے ہر یک گروہ یہ کہتا ہے کہ میں فائدہ میں رہا۔ مرہٹے بھاگ جاتے تو اور زیادہ لوٹ مچاتے۔ مرہٹے لوٹ کے مال کو شیر مادر سمجھتے تھے اور اس لوٹ مار ہی کو وہ اپنی عزت اور افتخار جانتے تھے۔

جب سیواجی گولکنڈہ گیا ہے تو اُسکی غیر حاضری میں سورت اور جنجیرہ کا بیڑا متفق ہو کر آیا اور اُسنے دھنداراجپوری کے توپخانوں کو غارت و تباہ کر دیا اور راگھوبلا افسر بھی مارا گیا مگر اس نقصان کا معاوضہ گولکنڈہ جانے سے ہو گیا اور اس سے سال آئندہ کی فوج کشی کے لئے بڑی تقویت ہو گئی

سنہ ۱۶۷۲ء میں علی عادل شاہ والی بیجاپور فالج میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ اسکے کوئی اور بیٹا سواء سکندر عادل شاہ کے نہ تھا جسکی عمر پانچ سال کی تھی اور شاہ بی جی بیٹی تھی عبد المجید وزیر تھا اور خواص خاں و عبد الکریم۔ بہلول خاں اور مظفر خاں یہ تین ارکان سلطنت تھے سب کو اپنے مطلب سے مطلب تھا۔ اس گھر کا کوئی خیر خواہ نہ تھا۔

سلطان علی عادل کا مرنا اور سیواجی کا لوٹنا

اب سیواجی نے سوچا کہ مغلوں سے لڑنے میں وہ فائدہ نہیں ہے جو ملک بیجاپور کی تاخت و تاراج میں ہے اسلئے سنہ ۱۶۷۳ء میں وشال گڈھ میں مخفی ایک بڑا لشکر جمع کیا اور اسکی سپاہ نے پنالا کو لے لیا اور تجارت گاہ ہوبلی کو خوب لوٹا۔ یہاں سے اتنی غنیمت ہاتھ آئی کہ مرہٹوں کو پہلے کبھی نہیں ہاتھ آئی تھی۔ اس شہر کو اناجی دیو کے حوالہ کیا اس شہر میں جو مرہٹوں کے ہاتھ سے بچا تھا اسکو فوج عادل شاہی نے لوٹا جو اس شہر کی حراست کے لئے آئی تھی۔ سیواجی کے بیڑے نے کاروار اور انکولہ لے لیا اور بہت سے مقامات کے دیس مکھیوں کو بہکایا کہ وہ مسلمانوں کے تھانوں کو اٹھا دیں۔ ہوبلی کے تاراج ہونے سے راجہ بیدپور ڈرا بیٹھا تھا اسنے سیواجی کو سالانہ خراج دینا قبول کیا اور سیواجی کا وکیل اپنے دربار میں مقرر کیا۔

سیواجی کا ارادہ تھا کہ ملک بیجاپور کو فتح کرے اسلئے اس نے خان جہاں بہادر سے درخواست کی کہ اسکے ذریعے سے بادشاہ اس کی حمایت کرے۔ خان نے اسکی اس درخواست کو اس شرط پر منظور کرانیکا وعدہ کیا کہ سیواجی بادشاہی ملک پر تاخت و تاراج نہ کرے۔ مئی کے مہینے میں ماؤلیوں نے پرلے لے لیا ستمبر میں ستارہ کو کئی مہینے محاصرہ کر کے فتح کر لیا۔ غرض سنہ ۱۶۷۳ء سنہ ۱۶۷۴ء میں یعنی دو برس کے اندر بہت سی لڑائیوں اور محاصروں کے بعد اس ریاست کا وہ ملک جو سمندر کی جانب گھاٹوں سے متصل تھا اور کونکن کا جنوبی حصہ فتح کر لیا۔

اگرچہ سیواجی مدتوں سے اپنے تئیں راجہ کہتا تھا اور اپنا سکہ چلاتا تھا مگر اب اور ہوا میں اُڑنے لگا اور دل میں یہ سمائی کہ مسلمان پادشاہوں کی طرح اپنی شان دکھائے۔ چنانچہ اُسنے ۶ جون ۱۶۷۴ء کو برہمنوں سے مہورت پوچھکر اپنی راجدہانی رائے گڈھ میں راجگدی پر جلوس کیا اور تمام رسمیں جو شاہانہ ہوتی ہیں وہ سب ادا کیں۔ ایسے فروشکوہ سے دربار کیا کہ کبھی مرہٹوں نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔ ترازو میں بیٹھکر تُلا۔ برہمنوں کو سونے کا تلادان دیا۔ سونا روپا جواہر نچھاور ہوئے سرداروں کو خلعت اور بڑے بڑے منصب اور انعام مرحمت ہوئے۔ افسروں کے خطاب فارسی سے سنسکرت میں بدلے یا نئے نام سنسکرت میں رکھے۔ اگرچہ شاہانہ رسموں کے برتاو میں مسلمانوں کا طریقہ اختیار کیا مگر دھرم کرم میں وہ پہلے سے بھی زیادہ کٹا ہندو ہوگیا۔ کھانے پینے میں ہندوں کی طرح پابند تھا اُس نے مسلمانوں کی بیخ کنی کے لئے ہندوں میں مذہبی جوش اور قومی ولولے اور زیادہ کردئے اور اپنی سادگی کو جو ابتدا میں تھی نہیں چھوڑا اسکے علم کو بھگوا جھنڈا کہتے تھے وہ گھبرا نارنجی رنگ کا بیل کی دُم کی صورت کا ہوتا تھا۔

مغلوں کے ملک پر سیواجی کے ع

سیواجی نے جب سے پورندھر کو تسخیر کرلیا تھا کُل ملک بیجاپور اور کانکن سے چوتھ لینے کا مستحق اپنے تئیں جانتا تھا۔ انگریزوں سے تو اُس نے کبھی چوتھ مانگی نہیں۔ مگر پرتگیزوں سے کہتے ہیں کہ اُسنے چوتھ لی۔ اس کا ذکر مرہٹوں کی تاریخوں میں اس طرح آتا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُنہوں نے کی۔

۱۶۷۵ء میں دلیر خاں نے سیواجی کے ملک پر دست درازی کی اسلئے خانجہاں بہادر سے جو عہد و پیمان ہوئے تھے اُن کے توڑنیکے لئے سیواجی کو ایک عذر ہاتھ لگا۔ مورو پنت نے قلعے اوندھا اور پٹہ دوبارہ لے لئے سیونیری پر حملہ کیا۔ مگر ناکامیاب رہا۔ وہ سیواجی کی جنم بھوم ہے۔ جو اس کو ساری

عمر ہاتھ نہ آئی۔ مگر سنیا پت ہمیر راؤ کی فتحیابی نے ناکامیابی کا معاوضہ کردیا وہ سورت کے پاس اس درہ پر گذرا اور اپنے سواروں کو کئی فوجوں میں تقسیم کیا جنہوں نے برہانپور کو اور بہادر کو خوب لوٹا۔ اور بڑوچ سے چوتھ لی۔ یہ پہلی دفعہ تھی کہ مرہٹوں کی سپاہ نے دریائے نربدہ سے اُتر کر کوچ کیا۔ سیواجی نے خود بوندا کا محاصرہ کیا اور اُسنے بنالہ اور ٹوٹرا کے درمیان سب تھانوں پر قبضہ کرلیا جب سیواجی کونکن میں مصروف تھا تو پھلتن ملاوری کے دیس مکھ نے نمبل کیر اگھاٹ نے سیواجی کے تھانوں کو اُٹھا کر میدانی ملک شاہ بیجاپور کے لئے فتح کرلیا۔

جب ہمیر راؤ گوداوری سے عبور کرکے گھر کو آیا تھا تو راہ میں دلیر خاں نے اسکا تعاقب کیا۔ وہ بہت مشکل سے اپنے بیش قیمت لوٹ کے مال کو گھر لایا۔ مغلوں کی سپاہ نے ضلع کلیانی کو لوٹا۔ سیواجی نے قلعہ بونڈا کو ایک نقب اُڑا کر فتح کرلیا اور وہ جنوب کی طرف گیا۔ کونکن میں چوتھ لی اور خوب لوٹا۔ لوٹ کا مال بہت سا لیکر اپنے گھر رائگڈھ میں آیا۔ جب دلیر خاں اور خان جہاں لڑائی میں اور طرف مصروف تھے تو ہمیر راؤ مغلوں کے ملک میں آیا اور اُسے خوب لوٹا۔

خواص خاں نائب سلطنت بیجاپور نے سلطنت کے نازک عالات دیکھکر خانجہاں بہادر سے عہد وپیمان کئے کہ بیجاپور کی سلطنت پادشاہ کے ماتحت رہیگی اور اورنگ زیب کے کسی بیٹے سے سکندر عادل شاہ کی ہمشیرہ خرد پادشاہ بی بی بیاہی جائیگی۔ عبد الکریم اور امیروں نے اس عہد وپیمان کے سبب سے خواص خاں کو سازش کرکے مار ڈالا اور لڑنے کا سامان تیار کیا۔ جب خان جہاں بہادر بیجاپور کی طرف آیا۔ بیجاپور والے اِس سے کئی لڑائیاں لڑے جنمیں بیجاپور والوں کا پلہ غالب رہا۔ دلیر خاں کا ہموطن دوست عبد الکریم تھا۔ اسکے ذریعہ سے دونوں میں صلح ہوگئی۔

سیواجی نے پھر تیسری دفعہ ٹوٹرا اور بنالہ کے درمیان میدانی ملک پر قبضہ کیا اور ایک سلسلہ قلعوں کا بنایا۔ جنکے نام درون گڈھ۔ بکشین گڈھ۔ سیودرشو گڈھ

مچندر گڈھ تھے۔ اگرچہ یہ قلعے مضبوط نہ تھے مگر وہ اس ملک پر جاگیرداروں کے حملہ روکنے کے بہت کام آئے۔

سیواجی کا اپنے باپ کے ملک پر قبضہ کرنا

سیواجی کو مدت سے یہ لو لگی ہوئی تھی کہ باپ کی جاگیر کو جو کرناٹک اور میسور میں ہے اُسپر کسی طرح قبضہ کیجئے۔ پہلے جاگیر پر اسکا سوتیلا بھائی ونکاجی قابض تھا اور حقیقت میں وہی اسکا مالک تھا مگر برائے نام والی بیجاپور کا ماتحت تھا اب سیواجی کو یہ اختیار تھا کہ اس جاگیر کا دعوی وہ وراثتاً کرتا۔ یا بطور غنیم کے فتح کرتا اسکے باپ کے وقت میں پنڈت راگھوناتھ نارائن اس جاگیر کا انتظام کرتا تھا۔ اب وہ اسکے بھائی ونکاجی کا منتری تھا۔ مگر کسی بات پر اُس سے خفا ہوکر سیواجی پاس چلا آیا تھا اسلئے اسکو اور بھی زیادہ اپنی تمنا بر آنیکا خیال پیدا ہوا۔ یہ پنڈت جاگیر کا تمام کچا پکا حال جانتا تھا۔ اسلئے اُسکا آنا جانا سیواجی کے حق میں نعمت غیر مترقبہ تھا۔ سیواجی دور اندیش بڑا تھا بات کو برسوں پہلے سوچ لیتا تھا۔ اُسوقت والی گولکنڈہ کو مغلوں کا خوف لگ رہا تھا اور والی بیجاپور سے بھی جنگ رہی تھی۔ اسلئے سیواجی نے سوچا کہ والی گولکنڈہ و رفاقت پیدا ہونی آسان ہی چنانچہ پیغام سلام ہوکر دونوں میں اتفاق ہو گیا۔

۱۶۷۶ء میں گولکنڈہ کی جانب تیس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے لیکر روانہ ہوا اور وہاں کچھ دنوں ٹھہرا اور والی گولکنڈہ کو آلو بنایا اور آپس میں یہ قرار ٹھہرایا کہ میں اپنے باپ کی موروثی ملک کے علاوہ اور ملک فتح کروں تو اُسمیں سے پادشاہ کو حصہ دوں اور پادشاہ اسکے بدلے میں مجھے کسی قدر روپیہ اور توپ خانہ عنایت کرے اور باقی فوج اپنی بیجاپور اور مغلوں کی روک ٹوک کے واسطے اپنے پاس رہنے دے۔ غرض وہ قطب شاہ سے روپیہ اور توپخانہ لیکر حیدرآباد میں ایک مہینے رہ کر مارچ ۱۶۷۷ء میں ٹھیک جنوب کی طرف چلا اور کرنول سے نیچے ۲۰ میل پر آیا اسکی سپاہ آہستہ آہستہ کداپہ کی راہ سے چلی۔ سیواجی کچھ سواروں کے ساتھ بزرتم مندر کی جاترا گیا یہاں مراسم مذہبی ادا کیں۔ بھوانی نے کرپا کرکے اُس سے کہا کہ سیواجی سے ہندوؤں کے

ہندوؤں کے دھرم کرم کے بڑے بڑے کام ہونگے اور کرناٹک میں اسکے بڑے درجات ہونگے
۱۲ ارروز بیاں رہکر مئی سنہ الیہ میں مندراسکے پاس ہوتا ہوا جنجی کے قریب پہنچا
جو اسکی قلمرو سے چہہ سو میل تھا وہ قلعہ بیجاپور سے متعلق تھا۔ والی بیجاپور کی طرف سے اسمیں
عنبر خاں کے بیٹے روپ خاں اور ناظر محمد حاکم تھے رگھوناتھ نے اُن سے ملکر ایسے عہد و پیان
کرلئے تھے کہ سیواجی کو یہ قلعہ بلا مقابلہ ہاتھ آگیا۔ والی بیجاپور کا افسر شیر خاں حاکم ضلع بڑتا لی
نے پانچہزار سوار لیکر سیواجی کے مقابلہ میں کوشش کی مگر وہ بہت جلد نرغہ میں آنکر قید ہوگیا۔
سیواجی کا سوتیلا بھائی سنتاجی اُس سے پہلے بہل ملنے آیا۔
اِس اثنار میں اس فوج نے جو ارادةً سیواجی نے پیچھے چھوڑی تھی قلعہ ویلور کا محاصرہ کیا۔
مرہٹوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ محاصرہ کرکے ستمبر میں فتح کرلیا۔ قاضی ابوحسین
بیان کرتا ہے کہ قلعہ دار کو پچاس ہزار پیگوڈا رشوت دیکر لے لیا۔ جس عرصہ
میں کہ ویلور کا محاصرہ ہورہا تھا۔ سیواجی اپنے بھائی ونکاجی سے ملا۔ اور اُس نے
اس کو سمجھایا کہ باپ کے ترکہ میں سے نصف اسکو دینا چاہیئے۔ ایک بھائی
باپ کے ورثہ کے نصف کا دعویٰ جتنی شد و مد سے کرتا تھا دوسرا بھائی اتنی ہی
زور سے انکار کرتا تھا۔ سیواجی نے پہلے ارادہ کیا کہ بھائی کو قید کرکے زبردستی
اُس سے نصف تنجور لے لے۔ مگر بھائی کو ملاقات کے لئے بُلایا اور اُسکو قید کرنا شرافت
سے وہ بعید سمجھا اسلئے اسکو تنجور جانے کی اجازت دی۔ مگر باپ کے ورثہ نصف تنجور
اور ادلی اور ایک دو قلعوں کا دعویٰ نہیں چھوڑا اور کہا کہ میں اس سے زیادہ تجھکو دے سکتا
ہوں۔ مگر باپ کے ورثہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ سیواجی دہور میں آیا اور قلعہ کرناٹکی گڈھ
وجلدیو گڈھ اور مہاراج گڈھ لے لئے۔ سال آیندہ کے شروع ہونے سے پہلے
سیواجی نے اپنے باپ شاہ جی کے علاقے کولہار۔ بنگلور۔ اوس کوٹا۔ بالاپور
سیرا پر قبضہ کرلیا۔ اُس نے کرناٹک سے چوتھ اور سردیش مکھی لی۔ اور جہاں لوگوں نے

یہ محصول نہ ادا کیا تو انکو لوٹا مارا۔

خان جہاں بہادر نے جو سیواجی سے صلح کر لی تھی وہ اورنگ زیب نے منظور نہیں کی مگر دلیر خاں نے بادشاہ کو جو یہ تدبیر لکھی کہ گولکنڈہ پر دھاوا کیا جائے۔ اور عبدالکریم وزیر اور فوج بیجاپور سے اعانت لیجائے اسکو پسند کیا اور اُسنے خان جہاں خان بہادر کو اپنے پاس بُلا لیا اور دلیر خاں کو اسکی جگہ مقرر کر دیا۔

قطب شاہ پر حملہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اُسنے سیواجی سے صلح کر لی تھی۔ لیکن مادھو پنت نے جسکو سیواجی نے گولکنڈہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ دلیر خاں اور عبدالکریم کے حملہ کو ہٹا دیا بیجاپور کی سپاہ تنخواہ کے نہ ملنے سے بھوکی مر رہی تھی اسکو دشمنوں سے لڑانا ناممکن تھا۔ عبدالکریم جنوری ۱۶۷۶ء میں مر گیا تو دلیر خاں نے یہ کوشش کی کہ مسعود خاں حبشی اسکی جگہ مقرر ہو جائے وہ سیدی جوہر کا داماد تھا اور ادونی کا جاگیردار تھا وہ مقرر ہو گیا اُسنے سپاہ کی چڑھی ہوئی تنخواہ بانٹنے کا اور دلیر خاں کے قرض چکا دینے کا اور امن امان رکھنے کا اور بادشاہ بی بی کو لشکر مغل میں بھیجدینے کا وعدہ کیا اُسنے بیادوں کی چڑھی ہوئی تنخواہ ادا کی مگر جب وہ بیجاپور گیا تو سواروں کی زیادہ تر سپاہ نہیں رکھ سکا۔ اسلئے یہ سوار برطرف شدہ کیا تو سیواجی کے نوکر ہو گئے یا بادشاہ کے

دلیر خاں مسعود خاں سے عہد و پیمان کر کے پیر گرام میں گیا۔ سیواجی نے یہ حالات سُنکر کرناٹک سے کوچ کیا جنجی اور اسکے مضافات کو اپنے سوتیلے بھائی سعنتاجی کو سُپرد کیا اور اسکے ساتھ رگھوناتھ نراین اور ہمیر راؤ سیناپت کو مقرر کیا کہ وہ کرناٹک کے مقدمات کا انتظام کریں۔ سیواجی نے قطب الملک کو اپنی فتوح کا حصہ کچھ نہیں دیا۔ جس سے وہ سمجھا کہ سیواجی نے اُسکو احمق بنایا۔ مگر جب سیواجی رائے گڈھ میں آگیا تو اُس سے سلسلہ اتحاد کو شکستہ نہیں کیا۔ سیواجی کا لشکر بلاری کے قریب آیا تو اس قلعہ کے آدمیوں نے اُسکی فوج کہی کے چند آدمیوں کو مار ڈالا اور اسکا

اور اسکا عذر بھی یہاں کے حاکم نے جو دس سیانی کی بیوہ تھی نہیں کیا اسلئے یہ قلعہ سیواجی نے بزور، ۲ دن میں لے لیا اور گوپال اور بہادر بندہ کو بھی فتح کر لیا۔ جب سیواجی تورگل میں آیا ہے تو اُسنے سُنا کہ اسکے بھائی ونکاجی نے اسکی فوج پر کرناٹک میں حملہ کیا اور بہت نقصان کے ساتھ ہزیمت پائی۔ اُسنے بھائی کو خط نصائح آمیز لکھا اور آخر کو اس قصہ اختتام اسپر ہوا کہ موروثی جاگیر پر ونکاجی متصرف رہے اور نصف محاصل سیواجی کو دیا کرے باقی وہ مقام جو بیجاپور کی قلمرو میں سے سیواجی کے ہاتھ آئے ہیں وہ سیواجی کے پاس رہیں۔

سیوا اٹھارہ مہینے بعد ٹھیر ٹھیرا کر رائے گڈھ میں آیا دونوں ہمیر رائے اور جے مادین نپت نے بیجاپور کے علاقہ کو خوب لوٹا مارا پانچ سو گھوڑے اور پانچ ہاتھی اور افسر جو اس سے لڑا تھا گرفتار کیا۔ کرشنا اور تنگ بھدرا کے درمیان کا کل ملک پامال ہوا اور کوپال اور بیلاری کے ہمسایہ کے سرکش دیس مکھ جو والی بیجاپور کو خراج نہیں دیتے تھے۔ اُنہوں نے سیواجی کی فوج کو دیا۔ بیجاپور میں سوار نہ تھے اور برسات کے سبب دریاؤں پر طغیانی تھی اسلئے مسعود خاں کے درمیان جو عہد و پیمان ہوئے تھے وہ پادشاہ نے پسند نہیں کئے بلکہ دلیر خاں کو پادشاہ نے لکھا کہ وہ سپاہ کی چڑھی ہوئی تنخواہ دیکر جتنے افسروں کو اپنی طرف کر سکے وہ کرے سلطان المعظم کو دکن کا صوبہ دار پھر اس غرض سے مقرر کیا کہ مسند نشین بیجاپور سے ملک و مال کا مطالبہ زیادہ کرے۔ اور اس مطالبہ کی تعمیل میں دلیر خاں بحیثیت سپہ سالاری آمادہ ہو۔ اول بادشاہ بی بی کا مطالبہ ہوا بعد ایک جھگڑے کے پادشاہ بی بی خود دلیر خاں کے لشکر میں اس غرض سے آئے کہ بھائی کی سلطنت بچ جائے۔ دلیر خاں نے اُس کو اورنگ آباد میں بھیج دیا۔

بیجاپور کا محاصرہ کیا گیا۔ جب بیجاپور والے مایوس ہوئے تو وہانکے وزیر مسعود خاں نے سیواجی سے مدد مانگی۔ اُسنے دلیر خاں پر حملہ کرنیکا وعدہ کیا۔ جس سبب سے

محصورین کا پیچھا چھوٹے۔ اس مطلب کے لئے سیواجی نے پنالہ میں بہت سے سوار جمع کئے اور بیجاپور کی طرف چلا۔ مگر اس سیانے کھاگ نے دیکھا کہ اسکے بازوں میں عالمگیری لشکر کے صدمہ اٹھانے کی تاب نہیں ہے۔ اسلئے وہ محاصرہ کے قریب بارہ میل جاکر کترایا اور بادشاہی علاقوں پر حملے کرنے لگا۔ دلیرخاں فن سپہ گری سے خوب واقف تھا۔ اگرچہ اس پاس فوج زیادہ نہ تھی مگر جتنے سپاہی اسمیں تھے اسکے ہم قوم افغان من چلے اور بڑے دل گردے جوان مرد تھے ایسی فوج ایسے افسر کے ماتحت بڑی فوجوں سے بھی بڑھکر کام دے سکتی ہے۔ دلیرخاں نے محاصرہ کو نہیں چھوڑا اور سیواجی نے آگ اور تلوار سے باشندوں کو بیٹرا کر دیا اور دہات کو جلاکر خاک کیا اُسنے دریار بیما سے اُتر کر جولنا پر حملہ کیا باوجودیکہ اورنگ آباد میں سلطان معظم تھا اُسنے جولنا کو خوب لوٹا جس مکان میں اسکو دولت کا گمان ہوا اسکو خاک سیاہ کیا۔ خافی خاں نے لکھا ہے کہ ۱۰۹۰ء میں سیواجی افواج سنگین کیساتھ ملک خاندیس میں داخل ہوا۔ قصبہ دھرنگانو جو اس ضلع میں معموری میں مشہور ہے اور جنس کرانہ وا قسام قماش و مال بندر سورت اور چیزیں قصبہ کے گمہداروں کے پاس ہوتی ہیں اسیر تاخت و تاراج کی پھر جوبرہ اور راور پرگنات کو لوٹ کر اور جلاکر پرگنہ جالنہ کی طرف گیا یہ بھی تعلقہ بالاگھاٹ کے قصبہاے معمورین سے تھا جسمیں مال تجارت بھرپور تھا اس قصبہ میں سید جان محمدؒ کا مسکن تھا جو یہانکے واصل باللہ درویشوں میں تھے۔ جب کوئی غنیم اس قصبہ میں آتا تو یہانکے رہنے والوں کی ایک جماعت وعیال سمیت اس سید کے تکیہ ومکان کی پناہ میں آتے مگر سیواجی نے سید صاحب کا ادب نہیں کیا۔ جو مالدار انکی پناہ میں گئے ان کو خوب لوٹا اور خود سید صاحب کو نہ چھوڑا۔ خافی خاں سیواجی کی موت کا سبب یہی بتاتا ہے۔ اس سے زیادہ بے عقلی کی بات کوئی اسنے اپنی تاریخ میں نہیں لکھی ہے سیواجی اپنے لوٹ کے مال کو لیکر صحیح سلامت راے گڈھ میں پہنچا ہوتا مگر

شاہزادہ کے حکم سے دس ہزار سواروں نے جمع ہوکر اسے سنگم نیر کے قریب آنکر ایسا گھیر لیا تھا کہ اُسے مار ہی لیا ہوتا مگر بقول عالمگیر وہ پہاڑی چوہا تھا۔ کسی بل میں ایسا دبک کر جا بیٹھا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی پھر وہ جو نکلا تو اورنگ زیب دیکھتا ہی رہ گیا کہ اسی چوہے نے کیا کیا کام کئے اور کتنے قلعے فوج شاہی سے خالی کرالئے اور اچھے اچھے شیروں کے کان کترے۔

دلیر خاں نے محاصرہ کو نہیں چھوڑا۔ سیوا جی پٹہ میں تھا کہ مسعود خاں نائب سلطنت نے اسکی بہت منت سماجت کی ؎

بہ لبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم پس ازانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

اور لکھا کہ اب ہمارا وقت قریب آگیا ہے اُسوقت آؤگے تو کام آؤگے نہیں پھر پیچھے کیا کام تم سے نکلیگا۔ وہ اسکی درخواست کے موافق بڑے ٹھاٹھ سے فوج لیکر چلا۔ ہزاروں برچھیت مرہٹے بھالے برچھے سلت لیکر چلتے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ کوئی نیستان اُڑا جاتا ہے۔ مگر ابھی یہ لشکر بیجاپور تک نہ پہنچا تھا کہ یکایک اُس پاس یہ خبر آئی کہ سنبھاجی مغلوں کے لشکر سے جا ملا۔ اس نوجوان بیٹے کے حصہ میں باپ کی خصائل اور اطوار میں سے دلیری اور شجاعت کے سوا کچھ اور حصہ نہ آیا تھا عیاش ایسا تھا کہ اسنے ایک برہمنی سے جو برہمن کی بیوی تھی اپنا مُنہ کالا کرنا چاہا سیوا جی اس حرکت ناشائستہ پر ایسا خفا ہوا کہ اسنے پرنالہ کے قلعے میں کچھ دنوں کے لئے سخت مقید کر دیا۔ مگر وہ قید سے بھاگ کر سیدھا دلیر خاں پاس چلا گیا تو سپہ سالار سرو قد تعظیم کے لئے اُٹھا نہایت تپاک سے ہاتھ کھول کر بغل گیر ہوا اعزاز و احترام سے خیمے میں اُتارا۔ دلیر خاں نے بادشاہ سے اپنا منصوبہ یہ بیان کیا کہ باپ بیٹے لڑائی میں ترازو کے پلڑے میں بیٹا باپ کے مقابل ہوگا۔ باپ کی بُری گت بنائیگا۔ وہ سارے باپ کے ہتکنڈوں سے واقف ہے مرہٹوں کو توڑ توڑ کر اپنی طرف بُلا لیگا۔ غرض گوشت خرد ندان سگ کا تماشا دکھائیگا مگر سیوا جی کا

سنبھاجی کا باپ سے بادشاہ سے ملنا اور پھر باپ پاس آنا

سیواجی کا اقبال یاور تھا۔ یہ منصوبہ کب چل سکتا تھا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ اسوقت باپ سے بیٹے کا جدا ہونا کیسا خطر و تردد کا مقام تھا۔ مگر یہاں کچھ اور ہی گل کھلا کہ سپہ سالار نے جب پادشاہ سے یہ عرض حال کیا تو اُسنے دلیرخاں کی اس تجویز کو ناپسند کیا اور حکم صادر فرمایا کہ سنبھاجی کو پابزنجیر ہمارے پاس بھیجدو۔ مگر جوانمرد سپہ سالار دلیرخاں نے عہد شکنی کرکے اپنی عزت کو بٹہ نہیں لگایا سنبھاجی کو پادشاہ پاس نہ بھجوایا اور اُس نے ایسی چشم پوشی کی کہ وہ بھاگ کر سیدھا باپ پاس آیا چندروز باپ کو بیٹے کے سبب سے پریشانی رہی۔

جب سیواجی کو بیٹے کی پریشانی سے نجات ہوئی تو وہ رات دن دل و جان سے بیجاپور والوں کی اعانت پر مستعد ہوا۔ ہمبیر راؤ کو اُسنے بھیجا اسکی لڑائی رنمست خاں سے ہوئی جس پاس آٹھ نو ہزار سوار تھے اُسی سردار کو سلطان المعظم نے پہلے بھی سیواجی سے لڑنے کو بھیجا تھا جسنے شکست پائی تھی اُسنے اب بھی شکست پائی۔

مورو پنت نے اہوت اور راباواگڈھ لے لیا۔ یہ دونوں قلعے بڑے مضبوط تھے اور اپنی سپاہ کو سارے خاندیس میں پھیلا دیا جسنے اسکو تاخت و تاراج و ویران کیا۔

دلیرخاں کے لشکر کے گرد ہمبیر راؤ پھرتا تھا اور محصورین کو مسعود خاں خوب لڑا رہا تھا۔ دلیرخاں بھی ان کو دبا رہا تھا مگر اسکی ذاتی شجاعت فتح کے لئے کافی نہ تھی۔ جا بجا اُسکے رسد پر چھاپے مارے جاتے تھے اور کسی طرح سے رسد اُسکے لشکر تک نہیں پہنچتی تھی۔

سیواجی کے لشکر نے اسکو ایسا تنگ کیا کہ آخر کو مایوس ہوکر سوا محاصرہ اُٹھا لینے کی کچھ اور نہ بن پڑا۔ برسات کے آخر میں وہ میدانی ملک کے تاخت و تاراج میں مصروف ہوا بینجی کو لوٹ لیا۔ کشنا جب پایاب ہوا تو وہ اُس سے پار گیا اور سپاہ کو فوجوں میں تقسیم کیا اور ملک کرناٹک کو ویران کرنا شروع کیا۔ نارائن پنت نے چند ہزار سواروں کو ساتھ لیکر دلیرخاں کی سپاہ پر حملہ کیا اسکو شکست دی اور اُسکی فوجوں کو روکا اور اُنکے لشکر نے شکست اُٹھائے اور مراجعت پر انکو مجبور کیا۔

بیجاپور کا محاصرہ

سیواجی کو بیجاپور والوں نے رفاقت کے بدلہ میں اضلاع کوپال اور بلاری دیدیئے اور ڈراوڈ میں جو ملک اُسنے فتح کیا تھا۔ اور تنجور اور اضلاع جاگیر شاہ جی پر اپنی سلطنت کے دعوی سے دستبردار ہوئے۔ اس سبب سے بھائی ونکاجی کے عزل و نصب کا زیادہ اختیار حاصل ہوا جس سے ونکاجی کا دل دنیا سے کھٹا ہوا اور وہ تارک الدنیا ہوا۔ سیواجی نے بھائی کو خط نصائح آمیز لکھا اور ترک دُنیا سے باز رکھنا چاہا مگر کچھ فائدہ نہوا۔

معلوم نہیں کہ سیواجی کے دل میں کیا کیا ارمان ہونگے وہ سب کے سب اس طرح خاک میں ملگئے کہ اُسکو بخار چڑھا اور یکایک ایسی طبیعت بگڑی کہ ترپن برس کی عمر میں سنہ ۱۶۸۰ء میں اس دُنیا سے انتقال کیا۔ مشکل ہے کہ ہم بتلائیں کہ سیواجی کیسا آدمی تھا۔ مگر جو اُسنے کام کئے وہ ہم لکھ چکے ہیں اُس سے سمجھ جاؤ کہ اُسکے مزاج میں کیا بُرائیاں اور کیا نیکیاں تھیں۔ کس سبب سے وہ اپنے سب کاموں میں کامیاب ہوا اور کیونکر اور کسواسطے ادنیٰ درجہ سے بتدریج اعلیٰ درجہ پر پہنچگیا۔ کن باتوں نے اُسکو مرہٹوںکا دیوتا بنایا۔ کیوں آجتک اُسکے نام کا وظیفہ مرہٹوں میں پڑھا جاتا ہے۔ اور وہ بُت کیطرح پوجا جاتا ہے۔ یہ عجیب و غریب آدمی تھا۔ سلطنت کی قابلیت سپہ سالار کی لیاقت رکھتا تھا۔ اپنے قوم کا ہمدرد اور خیر خواہ تھا۔ قزاق ایسا تیز دست اور چالاک تھا کہ کوئی کاہیکو ہوتا ہے۔ اگرچہ اس انگریزی گورنمنٹ میں خیال نہیں آتا اور عقل کے نزدیک یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سیواجی جیسا دوسرا شخص پیدا ہو مگر جسوقت نانا راؤ اور کانپور یاد آتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرہٹوں کی دغابازی اور مکاری غارتگری وغیرہ قوموں سے نفرت اُنکی بالکل غارت نہیں ہوئی۔ بلکہ اُنکو مسلمانوں کے ساتھ جو نفرت تھی اب وہی انگریزوں کے ساتھ ہے سیواجی کے حال میں ان باتوں پر طالب علموں کو چاہیئے کہ خوب غور کریں قاعدہ ہے کہ جس بُرائی کو ہموطن اور ہم قوم بُرا نہیں کہتے اور اُسکے کرنیوالے کو ملامت نہیں کرتے اُسکے کرنیسے متوسطین درجہ کے آدمی اپنے تئیں بُرا نہیں جانتے۔ سیواجی نے مہمات جنگی اور ملکی میں جو دغا اور فریب اور بُرائیاں کیں اُنکو اُسکے ہموطنوں اور ہمقوموں نے بُرا نہیں جانا بلکہ اُنکو اپنا فخر سمجھا۔ سب سے کام دغابازی اور نا پاکی اور مکاری اور فریب کے ایسے

سیواجی کی موت اور اسکے خصائل

ہوتے ہیں جو امورات خانگی میں سخت لعنت ملامت کے قابل ہوتے ہیں مگر وہ معاملات جنگی اور ملکی میں قابل تعریف کے ہوتے ہیں سیواجی نے ایک مسلمان سپہ سالار افضل خاں کو قتل کیا اسکو ساری قوم نے پسند کیا اور جب اُسنے ایک ہندو راجہ کو مارا تو سب نے اسکو ملامت کی اس سے ایک اور یہ بات نکلتی ہے کہ جو لوگ سیواجی کے ساتھ تھے وہ نرے لُٹیرے اور قزاق اور رہزن ہی نہ تھے بلکہ اُنکے دل حب الوطنی کے جوش سے اور قومی محبت کے خروش سے اور مذہبی حرارت سے اور شجاعت کی جورت سے بھرے ہوئے تھے اور انہیں باتونکے سبب سے وہ سیواجی کے سب معاملات میں شریک ہوئے۔ اور اسکو دیوتاؤں کا دوت سب سمجھے۔ بیجاپور اور گولکنڈہ میں جو مسلمان رہتے تھے اُنسے یہ مرہٹے جُدا ہی ایک ڈھنگ اپنا اس سبب سے رکھتے تھے کہ اُن کا خاندان نہ اُنکا مذہب نہ اُن کی سرزمین اُنسے ملتی تھی جب ان مسلمانوں کے ساتھ یہ اختلاف ہو تو ان مغلوں اور اورنگزیب سے تو وہ کچھ مناسبت ہی نہیں رکھتے تھے پہاڑوں کے دیوتا میدانوں کے دیوتاؤں سے ملتے جلتے نہ تھے۔ اُنکا جھگڑا اسلمانوں سے ناحق نہ تھا۔ اسلیئے ہر مرہٹہ خواہ وہ رجپوت ہو یا برہمن یا شدر ہو یا اصلی قدیمی باشندہ یہاں کا ہو وہ اپنے دلمیں اس بات کو یقین کرتا تھا کہ پہلے زمانہ میں مسلمانوں نے دغا اور فریب سے اسکو اپنی جگہ سے ہلایا ہے اور اب مسلمانوں کا لشکر بڑھتا اور دباتا چلا آتا ہے اُس سے وہ اور بھی خائف اور پریشان تھا۔ غرض سیواجی اور اسکے ہمراہی جو مسلمانوں سے لڑے اُس سے اُنہوں نے اپنے اہل وطن کی خدمت کی اور عزت اور شان وشوکت حاصل کی اور بہت سی غنیمت اور دولت حاصل کی سیواجی نہایت دغا باز مکار غدار سنگ دل مسلمانوں کے ساتھ تھا مگر اپنے قوم کے ساتھ رحم دل منصف متحمل ایماندار تھا جو اضلاع اس کی اطاعت اختیار کرتے اُنکے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آتا اور کوئی سختی نہ کرتا مسلمانوں کی ہر ایک چیز کا غارت کرنیوالا تھا مگر اپنی قوم اپنے دھرم اپنے وطن کی عزت اور شان کا بڑھانیوالا تھا یہی سبب تھا کہ سارے اسکے اہل وطن دل وجان سے عزیز رکھتے تھے اور اسکی خدمت گزاری جان نثاری کے ساتھ کرتے تھے

جب وہ مسلمانوں سے لڑتا تھا تو ہندو ایسے جوش مذہبی سے اسکے ساتھ ہوکر اپنی جانیں دیتے تھے جیسے کہ مسلمان جہادی اپنے امام کے ساتھ دیتے تھے۔ مگر کاغذ کی ناؤ ہمیشہ نہیں چلا کرتی کاٹھ کی ہانڈی چولہ پر ہمیشہ نہیں چڑھا کرتی۔ جن کاموں کی بنیاد دغا اور فریب پر رکھی جاتی ہے وہ چند روز اپنا فروغ دکھا کر صبح کاذب کی طرح غائب ہو جاتے ہیں سیواجی کی دغا اور فریب کا درخت سرسبز اور شاداب ہوا مگر اُسکے کڑوے پھل اسکی اولاد کو کھانے پڑے جو سلطنت کے کام بے قانون اور دستور العمل کے ہوتے ہیں انکا انجام یہ ہوتا ہے کہ سارے کام ایسے بے قاعدہ اور بے ٹھکانے ہونے لگتے ہیں کہ پھر اُس سلطنت کا ٹھکانا نہیں رہتا۔ اگرچہ سیواجی نے وزیر اور عہدہ دار سب قسم کے مقرر کیے مگر اُنکے تقرر میں کوئی قانون اور قاعدہ سوا اُسکے اپنی راے اور مرضی کے نہ تھا اسلئے وہ سارا کارخانہ تھوڑے دنوں میں بھنگ ہوگیا۔ خافی خاں نے اُسکے خصائل کی نسبت یہ لکھا ہے کہ وہ قافلوں کی تاراج میں مردم آزاری کرتا لیکن اور افعال شنیعہ سے پرہیز کرتا تھا۔ عورتوں اور عیال کی محافظت آبرو کا پاس رکھتا تھا۔ کلام اللہ جو کوئی لوٹ کے لاتا اسکو کسی اپنے مسلمان نوکر کو دے دیتا وہ اپنے متعلقہ کے رعایا اور ناموس کے حفظ میں بڑا اہتمام کرتا تھا۔ مسلمانوں اور سیواجی کی معرکہ آرائیوں کا حال اکثر مرہٹوں کی کتابوں سے لکھا گیا ہے جو انگریزی میں ترجمہ ہوئی ہیں۔ مسلمانوں اور مرہٹوں کے بیانات میں بہت اختلافات ہیں ہر یک اپنی اپنی ایسی کہانی کہتا ہے کہ جیسیں کوئی اپنی بیتی نہ ہو۔

یکایک سیواجی کا مرنا مرہٹوں کے حق میں زہر ہوا اُسنے ان وحشیوں کو آدمی بنایا تھا ان کے دلوں میں قومی ہمدردی و غیرت و قومی محبت کا جوش پیدا کیا۔ انکے لئے ضوابط و قوانین بھی بنا گیا تھا خزانہ معمور سپاہ بیشمار چھوڑ گیا تھا قلعوں کا سلسلہ وہ قایم کر گیا تھا کہ دشمنوں کا حوصلہ نہ ہوتا تھا کہ اس سلسلہ کو کہیں سے توڑیں ہمیشہ انہیں اپنی ہستی بچانیکا اندیشہ رہتا تھا سب سامان سلطنت مہیا تھا۔

مگر مشرقی ملکوں کا دستور ہے کہ جب کوئی فرمانروا مرجاتا ہے تو سب سے اول اسکی سپاہ میں بے انتظامی واقع ہوتی ہے۔ سیواجی کی سپاہ میں کیوں نہ پڑتا۔ وہ تو ابھی حالت طفلی میں تھی۔ دانشمند باپ کے مرنے سے یہ لڑکا کیوں نہ ابتر ہوتا۔ سیواجی کے دو بیٹے تھے ایک سنبھاجی جو ابھی دلیر خاں کی قید سے چھوٹ کر پنالہ میں باپ کے حکم سے قید تھا جس کا اوپر ذکر ہوا۔ دوسرا بیٹا راجہ رام تھا تو وہ دس برس کا تھا۔ سیواجی نے سنبھاجی کے چال چلن کی نسبت بُرے الفاظ کہے تھے جس سے لوگوں کو ایک حیلہ ہاتھ آیا کہ سیواجی خود راجہ رام کا اپنا جانشین ہونا چاہتا تھا۔ راجہ رام کی ماں سورابائی بڑی ہوشیار عورت تھی اُسنے سازو باز سے سب کو یقین دلایا کہ راجہ رام کو سیواجی راجہ کرنا چاہتا تھا ارکان دولت سنبھاجی کے زور و ظلم سے ہراساں اور راجہ رام کی مدت کی صغر سنی کی راجائی سے شاداں تھے۔ سیواجی کی موت کو چھپایا اور سنبھاجی کی درستی قید کے لئے حکم جاری کئے۔ سنبھاجی نے عین قید کی حالت میں کسی حکمت سے باپ کے مرنے پر اطلاع پائی اور اپنے محافظوں سے اپنی تخت نشینی کا حال بیان کیا اُنہوں نے اسکی حکومت قبول کی۔ مگر وہ ایسا خائف تھا کہ قلعہ سے باہر نکلنے پر جرأت نہیں کرتا تھا غرض ارکان دولت میں آپس میں اسباب میں لڑتے جھگڑتے رہے کہ کون راجہ ہو۔ اور جو فوج قلعہ پرنالہ کے لئے محاصرہ کے لئے آئی تھی وہ اسکی طرفدار بنی حاصل یہ ہے کہ وہ جون ۱۶۸۰ء میں رائے گڈھ میں جاکر راج گدی پر بیٹھ گیا اور اسکی راجائی کو سب نے مان لیا۔ اس وقت تو اُس نے ایسا ہی کام کیا۔ جو سیواجی کے بیٹے کو لائق تھا۔ بہت سے اسکے دشمن دوست بنگئے اور اسکے دل و جان سے خیر خواہ ہو گئے مگر جب وہ اپنی جگہ پر مستقل ہو گیا تو تندو ظلم کرنے لگا اسکی طرف سے کسی کو خیر کا گمان نہیں رہا اُسنے راجہ رام کی ماں کو بڑی بے رحمی سے قتل کرایا۔ اور اپنے بھائی راجہ رام کو مقید کیا۔ مخالف برہمن وزیروں کو بندی خانہ میں بھجوایا اور جو برہمن تھے اُن کا گلا کٹوایا۔ یہ بات

راٹھوروں سے لڑائی اور بارود خانہ کا اڑنا

صاحبۃ الزمانی بیگم لکھا جایا کرے۔ دسویں ذی قعدہ کو بادشاہ برہانپور میں داخل ہوا۔ میرٹھا میں راٹھور راجپوت تین ہزار کے قریب جمع ہوئے تھے۔ اعتقاد خاں اُنسے لڑا اور فتحیاب ہوا۔ پانسو آدمی مخالفوں کے جنیں بعض عمدہ امیر بھی تھے کشتہ و زخمی ہوئے بادشاہی آدمی بھی اسمیں مارے گئے۔ اعتقاد خاں کو اس فتح کا صلا ملا۔

۲۲ ذی قعدہ کو برہانپور کے قلعہ ارک میں دو حُجرے بارود سے بھرے ہوئے اُڑ گئے جس سے بہت آدمی جل کر مر گئے۔ خافی خاں اس واقعہ میں یہ اور شگوفہ لگاتا ہے کہ اس ضمن میں بادشاہ سے معروض ہوا کہ بادشاہ کی خوابگاہ کے نیچے تیس گز بارود کے اُس زمانہ کے رکھے ہوئے ہیں کہ بادشاہ یہاں سے بادشاہ ہونے گیا تھا۔ بعد تحقیق توپخانہ کے داروغہ اور متصدیوں کو سزا ملی اور بادشاہ نے کہا کہ اگر جہانگیر ہوتا تو سب کو گل دیتا۔

بادشاہ کا برہانپور سے اورنگ آباد جانا

بادشاہ برہانپور میں تین چار مہینے رہکر غرہ ربیع الاول ۱۰۹۲؁ھ کو یہاں سے اورنگ آباد روانہ ہوا۔ میر عبدالکریم امین جزیہ نے عرض کیا کہ سال گذشتہ میں ۲۶ ہزار روپیہ جزیہ کی بابت وصول ہوا تھا میں نے تین مہینے کے عرصہ میں برہانپور کے نصف پورجات سے ایک لاکھ آٹھ ہزار روپیہ وصول کیا۔ اب میں امیدوار ہوں کہ حضور کی ہمراہ چلوں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جزیہ کا کام اپنے نائب کو سپرد کر کے میری ہمراہ ہو۔ جب بادشاہ اورنگ آباد میں آیا تو اُس نے بادشاہزادہ محمد معظم کو رام درہ کے قلعوں کے تسخیر کے لئے اور یہاں کے ہنود کی تنبیہ کیلئے اور شاہزادہ محمد اعظم کو قلعہ سالیر کی فتح کیلئے رخصت کیا۔ قلعہ ملہیر سرکار بگلانہ کے متصل قلعہ سالیر ہے اور وہ کئی سال سیواجی کے تصرف میں تھا جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

سوانح سال بست و ششم ۱۰۹۳؁ھ

۱۶۸۲

شاہزادہ محمد اعظم جو قلعہ سالیر کی تسخیر کے لئے مقرر ہوا تھا۔ اگرچہ یہ قلعہ ایسا ہے کہ اسکا محاصرہ ہو سکتا ہے لیکن اسکے اطراف میں دریا شور کے قریب ہونیسے اس قدر

تھا یہیں کہ اگر لاکھوں سوار اُن اونچے پہاڑوں کے اطراف میں محاصرہ کریں تو بھی کچھ کام نہ کر سکیں نیکنام خان قلعہ دار کھیلنا اور فوجدار سرکار بگلانہ خوب بندوبست یہاں کرتے تھے اور ان دنوں قلعوں میں چھ کروہ سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے محمد اعظم کے تقرر کی خبر کے مشہور ہونے سے قلعہ دار غنیم کو نامے اور پیغام التیام آمیز اور تحفے اور ہدیے بھیجے گئے تھے اور بہت روپیہ نقد وجنس دیکر منصب چار ہزاری کا وعدہ کیا گیا تھا اسلئے اُس نے محمد اعظم کے محاصرہ کے بغیر بادشاہی آدمیوں کو قلعہ دیدیا - اگرچہ یہ بات پادشاہزادہ کی مرضی کے خلاف تھی - اُسنے بادشاہ سے نیکنام خاں کی شکایت کی - مگر وہ پادشاہ کی مرضی کے موافق کام تھا اُسمیں جنگ اور مردم کشی نہ تھی - اسلئے شاہزادہ کی شکایت نیکنام خاں کے حق میں سفارش ہو گئی -

قلعہ رام سیج فتح در ۱۰۹۸

جب دوسری دفعہ دکن میں شاہجہاں آیا ہے اور اُسنے گلشن آباد اور کوکن نظام الملکی کی قلعوں کی تسخیر کے لئے سپاہ متعین کی ہے تو قلعہ رام سیج تھوڑی تردد سے پادشاہی تصرف میں آگیا تھا - ان دنوں میں اسی پر عالمگیر نے قیاس کیا - شہاب الدین خاں کو قلعہ رام سیج کی تسخیر کے لئے تعین فرمایا - شہاب الدین خاں نے محاصرہ کیا - سرنگیں لگائیں مورچالوں کو بڑھایا - دمدموں کو بلند کیا - لیکن قلعہ رام سیج کا قلعہ دار ایک مرہٹہ ایسا آزمودہ کار اور تجربہ دیدہ روزگار تھا کہ اُسکی خبرداری اور ہوشیاری کے آگے لشکر شاہی کی کچھ پیش نہ گئی - اس قلعہ میں توپ نہ تھی چمڑا بہت تھا - چوب سے توپ بنائی اسکو چمڑے سے منڈھا - ہر وقت یہ توپ چھوڑی جاتی تو دشمن توپوں کا کام دیتی پادشاہ نے بہ تقاضاء مصلحت شہاب الدین خاں کو حضور میں طلب کیا اور اس قلعہ کی تسخیر کے لئے خان جہان بہادر کوکلتاش کو تعین کیا تو اُسنے محاصرہ کا کام اچھی طرح کیا مگر کچھ کام نہ ہوا - ایک روز اُسنے رات کو فرمایا کہ قلعہ کی ایک طرف یورش کی شہرت اس طرح دیجائے کہ توپ خانہ کے آدمی مصالح آتش بار ساتھ لیں اور توپخانہ کی ایک جماعت اصد باتزاز کا عملہ و فعلہ بہت غل مچاتے ہوئے اور شورش کرتے ہوئے

اس طرف جائیں تاکہ قلعہ کے آدمی اسطرف ہجوم کریں اور اسطرف قلعہ داری اور احتیاط جو
کرنی چاہیئے وہ کریں اور دوسری سمت سے سو دو سو آدمی جانباز جو فن قلعہ گیری میں عیار پر
اینٹ رکھتے ہوں اور قلعہ کشائی میں ید بیضا خفیہ بدوں شور و شر کے مصالح یورش
اور روشنی اصلا اپنے پاس نہ رکھ کر یار کی مانند کمند پر اور اور تدبیروں سے قلعہ کے اوپر چڑھ
جائیں قلعہ دار کو خان جہاں کی اس تدبیر پر اطلاع ہوئی تو اُسنے اُسکے دفعیہ کی تدبیر
کرنی۔ خان جہاں کی فوج جسطرف غل مچاتی ہوئی گئی تھی اُسنے بازاری آدمیوں کو
بہادروں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا نفیری و نقارہ ساتھ کیا اُنہوں نے دفعیہ کے لئے
بڑا غل شور مچایا۔ بڑے بڑے پتھر اور چیزوں میں آگ لگا کے اور پرانے لحاف چکنے کر کے
نیم سوختہ پھینکے اور خفیہ یورش کی جانب جو خان جہاں نے مقرر کی تھی۔ وہاں قلعہ دار نے
چند آدمی جانباز آہنی پنجے دیکر چپ چاپ بٹھا دئے۔ وہ ناخواندہ مہمانوں کے انتظار
میں بیٹھے تھے۔ جونہی پہلی دفعہ دو آدمیوں نے چڑھ کر اوپر سر نکالا تو خفیہ جوانوں نے
بگھیہ نگھہ یعنی پنجہ آہنی سے انکی سر و صورت پر نوازش کی کہ پوست سر کو آنکھوں سمیت
اُنکے کاسہ سر سے جدا کیا اور پھر ان کو ایسا دھکیلا کہ پیشرو پیرووں کو ساتھ لیکر زمین
پر سرخرو اور شکستہ بازو پہونچے چند روز بعد خان جہاں بہادر کے طویلہ کے سائیس نے
التماس کیا کہ میں جن کے تسخیر کے فن میں بڑی قدرت رکھتا ہوں ایک سونیکا سانپ سو تولہ
کا بنوا کر میرے ہاتھ میں دیجیے اور یورش کا پیش آہنگ بنایئے اُمید ہے کہ جنوں کی مدد سے
قلعہ کے دروازہ تک میں نہیں رکونگا۔ خان جہاں نے اس سائیس کے کہنے پر عمل کر کے
یورش کی۔ ابھی آدمی راہ طے نہ ہوئی تھی کہ ریسمان سن کا ایک گولہ سائیس کے سینہ پر لگا کہ
مار طلا اسکے ہاتھ سے اُڑ گیا اور لڑھکتا ہوا نیچے آیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خان جہاں نے بہت تردد
کیا مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ اُسنے بھی بادشاہ کے حکم سے محاصرہ چھوڑا۔ اُسنے کچھ کے رمز فرمایا کہ لکڑیاں
جو مورچالوں کے باندھنے کے لئے زمین سنگلاخ کے اندر بہت روپیہ خرچ کر کے

کا ڑی گئی ہیں ان کو جلا دیں تو قلعہ والوں نے شوخی سے کنگروں پر آنکر میلا کر کہا کہ ان کبنگر ولیا
کو تو جل لینے دو انکی راکھ منتر پر ملکی جا نا کہ کوئی نہ پہچانے بعد اسکے قاسم خان کرمانی کہ سپاہ گری
اور کار طلبی میں بڑی شہرت رکھتا تھا اس خدمت پر مامور ہوا اس سے بھی کام کا سرانجام
کارتہ ہوا تو بادشاہ نے اُسے اور خدمت پر مقرر کردیا اور قلعہ کی تسخیر کو اور وقت پر موقوف
رکھا۔ قلعہ دار رام سیج کا حال جب سنجھانے سُنا تو اسکو سونیکے کڑے اور زر نقد بھجوایا اور قلعہ داروں
میں اسکو ممتاز کیا اور کسی بڑے نامی قلعہ میں بدل دیا۔ عبد الکریم رام سیج کی نواح میں ایک
زمیندار تھا اسکی معرفت قلعہ دار جدید سے نیکنام خاں قلعہ دار لہیر نے یہ قلعہ لے لیا۔
۱۵ ربیع الاوّل سنہ ۱۰۹۴ھ کو شاہزادہ کام بخش کا نکاح آرزم بانو دختر سعادت خاں صفوی
سے ہوا اس شادی میں سات لاکھ چھبیس ہزار روپیہ خرچ ہوا۔
پادشاہ نے حکم دیا کہ ملازمان سرکار جو دو ہزاری سے منصب کم رکھتے ہیں وقت رخصت فاتحہ
پڑھنے کے متردد نہ ہوں۔ مگر ہاں حضرت خود فاتحہ کے لئے ہاتھ اُٹھائیں تو فاتحہ پڑہیں۔
قضات جو خدمات سے معزول ہوں تو وہ پھر خدمت قضا پر منصوب نہ ہوں۔ احمد آباد
سے حضور میں حافظ محمد امین خان مرحوم کا اسباب خسرو حیلہ لایا اسکی تفصیل یہ ہے
ستر لاکھ روپیہ ۳۵ ہزار اشرفی …… و ابراہیمی ۶۰، ہاتھی ۲۳۴ گھوڑے ۱۱۷۰ اونٹ ۱۱۴
خچر دس صندوق چینی ۱۰۰ لاکھ ایک من سیسہ ۴ ۵ من باروت۔
محمد اعظم دریائے نیرا سے جریدہ پادشاہ پاس آتا تھا کہ اثنا راہ میں ایک ہاتھی فتح جنگ نامی
مست ہوا اور فوج پر دوڑ کر شاہزادہ پاس آیا اُسنے ایک تیر اسکے لگایا وہ اور نزدیک آیا
گھوڑا بھڑکا پادشاہزادہ گھوڑے سے اُترا اور ہاتھی کے مقابل ہوا اور ہاتھی کی سونڈ پر
تلوار ماری اس اثنا میں اور آدمی آگئے اور ہاتھی کو مار ڈالا۔

سوانح سال بست وہفتم جلوس سنہ ۱۰۹۴ [۱۰۹۳]

دلیر خاں مدتوں سے شقہ ید بیمار تھا وہ باوجود سرا کو گیا۔ اکثر معارک میں بذات خود

اُسنے تردوات نمایاں کئے تھے ۔ وہ قوی ہیکل و زورمند تھا ۔ قوت اشتہا غریب تھی ۔ ابتدا عمر سے انتہا تک اپنی اوس پر ضابط تھا ۔ ماثرالامرا میں یہ لکھا ہے کہ خافی خاں نے قسم کھائی ہے کہ کوئی کام عہد عالمگیر کا لکھونگا ۔ جسیں جھوٹھ سچ تزویر کو دخل نہ دونگا وہ لکھتا ہے کہ دلیرخاں جو شجاعان کارطلب اور افغانان صاحب غیرت سے بانام و نشان تھا ۔ دفعۃً بغیر کسی عارضۂ بدنی کے مرگیا اور عوام میں یہ شہرت ہوئی کہ رات کے وقت دلیرخاں کے دیکھنے کے لئے خفیا اعظم شاہ گیا تھا ۔ بہادر شاہ نے اسکی اطلاع پاکر بادشاہ سے عرض کیا ۔ اسلئے دلیرخاں نے خود اپنے تئیں مسموم کیا ۔ غرۂ ذی قعدہ ۱۱۰۱ھ بادشاہ اورنگ آباد سے احمدنگر کی طرف راہی ہوا ۔ اوائل ۲۷ سنہ جلوس میں احمدنگر سے پادشاہزادہ محمد معظم کو رام درہ کی طرف قلعوں کی تسخیر کے لئے روانہ کیا ۔ یہ قلعے سنبھا کے پاس تھے ۔ ان اطراف میں پادشاہی سپاہ کبھی نہیں آئی تھی اسکے ساتھ ان آدمیوں کو بھیجا ۔ آتش خاں داروغہ توپ خانہ اور لطیف شاہ دکنی مخاطب بہ سرافراز خاں اور اخلاص خاں برادر بہلول خاں اور ناگو کہ مرہٹوں میں تھا ۔ اور اسطرف سے خوب واقف کار تھا ۔ خواجہ مکارم پادشاہزادہ محمد معظم کا نوکر تھا ۔ اسکا خطاب جان نثار خاں بیس ہزار سوار شاہزادہ کے ساتھ تھے ۔ سعادت خاں عرف محمد مراد کہ شاہزادہ کی فوج کا واقعہ نگار تھا ۔ راہ کے مابین پادشاہزادہ کے ہراول کی سنبھا کی فوج سے لڑائیاں دربار تنگ میں ہوئیں ۔ پادشاہی آدمیوں کو مارکر غنیم بھاگ گیا ۔ جب موضع سانپ گانؤں میں کہ قلعہ قلب ہے شاہزادہ کا لشکر پہنچا تو اسکا محاصرہ کیا ۔ قلعہ کشا سواروں نے بڑی جانفشانی کی ۔ جان نثار خاں اور دو تین اور امیر زخمی ہوئے ۔ آخر ایام معدودہ میں قلعہ فتح ہوگیا ۔ ملک رام درہ نہایت قلب ۔ وہاں کی ہوا لشکر کو موافق نہ آئی اور سنبھا کے لشکروں نے ہر طرف سے ہجوم کرکے شورش کی اور ہر طرف سے رسد غلہ مسدود ہوئی اسکے ایک طرف دریا شور تھا ۔ اور دو طرف پہاڑ تھے جو زہردار اشجار اور

خافی خاں مورخ

ستا ئیوں سے بھرے ہوئے تھے کبھی پر غنیم گرتا تھا۔ چارپائے اور آدم کمتر بلا آفت کبھی پھرتے تھے۔ چارپاؤں اور انسان کے لئے کوئی غذا سوائے ناریل اور کودوں کے کوئی اور قسم کا غلہ نہ تھا اُنکے کھانے سے سمیت کا اثر ظاہر ہوتا تھا۔ بہت گھوڑے اور آدمیونکی ہڈیاں یہیں کی خاک بنیں۔ غلہ کی گرانی اور کمیابی اس مرتبہ پر پہنچی کہ کچھ دنوں تک گیہوں کا آٹا تین چار روپیہ سیر بھی نہیں ملتا تھا جن آدمیوں کو موت کے پنجے سے نجات ملی تھی وہ نیمجان تھے۔ جو دم لیتے اسکو غنیمت گنتے۔ کسی امیر کے طویلہ میں گھوڑا نہیں باقی رہا کہ سواری کے کام آئے۔ جب پادشاہ کو اس لشکر کی صعوبت کا حال معلوم ہوا تو بندر سورت کو اُس نے حکم بھیجا کہ جسقدر غلہ بہم پہنچا سکو اسکو جہازوں پر لادکر پادشاہزادہ کے لشکر میں دریا کی راہ سے پہنچا دو۔ بندر سورت سے جو جہلنات غلہ کے روانہ ہوئے ہمیر کو ان کی خبر ہوئی راہ کے مابین سب جگہ دریا میں سنبھا کے نئے قلعے بنے ہوئے تھے۔ سر راہ اُسنے غلہ کی کشتیوں پر حملہ کیا۔ چند کشتیاں لوٹ سے بچکر سلامت پہنچیں۔ لشکر نے بازار میں غلہ کے تیس چالیس ٹیلوں سے غلہ زیادہ نہ بیچا۔ اب پادشاہزادہ کی مراجعت کا حکم پہنچا۔ شاہزادہ ہر جگہ دشمن سے لڑتا ہوا احمد نگر میں پادشاہ کی خدمت میں آیا۔

ابو الحسن قطب الملک اور لشکر شاہی کی لڑائی

عبد اللہ قطب الملک کے مرنے کے بعد اسکا داماد ابو الحسن قطب الملک حیدرآباد میں فرمانروا ہوا تھا اُسکا حال ہمنے آگے لکھا ہے اُسکے افعال قبیح میں سے یہ کام تھا کہ اُسنے سلطنت کا سارا اختیار مدنا اور آکنا برہمنوں کو دیدیا تھا۔ یہ دونوں شدید العداوت تھے اور مسلمانوں پر ظلم و سختی زیادہ کرتے تھے۔ فسق و فجور اور منکرات اور لہو و لعب کا علانیہ رواج تھا اور علاوہ اسکے ابو الحسن نے سنبھا کے ملک کی تاخت اور قلعوں کی تسخیر میں امداد کی تھی اور ایک لاکھ ہن اسکو دیا تھا۔ ان باتوں نے اسکو خلق میں بدنام کر رکھا تھا اس ضمن میں میر ہاشم پسر مظفر حضور میں آیا۔

ابو الحسن کے امرائے مقرب میں سے سید مظفر تھا اور اُسی کی اعانت سے ابو الحسن سلطنت

پانے میں کامیاب ہوا تھا۔ اُسنے اسکو وزیر اپنا بنایا تھا لیکن پھر اسنے بسبب عدم موافقت کے اُنکو
اور آکنا کی رہنمائی سے معزول کیا اور منصب وکالت و اختیار سلطنت ان دونوں ہندوں کو دیدیا
میر ہاشم نے مقربان درگاہ کے وسیلے طرح طرح کی نالشیں کرکے تسخیر حیدر آباد کی مہم کی طرف رہنمائی
کی اور اپنے باپ سید مظفر کی جو ابوالحسن کی قید میں تھا خلاصی چاہی۔ معًا اس عرض کے یہ بھی معروض
ہوا کہ چند سیر حاصل پرگنے سرکار گلکندہ ورانگیر تعلقہ صوبہ مظفر نگر کے اس دعوی سے کہ وہ پہلے تلنگانہ
سے متعلق تھے ابوالحسن کے امرا نے اپنے تصرف میں کرلئے ہیں۔ پادشاہ کو یہ فکر ہوئی کہ حیدر آباد
کو تسخیر کیجیئے اور ابوالحسن کو استیصال۔ ابتدا میں خان جہاں بہادر کوکلتاش کو اُسکے بیٹوں
کے ساتھ بھیجا۔ اسکے بیٹے بہادر تھے خصوصًا ہمت خاں۔ راجہ رام سنگہ کو بھی اسکے ساتھ کیا
اور اُمرا کو ابوالحسن کے منصوبوں کی تنبیہ و تادیب کے لئے اور پرگنات کو اسکے تصرف سے نکال لینے
کیواسطے مقرر کیا اور شاہزادہ محمد معظم کو ایک فوج گراں اور امیرونکے ساتھ ملک تلنگانہ کی تسخیر کیلئے روانہ کیا
ان ہی ایام میں مرزا محمد مشرف عسلخانہ کو ابوالحسن کے پاس بھجوایا کہ جاکر اسکو یہ پیام دے کہ
ہمنے سُنا ہے کہ تیرے پاس دو الماس مرصع خوش قطع شفاف بوزن ایک پچاس سُرخ کے
ہیں انکو اور تحائف کے تھے قیمت لگاکے باقی پیشکش میں مجرا دیکے بھیجے اور خلوت میں اسے
ارشاد کیا کہ ہمکو الماسوں کی اصلا احتیاج نہیں ہے ہم انکے لئے تجھے نہیں بھیجتے بلکہ اس بات کے
شہرت دینے سے غرض یہ ہے کہ ابوالحسن کے ان افعال قبیحہ کی جو ہمنے سُنے ہیں تحقیقات کرکے ہمسے
عرض کرے ہم تجھے اپنا خانہ زاد جان نثار جانتے ہیں اسلئے چاہتے ہیں کہ اوروں کی طرح تو مال کی
طمع میں آنکر ابوالحسن پر فریفتہ نہو۔ اور اسکی مرضی کے موافق خوشامد کرے۔ بلکہ کلمہ کلام میں
ایسا بے محابا اور درشت پیش آئے کہ وہ بھی تیرے ساتھ درشتی کرے اور ہمکو وہ ایک دستاویز
اور حجت اسکی تنبیہ اور استیصال کے واسطے ہو جاے تا مقدور اسکو خفا کرا اور اصلا ملاو
ملا مین ہمکلامی کے اندر اسکا ادب ملحوظ نہ رکھ۔ مرزا محمد نے جاکر الماس مذکور طلب کئے
ابوالحسن نے سخت قسمیں کھاکر جواب دیا کہ میرے پاس وہ الماس نہیں ہیں اگر میرے پاس ہوتے

تو میں اپنی سعادت جان کر صدور حکم بغیر حضور میں بھیجدیتا۔ پادشاہ کے ارشاد کے موافق ابوالحسن سے
مرزا محمد گفتگو بڑی بیباکی سے کرتا تھا اور اُسکی بات میں جرح و قدح کرتا۔ ایکدن گفتگو میں ابوالحسن نے
کہا کہ اس مختصر ملک میں ہم بھی پادشاہ ہیں تو مرزا محمد نے آشفتہ ہو کر تشنیع کے طور پر کہا کہ تمکو زیبا
نہیں ہے کہ اپنے تئیں پادشاہ کہو۔ ان ہی کلمات کے سُننے سے پادشاہ کی گرانی خاطر کا مادہ پیدا
ہوتا ہی۔ ابوالحسن نے جواب میں کہا کہ مرزا محمد یہ اعتراض تمہارا غلط ہی۔ جبتک ہم اپنے تئیں پادشاہ نہ
کہیں تو حضرت عالمگیر پادشاہ پادشاہان کبھی نہیں ہو سکتے اس جواب کو سُنکر مرزا لاجواب ہوا۔ مرزا
محمد نے ابوالحسن کے پاس سے پادشاہ پاس مراجعت کی اور ابوالحسن پاس خبر آئی کہ افواج شاہی
بسرداری پادشاہزادہ محمد معظم اور خان جہان بہادر کوکلتاش روانہ ہوئی ہے تو اُسنے پادشاہی
لشکر کے مقابلہ میں ان امرا کو روانہ کیا۔ ابراہیم خاں عرف حسینی بیگ کو جو حیدرآباد کا عمدہ سپہ سالار
تھا اور خلیل اللہ خاں اسکا خطاب تھا اور شیخ منہاج اور رستم راؤ کو کہ برہمن صاحب السیف و القلم اور ابوالحسن
کا مشیر اور وزیر مادنا کا چچازاد بھائی تھا اور راو رام راؤ رزم جو کار رسنا دیدہ کو اور تیس چالیس ہزار سپاہ
کو بیجا سرحد بیجاپور اور حیدرآباد کے مابین طرفین کی فوجیں نزدیک ہوئیں شاہزادہ محمد معظم یہ چاہتا تھا کہ
تا مقدور جنگ نہ ہو۔ اُسنے خلیل اللہ خاں کو پیغام بھیجا اول اگر ابوالحسن اپنی ندامت کا اظہار کرے
اور عفو تقصیرات کا خواستگار ہو اور امور ملکی میں مادنا اور آکنا کی دست اختیار کو کوتاہ کرے اور انکو مقید
کرے۔ دویم پرگنات سیرم و رامگیر وغیرہ کو جو چند سال پادشاہی سے دعوی کرکے غصب کئے ہیں کہ وہ پہلے
بیجاپور سے متعلق تھے وہ چھوڑ دے اور منصوبان پادشاہی کو حوالہ کرے۔ سوم پیشکش سابق کی باقی اور
پیشکش لاحق بلا توقف پادشاہ کی خدمت میں روانہ کرے تو ہم اُسکی عفو تقصیرات کیلئے پادشاہ سے عرض کریں
امرا دکن نے پادشاہی غضب کو اپنے جاہ و نسب سے دور نہیں کیا۔ طرفین سے جنگ و صف کشی شروع ہوئی
خان جہان سے جو لڑائیاں ہوئیں اُن سب کا بیان تو بہت طول طویل ہے۔ انمیں سے بعض بیان
کی جاتی ہیں۔ ایکدن خلیل اللہ خاں سے محاربہ ہوا۔ خان جہان بہادر کی ہمراہ دس گیارہ ہزار
سوار سے کچھ زیادہ تھے اور امرا ابوالحسن پاس تیس ہزار سوار پادشاہی لشکر کی ہمراہی میں تھے۔

ہمت خاں مقرر تھا۔ صبح کو کوس و کرنائے رزم بلند آوازہ ہوا۔ توپوں کی دھوں دھواں اور بان کی غرش زمین و آسمان کے درمیان پھیلی۔ اور آپس میں جنگ عظیم ہوئی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور زمین گلنار ہو گئی۔ طرفین کے اکثر سردار زخمی ہوئے۔ اور پادشاہی فوج چاروں طرف سے نگینہ کی طرح گھر گئی ہمت خاں جو ہراول تھا اُسپر عرصہ تردد ایسا تنگ ہوا کہ بار بار کمک کی طلب کا اور غلبۂ غنیم کی نالش کا پیغام بھیجتا تھا مگر خانِ جہاں بہادر کو افواج دکن نے ایسا مغلوب کر رکھا تھا کہ اسکو اپنے تئیں خلاص کرنا دشوار دکھلائی دیتا تھا ہر ساعت اُسپر دکن کے لشکر کا ہجوم بڑھتا تھا اس ضمن میں بری خاں جسکا لقب ہاٹ بھٹہ تھا اور وہ جانبازی مشہور تھا۔ اور اُسکے ہاتھ سے پتھر اتنی دور جاتا تھا کہ بندوق سے گولی اتنی دور نہیں جا سکتی وہ گھوڑا دوڑاتا ہوا بھالا ہاتھ میں لئے خانِ جہاں کے فیل خاصہ کے روبرو آیا اور غل مچایا کہ سردار کی سواری فیل خاصہ کی کونسی ہے چاہتا تھا کہ خان جہاں بہادر کی طرف نیزہ چلائے۔ کہ خانِ جہاں نے چلا کر کہا خاصہ میں ہوں اور اسکو بھالا مارنے کی فرصت نہ دی اور تیر اسکے ایسا لگایا کہ وہ گھوڑے پر سے اوندھے منہ گرا۔ تمام فوج شاہی پر عرصہ تنگ ہوا اور ہر گھڑی ہراول اور چنداول سے غلبۂ غنیم کے پیغام آتے تھے کچھ باقی نہ تھا کہ خان جہاں کی فوج کو ہزیمت ہوتی۔ اس حالت میں راجہ رام سنگہ کا فیل مست فیلخانہ میں بندھا ہوا اُسکے مُنہ میں تین چار من کی زنجیر ڈالکر فیلبان ہمت خاں کی ہراول کی فوج میں لایا۔ ادہر سے نامی راوت اور بہادر فوج ہمت خاں کے مقابل میں گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے آئے تھے۔ اب ہاتھی جسکے مقابل حملہ کرتا زنجیر کے صدمہ سے دشمن کے لشکر میں ہل چل ڈالدیتا۔ دو تین نامی سرداروں کے گھوڑے چراغ پا ہوئے اور سوار خود زین کے اوپر سے زمین پر سرنگوں نیچے آئے۔ دکن کی فوج کو ہزیمت ہوئی۔ خان جہاں بہادر نے یہیں خیمے لگا کے شادیانے بجوانے شروع کئے بہت غنیمت اور گھوڑے اور ہاتھی بیشمار مع توپ خانہ کے پادشاہی لشکر کو ہاتھ آئے۔ اس سرزمین میں چند روز توقف کیا کہ شہزادہ کی اور سواروں کی سپاہیں جو پیچھے رہ گئی ہیں آجائیں جان نثار خاں عرف خواجہ مکارم کو گڈھی سیرم کی تسخیر کے لئے مقرر کیا۔ یہ منصوبان ابوالحسن کی قبضہ میں تھی۔ اس گڈھی پر ترد و خاں نمایاں کی

اُس نے تصرف کیا اور تھانہ بٹھایا۔ افواج دکن نے گڑھی کا محاصرہ کرکے دھاوا کیا۔ جاں نثار خاں نے مگر گڑھی سے نکلکر ابوالحسن کے سرداروں کو شکست دی اور گڑھی کی محافظت میں استقامت کی۔ دس ہزار سوار اور افواج خاصہ مادنا اور رستم راؤ کہ اطراف پرگنات میں تعین و خلیل اللہ خاں کی مدد کو آئیں۔ شاہزادہ کے مقابل میں فوجیں آئیں۔ چند روز عذر آمیز پیغام سلاموں میں بسر کیئے آخرکار سخت مقابلہ ہوا اور تین روز تک جنگ عظیم رہی۔ ہر جنگ میں دونوں طرف سے ایک جمع کثیر کشتہ و زخمی ہوئی۔ چوتھے روز تو وہ گھمسان لڑائی ہوئی کہ ہمت خاں بہادر و سید عبداللہ خاں و سعادت خاں دیوان فوج خانجہاں بہادر زخمی ہوئے۔ آخر کو لشکر شاہی سے فوج دکن کو شکست ہوئی اور وہ فرار ہوا پادشاہزادہ اور خانجہاں بہادر نے تعاقب میں مصلحت نہ دیکھی اور وہیں خیمے لگا کے پادشاہ کو فتح کی عرضداشت بھیجی اخبار نویسوں کے نوشتوں سے بھی پادشاہزادہ کے تعاقب نہ کرنیکا سبب پادشاہ کو معلوم ہوا۔ پادشاہ کو پادشاہزادہ سے کچھ کدورت تھی خانجہاں بہادر سے بھی کئی سببوں سے پادشاہ ناراض تھا۔ اول اُس کے لشکر میں فسق و فجور کے بازار کی بڑی رونق تھی مگر پادشاہ نے اس باب میں فرمان اعتراض صادر کیے مگر وہ موثر نہ ہوئے۔ دوم محمد اکبر کے تعاقب میں وہ پا کے کوہ سلطان پور میں بہت قریب پہنچ گیا تھا مگر اسکی گرفتاری میں اغماض کیا میر میران فوجدار پرگنہ تھال بنیر کے بیٹے میر نور اللہ کی تحریر سے پادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا۔ سوم بعض اور سلوک بھی بعض مقدمات ملکی و مالی میں پادشاہ کو معلوم ہوئے تھے جب اس کو فرمان نصیحت آمیز بھیجے جاتے اس کا جواب گستاخانہ دیتا اور سر دیوان بیٹھکر برادر رضاعی ہونے کی نسبت کے سبب ناگفتنی باتیں کہتا۔ ان وجوں سے ملال خاطر کا ذخیرہ خانجہاں کی طرف سے پادشاہ رکھتا تھا اور بعض اور اطوار ناہموار اسکے غبار مزاج کو بڑھاتے تھے۔

سوانح سال بست و ہشتم جلوس سنہ ۱۰۹۵

جب پادشاہ پاس عرضداشت فتح شاہی اور فوج دکن کی ہزیمت کی پہنچی تو پادشاہ کی مرضی کے خلاف یہ بات تھی کہ فوج کی ہزیمت کے بعد اس کا تعاقب اس نے نہ کیا

نہ کیا گیا۔ بجائے آفریں کے اعتراض ہوا اور اس باب میں غضب کا فرمان پادشاہزادہ اور خانجہاں
بہادر کے نام صادر ہوا جو شاہزادہ کے ملال خاطر کا سبب ہوا۔ اگرچہ روز شکست سے ابوالحسن کے
سردار مقابلہ و محاربہ کے قصد سے سوار نہیں ہوئے، اور پادشاہزادہ کے مقابلہ نہیں آئے۔ مگر کبھی
کبھی بوقت شب بطریق قزاقوں کے اطراف لشکر کو اپنے سیاہی دکھلا کر بان مار جاتے تھے۔
بعض اوقات دن کو بھی دور سے نمودار ہوتے تھے اور بطور طلایہ گشت کرکے خود اپنی بنگاہ کو چلے جاتے
پادشاہزادہ اور خانجہاں بہادر ایسے آزردہ خاطر تھے کہ انکی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ چار پانچ مہینے
تک یونہیں بے تردد پڑے رہے کبھی سوار نہ ہوئے اس سے پادشاہ کو اور زیادہ ملال ہوا اور
اُس نے اپنے ہاتھ سے کمال سرزنش کا فرمان خانجہاں بہادر کو یہ لکھا ؎

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست + شاہزادہ محمد معظم نے سب امراء کو جمع کرکے مشورہ
کیا۔ حیدرآباد کے سردار جانتے تھے کہ شہزادہ کی مرضی صلح اور دفع فساد پر مائل ہے دلفریب
پیغام اور رسل و رسائل بھیجتے رہتے۔ خانجہاں بہادر بھی پادشاہ کی افسردگی خاطر کے سبب اور
سپاہ خصم کی کثرت کی وجہ سے محاربہ میں مصلحت نہیں جانتا تھا اور بعض امرا اس باب میں اسکے
ہمدم تھے۔ رائیں مختلف تھیں اس لیئے آج مصلحت ناتمام رہی دوسرے روز سید عبداللہ خاں
بارہ نے خلوت میں التماس کیا کہ اگرچہ خانجہاں خانی بہادر کہنہ کار آزمودۂ روزگار اور ہوا
خواہ جہاں پناہ ہے لیکن صلاح دولت اس میں ہے کہ اب آپ پادشاہ کی برخلاف مرضی
کے کوئی عمل نہ کریں اور اس طائفہ محیل کی گوشمالی کے لیئے سوار ہونا چاہیئے جو صلح کی
التماس کرکے دفع الوقت کر رہی ہے۔ اگر خانجہاں بہادر ہراولی قبول کرے تو فدوی کو
چنداول مقرر کریں ورنہ بندہ ہراولی میں جانفشانی کرنے کو موجود ہے شاہزادہ محمد معظم
نے حیدرآباد کے سرلشکر محمد ابراہیم کو پیغام دیا کہ میں تمہارے ساتھ اغماض و رعایت
کر رہا ہوں اس کے سبب سے عتاب شاہی میں مغلوب ہو رہا ہوں۔ طرفین کی صلاح
کار اور تمہاری اور ابوالحسن کی دولت و آبرو باقی رہنے کے لیئے یہ صلاح جانتا ہوں کہ اگر

تم پرگنہ گڈھی سیرم وکیل امداد و محال سرحدی سے کہ بادشاہی تصرف میں آئے ہیں دست بردار ہو تو اس بات کو ابو الحسن کے عفو تقصیرات و شفاعت کی دستاویز بناکے بادشاہ سے عرض کریں۔ یہ پیغام زمرہ تمام ناظر محل شاہ کے ہاتھ ابراہیم سرفوج کے پاس بھیجا اس نے اور سردار سے اس باب میں مصلحت پوچھی پیشخ منہاج اور رستم راؤ زنار دار نے متفق اللفظ ہوکر دکنی زبان میں کہا کہ قلعہ سرحد سیرم ہمارے نوک سنان و دم شمشیر سے وابستہ ہے ہم جنگ کو آمادہ ہیں۔ چنانچہ اُس دن مرہٹوں نے اس قدر بان مارے کہ سراچہ محل شاہی میں شاہزادہ کے خاص بردار کے سر پر سے طعام کا خوان اُڑ گیا۔ اُس روز ابو الحسن کے پاس توپخانہ زیادہ تازہ فوج کے ساتھ آیا تھا۔ خالی توپیں چھوڑکر پے در پے شلک کی آواز شاہزادہ اور لشکر شاہی کو سنائیں۔ اور کبھی فوج شاہی پر دست اندازی کی۔ دکنیوں کی ان شوخیوں سے بادشاہزادہ کی رگ غیرت حرکت میں آئی۔ شاہزادہ معز الدین کے ساتھ خانجہاں بہادر کو بدستور سابق ہراول بنایا اور صفدر خاں و ہمت خاں وردلا وروں کو راجاؤں کی رفاقت میں برانغار و جرانغار و طلمش مقرر کیا۔ عبد اللہ خاں کو چنداول ملتفت خاں خوانی و راجہ مان سنگھ و سمندر بیگ خواجہ ... کو قول میں اپنے ساتھ لیا اور مقابلہ و مقاتلہ کے قصد سے معرکہ کارزار میں پاؤں رکھا۔ اس طرف سرداران ابو الحسن نے آپس میں مصلحت کرکے صلاح کار اس میں دیکھی کہ تین چار کروہ پر بہیڑ کو داہنی طرف بھیجا اور جنگ میں توپخانہ کا صرف نہ جانا۔ بڑی بڑی توپوں کو گڈھوں میں ڈالدیا اور چند توپوں کو زیر خاک کیا۔ دو تین فوجیں بنائیں ایک فوج کو ہراول شاہی کے مقابل اور دوم کو طلمش کے لیے ایک فوج سنگین کو ایک دو سرداروں کے ساتھ چنداول سید عبد اللہ خاں کے مقابلہ کیلیے مقرر کیا ایک بار دکنیوں نے جو شان و خروشان جلو ریز سیلاب بلا کی طرح فوج بادشاہزادہ پر تاخت کی اس طرف سے لشکر شاہی انکے مقابلہ کے لیے کھڑا ہوا چپقلشہار دستمانہ برروئے کار آئیں۔ عرصہ کارزار میں ہر طرف سے کوشش و کشش بہادرانہ ظہور میں آئیں۔ دکن کے سرداروں نے ہراول چنداول شاہی کو چاروں طرف سے گھیر لیا سید عبد اللہ خاں اپنے سامنے کی فوج کو ہٹاکر داہنی بائیں طرف گیا دوپہر تک معرکہ کارزار

گرم رہا پھر دکنیوں نے فرار کیا۔ شاہزادہ کی فوج نے ان کا تعاقب انکی بنگاہ تک کیا جس سے لشکر
دکن میں غلغلہ عظیم پڑا۔ شیخ منہاج نے دو سوار زبان داں پادشاہزادہ اور ہراول فوج پادشاہی
پاس بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ محاربہ اور دعوی قتال و جدال ہمارے اور تمھارے درمیان ہی۔ اسلام
کے پادشاہان سلف مسلمانوں کے ناموس و عیال کو تاخت و تاراج سے محفوظ رکھتے تھے۔ یہ امر مروت
سے دور نہ ہوگا کہ ہم کو تین چار گھڑی کی فرصت دو کہ قبائل کی طرف سے ہماری خاطر جمع ہو تو پھر
ہم مقابلہ کے لیے تیار رہوں۔ شاہزادہ معزالدین نے باپ سے اجازت حاصل کرکے مال و عیال پر
دست اندازی کے منع کرنے کے لیئے فوج کو مقرر کر دیا۔ دکنیوں نے قبائل کو ہاتھیوں اور گھوڑوں پر
سوار کرکے گڈھی میں جو پاس تھی روانہ کیا اور سہ پہر کو ہر طرف سے فوج دکن کا سیلاب نمودار
ہوا۔ اور پہلے روز سے بھی زیادہ تر میدان کارزار گرم ہوا۔ ترددات رستمانہ دونوں طرف
سے ظہور میں آئے اور طرفین کی جمع کثیر اور سواری کے دو شاہی فیل مارے گئے۔ دکنیوں کی
طرف سے شیخ منہا اور رستم راؤ زخمی ہوئے۔ بندرابن دیوان شاہ کو دکنیوں نے زخمی کیا
اور اسکی سواری کے ہاتھی کو آگے رکھکر روانہ ہوئے۔ سید عبداللہ بارہہ نے ایک راجہ کو
ساتھ لیجاکر بندرابن کو چھٹایا باوجودیکہ اُسکے خود دھن پر بان کے چھترے کا صدمہ پہنچا ہوا تھا
غیرت خاں بخشی شاہ کی بیوی بان کی ضرب سے ہاتھی کے حوضہ میں ایک سہیلی سمیت کشتہ
ہوئی۔ طرفین کے اور چار پانچ سردار زخمی ہوئے اور بہت سے بے نام و نشان آدمی فنا ہوئے
شام تک کنی لڑتے رہے۔ پھر فرار ہوئے۔ پادشاہزادہ کو پیغام دیا کہ جنگ مغلوبہ صف میں
طرفین سے مسلمان کشتہ ہوتے ہیں بہتر یہ ہی کہ دو سردار ہمارے اور تین چار تمھارے
بغیر فوجوں کے میدان میں آنکر سپاہ گری کے فن اور تردد میں اپنے زور بازو
کا امتحان کریں۔ پھر دیکھیں کہ خدا کس کی یاوری کرتا ہی۔ شاہ عالم نے یہ سنکر ان سے
کہا کہ تم کو اپنی شمشیر بازی پر بڑا غرور ہی جس کا رواج تمھارے ہاں بہت ہی اسکے سبب سے
اس درخواست پر جرأت کرتے ہو۔ مگر ہم یہ ملاحظہ کرتے ہیں کہ آخر کار جب دکنیوں بید...

کارزار جنگ ہوتا ہی تو وہ ننگ فرار کو اپنے اوپر ہموار کرتے ہیں بلکہ اسکو سپاہ گری میں ہنر سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک اس سے بدتر کوئی عار نہیں بس بہتر یہ ہو کہ سید عبداللہ اور ایک دو سردار ہمارے لشکر کے ہاتھی پر سوار ہو کر آئیں اور ہاتھی کے پاؤں میں زنجیر ڈالدیں اور تم بھی اسی طرح سرداران کو ہاتھی پر اسکے پاؤں میں زنجیر ڈالکر مقابلہ کے لیئے کھڑا کرو اور اس طرح شجاعت اور تہوری کا امتحان کرو۔ تو دکنیوں نے کہا کہ ہم فیل سوارہ پا بزنجیر جنگ نہیں کرتے۔ تو شاہزادہ نے کہا کہ ہم بھی جنگ بگریز نہیں کرتے اور دوسرے روز ہرکاروں نے خبر دی کہ ابوالحسن کے سردار بھاگ کر حیدرآباد میں گئے۔ شاہ عالم نے حکم دیا کہ فتح کا شادیانہ بلند آوازہ کرتے ہوئے اُن کے تعاقب میں حیدرآباد کی طرف کوچ ہو۔ جب کوچ بکوچ حیدرآباد کے نزدیک لشکر شاہی آیا۔ مادنا اور اور اُس کے ہمدموں نے خلیل اللہ خاں عرف محمد ابراہیم کی طرف سے ابوالحسن کو بھڑکایا کہ وہ شاہزادہ کی طرف رجوع کرتا ہی اور اس قدر اُس کو بدظن کیا کہ اُس نے اُس کے دستگیر کرنے بلکہ قتل کرنے کا فکر کیا اسکی خبر محمد ابراہیم کو ہوئی تو وہ شاہزادہ پاس جاکر مورد عنایات ہوا جب محمد ابراہیم سر فوج کی شاہ عالم سے ملجانے کی حیدرآباد میں خبر پھیلی تو ابوالحسن حوصلہ باختہ ہو کر بغیر اس کے کہ ارکان دولت سے مصلحت کرے یا اپنی اور رعایا کے مال و عیال و ناموس کا فکر کرے پھر رات گئے خدمہ محل کی ایک جماعت کو اور جواہرات اور ہون کے صندوقچے اور جو کچھ اسباب اُٹھ سکا ساتھ لیکر قلعہ گلکنڈہ میں چلاگیا اس خبر کی شہرت سے ابوالحسن کے تمام کارخانے اور تجار کا مال جو پانچ چار کروڑ روپیہ کا تھا تاراج میں آیا۔ ناموس سپاہ اور رعایا پر آفت آئی ایک عجیب قیامت برپا ہوئی کئی ہزار اشراف جن کو سواری اور مال اُٹھانے کی فرصت نہیں ملی اپنے زن و فرزند کا ہاتھ پکڑے قلعہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بہت سی عورتوں کو برقعہ اور چادر بھی نصیب نہ ہوئے۔ شاہزادہ کے لشکر میں اسکی خبر پہنچنے سے پہلے شہر کے اوباشوں اور غارت گروں نے مال خوب لوٹا۔ امرا و تجار و غربا میں جو زور و بازو رکھتا تھا اور خرچ کر سکتا تھا وہ رات میں جس قدر مال قلعہ میں لے جا سکا لے گیا۔

صبح ابھی نہ ہوئی تھی کہ لشکر شاہی نے شہر بے تاخت کی ہر محلہ و رستہ و بازار میں لاکھوں نذر نقد
و اقسام مال و اقمشہ اور امرا و تجار کے چینی خانے اور اسکے ارکان دولت کے فراشخانوں سے
قالین گھوڑے ہاتھی لٹنے لگے جس سے ہول قیامت و نمونہ محشر ظاہر ہوا۔ اسیقدر مسلمانوں
اور ہنود کے زن و فرزند اسیری میں آئے اور غبر فا و غربا و ضعفار کی ناموس برباد و فنا ہوئیں کہ
بیان نہیں ہو سکتا۔ جو قالین گراں بہا کہ اُٹھ نہیں سکتے تھے اُن کے خنجر و شمشیر سے ٹکڑے ٹکڑے
کر کے ایک دوسرے کے ہاتھ سے لے جاتے تھے۔ شاہ عالم نے سزاولوں کو مقرر کیا کہ دوسرے
لوٹنے لوگوں کو منع کریں مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کوتوال کو مقرر کیا کہ دیوان شاہی کو
چار پانچسو سواروں کے ساتھ لیجا کر اس مال کو ضبط کرلے جو تاراج سے باقی رہا ہے۔ ابوالحسن
کے فرستادے نہایت عجز و انکسار سے جرائم کردہ و ناکردہ کے عفو کے لیئے پیغام لائے اور
شاہ عالم کے سزاولوں نے بھی ایک جماعت کو آگ لگانے سے روکا تو کچھ فتنہ کم ہوا مگر لوٹ
بالکل نہیں موقوف ہوئی۔ خلق خدا پر جو گذرنا تھا سو گزر گیا۔ ابوالحسن کی التجا کے پیغام
آئے تو بادشاہزادہ کو اس برگشتہ بخت اور یہاں کے رہنے والوں پر رحم آیا۔ اُس کی
التماس ان شرائط پر منظور ہوئی کہ پیشکش میں سے ایک کروڑ بیس لاکھ سوا روجہ مقرری سالانہ کے ادا
کرے اور دونوں بھائیوں مادنا اور آکنا (انکنا) کو بیدخل کرے اور گڈھی سیرم اور پرگنہ کھیر اور اور
محالات مفتوحہ سے جو تصرف شاہی میں آئی ہیں دستبرداری قبول کرے تو بادشاہ سے عرض
کر کے اسکے جرائم کی شفاعت کی جائے اس پیغام آمد و رفت کے درمیان ابوالحسن کو ان دو
بھائیوں کے قید کرنے میں تامل ہوا تو بعض عمدہ سرداروں محل کے صاحب اختیار خدمت نے ان
دونوں بھائیوں کو قتل کروا دیا۔ دونوں کا سر کاٹ کے بادشاہزادہ پاس ایک فہمیدہ کار آدمی کے
ہاتھ بھجدیا۔ عبداللہ قطب شاہ نے پچاس سال فرمانروائی کی اسکے بیٹا کوئی نہ تھا دو تین لڑکیاں تھیں
ان میں سے ایک لڑکی کی شادی میر احمد سے کی وہ سادات اور فضلار موروثی عرب سے تھا اسکو
امیر کر دیا اور اکثر امور ملکی میں اسکی طرف رجوع کرتا کچھ دنوں کے بعد سید سلطان آیا جو میر احمد کے باپ کا شاگرد تھا

اور جب نسبت میں میر احمد کے خاندان پر شرف رکھتا تھا۔ تو عبداللہ قطب الملک نے دوسری بیٹی کو
اُس سے منسوب کیا جس پر میر احمد کو نہایت رشک حسد ہوا۔ جب جشن خیر کا وقت آیا تو میر احمد نے قسم
کھا کے قطب شاہ کو پیغام دیا کہ آپ سید سلطان کو بیٹی دیتے ہیں تو مجھے رخصت کیجیے۔ اُس نے
حیدہ تبلوسی جانے کا ارادہ کیا سر دھا کہ مدار علیہ محل تھا۔ اور محرمان حرم میر احمد کے ہمدم اور معاون
ہوئے عبداللہ شاہ کو میر احمد اور بڑی بیٹی کی خاطر زیادہ منظور تھی۔ ناچار ہو کر چارہ کار کی فکر ہوئی
اور اندر اور باہر کے محرموں کی یہ مصلحت ٹھیری کہ ابوالحسن سے یہ نسبت قرار دیجائے۔ وہ سلسلہ
مادری میں عبداللہ قطب شاہ سے قرابت بعیدہ رکھتا تھا اور وہ شروع ایام شباب سے فقرائے خراب
وضع کی صحبت میں رہا تھا اور اطوار ناحمود کے اختیار کرنے سے قطب شاہ کے ہمدم اسکو مطعون کرتے
تھے۔ عبداللہ شاہ اُس پر توجہ نہیں کرتا تھا۔ اس لیے ابوالحسن درویشوں میں خانقاہ سید راجو میں
رہتا تھا۔ مردود خلائق منظور نظر خالق ہوتا ہے۔ اُس سے قطب شاہ کی لڑکی کا نکاح اُسی ساعت عقد
میں کہ سید سلطان سے ٹھیرا تھا ہو گیا۔ سید سلطان فقیر ہو کر رنجیدہ خاطر محمد امین خاں پاس چلا گیا
اب عبداللہ قطب شاہ کی رحلت اور سید سلطان کے ناکام کرنے کے تلافی انتظام کا وقت آیا میر احمد
اپنے تجبر کے سبب امرا سے خصوص سید مظفر اور موسیٰ خاں محلدار سے سلوک نہیں کرتا تھا اور کل
ارکان دولت قطب شاہیہ کو اپنے آگے ہیچ جانتا تھا بعض خدمہ محل بھی اس سے نفرت کرتی تھیں۔
سید مظفر سلاطین مازندران کے خلیفہ سلطان کے سلسلہ میں تھا۔ اور حیدرآباد کے امرا میں صاحب فوج تھا
برخلاف اسکے ابوالحسن سب سے رفق و مدارا سے سلوک برادرانہ کرتا تھا۔ عبداللہ قطب شاہ کے واقعہ کے
قبل و بعد تعیین سلطنت میں اختلاف واقع ہوا اور گفتگو کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ باہر میر احمد اپنی سپاہ کے
ساتھ جنگ پر مستعد ہوا اور اندر میر احمد کی بیوی کہ ماں صاحب کلاں کہلاتی تھی شمشیر برہنہ ہاتھ میں
لیکر حبشی و ترکی کنیزوں کے ساتھ فتنہ و فساد پر آمادہ ہوئی۔ ہر گوشہ و کنار
میں لڑائی شروع ہوئی۔ آخر کو سید مظفر و موسیٰ خاں محلدار اور مادنا و آکنا کی سعی و تردد
سے کل عمدہ ہو کر ابوالحسن کے رفیق ہوئے۔ دونوں بھائی مادنا و آکنا دست سید مظفر کے

نوکر و پیشکار معتمد تھے ان سب نے ملکر میر احمد کو مغلوب و بے اختیار و منزوی کیا اور ابو الحسن کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور سید مظفر وزارت پر مقرر ہوا اُس نے ابتدا سے خطاب نہیں قبول کیا تھا۔ منتقم حقیقی کے حکم سے میر احمد نے جو سید سلطان کے ساتھ حسد کی تھی اس کا مزہ چکھا اور سید مظفر نے جو میر احمد کی بناء دولت کے ڈھانے میں سعی کی تھی اُس کا پھل بھی سوا ندامت کے کچھ اور نہ حاصل ہوا اسکا تھوڑا بیان یہ ہے کہ اکثر ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ جو امیر پادشاہ کی جلوس سلطنت میں کوشش کرتا ہے اور صاحب مدار امور ملکی ہوتا ہے تو اُسکے دماغ میں یہ خلل پیدا ہوتا ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تمام مقدمات جزئی اور کلی میں اپنے آقا پر تسلط پیدا کر دں اور سلاطین کے مزاج میں برداشت اسکی دشوار ہوتی ہے یا وہ فساد پر آمادہ ہوتا ہے آخر کو ایک دوسرے کے استیصال کے درپے ہوتے ہیں۔ اس سبب سے ابو الحسن اور سید مظفر میں نزاع پیدا ہوا۔ روز بروز خشونت زیادہ ہوئی۔ اور یہانتک نوبت آئی کہ ابو الحسن اس فکر میں پڑا کہ سید مظفر کے دست اقتدار کو امور ملکی میں کوتاہ کرے۔ ہر چند تدبیر و منصوبہ کو کام میں لاتا۔ مگر بغیر اسکے کہ ہنگامۂ فساد و خونریزی برپا ہو اسکو وزارت سے معزول نہیں کر سکتا تھا۔ آخر الامر مادنا پنڈت (مدن پنڈت) جو سید مظفر کے گھر کا مستقل پیشکار اور صاحب مدار تھا۔ ابو الحسن کے ساتھ دمساز اور ہمراز ہوا اور مرور ایام میں ایسا منصوبہ کام میں لایا۔ کہ سید مظفر کے عمدہ جماعہ داروں کو انواع رعایت کا امیدوار کر کے استمالت کی اور ابو الحسن کا ہوا دار بنایا اور اپنا رفیق اور امور ملکی کے لیئے صاحب فوج نوکروں کو باہر بھجوایا۔ سید مظفر کو بے پر و بال کیا اور قلمدان وزارت اُس سے چھین لیا اور منصب اصلی اسکا بحال رکھ گوشہ نشین بنایا۔ خلعت و قلمدان وزارت پنڈت جی کو ملا اور پنڈت جی کا عہدہ اسکے بھائی آگنا (انگنا) کو عنایت ہوا۔ ان دونوں پنڈتوں نے سید مظفر کے ساتھ جو نمک حرامی کی اسکی سزائیں ان ایام میں ملگئیں کہ میر ہاشم پسر سید مظفر نے پادشاہ سے اپنے باپ کے لیئے نالش کی جو بطریق محبوسوں کے منزوی تھا۔ پادشاہ نے پادشاہزادہ پاس حکم بھیجا تو اُس نے نصرت خاں پسر خان جہاں بہادر کو اس کے لانے کے واسطے تعین کیا۔ اُس نے ابو الحسن پاس قصبہ کوہیر میں یہ حکم پہنچایا۔ ابو الحسن نے اسکو ستم رسیدہ کو

ہمراہ نصرت خاں پاس پہنچا یا۔ جب پادشاہ پاس سید مظفر آیا حضور وعنایات شاہی ہوا پادشاہ نے اُسے منصب دینا چاہا۔ مگر اُس نے خاندان قطب الملک کا پاس نمک کا لحاظ کرکے اُس کو قبول کرنے سے انکار کیا اور کعبۃ اللہ جانے کے لیے رخصت مانگی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ لشکر شاہی میں مرگیا۔ اب پہلی داستان شروع کرتے ہیں۔

ابوالحسن کی صلح کی درخواست کا باوجود شفاعت پیش ہونا اور خانجہاں بہادر و بادشاہ کی بے لطفی

القصہ جب شاہ عالم کی عرضداشت ابوالحسن کے ساتھ صلح کی پادشاہ سے عرض ہوئی اگرچہ بحسب ظاہر منظور فرمائی۔ مگر خفیہ شاہ عالم اور خانجہاں کو مطعون ومغضوب کیا۔ سعادت خاں کو کہ خانجہاں بہادر کی فوج کا دیوان تھا اور پادشاہ کا تربیت کردہ تھا وہ حجابت پر مقرر ہوا اور اُس کو پیشکش باقی وسابق وحال کے زر کے وصول کے لیے تاکید کرکے بھیجا۔ خانجہاں بہادر اور پادشاہ کے درمیان طرفین سے بے لطفی تھی۔ ان ایام میں اعتقاد خاں خلف اسد خاں نے شجاعت وجانفشانی میں علم شہرت بلند کیا تھا۔ اور تہور خاں پسر صلابت خاں خواجہ ابوالمکارم وغیرہ دوتین خان زادوں نے اپنے جوہر کارطلبی دکھائے تھے۔ پادشاہ انکی تربیت میں کوشش کرتا تھا۔ خانجہاں کی عرضہ داشت کے جواب کے فرمان اعتراض آمیز میں اعتقاد خاں و تہور خاں کی تعریف اس عبارت میں لکھی تھی کہ وہ خانہ زاد جن کے منہ سے دودھ کی بُو آتی ہے بنسبت تجھ پیر سال خوردہ کے زیادہ شرط فدویت و جانفشانی بجالاتے ہیں شاہ عالم کی فوج میں اعتقاد خاں متعین تھا خانجہاں بہادر اُس سے دلمیں بغض رکھتا تھا اُس نے خفیہ سنبھا کے ان سرداروں کو جو ظاہر اور پوشیدہ بیجاپوری وحیدرآبادی لشکر کی اعانت میں کوشش کرتے تھے اس مضمون کا خط لکھا کہ عسرت گرانی لشکر کو پادشاہ سے عرض کرکے اعتقاد خاں و خواجہ ابوالمکارم اور تہور خاں وغیرہ کو غلہ لانے کے لیے بھیجونگا۔ تم کو چاہیے کہ ایک بڑی فوج سے اُنپر اس طرح حملہ کرو کہ وہ اسیر یا قتل ہوجائیں۔ اتفاقات سے یہ خط سعادت خاں دیوان فوج خان جہاں بہادر کے ہاتھ لگا وہ ہرکاروں کا داروغہ بھی تھا۔ سعادت خاں کل دکن کا واقعہ نگار تھا۔ گو خان جہاں سے رفاقت رکھتا تھا۔ مگر پادشاہ کے حق نمک وجہدۃ الملک کی خاطر داری کو زیادہ منظور رکھتا تھا اُس نے افشاے

راز کو مناسب نہ جانا۔ خفیہ اعتقاد خاں پاس گیا اور اس کے اخفا کی قسم لیکر حقیقت کار پر
اطلاع دی۔ اعتقاد نہایت متوہم ہوا مصلحت یہ قرار پائی کہ خلوت میں پادشاہزادہ کی خدمت
میں سعادت خاں اس امر کو ظاہر کرے۔ جب شاہ عالم سے اُس نے عرض کیا تو اُس نے
وسعت خلق کے سبب سے جواب میں فرمایا کہ خان جہاں پر اس امر کا ظاہر کرنا مصلحت نہیں
ہی جس وقت خان جہاں بہادر اعتقاد خاں کے بھیجنے کے باب میں ہم سے عرض کریگا ہم
منظور کرینگے تم اعتقاد خاں سے کہدو کہ وہ وہاں جانے سے انکار کرے۔ لشکر پادشاہی میں
گرانی اور کمیابی غلہ بہت تھی۔ لشکر کوہیر میں چلا گیا کہ وہاں پادشاہ کے حکم کا انتظار کرے
میر ہاشم پسر سید مظفر کچھ جواہر اور خلعت مصلحتہً ابوالحسن کے لیے پادشاہزادہ کی
التماس کے موافق لیکر حیدرآباد کے نزدیک آیا۔ خاص و عام میں یہ شہرت ہوئی کہ جواہر و
خلعت کا بھیجنا ابوالحسن کی تسلی اور ابلہ فریبی کے لیے ہی اور میر ہاشم پسر سید مظفر مدد کی
ہی فوج پادشاہ کی مدد اور قلعہ حیدرآباد کی تسخیر کے لیے آیا ہی۔ ابوالحسن کی فوج نے
بسرداری شرزہ خاں لاری وغیرہ نکل کر پادشاہی تازہ فوج پر دھاوا کیا۔ یہ لشکر
غافل تھا اور پادشاہ کی طرف سے کومک نہیں آئی میر ہاشم اور ایک دوسرا سردار زخمی ہوکر
دستگیر ہوئے اور باقی فوج غارت ہوئی۔ شاہ عالم گرانی غلہ کی شہرت دیکر حیدرآباد
کے کنارہ سے اُٹھ کر کھیر میں آکر ٹھیرا۔ ان دنوں میں بموجب حکم شاہی قلیچ خاں بہادر
عرف عابد خاں شائستہ فوج کے ساتھ شاہزادہ کے پاس آیا۔ شہرت تو یہ دی کہ وہ
زر پیشکش کے وصول کرنے کے لیے بھیجا گیا ہی مگر مرکوز خاطر کچھ اور مقدمات تھے اور شاہزادہ
کو پادشاہ نے بلایا۔ اکبرآباد کے پاس جاٹ نے گڈھی سنسنی بنا کے تاخت و تاراج
شروع کی تھی اسکی تنبیہ کے لیے خان جہاں کو بھیجا۔

سکندر عادل شاہ بیجاپور میں پادشاہ تھا وہ مرہٹوں کی مدد کرتا تھا۔ باوجودیکہ
پادشاہ نے مکرر فرمان نصیحت آمیز از راہ تہدید و وعدہ و وعید صادر کیے مگر کچھ فائدہ

نہ ہوا تو پادشاہزادہ محمد اعظم شاہ کو امرا رزم دیدہ اور فوج شائستہ کے ساتھ بیجاپور کی تسخیر کے لیے رخصت کیا۔ جب شاہزادہ بیجاپور کے نزدیک آیا تو اُس نے دیکھا کہ سب جگہ فوج دکن بسرداری عبدالرؤف اور شرزہ خاں افواج پادشاہی کی اطراف میں پھیلی ہے اس سال میں زراعت پر ایسی آفت آئی تھی کہ سب بلاد میں گرانی تھی اور دکنیوں کے ہر طرف سے ہجوم کر کے رسد بیجاپور کی راہ کو بند کر دیا تھا جس کے سبب سے لشکر میں غلہ کی گرانی اور کمیابی اس حد پر پہنچی کہ جان کے بدلہ میں نان کا ملنا دشوار ہو گیا۔ کہی کے لیے جو فوج جاتی سالم پھر کر نہ آتی اور شاہزادہ کو چاروں طرف سے دکنیوں نے ایسا گھیرا کہ محمد اعظم اور اسکے ہمراہیان لشکر پر عرصہ تنگ ہوا۔ جب پادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا تو غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو اسکے بھائی مجاہد خاں اور تیر انداز خاں و خنجر خاں اور امرا کارزار دیدہ کو شاہزادہ کے لشکر میں غلہ کی رسد پہنچانے کے واسطے متعین کیا۔ غازی الدین خاں بہادر اُنیس بیس ہزار غلہ کے بیل لیکر پرگنہ اینڈی میں پہنچا جو بیجاپور سے پندرہ سولہ کروہ پر ہے تو بیجاپور کے سرداروں نے چند ہزار سوار و پیادے محمد اعظم شاہ کے محاصرہ کے لیے بھیجے جس میں فاقوں کے مارے سوار اور سواری میں پوست و استخواں کے سوا کچھ باقی نہ تھا اور یہ مشہور بات ہے کہ جانی بیگم محل خاص شاہزادہ دارا شکوہ کی بیٹی ہاتھی پر عماری میں پردہ سے باہر ہو کر تیر چلاتی اور امرا کی دلداری اور تسلی میں کوشش کرتی۔ چالیس پچاس ہزار سوار اور قریب دو لاکھ کے جنگی پیادے کرناٹکی غازی الدین خاں بہادر سے لڑنے آئے۔ بعد اسکے فوجیں مقابل ہوئیں۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی۔ سوائے برق تیر و سنان کچھ اور نظر نہ آتا تھا سپاہ دکن میں سوار و پیادوں کا ہجوم وہ تھا کہ کہیں زمین نہ دکھائی دیتی۔ پادشاہی لشکر دکنیوں کے لشکر کے دسویں حصہ کی برابر ہوگا۔ مگر اس کا سردار غازی الدین خاں تھا جنگ عظیم ہوئی۔ مجاہد خاں نے بڑے کارنمایاں کیے۔ محمد اعظم شاہ کو محاصرہ میں سے نکال لائے اور اس آفت جانی سے نجات دی اُس نے بے اختیار غازی الدین خاں کو گلے لگایا۔ جب پادشاہ کو ان واقعات کی خبر ہوئی

تو اُس نے فرمایا کہ جیسی حق سبحانہ تعالیٰ نے فیروز جنگ کے تردد سے اولاد تیموریہ کی شرم رکھی ہی۔ ایسی اس کی اولاد کی آبرو قیامت تک خدا نگاہ رکھے۔

اس ضمن میں کہ قلعہ بیجاپور کے محاصرہ کو امتداد ہوا۔ اور شاہزادہ کے ہمراہی اور اُمرائے لگی کے نفاق کا حال معلوم ہوا۔ تو بادشاہ خود اوائل شعبان ۱۰۹۵ھ میں شولاپور سے بیجاپور کی طرف روانہ ہوا۔ اور ۲۱ کو سواد قلعہ مذکور میں پہنچا۔ محصوروں کے عقل و ہوش و حواس اُڑے اور ایک تہلکہ ان میں پڑ گیا۔ شاہ عالم و روح اللہ خاں بہادر فیروز جنگ و سید عبداللہ خاں بارھہ اور امرا کار طلب کو چند کلمات غیرت افزا کہہ کر شاہزادہ محمد اعظم کی کمک کے لیے اور بیجاپور کے محاصرہ اور تسخیر کے واسطے رخصت کیا۔ ہر ایک اپنی فدویت و حسن عقیدت کے اظہار کے لیے قلعہ کی تسخیر میں کوشش کرتا تھا۔ شاہ عالم یہ چاہتا تھا کہ قلعہ میرے نام سے مفتوح ہو۔ اسلیے وہ امرائے بیجاپور کی تالیف قلوب میں مصروف ہوا اور اپنے معتمد کو شاہ قلی ایرج خانی کو سکندر عادل شاہ پاس قلعہ بیجاپور میں بھیجا اور اس طرف بھی کبھی کبھی سید عالم پادشاہزادہ پاس پیام التیام آمیز لاتا تھا ؎

نہان کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا۔

خصوصاً جب شاہزادہ محمد اعظم معاند اور وارث ملک موجود ہو یہ راز کب چھپ سکتا تھا کہ قلعہ کی فتح کی کنجی شاہ عالم کے ہاتھ آئے۔ شاہ قلی ایک جوان اوباش مشرب تھا منہ میں لگام نہ تھی۔ جس وقت قلعہ کے نیچے مورچالوں میں سپاہیوں کا تغیر و تبدل ہوا تو محصوروں کی طرف مخاطب ہو کر بہ آواز بلند کہتا کہ یہ آدمی تمھارے ہیں توپ و تفنگ و سنگ سمجھکر پھینکنا۔ اور وہاں کے آدمی تسلی دیتے تھے کہ قلعہ کی جانب سے کوئی آفت تم پر نہیں آئیگی جب یہ گفتگو لوگوں کی زبانی مشہور ہوئی تو اعظم خاں کو خبر ہوئی اور واقعہ طلب فتنہ جو آدمیوں نے پادشاہ کے کان تک اُسے پہنچایا۔ کہ یورش کے وقت قلعہ کے اندر سکندر کے پاس شاہ قلی تھا اور سید عالم رات کے وقت قلعہ سے باہر شاہزادہ پاس آتا ہی اور خلوت میں ہمکلام

ہوتا ہے روح اللہ خاں کو توال کی تحقیق سے اس امر کی تصدیق ہوئی بسیادت خاں صدر
کو توال کو حکم ہوا کہ خفیہ سعی و جاسوسی کر کے سید عالم کو جب وہ شاہ عالم پاس آئے پکڑ لائے
اور شاہ قلی کی گرفتاری کا بھی حکم ہوا مگر وہ کو توال کے ہاتھ نہ آیا ایک شخص سے قاضی کی عدالت
میں شاہ قلی پہ استغاثہ کرایا۔ اعلام کر کے اسکو دستگیر کیا۔ پادشاہ کے روبرو اسکو لائے
اُس نے راز سے پردہ اُٹھادیا اور کہہ دیا کہ مومن خاں نجم ثانی و سید عبد اللہ بارہ وغیرہ بھی
میرے ساتھ شریک ہیں اور بادشاہ نے شاہ عالم کو خلوت میں بلا کر یہ باتیں بیان کر کے
اس کو شرمندہ کیا اور سید عبد اللہ خاں بارھہ کو مقید اور باقی سب کو لشکر سے خارج کیا۔
پادشاہ پہلے ہی سے مقدمہ حیدرآباد میں شاہ عالم سے مشتبہ تھا۔ اب یہ ظن یقین سے
بدل گیا۔ ہر چند ظاہر میں مراتب و مناصب و لوازم ولی عہدی شاہ عالم میں کسی بات کو کم
نہیں کیا مگر اپنی کم توجہی کے آثار روز بروز زیادہ ہوگئے۔ عبد اللہ کے جرائم کا شفیع روح اللہ
ہوا۔ پادشاہ نے عبد اللہ خاں کو اسکے حوالہ کیا کہ اپنے پاس نظر بند رکھے۔ پھر خلاصی کا حکم دیدیا۔

غرہ صفر کو شیخ الاسلام مکہ معظمہ و مدینہ منورہ مشرفہ کو جانے لگا ہے تو پادشاہ نے
صندوقچہ عرضہ نیاز بجناب رسالت مآب اس کو دیا کہ خانہ مطہرہ کے باب سباک کے محاذی جاکر
صندوقچہ کو کھولنا اور خریطہ کو نکال کر مشبک میں داخل کرنا کہ وہ عتبہ علیہ کے نیچے گذرے۔

۱۵ ربیع الاول کو بختاور خاں داروغہ خواصان نے انتقال کیا وہ پادشاہ کا مصاحب عاقل
رازدان مزاجدان تھا اسکی سی سالہ خدمت کے حقوق پر نظر کر کے اسکے جنازہ کی نماز کی
امامت پادشاہ نے خود کی اور چند قدم اسکے جنازہ کے ساتھ گیا۔ اسکے لیے خیرات کی ختمات
پڑھوائے بختاور خاں علما و فقرا و شعرا کے ساتھ توجہ مفرط رکھتا تھا اور ان کی کامیابی میں
کوشش کرتا تھا شعر و انشا نویسی و تاریخ دانی میں ماہر تھا۔ اسکی مولفات و مصنفات میں سے
مرآۃ العالم یادگار ہے دوم شہر ربیع الآخر کو دربار خاں ناظر محل اس دار بے مدار سے
دیار جاوید بر قرار میں گیا۔ پادشاہ کا وہ بڑا قدیمی خیر خواہ تھا۔ اسکے جنازہ کی

۱۰۹۶ھ متفرقات

نماز کی امامت بادشاہ نے خود کی۔

دوم جمادی الآخر کو بادشاہ احمد نگر سے شولاپور کی طرف چلتا ہوا اس کے لشکر کا حال انگریزی تاریخوں میں اس طرح لکھا جاتا ہے کہ اس کی فوج کی تعداد اگرچہ صحیح صحیح نہیں معلوم مگر اس سپاہ کی شان و شوکت ایسی تھی کہ اسکے بیان میں تاریخ کے صفحے کے صفحے سیاہ ہوئے ہیں۔ سواروں کے ہزاروں پرے۔ ہمیں غیر ملکوں کے نوجوانوں کے سوار بادشاہ کی خود سلطنت وسیع کے کابلی قندھاری ملتانی لاہوری راجپوت بھی موجود تھے۔ اور یہی سوار افواج کے گلدستہ میں گل سرسبد تھے۔ وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ انکی صورت سے بہادری اور شجاعت ایسی برستی تھی کہ دکن کے سپاہی نازک ور ہلکے پھلکے ہتیار باندھنے والے انکے مقابلہ کے قابل نہ معلوم ہوتے تھے۔ پیادے بھی بے شمار تھے۔ ان میں سے کسی پلٹن پاس توڑے دار بندوق اور کسی پلٹن پاس تیر و کمان۔ سوار انکے میواتیوں اور بندیلوں کی بھی پلٹنیں تھیں۔ وہ پہاڑوں پر اُترنا چڑھنا اور لڑنا بھڑنا خوب جانتے تھے۔ مادلی مرہٹوں کا مقابلہ وہ خوب کرتے تھے۔ پھر ان پیادوں میں کرناٹک کے ہزاروں سپاہی تازہ بھرتی کیے ہوئے تھے۔ ہر بادشاہی خیموں کے ساتھ ملکی توپوں کے توپخانے سیکڑوں توپیں انکے توپچی ہندوستانی اور انکے افسر فرنگستانی ہزاروں بیلدار اور لوہار بڑھئی اور کاریگر انکے ساتھ۔ جنگی ہاتھیوں کی قطار در قطار۔ انکے پیچھے خاصے کے ہزاروں ہاتھی ہودج و عماریوں سے سجے ہوئے۔ انمیں بعض میں بیگمات سوار اور بعض ہاتھیوں پر بادشاہی خیمے لدے ہوئے۔ جو اونٹوں پر نہ چل سکتے تھے۔ بادشاہ کے خاص گھوڑوں کا اصطبل اسمیں عربی۔ ترکی۔ عراقی۔ یمنی۔ کاٹھیاواڑی گھوڑے۔ انپر بھاری بھاری ساز پڑے ہوئے۔ جڑاؤ زین دھرے ہوئے خوش بیگی ساتھ جنکے اہتمام میں دنیا کے منتخب عمدہ عمدہ جانور۔ جرہ باز۔ بیری۔ شکرہ۔ شکاری۔ کتے۔ چیتے۔ سیکڑوں ساتھ ان سے لشکرگاہ کی عجب رونق تھی۔ بادشاہی خیموں کی آرائش اور زیبائش زربفت و کمخواب سے ہوتی تھی۔ ان کا احاطہ بارہ سو گز کا ہوتا تھا۔ قصر شاہانہ میں جو مکانات ہوتے ہیں۔

وہاں سب خیموں میں ہوتے تھے۔ دربار۔ خلوت خانہ۔ اور سب کارخانوں کے خیمے جدا جدا ہوتے تھے۔ اُن کے بیچ میں بادشاہ کے بیٹھنے کے لیے ایک تخت گاہ ہوتا۔ یا کرسی ہوتی۔ حمام۔ غسلخانہ۔ چاندماری۔ کشتی کے لیے اور اور ورزشوں کے واسطے الگ الگ خیمے۔ یہ خیمے مخمل فرنگی اور زربفت گجراتی قاقم۔ سمور۔ سنجاب ایرانی۔ دمشقی قالینوں اور چینی ریشمی کپڑوں غرض ساری دنیا کے عمدہ عمدہ اقمشہ سے آراستہ ہوتے تھے۔ وہ روپہلی۔ سنہری ستونوں پر ایستادہ ہوتے۔ بادشاہی خیموں پر سونے چاندی کے کلس لگائے جاتے اور خیموں کے گرد رنگین قناتیں کھڑی ہوتیں۔ بورچیخانے اور آبدار خانے کا سامان سیکڑوں طرح کا ہوتا۔ نمک خانہ شیرینی خانہ۔ اچار خانہ۔ برف خانہ۔ شورہ خانہ۔ غرض سیکڑوں خانے اسی قسم کے ہوتے اور پھر ان سب پر یہ اور تکلف زیادہ تھا کہ سارا سامان دوہرا ہوتا تھا ایک آگے منزل پر جاتا تھا جس وقت بادشاہ اپنے خیمہ میں داخل ہوتا تھا تو پچاس ساٹھ توپیں سلامی کی چھوٹتیں۔ غرض اس عیش وعشرت کے سامان نے فوج کا رنگ ڈھنگ بدل دیا۔

سوانح سال بست و نہم وسی ام ۱۰۹۷ھ

غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کی سعی و تردد سے بیجاپور کے محصوروں سرداروں کا حال تنگ ہوا اور غلہ نہ پہنچا اور گھاس کمیاب ہوئی تو قلعہ کے اندر گھوڑے بہت دکنی تلف ہوئے۔ ۵ رمضان ۱۰۹۷ھ کو بادشاہ خود اس دمدمہ کو دیکھنے گیا جو بیجاپور کے قلعہ کے کنگروں کی برابر بنایا گیا تھا۔ گھوڑے پر سوار تھا۔ کنار خندق تک گیا۔ سواری کی ہائے ہو کا اور قلعہ کی جانب سے بان و تفنگ کے شور و شغب کا ایک عجب ہنگامہ ہوا بادشاہ کے سر پر سے گولے جاتے تھے۔ میر عبدالکریم نے سرمہ کی قلم سے لکھکر یہ تاریخ بادشاہ پاس بھیجی ع فتح بیجاپور زودتر می شود (۱۰۹۹) بادشاہ نے اُسے پڑھکر فرمایا کہ خدا کند چنیں باشد قلعہ اسی ہفتہ میں فتح ہو گیا شاہی لشکر نے دو مہینے بارہ روز میں دشمن کی جان ستانی کے سارے اسباب جمع کر لیے تھے۔

بیجاپور کا محاصرہ

بادشاہ کا حیدرآباد کی فتح کی تیاری

اہل قلعہ کو اپنی موت نظر آتی تھی۔ سکندر کی زبان سے اُس کے رفیقوں نے پناہ مانگی۔ چوتھی ۱۰۹۷ھ کو قلعہ کی کنجیاں بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ اور بادشاہ کی خدمت میں سکندر عادل شاہ آیا۔ بادشاہ نے ایک دربار عام کیا اور اسکو خلعت خاصہ عنایت کیا اور سکندر خاں کا خطاب دیا اور ایک لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کیا۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ اس کو دولت آباد بھیجدیا قلعہ بیجاپور کی تاریخ کی فتح (سد سکندر گرفت) ہوئی کہتے ہیں کہ بادشاہ نے کہا اور لکھا کہ بدستیاری فرزند ارجمند بے ریو رنگ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ مفتوح گردید عبدالرؤف اور شرزہ امرائے سکندری کو بادشاہ نے خلعت عنایت کیا اور ششش ہزاری شش ہزار سوار کا منصب دیا اور راول کو دلیر خاں کا اور دوسرے کو رستم خاں کا خطاب دیا اور بندھا حضور کا اضافہ کیا اور نواح بیجاپور کا بندوبست کیا۔ ۲۲ ذی الحجہ کو ۱۰۹۷ھ کو شولاپور کی طرف کوچ کیا۔ اور ۲۲ محرم کو شولاپور سے حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز کی درگاہ کی زیارت کے لیے گلبرگہ کی طرف کوچ کیا اور ابوالحسن اور سعادت خاں حاجب حیدرآباد کے نام فرامین لکھے جن میں مضامین بیم و رجا کے تسلی آمیز تھے اور زر پیشکش کے وصول کی تاکید تھی اور خفیہ سعادت خاں کے نام حکم صادر کیا کہ ما بدولت کا عزم جزم حیدرآباد کی تسخیر کا ہے تا مقدور وصول زر میں تقید کرے۔ سعادت خاں نے ابوالحسن کو توجہات و عنایات پادشاہی کا امیدوار کرکے زر پیش کش کے وصول میں زیادہ تقید کی۔ ابوالحسن ماموں ہونے کی امید میں اطاعت کا اظہار کرکے سعادت خاں سے یہ عذر کرتا کہ زر نقد پیش کش کا میسر ہونا متعذر ہے۔ خواجہ سرائے خردسال کو بھیجو کہ میں اس کے روبرو زیور اور جنس مرصع جو گھر میں موجود ہو جدا کرکے اُسکے حوالہ کروں سعادت خاں نے خواجہ سرا بھیجنے سے انکار کیا اس چندروز کی گفتگو کے بعد بادشاہ کے گلبرگہ میں آنے کی خبر مشہور ہوئی۔ ابوالحسن خوف و رجا کے درمیان تھا حاجب کے آدمیوں کو طلب

تو عدد خوانچہ جواہر اور زیور ناموس مرصع آلات بطریق امانت کے مہر لگا کے بھیجے اور ان کی
قیمت مقرر نہیں کی مگر تعداد اور فردیں انکے ساتھ کیں۔ اور یہ قرار دیا کہ خوانچوں کو سعادت خاں
اپنے گھر میں رکھے اور دو تین روز میں زر نقد بھی جتنا میسر ہو سکتا ہے بھیجا جاتا ہے اس کو بھی وہ داخل
کرے اور جواہرات کی قیمت انکواکے لکھے اور قبض الوصول پیش کش پر مہر لگا کے مع عرضداشت
کے جس میں ابوالحسن کی فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار اور عفو جرائم کی التماس ہو حضور میں
روانہ کرے۔ یہ اتفاقات سے ہے کہ ابوالحسن نے میووں کی چند بھنگیاں بادشاہ پاس بھیجی
تھیں ایک دو روز بعد ابوالحسن پاس یہ خبر آئی کہ بادشاہ گلبرگہ سے گلکنڈہ کی تسخیر کے
عزم سے آتا ہے تو اس نے سعادت خاں سے کہلا بھجوایا کہ میرا مطلب جواہر اور زیور ناموس
بھجوانے سے یہ تھا کہ بادشاہ میرے حال پر ترحم کریگا اب یہ سنا گیا کہ بادشاہ گلکنڈہ
کی تسخیر کو آتا ہے۔ خوانچہ امانت کو واپس بھیجو۔ سعادت خاں نے جواب میں لکھا کہ مجھے
یہ تحقیق نہیں معلوم تھا کہ بادشاہ ادھر آتا ہے میں نے وہ جواہر کے خوانچے سربمہر
میووں ڈالیوں کے ساتھ بھیجدیئے۔ وہ بادشاہ پاس ہیں۔ اس مقدمہ میں گفتگوو
شورش فساد انگیز درمیان آئی۔ ابوالحسن نے حاجب کے گھر پر فوج چڑھائی اور
دو روز تک ہنگامہ پرخاش گرم رہا۔ تو سعادت خاں نے ابوالحسن کو پیغام دیا کہ
اس بارہ میں حق تمہاری جانب ہے۔ میں نے خوانچوں کے بھیجنے میں بادشاہ کی مرضی
پر اور پاس نمک پر نظر کر کے اپنی خلاصی جانی۔ اب مجھے ولینعمت کے کام کے لیے
جان نثار اور کشتہ ہونا چاہیئے۔ بادشاہ مدت سے تمہارے استیصال کے لیئے دست تعدی دراز
چاہتا ہے اب حاجب کے مارنے کی حجت اس کو ہاتھ آجائیگی۔ جب تک میں زندہ ہوں
تمہارے عفو جرائم کا احتمال باقی ہے اور بشرط حیات میں بھی تمہاری خدمتگاری اور
رستگاری میں بجد مقدور کوشش کرونگا۔ ابوالحسن نے عاقبت بینی کر کے سعادت خاں
کا یہ عذر سن لیا اور اس کو پاس بلا کر اور زیادہ عزت کی۔

ان ہی دنوں میں ابوالحسن کی مجلس فضلاء حیدرآباد میں عمداً کسی تقریب سے پادشا[illegible] خوبیوں کا ذکر کیا گیا اور یہ بیان ہوا کہ جب پادشاہ اور شاہ ایران کے درمیان لشکرکشیاں ہورہی تھیں تو شاہ عباس کے بھیجے ہوئے گھوڑے عالمگیر پاس آئے تو اُس نے ان سبکو ذبح کروا ڈالا۔ باوجود اس تمام تبعیت شرع و ادعاء تقویٰ ایسا اسراف کرنا شرع کے برخلاف طریقہ پر اقدام کرنا ہی یہ حرکت نفس سرکش کی اطاعت کے سوائے کسی اور بات پر حمل نہیں ہوسکتی پادشاہ کو چاہیئے تھا کہ وہ فضلاء و صلحاء و مستحقوں کو یہ گھوڑے قسمت کردیتا جس سے ایک جمع کثیر فیضیاب ہوتی۔ سعادت خاں نے کہا کہ یہ بات محض غلط ہی حقیقت حال یہ ہی کہ گھوڑے جب آئے تو پادشاہ نے حکم دیا کہ بوقت معین گھوڑے دکھائے جائیں۔ یہ اتفاقات وقت سے ہی کہ اختہ بیگی جسوقت گھوڑوں کو دکھانے لایا۔ پادشاہ تلاوت قران میں مصروف تھا اسکے دلمیں آیا کہ تلاوت قران کو دوسرے روز پر موقوف رکھکر گھوڑوں کا ملاحظہ کروں اس خیال ہی میں تھا کہ اسکی نظر قران کی اس آیت پر پڑی کہ حضرت سلیمان نے پیشکش کے ہزار گھوڑوں میں سے نو سو گھوڑے دیکھے تھے کہ نماز سنت یا نماز فرض قضا ہوئی تو اُسکے کفارہ میں اُن گھوڑوں کو اُنھوں نے ذبح کیا اسی لیئے پادشاہ نے بھی یہ کیا علماء حیدرآباد نے اس جواب کے سُننے کے بعد یہ کہا کہ اس صورت میں یہ کیا ضرور تھا کہ امراء ایران کے گھروں پر گھوڑوں کو ذبح کرنے کے لیے بھیجا تو سعادت خاں نے کہا کہ یہ بھی غلط ہی۔ ان ایام میں شاہجہان آباد تازہ آباد ہوا تھا۔ ہر محلہ ایران کے ایک امیر کے نام آباد تھا کوئی محلہ نہ تھا کہ جسمیں کسی ایرانی امیر کی حویلی نہ ہو۔ گھوڑے ایک جگہ ذبح کیئے جاتے تو ازدحام بہت ہوتا اور فقراء تکلیف اُٹھاتے اُس سے متمتع ہوتے اس لیے اُس نے حکم دیا کہ ہر محلہ میں ایک دو گھوڑے ذبح کیئے جائیں۔ جب عالمگیر نے یہ حال سُنا تو سعادت خاں پر آفریں کی۔ پادشاہ گلبرگہ شریف میں زیارت کرکے اور وہاں کے مجاوروں کو بیس ہزار روپیہ دیکے اور ایک ہفتہ قیام کرکے ظفرآباد بیدر کی طرف آیا بیس روز یہاں قیام کیا پھر پیش خیمہ کو حیدرآباد روانہ کیا

اس خبر کے سننے سے ابوالحسن کی جان نکلی۔ اُس نے سخن دان نوکروں کے ساتھ اطاعت و عفو جرائم کی التماس کے عریضے اور تحائف و ہدیے روانہ کیے۔ یہ نہ جانا ع باران بجل ندہد نفع کشت را۔ پادشاہ نے اسکے عریضہ کا جواب سپاہ کی زبان شمشیر کے حوالہ کیا۔ اور سعادت خاں پاس جو فرمان بھیجا اسمیں ابوالحسن کی تقصیرات کی بابت لکھا کہ اس بدعاقبت کے افعال قبیح احاطۂ تحریر سے باہر ہیں انمیں سے سو میں ایک در بہت میں سے تھوڑے شمار کیے جاتے ہیں۔ اول ملک اور سلطنت کا اختیار کافر فاجر ظالم کو دینا اور سادات و مشائخ و فضلا کو منکوب مغلوب کرنا اور فسق و فجور کا افراط سے علانیہ رواج دینے میں کوشش کرنا اور خود ریاست کی بادہ پرستی اور دولت کی بدمستی میں انواع کبائر میں شب روز مستغرق ہونا بلکہ کفر و اسلام میں اور ظلم و عدل میں اور فسق و عبادت میں فرق نہ کرنا اور کفار حربی کی اعانت میں اصرار کرنا اور اپنے تئیں عدم اطاعت و امر و مناہی الٰہی میں خصوص مادہ منع معاونت دار الحربی میں کہ نص جلی کلام مجید میں تاکید واقع ہے۔ خلق و خالق کے نزدیک مطعون ہونا۔ چنانچہ مکرر اس باب میں مینے فرامین نصیحت آمیز آداب داں آدمیوں کے ہاتھ بھیجے تو بھی پنبہ غفلت گوش سے نہ نکالا۔ بلکہ اسیطرح یہ ہوا کہ سنبھا کو لاکھوں بھیجے جس کا حال ہم نے سُنا۔ باوجود اس غرور مستی بادہ ناکامی اپنے افعال و زشتی اعمال پر نظر نہ کرنی اور دونوں جہاں میں رستگاری کا امیدوار ہونا ع نہ ہے تصور باطل نہ ہے خیال محال۔

جب ابوالحسن بالکل مایوس ہوا تو پادشاہی لشکر سے لڑنے کے لیے شیخ منہاج و شرزہ خاں و مصطفیٰ خاں لاری اور سرداروں کو بھیجا اور رخصت کے وقت یہ ارشاد کیا کہ تامقدور پادشاہ کو زندہ گرفتار کریں اور اعزاز کے ساتھ لائیں تو امرا نے کہا کہ عالمگیر کی طرف سے ہمارا دل و جگر اخگر بن رہا ہے فتح پانے کے بعد ہم سے اسکی عزت نہیں ہو سکیگی۔ جب پادشاہ حیدرآباد سے دو منزل پر آیا تو بعض دکن کے سردار چالیس پچاس ہزار سوار لشکر شاہی سے بیفائدہ دور پڑے رہے۔ غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ بیجاپور کی تسخیر کے بعد ابراہیم گڈھ کے محاصرہ کے لیے مامور ہوا تھا۔ اسکی عرضداشت مع قلعہ کی طلائی کنجی کے

مژدہ فتح کے ساتھ آئی اور اُس نے لکھا کہ میں ایلغار کرکے حضور پاس روانہ ہوا۔

۲۴ ربیع الاول ۱۰۹۸ھ کو پادشاہ قلعہ گلکنڈہ سے ایک پر خیمہ زن ہوا جس سے اُس سرزمین میں ایک تہلکۂ عظیم پڑ گیا۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ مورچال تقسیم ہوں اور اسباب قلعہ گیری فراہم ہوں۔ قلعہ کے برج دوبارہ توپوں کے گولوں سے ڈھائے جائیں اور دمدمے بنائے جائیں۔ پادشاہ نے پے ہم سُنا کہ لشکر کی اطراف میں ابوالحسن کی فوج شوخی سے پیش آتی ہے اسکی تنبیہ کے لیئے امرا مامور ہوئے دونوں فوجوں میں مقابلہ ومقاتلہ کا مصافحہ و معانقہ ہوا قلعہ کے اوپر سے بھی گولے اور بان برسنے شروع ہوئے۔ خواجہ ابوالمکارم شاہ عالم کے لشکر میں زخمی ہوا۔ دونوں طرف کے آدمی مارے گئے۔ پادشاہی لشکر نے بہادری کرکے دکنیوں کو بھگا دیا۔ جب فیروز جنگ آگیا تو مورچالوں اور دمدموں اور تقسیم اخراج کا اور مصالح کی گرد آوری کا انتظام خوب ہوگیا۔ قلیج خاں بہادر پدر فیروز جنگ کے دائیں ہاتھ میں گولہ لگا۔ دو تین روز بعد اس کا انتقال ہوا۔

بیجاپور کے محاصرہ میں شاہ عالم سے پادشاہ بدگمان ہوا تھا اب گول کنڈہ کے محاصرہ میں شاہ عالم سے جانب راست کا تعلق تھا۔ ابوالحسن محبت آمیز خفت انگیز پیغام اور تحفے دھریئے اس پاس بھیجتا کہ وہ کسی طرح سے پادشاہ سے اسکی عفو تقصیرات کرادے۔ شاہ عالم یہ جانتا تھا کہ دونوں صورتوں صلح و جنگ میں میرے استصواب سے انفصال ہو اور بحد مقدور میں ابوالحسن کو اپنا ممنون احسان کروں۔ فتنہ جو واقعہ طلب آدمیوں نے اس پیام سے اطلاع پاکر پادشاہ کے کان میں اس کو بہت آب و تاب سے پہنچایا اور شاہ عالم اپنی بیوی نورالنسا بیگم پر بسبب اس کی حسن و صورت ولیاقت کے فریفتہ تھا جس سے اسکی سوکنیں جلتی تھیں۔ اُنھوں نے اُسکی نسبت پادشاہ سے کہدیا کہ وہ ابوالحسن اور شاہ عالم کے درمیان پیغام وسلام کا واسطہ ہے اور لباس بدل کر قلعہ گلکنڈہ میں عہد و پیمان کے لیئے جاتی ہے۔ یہ ٹھیرا ہے کہ ابوالحسن کے بارہ

میں پادشاہزادہ کی التماس پر پادشاہ صلح کو منظور نہ کرے تو ابوالحسن کی رفاقت شاہزادہ کرے۔ اعظم شاہ کے بعض ہمدموں نے پادشاہ کو خبر پہنچائی کہ شاہ عالم قلعہ کے جانے کے فکر میں ہے۔ رفتہ رفتہ قلعہ گلکنڈہ میں بوساطت خفیہ نویس مورچال کے جو نوشتجات بھیجے جاتے تھے وہ فیروز جنگ کے ہاتھ میں پڑے۔ ان امارات بے اخلاصی نے اثبات مدعا پر گواہی دی۔ خان ایک رات کو اپنے مرحلہ سے حضور میں آیا اُس نے ان نوشتوں کو پادشاہ کو دکھلایا۔ پادشاہ نے حیات خاں و خواجہ ابوالمکارم سے جو شاہ عالم کے بڑے مقرب نوکر تھے۔ اصل حال پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ شاہزادہ کا ارادہ کوئی فاسد نہیں ہے۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ اسکی التماس سے ابوالحسن کا قصور معاف۔ یا اسکی سعی سے قلعہ فتح کیا جائے حیات خاں نے بہت دلائل سے پادشاہزادہ کی بے تقصیری ظاہر کی مگر پادشاہ کے دل سے سوءظن اسکی طرف سے نہیں دور ہوا۔ ۱۸ ربیع الثانی ۱۰۹۷ھ کو شاہ عالم اور اُسکے بیٹے محمد عظیم کو ایک مکان میں بلا کر مقید کیا۔ ہتیارے لیئے اور سارے کارخانے شاہزادہ محمد معظم کے سرکار میں ضبط ہوگئے اُس کا منصب چھن گیا اسکی جاگیر اور جاگیرداروں کو دی گئی۔

نور النساء بیگم مقید ہوئی کہتے ہیں کہ جب پادشاہ نے یہ کلام کیا تو محل میں کہا کہ میں چالیس برس کی محنت کو خاک میں ملاتا ہوں۔ اب شاہزادہ کی حبس خلاصی کا حال آیندہ لکھا جائیگا۔

محاصرہ گول کنڈہ میں ہر روز اور ہر ہفتہ میں مورچال بڑھتے جاتے تھے ایک دن لشکر شاہی سے شیخ نظام و مصطفےٰ خاں لاری عرف عبدالرزاق بڑی فوجیں سے پیش آئے اور عجب زد و خورد ہوئی اور کشور سنگہ ہاڈہ کے زخم کاری لگا اور گھوڑے سے گرا اور راجپوتوں کی ایک جماعت کشتہ ہوئی اور چند نامور دکنی بھی قتل و زخمی ہوئے اور اس قدر دکنیوں نے لشکر شاہی پر ہجوم کیا کہ اُس کو اپنے مردوں کی لاشوں کو نہ اُٹھانے دیا۔ مگر آخر کو لشکر شاہی کی کوشش سے دکنی فرار ہوگئے شیخ منہاج اور شیخ نظام اور اکثر ملازم ابوالحسن کے پادشاہ پاس چلے آئے۔

محاصرۂ قلعہ گولکنڈہ

اوران کو عمدہ خطاب اورمنصب مل گئے محمد ابراہیم کرشاہزادہ سے آنکر ملا تھا اس کو مہابت خاں کا خطاب اور ہفت ہزاری شش ہزار سوار کا منصب ملا۔ وہ سب سے زیادہ قلعہ کی فتح میں کوشش کرتا تھا۔ شیخ نظام کو تقرب خاں کا خطاب اور شش ہزار پنجہزار سوار کا منصب ملا۔ ابوالحسن کا اول سے آخر تک خیر خواہ اور ہمراہ مصطفےٰ خاں لاری عرف عبدالرزاق رہا۔ محاصرہ کا امتداد رہوا قلعہ میں بہت سا ذخیرہ و باروت و اسباب توپخانہ تھا شبانہ روز برابر قلعہ کے در و دیوار اور برج و بارہ سے گولہ توپ گلولہ تفنگ بان وحقہ آتشبار برس رہا تھا۔ بہت آتشباری اور دھوئیں کے اُٹھنے سے رات دن میں فرق نہیں معلوم ہوتا تھا اور بادشاہی لشکر کے نامی آدمی زخمی اور کشتہ ہوتے۔ فیروز جنگ اور صف شکن خاں وعزت خاں ومہابت خاں سب سے زیادہ جانفشانی کرتے تھے مورچال کو خندق کے کنارہ تک پہنچایا۔ یہ کام ایک سال میں ہونا مشکل تھا۔ اُنھوں نے ایک ماہ چند روز میں کر دیا۔ اور خندق کے پُر کرنے کا حکم دیا کہتے ہیں کہ اول خود عالمگیر نے وضو کر کے کیسہ کرپاس کو خاک کے پُر کرنے کے لیے اپنے ہاتھ سے سیا۔ بڑے بڑے اونچے دمدمے بنائے گئے اور ان پر بڑی بڑی توپیں قلعہ کے محاذی چڑھائی گئیں۔ جنہوں نے حصار کے ارکان کو ہلا دیا لیکن غلہ کی گرانی اور کمیابی اس مرتبہ پر ہوئی کہ اکثر صاحب ثروتوں کے حوصلے بگڑ گئے اور جو بیچارے بے بضاعتوں پر گذرا وہ بیان نہیں ہوسکتا۔ اس سال کی ابتدا میں گلزار دکن میں بارانی کی کمی کے سبب سے خوشہ جوار و باجرہ کہ خریف کی عمدہ جنس ہے اور اس ملک کے غربا کی قوت کا مدار ان ہی پر ہے۔ ابھی اطفال نبات کے گلو سے نکلے نہ تھے کہ خشک ہوگئے۔ اور فوج کشی اور کمی باران کے سبب سے شالی کی کشت دکارنہ ہوئی۔ جس پر حیدرآباد کے آدمیوں کی زیست کا مدار ہے۔ دوم یہ کہ دکنیوں وسنبھا کی فوج جو حیدرآباد کی مدد کے لیے اطراف لشکر میں تاخت کرتی تھی وہ رسد غلہ کے پہنچنے کی مانع ہوئی اور وبا کا اثر بھی بندہائے خدا کے ہلاک کرنے میں معاون ہوا ان

حوادث سے ایک عالم تلف ہوا۔ بہت سی گرسنگی و بے برگی کی تاب نہ لاکر ابوالحسن پاس چلے گئے۔ بعض نے خفیہ نفاق کرکے محصوروں کی معاونت کی۔ جب ایام محاصرہ پرامتداد ہوا پادشاہزادہ محمد اعظم کو جو شاہ عالم کے نفاق کے سبب سے اُجین اور اکبرآباد کے انتظام کے لیئے بھیجدیا گیا تھا۔ وہ برہان پور میں پہنچا تھا کہ بادشاہ نے اُسے بلا لیا۔ محمد اعظم کے آنے کے بعد گرانی غلہ زیادہ ہوئی تو میرزا یار علی رسد غلہ کا داروغہ مقرر ہوا اُس نے یہ سمجھ کر کہ مجھ سے اسکا اہتمام نہ ہوگا انکار کیا اسپر شاہزادہ محمد اعظم نے کہا کہ اس پاجی کا کیا یارا ہے کہ ولی نعمت کے حکم سے انکار کرے اس کو بادشاہ نے دیوان سے خارج کردیا۔ عبدالکریم کو یہ کام سپرد ہوا اب گرانی کی صعوبات یہ تھیں کہ باد و باران پانی کی طغیانی کے سبب در مصائب کا اضافہ ہوا۔

سوانح سال بست ویکم سنہ ۱۰۹۸

اواخر ماہ ذیقعدہ شروع سال بست ویکم سنہ ۱۰۹۸ کو روح اللہ خاں نے رستم خاں افغان پنی کے وساطت سے عبداللہ خاں سے پیغام سلام شروع کیے ابوالحسن کا بڑا معتبر نوکر عبداللہ خاں تھا اور اس دروازہ پر صاحب اختیار تھا جس کو کھڑکی کہتے ہیں۔ ایک پہر رات باقی تھی کہ روح اللہ خاں و مختار خاں و رستم خاں و صف شکن خاں و خواجہ مکارم زینون پر دمدمہ کے اوپر سے اور ان راہوں سے جو توپوں کی ضرب سے شکستہ ہوگئیں تھیں۔ عبداللہ خاں پنی کے اشارہ سے حصار میں داخل ہوئے۔ پادشاہزادہ محمد اعظم اپنی فوج کے ساتھ ہاتھی پر سوار دروازہ کی طرف آنکر فتح الباب کا منتظر رہا۔ ان لوگوں نے قلعہ کے اندر جاکر دروازہ کھولا قلعہ کے مفتوح ہونے کا آوازہ بلند ہوا۔ عبدالرزاق لاری نے حق نمک ادا کیا۔ تھوڑے ہی آدمیوں سے پادشاہی لشکر سے خوب لڑا۔ اور زخموں سے چور چور رہوا۔ موت نہ آئی تھی کہ اُس کو حسین بیگ کے گھر میں لوگوں نے پہنچا دیا۔

جب ابوالحسن کو اسکی خبر ہوئی اور اندر اور باہر سے جزع و فزع کی آواز بلند ہوئی۔ تو ابوالحسن نے خدمۂ محل کی تسلی میں کوشش کی اور ان سے رخصت ہوکر اپنے مکان خاص میں

آیا اور مسند پر مہمانہائے ناخواندہ کے انتظار میں بیٹھا کھانے کا وقت اس کا آگیا تھا اس لیے اُس نے بکاول بیچارہ کیا رکی ۔ روح اللہ خاں و بختیار خاں اور نامبردہ آئے تو زبانی سلام علیک میں سبقت کی ۔ وقار سلطنت کو ہاتھ سے نہیں دیا سب کے سلام کا جواب خودداری اور تعظیم کے ساتھ دیا اور ہر ایک سے گرمجوشی و فصاحت کلام سے متکلم ہوا عقلاء تجربہ کار نے کہا ہے کہ جب برگشتہ اختر صاحب ثمر دتوں کو خیل حوادث سے لیل و نہار سرو کار بیکار رو نما ہوتا ہے تو وہ حوصلہ برداری کو ہاتھ سے نہیں دیتے ۔ رضا و تسلیم کو اختیار کرتے ہیں صبح تک باہم صحبت بے نفاق رہی ۔ بکاول نے دسترخوان بچھایا ۔ اُس نے امرا کی صلا رکی ۔ ایک دو اُس کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے ۔ روح اللہ خاں نے عرض کیا ۔ مجھے تعجب ہے کہ آپ سے اس تشویش میں کھانا کس طرح کھایا جاتا ہے ۔ ابوالحسن نے جواب دیا کہ تم نے جو بات کہی وہ جمہور کا طریقہ ہے لیکن میرا اعتقاد اس خدا سے یہ ہے جس نے تجھے اور شاہ و گدا کو پیدا کیا ہے کہ وہ کسی وقت و حالت میں اپنی نظر لطف کو بندہ سے باز نہیں رکھتا ہے اور رزق مقسوم اسکو پہنچاتا ہے اگرچہ میرے بزرگوں کے جد پدری مادری نے ہمیشہ رفاہ اور آبرو کے ساتھ زندگی بسر کی ہے مگر کچھ دنوں مصلحت پروردگار کا اقتضاء یہ تھا کہ پندرہ سولہ برس تک میں فقیری کے لباس میں رہا پھر خدا نے مجھ عاجز پر وہ فضل کیا کہ جس کا مجھے یا دوسرے کو نشان گمان بھی نہ تھا ۔ ایک ساعت واحد میں میرے لئے پادشاہی کا سامان تیار کر دیا ۔ الحمدللہ کہ میرے دل میں کوئی ہوس اور آرزو باقی نہیں لاکھوں روپئے بخشے کروڑں خرچ کیئے ۔ اب سلطنت میں بعض اعمال ناشائستہ مجھ سے ایسے سرزد ہوئے کہ اس کے مکافات میں خدا نے نظر لطف کو مجھ سے اُٹھا لیا پھر بھی میں شکر کرتا ہوں کہ چند سال کی زیست کے لیئے عالمگیر دیندار کے ہاتھ میں میرے اختیار کی عناں دی ہے ۔ پھر وہ مالہاے مروارید گردن میں ڈال کر امرا کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوا شاہزادہ محمد اعظم دروازہ پر ایک چھوٹے خیمے میں اُترا ہوا تھا اس کے پاس ابوالحسن گیا اور خوشی سے مالۂ مروارید کہ اسکی گردن میں تھی اُتار کر نذر دی ۔ شاہزادہ نے

قبول کی اور بیٹھے پر بات رکھ کر اس کو تسلی دی اور اُس کو پادشاہ کی خدمت میں لایا پادشاہ نے بھی اسکی عزت کی اور دولت آباد میں بھیدیا اور اسکے احوال ضروری کے لائق خوراک پوشاک و خوشبوئیں مقرر کردیں کہ وہ فراغ بالی سے اپنی زندگی بسر کرے بعد اسکے ابوالحسن اور اسکے امیروں کے مال کے ضبط میں متصدیان شاہی مشغول ہوئے. عبدالرزاق بالکل بیہوش تھا کہ اس کو روح اللہ خاں کے پاس لائے جب صف شکن خاں کی نظر اسپر پڑی تو اُس نے کہا کہ یہ وہی لاری ناپاک بے ادب ہے اس کا سر کاٹ کے دروازہ پر لٹکانا چاہیے روح اللہ خاں نے کہا کہ مردہ کا سر جسکی امید حیات اصلا نہیں ہے بے حکم کاٹنا مروت سے دور ہے اسکی حقیقت پادشاہ سے عرض کی گئی۔ پادشاہ نے اسکے علاج کے لیے فرنگی اور ہندوستانی جرّاح مقرر کیے اور پادشاہ نے روح اللہ خاں سے کہا کہ اگر ابوالحسن پاس کوئی دوسرا نمک حلال نوکر عبدالرزاق جیسا ہوتا تو قلعہ کی فتح میں بڑا عرصہ لگتا. جب کچھ عبدالرزاق میں جان آئی تو پادشاہ نے اُسکو کہلا بھجوایا کہ میں نے تمھاری ساری تقصیرات معاف کیں اور پسر کلاں عبدالقادر کو اور بیٹوں کو جو لائق نوکری ہوں بھیجدو کہ منصب سے سرافراز ہوں اور باپ کی طرف سے تقصیرات کی تسلیمات بجا لائیں۔ جب یہ پیغام اس بہادر نمک حلال پاس پہنچا گو زبان میں لکنت تھی اس حال میں بھی اُس نے جواب دیا۔ کہ میں قدر دانی کے آداب شکر کی تقدیم کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں میری سخت جان ابھی تک نہیں نکلی ہے اس حال میں حیات کی امید رکھنا خیال محال ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے مجھے دوبارہ زندگی عطا کی تو بھی مراسم نوکری کی تقدیم مجھ سے متعذر ہے اور اگر نوکری بھی کرسکوں تو جس شخص کے گوشت و پوست نے ابوالحسن کے نمک سے پرورش پائی ہو وہ عالمگیر کی نوکری نہیں کرسکتا عالمگیر نے یہ سنکر فرمایا کہ جب وہ اچھا ہو جائے تو اس کا حال عرض کیا جائے۔

جب وہ اچھا ہوگیا۔ پادشاہ نے اسے نوکری کے لیے کہا۔ انکار کیا۔ پادشاہ نے اس کو اور اس کے بیٹے کو قید کرنے کا حکم دیا تو نوکری قبول کی۔

ابوالحسن کا جو مال ضبط ہوا اسکی تفصیل یہ ہے ۶۸ لاکھ ۱۵ ہزار ہون اور ۲ کروڑ ۳ ۵ ہزار روپیہ کل تخمیناً چھ کروڑ اسی لاکھ دس ہزار روپیہ اور اس کے سوا جواہر و مرصع آلات و ظروف طلا و نقرہ۔ جمع اسکے ملک کی ایک ارب ۵ اکروڑ تیرہ لاکھ دام دفتر میں لکھے تھے۔ تاریخ فتح عبدالکریم نے (فتح قلعہ گولکنڈہ مبارک باد) کہی۔ بادشاہ کو پسند آئی۔

جب بادشاہ نے حیدرآباد کی ولایت وسیع کو ضبط کر لیا اور اسکے تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا اور اطراف و جوانب میں ناظم و ضابطہ بھیجدیے۔ حیدرآباد کے نوکر تسلیم بجا لائے۔ اور انکو بقدر حالت سرفراز کیا۔ تو ولایت سکھر کی تسخیر کا قصد کیا جو بیجاپور اور حیدرآباد کے درمیان واقع ہے۔ وہاں بیدیا پریہ نائک قوم دھیڈہ کئی پیڑھی سے حکومت رکھتا تھا اور بارہ ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادہ کا سردار تھا۔ بڑے بڑے مضبوط قلعے اس پاس تھے اس کا مسکن حصانت میں بڑا مشہور تھا۔ بیجاپور اور حیدرآباد کے ساتھ ہمسری کا دعوی رکھتا تھا کوئی مسلمان اس کا استیصال نہیں کر سکا۔ بلکہ مسلمانوں نے اس کو اپنا معاون اور روز بد میں کام آنے والا جانا جب بیجاپور کا محاصرہ ہو رہا تھا تو رسد کے مارنے کے لیے چھ ہزار جنگی پیادوں کا لشکر بھیجا تھا جسکو فیروز جنگ نے قتل اور اسیر کیا تھا اور جب حیدرآباد کا محاصرہ ہوا تو پھر اُس نے مکرر وہی حرکت کی جو پہلے کر چکا تھا۔ غرض بارہ ہزار سپاہ وہ بادشاہ کی رسد کے روکنے کے لیے بھیج چکا تھا تو بادشاہ نے ایک لشکر بسرکردگی خاں مراد خاں خلف روح اللہ خاں تعین کیا کہ اُسکے ملک کو تاخت و تاراج و خراب کرے خانہ زاد خاں اسکے ملک میں آیا اور اور لشکر کے اطراف کے معموروں کو ویران کیا۔ اور قلعہ گلکنڈہ کی تسخیر کی خبر نے انتشار پایا تو وہ خواب پندار سے بیدار ہوا اور اُس نے کہا کہ ملک مالک الملک کو سپرد کرتا ہوں اور بادشاہ سلاطین پناہ کی اطاعت کرتا ہوں میری عزت میں فرق نہ آئے اور میری جان بچ جائے۔ خان مذکور نے بادشاہ کے حکم سے اسکے خان و مان کی حفاظت کی اور پرکاہ اس کا ضائع نہ ہونے دیا وہ قلعہ سے باہر خاں سے ملنے آیا دوم صفر ۱۰۹۹ھ کو اولیائے اسلام کو قلعہ سپرد کیا۔ خانہ زاد خاں نے

اس دیار میں جہاں کسی نے اذان کی آواز نہیں سنی تھی بانگ صلوٰۃ اور اذان کو بلند کیا اور قلعہ کے پہاڑ پر ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور پادشاہ کے حکم سے یہاں کی قلعہ داری ایک بندۂ شاہی کو سپرد کی اور پریہ کو ساتھ لیکر حضور میں آیا ۲ ربیع الاول ۱۰۹۹ھ کو پریہ پادشاہ کا قدمبوس ہوا اور بہ تقاضائے مصلحت اس کو پنجہزاری چار ہزار کا منصب ملا تھوڑے دنوں کے بعد وہ مر گیا۔ بڑا بدصورت تھا۔ پادشاہ نے اسکے بیٹوں اور اقربا کو مناسب مناصب پر مقرر کیا اور سکھر کا نام نصرت آباد رکھا اور اسکو ممالک محروسہ میں داخل کیا۔

پادشاہ کا دار الجہاد حیدرآباد سے دار الظفر بیجاپور کو جانا

باوجودیکہ حیدرآباد کی آب و ہوا پادشاہ کے مزاج کے ناموافق تھی مگر پادشاہ وہاں گیا جہاں جہاں بانی کا نتیجہ پیدا ہوتا تھا اس کو منظور تھا کہ سنبھا کو سزا دے۔ سکندر اور ابوالحسن کے ساتھ وہ موافقت رکھتا تھا۔ غرہ شہر ربیع الاول سنہ ۳۱ جلوس کو بیجاپور کی طرف چلا خان بہادر فیروز جنگ کو ۲۵ ہزار سواروں کے ساتھ مامور کیا کہ وہ مسعود حبشی سے قلعہ ادونی کو تسخیر کرے یہ حبشی سکندر عادل شاہ کے باپ کا غلام تھا۔ جب عادل شاہی دولت میں خلل پڑا تو اُس نے اُس کے صاحبزادہ کے ساتھ کافر نعمتی کی برائے نام اس کو حاکم بنائے رکھا۔ اور عمدہ خزائن و دفائن و امتعہ گزیدہ و جواہر نفیسہ خود قلعۂ مذکور میں لیجاکر متحصن ہوا۔ پادشاہ نے شاہزادہ محمد اعظم کو سنبھا کے استیصال کے لیے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا اور خود پادشاہ ۱۴ ربیع الآخر کو ظفرآباد بیدر میں آیا۔ ابوالحسن جس نے پندرہ برس کی حکومت میں کبھی سفر نہ کیا تھا اسکو ہر روز سواری کرنا دشوار تھی وہ اس عرصہ ایک کروہ مسافت طے کرکے محمدنگر میں آیا تھا اُس نے گوشہ نشینی کی التماس کی حکم ہوا کہ خان بہادر خاں اس کو دولت آباد میں پہنچائے اور کارپرداز اسکے خورد و خواب کا اسباب دنیا جو نازپروردوں کے لیے ضروری ہے مہیا کردیں اور پچاس ہزار روپیہ سالانہ ان ضروری اسباب کے لیے مقرر کیا۔ سویم جمادی الاولی کو پادشاہ گلبرگہ میں آیا سات روز قیام کیا اور ۲۲ ماہ مذکور کو پادشاہ بیجاپور میں آیا ہر صنف کے مساکین اور فقرا و گوشہ نشین جو شہر اور اُس کے نواحی کی برہم زدگی سے

نہایت محتاج ہو گئے وہ اس کم بخت حالت سے نکلے اور دلخواہ جمعیت ان کو حاصل ہوئی پادشاہ
نے بہت سے خستہ دلوں کو آسودہ کیا۔

نعمت خاں عالی اور وقائع نعمت خاں

نعمت خاں عرف میرزا محمد جس کا آخر کو خطاب دانشمند خاں ہوا۔ وہ اس عہد عالمگیری
کے مستعدوں میں سے ایک تھا۔ نظم و نثر و اکثر علوم عقلی اور نقلی سے بہرۂ تام رکھتا تھا۔
اُس نے محاصرہ حیدرآباد کا حال لکھا ہے جس کا نام وقائع نعمت خاں عالی مشہور ہے۔
شوخی طبع کے سبب سے اس کا کلام ہجو ملیح و بذلہ گوئی سے خالی نہیں۔ ضلع جگت پھبتی، پھکڑ کا
اس میں بڑا مزہ ہے کہتے ہیں کہ جب عالمگیر کو اسکی خبر ہوئی کہ اس طرح کے وقائع روزانہ
نعمت خاں لکھتا ہے تو اسکے خیمے کو گھیر لیا اور ان صندوقوں کو پادشاہ نے بھگوا دیا جنمیں یہ
وقائع تھے۔ چند وقائع جو یاران جلسہ نقل کرکے لے گئے تھے وہ باقی رہے۔ خافی خاں نے
بھی اس لڑائی کو بڑی آب و تاب سے لکھا ہے اور نعمت خاں عالی کے وقائع کی عبارتوں کو
بہت نقل کیا ہے جس سے وہ نعمت خاں کا بھائی بنا ہے۔ گو اس کا بیان نعمت خاں جیسا فحش
نہیں ہے مگر پھر بھی پایۂ تاریخی سے ساقط ہے۔ یہ دونوں ابوالحسن کی قابلیتوں اور لیاقتوں کی
بڑی تعریف کرتے ہیں کہیں لکھا ہے کہ ابوالحسن تاناشاہ نے پادشاہ سے کہلا بھجوایا کہ پانچ چھ لاکھ
تھیلے غلہ کے مجھ سے لے لیجیے اور فوج کو بھوکا نہ مرنے دیجیے۔ پادشاہ نے اسکے جواب میں
کلمات ناصواب کہے۔ کہیں لکھا ہے کہ قاضی شیخ الاسلام سے پادشاہ نے حیدرآباد اور
بیجاپور کی مہم کے جواز کا استفسار کیا تو اُس نے خلاف مرضی جواب دیا اس لیے وہ
حج کو جس کا مدت سے اس کا ارادہ تھا چلا گیا۔ عبداللہ اس خدمت پر مقرر ہوا اُس نے
عرض کیا کہ ابوالحسن مسلمان ہے اور حکم کی اطاعت کرتا ہے۔ محاصرہ اور جنگ کے سبب
دونوں طرف مسلمانوں کی ایک جماعت کشتہ ہوتی ہے اگر اس کے جریدۂ اعمال پر قلم
عفو کھینچی جائے۔ تو بحکم الصلح خیر۔ قتال و جدال موقوف ہو جائے۔ شریعت کے مطابق
مسلمانوں کے حال پر ترحم بیجا نہیں ہوگا۔ اس بیجا عرض کے جواب میں اُس کو

ان فتوحات کا اثر اور دکن کی بے انتظامی۔

سمجھایا کہ چند روز مجھے کو منانے آئے خافی خاں و نعمت خاں دونوں سخت شیعہ ہیں مذہب ان کو سنت جماعتوں کے کاموں کے بُرے رخ کو دکھاتا ہی اور اچھی رخ کو چھپاتا ہے اسیلے اگر اہل سنت کا وہ کوئی بھلا کام بھی لکھتے ہیں تو اس میں ایک رخنہ نکال دیتے ہیں خافی خاں نے قسم کھائی ہی کہ عالمگیر کا کوئی کام ایسا نہ لکھے جس میں تزویر و مکر و فریب نہ ہو کوئی اہلکار شاہی اس کا ہم مذہب ہوتا ہی تو اس کی ستائش کا طومار باندھتا ہی۔ آگے ہم مرہٹوں اور پادشاہ کے معاملات اور بعض اور مقدمات کو انگریزی تاریخوں سے نقل کرتے ہیں جس سے بالاجمال حال معلوم ہو جائیگا۔ پھر اس کی تفصیل فارسی تاریخوں سے کرتے ہیں۔ ان فتوحات سے اورنگ زیب کا گل مراد شگفتہ ہوا مگر اس کے مرتے ہی پژمردہ ہو گیا بیجاپور اور گولکنڈہ کی ریاستوں کو یوں خاک میں ملانا اور اس کو ممالک محروسہ میں شامل کرنا عقل دور اندیش کا کام نہ تھا کہ ان سلطنتوں کے سبب سے دکن میں مسلمانوں کی حکومت قائم تھی اور ان کے سبب سے امن آمان اور خاصہ انتظام رہتا تھا۔ مرہٹوں پر اسلام کا رعب اب تھا جب وہ برباد ہو گئیں تو اسکے متعلقین خواہ خواص خواہ عوام پراگندہ اور منتشر ہو گئے۔ پٹھانوں اور بیگانہ ملکوں کی سپاہ نے تو پادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور جو افسروں میں سے اپنے آقاؤں سے بیوفا بنکر یا بیکار ہو کر پادشاہ کی خدمت اور ملازمت میں آئے اُن کے دل بڑھانے اور درجے چڑھانے کے لیے پادشاہ کو اپنے موروثی کارپرداز موقوف کرنے پڑے اور باقی سپاہ اور افسر گیا تو سیتھاجی سے جا کر مل گئے یا بجائے خود قزاقی اور راہ زنی کا پیشہ اختیار کیا اسی طرح فساد اور نزاعوں کا دکن گھر بنگیا دور دور کے زمیندار اپنی خودمختاری کے لیے موقع تکتے رہتے اور مرہٹے جو جو لڑائیاں اور قزاقیاں کرتے اُن میں انکے رفیق بننے کو تیار رہتے کیونکہ وہ مرہٹوں ہی کو اپنے ان افعالوں کا حامی اور مددگار جانتے۔ اُن ہی کی ذات کو سرکشی کا بانی سمجھتے تھے اب یہ کیفیت تو دور کے زمینداروں کی تھی اور جو زمیندار کہ زیر طناب ہی بستے تھے وہ پادشاہ کی حکومت سے ناراض تھے۔ اور پادشاہ کے تعصب مذہبی سے

ہندوؤں میں بھی ایک جوش مذہبی پیدا کر دیا۔ ان وجوہ سے دکن کی فتح کا سہرہ کیا پادشاہ کے سر پر چڑھا تھا کانٹوں کا ہار اُسکے گلے میں پڑا تھا جسنے آخر اپنے زخموں سے گور میں اس کو پہنچایا حال میں جو فتوحات نصیب ہوئیں اُن سے پادشاہ نے یہ فائدہ اُٹھایا کہ ۱۶۸۸ء میں بیجاپور اور گولکنڈہ کی ساری قلمرو بلکہ اُن ریاستوں پر بھی جو جنوب میں اُنھوں نے فتح کیں قبضہ کیا اور ساہوجی کی جاگیر واقع میسور کو بھی دبا لیا۔ اور دن کاجی کے علاقہ کو تنجور تک محدود رکھا۔ اور سیواجی نے جو اپنے آخر وقت میں ملک فتح کیے تھے ان میں سے سب مرہٹوں کو مجبور کر کے نکال دیا۔ وہ اپنی پہاڑی قلعوں میں جا بیٹھے۔ اگرچہ پادشاہ نے سپاہیانہ اس ملک کو فتح کر لیا۔ مگر اس کے بندوبست اور انتظام کا نقشہ خوب نہ جما۔ چنانچہ اضلاع میں محاصل کا ٹھیکہ دیس مکھوں اور زمینداروں کو دیا جاتا اور اُن کی حکومت افسران جنگی کی سپرد ہوتی اور ان کو چوتھ محاصل خرچ تحصیل کے لیے دیجاتی۔ جو روپیہ وصول ہوتا تھا اُس میں سے یہ افسر اپنی فوج کی تنخواہ منہا دیکر باقی روپیہ پادشاہ پاس بھیجتے تھے اور اگر یہ اضلاع بعض اور افسروں کی تنخواہ میں کسی میعاد مقررہ تک جاگیر میں دیدیے جاتے تو وہ روپیہ بھی پادشاہ پاس نہ بھیجا جاتا۔ یہ افسر لے لیتے اور اکثر یہی ہوتا سیواجی کے کپوت سنبھاجی اپنے محلوں میں پڑے اینڈا کیے۔ اور اورنگزیب کی ان فتوحات کو دیکھا کیے مرہٹے تو اُس کی کاہلی اور سستی کا سبب یہ بتلاتے ہیں کہ اُس کے وزیر پنڈت کلوشا نے اسپر سحر کر دیا تھا مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ مغربی ساحل کے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی حسد اور سازشوں اور فسادوں سے نہایت عاجز اور پریشان تھا۔ عیاشی اور مے نوشی کی کثرت سے اُس کے قوائے جسمانی ضعیف ہو گئے تھے۔ ایک نامرد اور بیہودہ وزیر کے رایوں کا ایسا غلام بن رہا تھا کہ اُسے اُسکی اور اُسکے تمام قوم کی چستی اور چالاکی تیزی پھرتی یہ سب ٹھنڈی ہو گئی تھیں اگر ایسے وقت میں سیواجی زندہ ہوتا تو وہ دس بارہ گھنٹے میں سارے دکن کو مغلوں کے مقابل میں کھڑا کر دیتا۔ کیا وہ بیجاپور اور گولکنڈہ

کی ریاستوں کے ساتھ ہوتا گیا وہ انگریز اور پرتگیزوں سے مدد نہ لیتا۔ کیا وہ سیدی کو اپنا رفیق نہ بناتا۔ کیا وہ میسور کے ہندو راجہ جگ دیو جس کا آجکل اقبال چمکنے کو تھا اس کام میں شریک نہ کرتا کیا وہ اصلی آزاد باشندوں کو لڑائی کے لیے نہ کھڑا کرتا۔ یہ سب وہ ضرور کرتا مگر سنبھاجی نالائق کیا کرتا اُس کے تو خیال میں یہ ایک بات بھی نہ آئی اُس نے دکن کی سلطنت گھر آئی آوائی جان بوجھ کر گنوائی۔ شاہزادہ اکبر اسکے گھر آئے اور بار بار اپنے باپ کے مغلوب کرنے کی تدبیریں بتلائے۔ اور اسکے ساتھ سنبھاجی وہ طرز و طریقہ برتے کہ جسکے سبب وہ شہزادہ اُسے چھوڑ کر ۱۶۸۸ء میں ایران کو جلائے اس سے زیادہ کیا نالائقی اور کاہلی سنبھاجی کی ہو سکتی ہے (کہتے ہیں یہ شہزادہ ایران میں ۱۷۰۶ء میں مرگیا۔ شاہ ایران نے اُسکی بڑی آؤ بھگت کی)

سیواجی نے جو جنگی اور ملکی انتظاموں کی کُل بنائی تھی اب اُسکے سب پرزے ٹوٹ پھوٹکر برابر ہوگئے تھے۔ ایک قلعوں کا پرزہ باقی تھا اور وہ بیکار نہ ہوا تھا۔ مرہٹوں کے پاس جو میدانی ملک تھا اُسپر بادشاہ کا قبضہ ہوگیا تھا اور قلعوں پر محاصرے پڑے تھے۔ اور بعض اُنمیں سے چھین بھی گئے تھے۔ اگر سب قلعے چھن جاتے تو مرہٹوں کی سلطنت کا نام بھی نہیں رہتا۔ اُن سبکے نہ چھننے کا یہ سبب تھا کہ باوجود سنبھاجی کی کاہلی اور سستی کے بعض اُسکے سردار ہاتھ پیر ہلائے جاتے تھے۔ اور بادشاہی لشکروں کے مقابل میں تلوار چلائی جاتی تھی۔

یہ بات بڑے تعجب کی ہے کہ اس اولو العزم اور اکھڑ قوم مرہٹوں نے اپنی بہبود اور فلاح کے لیے سنبھاجی کو باوجود ان حرکات اور سکنات کے مار کیوں نہ ڈالا۔ اور ایک آدمی کے نہ مارنے سے اپنی قومی ترقی کو کیوں روکا مگر جو کام اُن کو خود کرنا چاہیے تھا وہ مرہٹوں کی خوش نصیبی سے بادشاہ کے ہاتھ سے ہوا اور یہ راجہ کہ مرہٹوں کے دیوتا کا پتر کہلاتا تھا مسلمان بادشاہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تو ہندؤں کا تعصب اور جوش مذہبی بڑے جوش میں آیا اور اُسنے مسلمانوں کو مزہ چکھایا اُسکے مارے جانے کی کیفیت یہ ہے کہ شیخ نظام حیدرآبادی مخاطب بہ مقرب خاں بادشاہ کا سردار مغربی

بالاگھاٹ پر کولا پور میں رہتا تھا وہ نہایت دلاور اور چست و چالاک از فنون سپہ گری اور ملکداری سے ماہر تھا اُس نے سنبھاجی کا عشرت کدہ سنگ میشور کو تحقیق کیا اور ساری اُسکی پیچدار کوہستانی راہوں سے آگاہ ہوا اور دفعتہً جانباز سپاہیوں کا گروہ لیکر چپ چاپ سنگمیز کے باغ میں کہ پچاس کوس اُسکے دار القرار سے تھا جا پہنچا۔ یہاں اجھا مع اپنے مصاحبوں کے باغ کی گلگشت فرما رہے تھے اور شراب کے نشہ میں چور بیٹھے تھے جب ملازموں نے دیکھا کہ یہ آفت سر پر آگئی تو راجہ صاحب کے ہرکاروں نے عرض کیا وہ نشے کے عالم میں مست تھا ایسی کب سنتا تھا اُلٹا ہرکاروں ہی کو للکارا۔ اور اس گستاخی میں اُن کی زبان نکلوائی۔ سر کو تن سے جدا کیا۔ کلو شاہ پنڈت لڑنے گئے۔ جاتے ہی تیر لگا۔ زخمی ہو کر پکڑے آئے۔ غرض مقرب خاں راجہ اور منتری دونوں کو اونٹوں کی پیٹھ پر کس کر گاجے باجے سے بادشاہی لشکر میں لایا۔ چاروں طرف تماشائیوں کا اژدحام تھا اور لعنت ملامت کا غل شور تھا۔ بادشاہ کے سامنے راجہ آیا اور قیدخانہ میں بھجوایا گیا۔ بادشاہ اسکو جیتک زندہ رکھنا چاہتا تھا کہ اُسکے ذریعے سے تمام کوہستانی قلعوں پر قبضہ ہو جائے۔ مگر جب اُسکو بادشاہ نے مسلمان ہونے کا پیغام بھیجا تو سنبھاجی بھی آخر سیواجی کا بیٹا تھا باپ کے قدیمی دشمن کے ہاتھ سے یہ نوبت ذلت اور خواری کی جب پہنچی جس سے مرنا بہتر ہے تو وہ جوش میں بھر آیا اور یہ جواب لیرانہ دیا۔ کہ بادشاہ سے کہدو کہ اگر وہ اپنی بیٹی بیاہ دے تو مسلمان ہو جاؤنگا۔ اور اُسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ دو چار صلواتیں خدا اور رسول کو سنا دیں یہ جواب تلخ جب بادشاہ کے کانوں میں پہنچا تو اُس نے مصلحت ملکی سلام بھیجا اور حرارت اسلامی میں آنکر سنبھاجی کو ایسی بُری گت سے مارا کہ اول اسکی زبان کٹوائی۔ پھر اُس کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروائیں اور گردن اوڑائی۔

کلو شاہ جی کا بھی کام تمام کیا اگرچہ مرہٹوں کا دل سنبھاجی سے نفرت کرنے لگا تھا مگر اپنے دیوتا کے بیٹے کا اس بری گت سے مارا جانا وہ دیکھ نہ سکے اور اُنکے غیظ و غضب

اور عزت و حمیت کے جوش کی کوئی حد باقی نہیں رہی۔ غرض اس جان کے جانے سے انکے عزم مردہ میں جان پھر آئی۔ اور جوش و خروش اور مذہبی دلولے انکے دلوں میں ایسے پیدا ہوئے کہ پہلے کبھی نہیں پیدا ہوئے تھے۔ مگر اب ان میں جان باقی نہیں رہی تھی۔ سپاہ کا انتظام بگڑ گیا تھا وہ فقط لوٹنا جانتے تھے تو عہد سے ناآشنا ہو گئے تھے میدانی ملک سارا چھن گیا تھا قلعے جو باقی تھے وہ سامان قلعداری سے خالی تھے نہ بارود نہ گولہ نہ غلہ نہ گھاس۔ قلعہ دار نالائق۔ سوا اسکے پادشاہ کی شجاعت اور اسکی کثرت سپاہ اور تدابیر اور عقل کی شہرت نے انکے دل میں ایسی ہیبت بٹھادی تھی کہ مغلوں کی فوج کے سامنے میدان جنگ میں آنے سے بدن لرزتا تھا۔ سنبھاجی کی وفات کے بعد بڑے بڑے افسر رائے گڈھ میں جمع ہوئے ان میں سنبھاجی کی بی بی جیسو بائی اور اسکا بھائی راجہ رام جو جنم قیدی بھائی کی مخالفت سے ہوا تھا موجود تھے سب نے بالاتفاق سنبھاجی کے پسر شیر خوار سیواجی کو راج گدی پر بٹھایا۔ اور راجہ رام کو اسکا نائب بنایا۔ اب مرہٹوں نے اپنے سب کارخانوں کو درست کرنا شروع کیا۔ قلعوں میں کھانے پینے کے ذخیرے بھرے۔ قلعہ دار لائق مقرر کئے جو ساہوجی کا انتظام تھا۔ سپاہ میں پھر جاری ہوا اگرچہ اس وقت خزانہ کا حال ایسا ابتر تھا کہ لٹیری سپاہ کو تنخواہ دار سپاہ بنانا مشکل تھا۔ رفتہ رفتہ ایسی تدبیریں کی گئیں کہ یہ مشکل رفع ہو گئی۔ ایک افسر نے سلحداروں کو سارے ملک میں پھیلا دیا اور پھر ایسا انتظام کر دیا کہ حسب وقت ضرورت ہو جمع ہو جائیں۔ غرض ایک عزت قومی کا جوش جو بعض افسروں میں پیدا ہوا تھا وہ وبا کی طرح سارے ان کے پیرووں میں پھیل گیا۔

۱۶۹۰ء فتح رائے گڈھ

سنبھاجی کی بی بی اور بیٹے نے رائے گڈھ میں اقامت اختیار کی اور اس کو خوب مستحکم کیا اور غلہ و کاہ اور اور سامان جمع کیا۔ اعتقاد خاں نے جس کا اب لقب ذوالفقار خاں ہو گیا تھا اس قلعہ کا محاصرہ کیا اور ایک ملولی سردار نے اس کو قلعہ کی راہ ایسی بتلا دی کہ قلعہ فتح ہو گیا اور ۱۵۔ محرم سنہ ۱۱۰۱ھ کو شیر خوار راجہ پکڑا گیا اور ماں بھی اس کے ساتھ گرفتار ہوئی مگر اس گرفتاری سے کچھ مرہٹوں کے دل افسردہ نہ ہوئے۔ ان قیدیوں کی پادشاہ کے بیٹی نے بڑی خاطر کی اور سوا اس کے کوئی اور ان پر قید نہ رکھی کہ وہ مرہٹوں سے نہ ملنے پاویں قلعے پنالا اور

اور میرچ بھی ذوالفقار خاں نے فتح کر لئے۔

اب راجہ رام پہلے ہی سے چاروں طرف ایسے مقامات مستحکم اور استوار کی تلاش میں پڑا پھرتا تھا کہ جہاں سے دشمنوں کا مقابلہ ہو سکے اس نے کیا کیا کہ اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں ہے کہ کرناٹک پائیں گھاٹ میں چلا جائے۔ چنانچہ اس نے مہاراشٹر میں جو اضلاع ابتک باقی تھے ان میں دورہ کیا اور وہاں کے حاکموں کی تسلی اور تشفی کی اور ملک کی حفاظت اور حراست کا اچھی طرح انتظام کیا۔ اور کنارہ کنارہ بھاگ کر اور دشمنوں کے تعاقب سے نہایت چالاکی سے جان بچا کر جنجی میں داخل ہوا اس کے ساتھ ایک گروہ جوانمرد صاحب ہمت اولوالعزم مرہٹوں کا بھی تھا۔ یہاں داخل ہوتے ہی موافق دستور اور رسم کے راج گدی پر بیٹھا اور امرا کا دربار مقرر کیا۔ اور جاہ اور منصب اور جاگیر امیروں کو عطا کئے۔ اور جاگیروں کے بانٹنے میں یہاں تک فضول اختیار کی کہ جو بادشاہی ملک کبھی مرہٹوں کے ہاتھ نہیں آئے تھے وہ بھی تقسیم کر دئے۔ یہ اس کے نصیبوں کی یاوری تھی کہ اس کو ایک صلاح کار اور خیر خواہ پنڈت پہلاد ہاتھ لگ گیا اس کی بڑی لیاقت یہ تھی کہ وہ ان کاموں کو اختیار کرتا تھا کہ جن کے انصرام کرنے میں سارے اور افسر دل وجان سے متفق ہو کر مصروف ہو جاتے تھے۔

سچ یہ ہے کہ اگر سیواجی نہ پیدا ہوتا تو مرہٹوں کا نام بھی کبھی تاریخ میں نہ سنا جاتا اس نے طبیعت میں ایک ایسا جوش پیدا کر دیا کہ گویا ساری اپنی قوم کو از سر نو ایک ہی طبیعت کا بنا دیا فقط اس بات کی ضرورت تھی کہ خاص آدمی ایسے پیدا ہوں کہ اس نئی طبیعت سے کام لیں ان کا اخلاق اور عادات اور لڑائی کا طور طریق ایسا ہو گیا تھا کہ وہ اپنی مصلحت کے کاموں میں متفق اور متحد ہو جاتے تھے۔ چنانچہ اس وقت اپنی مصلحت اس میں دیکھی کہ اپنے زبردست دشمن کے سامنے کان نہ ہلائیں۔ اور سامان بھی اپنے پاس ایسے نہ رکھیں کہ جس سے دشمن کا دل ان پر حملہ کرنے کے لئے چاہے۔ اور تاک میں بیٹھے رہیں جب کوئی موقع ہاتھ آئے تو دشمنوں پر حملہ کرنے میں بھی نہ چوکیں۔ جن سرداروں پاس ریاستیں تھیں ان سب نے ظاہر میں بادشاہ کی اطاعت اختیار کر لی

راجہ رام کا بھاگنا اور اس کے حالات

اور اس پر یہ اور طرہ تھا کہ وہ خدمت گزاری اور جاں نثاری کے اظہار میں اوروں سے سبقت لیگئے تھے۔ مگر درپردہ باغیوں سے ملے ہوئے تھے اُن سے آمد و رفت رکھتے تھے۔ انکی لوٹ مار کی مہموں میں اپنے نوکروں کو انکے ساتھ شامل ہونے دیتے تھے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ گروہ کے گروہ انہیں داخل ہونے کے لئے بھیجدیتے تھے۔ غرض ان کے اس نفاق اور جاسوسانہ حکمتوں نے جو نقصان دشمنوں کو پہنچایا وہ علانیہ دشمنی سے نہ پہنچ سکتا تھا۔ جب یہاں کے سپاہیوں نے دیکھا نہ کوئی خزانہ ایسا معمور ہے کہ جس سے انکو تنخواہ باقاعدہ ملے۔ نہ کوئی حکومت ایسی ہے کہ جس کا کچھ اثر ہو تو انہوں نے اپنی لقمہ رسانی کیلئے راہ اور ہی نکالی۔ لوٹنا کھسوٹنا۔ قزاقی۔ راہزنی ابتدائی ہی سے اس قوم کو پسند تھی۔ انکے یہاں فتح کے یہی معنے تھے کہ دشمن کو لوٹ لینا۔ سیواجی کی ابتدائی قزاقی سے آخر اس قوم کے عروج تک اسکا یہی وتیرہ اور پیشہ رہا۔ اس قوم میں سے ہر متنفس کو اپنی لوٹ کا لالچ ایسا تھا کہ وہ جب کسی اپنے مطلب برآری کیلئے متفق ہوتے تھے تو گورنمنٹ کی طرف سے ایک ادنی تحریک اور ترغیب پر وہ ایک سپاہ جرار باقواعد اور شائستہ سے زیادہ خوفناک اور پرخطر ہو جاتے تھے۔

جب اورنگ زیب ان چوٹوں اور پنڈاروں کو ان کے کوہستانی وطن میں تلاش کر رہا تھا تو وہ کہیں ان کو مجتمع نہ ہونے دیتا تھا اس لئے اپنے سردار ذوالفقار خاں کو اس قلعہ کے فتح کرنے کے لئے بھیجا کہ نام و نشان مرہٹوں کا باقی نہ رہے۔ مگر جب وہ ۱۶۹۰ء میں اس قلعہ کے پاس پہنچا تو اُسے معلوم ہوا کہ یہ قلعہ ایسا مستحکم ہے کہ اس کا فتح کرنا تو درکنار اس کا محاصرہ بھی نہیں ہو سکتا اس لئے پادشاہ سے کمک مانگی اور اضلاع سیراب اور شاداب ترچناپلی اور تنجور کی طرف اسباب ضروری کے بہم پہنچانے کے لئے چلا گیا اس کمک کا مانگنا آسان تھا۔ مگر ملنا مشکل تھا۔ اب مرہٹوں نے ایک طوفان برپا کر دیا۔ ایسا انہوں نے جو طریقہ یا دستور اپنی لڑائی کا اور دشمنوں سے مقابلہ کا نکالا۔ وہ سیواجی کے طریقہ سے بھی زیادہ کامیابی کا سبب ہوا پادشاہ نے اپنے بیٹے مرزا کام بخش کو قلعہ واکن کھیڑہ کی فتح کے لئے بھیجا تھا۔ یہ قلعہ بیجاپور کے پاس ہے۔ اس میں کوئی سرداران لٹیرے مرہٹوں میں سے تھا وہ ایسا مضبوط قلعہ تھا کہ مرزا

جنجی کے قلعہ کا محاصرہ ۱۶۹۰ء

کام بخش کی سعی اور محنت سے کچھ کام نہ نکلا تو اب پادشاہی فوج کی چاروں طرف ضرورت یوں پڑی کہ مرہٹے میدان میں لڑنے بھڑنے کے لئے پھر تیار ہوئے۔ جب راجہ رام جنجی میں راجہ ہوا تو اُس نے سنتاجی گھورپڑی اور دھناجی دو چالاک سرداروں کو تفریح طبع کے لئے اپنے ملک میں بھیجا تاکہ اثنا راہ میں انسے بیجاپور کی فوج ملی۔ یہ فوج ریاست کے برباد ہونے سے معزول ہو گئی تھی اُسکے گروہ ملک کو لوٹتے پھرتے تھے جب انہوں نے ان نامور دلاور سرداروں کو دیکھا تو تمام دہات سے نکلے اور انکے نشانوں کے نیچے بیشمار جمع ہو گئے مرہٹوں کا جو رہا سہا ملک تھا اسکے انتظام کیواسطے رامچندر پنتھ کو راجا رام نے مقرر کیا تھا اس نے بھی ۱۶۹۲ء میں لوٹ مار کی ترغیب تحریص سے ایک لشکر کا لشکر اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر لیا اور یہ اُس نے تدبیر اور تجویز کی کہ جو سپاہیوں میں سرگروہ تھے ان کو یہ اختیار دیا کہ جو ملک مرہٹوں کی سلطنت سے خارج ہیں ان سے چوتھ وصول کریں اور سوا اس کے اور حقوق مرہٹوں کے جتلاتے رہیں۔ اور جو ملک اس چوتھ کو نہ ادا کریں ان کو خوب لوٹیں اور ماریں اور اس محاصل سے فوج کی تنخواہ ادا کریں۔ اور جو لوٹ ہاتھ لگے وہ لوٹنے والوں پاس رہے۔ سوا اس کے ہر سرگروہ کو اختیار ہے کہ وہ اپنے فائدہ کے واسطے ایک اور خراج دانہ گھاس کے نام سے وصول کیا کریں۔ یہ ترغیبیں ایسی تھیں کہ جتنے مرہٹے سوار تھے وہ سب کے سب باہر نکل پڑے۔ ان لوٹنے والوں گروہوں کے مختلف سرگروہ مشہور اور نامور ہوئے۔ کبھی وہ علٰحدہ علٰحدہ ملکوں پر ہاتھ پھینکتے تھے اور پادشاہی رعایا کے مال اور دولت سے اپنے دامن پُر کرتے تھے کبھی سب شریک ہو کر صلاح اور مشورہ کرتے۔ پھر یورش اور غارتگری پر قدم بڑھاتے۔ سنتاجی اور دھناجی بڑی سپاہ رکھتے تھے اور ان لٹیروں میں بڑے نامور ہوئے غرض سارا دکن اس لوٹ مار سے برباد اور تباہ ہو گیا۔

مرہٹوں اور مغلوں کی فوجوں کا طور و انداز

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ پادشاہ کے لشکر کی کیا شان و شوکت تھی۔ اس شان اور شوکت کے سبب سے فوج کا بھی رنگ ڈھنگ عجیب غریب ہو گیا تھا۔ اکبر کے شائستہ اور نرم آئینوں نے اور ملک کی مدت کے امن چین نے ہندو مسلمانوں کے میل جول نے مغلوں کی سپاہ کو نرم اور آرام طلب بنا دیا۔ زمانہ میں انقلاب ضرور ہے ادنیٰ سے اعلیٰ اور اعلیٰ سے ادنیٰ [illegible]

مفلسوں اور وحشیوں کو حوصلہ ہوتا ہی تو بڑے بہادر بنجاتے ہیں اور جو چاہتے ہیں سو کر ڈالتے ہیں جب انکو فراغت اور عشرت نصیب ہوتی ہی تو کاہل اور آرام طلب ہو جاتے ہیں پھر انکی جان کے لئے ویسے ہی دشمن کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جیسے وہ خود اوروں کے لئے ہوئے تھے۔ اب یہ پٹھانوں میں سے فن سپہ گری مٹ گیا تھا فوج میں نہ نشان تیموری اور نہ بابری کا کوئی نشان باقی رہا تھا۔ کیا وہ سواروں کے بگٹٹ ایلغار ہوتے تھے یا اب رسالدار جو اپنا رسالہ لیکر چلتا تو یہ معلوم ہوتا کہ کسی برات کو دولہا ساتھ لئے جاتا ہے۔ سوا اسکے سواروں کی گھوڑوں کو دیکھو تو چاندی سونے کے بھاری بھاری ساز کسی پر چڑاؤ زین دہرا۔ کسی پر زر دوزی چار جامہ کسا دُمچیاں اور پاکھریں پٹھوں پر پڑیں جنمیں قاقم اور سنبور کی جھالر۔ کلابتون کے بندنے۔ دم اور ایال تمام رنگین گلے میں سراگاؤں کی جوہریاں ٹکیں۔ سر پر کلغیاں دہریں۔ اور پانوں میں جھانجن پڑے۔ ریشمی باگ ڈوریں سائیس ہاتھ میں لئے یہ تو گھوڑوں کی کیفیت تھی۔ اب ان گھوڑوں کے سواروں کا حال یہ تھا کہ انکے بدن پر ریشم اور پشم کے دگلے روئی کے گالوں سے بھرے اور ان پر زرہ بکتر پہنے چار آئینہ لگائے غرض نہ یہ سوار نہ یہ گھوڑے لڑائی کے کام کے ہوتے تھے۔ موٹے تازے خوب ہوتے تھے۔ مگر دشمنوں پر حملہ کرنے اور مہینوں کے سفر کرنے میں انکا دم آخر ہو جاتا تھا یہ تکلفات بیجا کی وبا گو ساری سپاہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ مگر ایک آفت اور سب سے زیادہ یہ تھی کہ انتظام سپاہ میں کوئی نظم و آئین نہ تھا۔ باوجودیکہ عالمگیر خود ذرا ذرا کام دیکھتا۔ اور سب کارخانوں کو تفتیش کرتا۔ مگر منصب داروں نے اس کو یہ دغا کی کہ آدھی سپاہ تو سپاہ رکھی اور باقی آخور کی بھرتی اپنے خدمتگاروں اور چوڑہے چماروں سے پوری کی۔ جنکی بری صحبت سے بھلے مانسوں کا ستیاناس گیا۔ غرض فوج نہ اوروں کی نگہبانی کرتی اور نہ اپنا پہرہ چوکی دیتی۔ اپنے اور اپنے گھوڑوں کی کنگھی چوٹی میں وقت ضائع کرتی۔ ایک فرانسیس اس فوج کا بیان لکھتا ہی کہ اس فوج کی تنخواہیں بڑی بڑی ہیں۔ مگر کچھ کام کاج نہیں نہ پہرہ کوئی دیتا ہی نہ چوکی۔ نہ دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہے۔ غرض یہ سب تحریر مورخوں کے مبالغہ آمیز ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس بادشاہ کے عہد میں وہ چستی اور چالاکی باقی نہ رہی جو بابر اور اکبر کے عہد میں تھی۔ عیش دوست اور آرام طلب سب سردار ہو گئے۔ قاعدہ ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ کی تقلید

کرتے ہیں۔ افسروں کے ساتھ سپاہی بھی آرام جو ہوگئے۔ اب انکے سامنے دشمن (مرہٹے) آئے تو وہ جنھوں نے کبھی عیش کی صورت بھی نہ دیکھی تھی فقط ایک انگرکھا جانگیا پہنتے۔ ایک چھپی پگڑی باندھتے کر کسی ہاتھ میں تلوار بھالا لئے گھوڑوں پر سوار بیس کوس ہوا کھانے جائیں۔ اور ضرورت پیش آئے تو سو کوس اڑ جائیں اور باجرہ پیاز خوشی خوشی کھائیں خیمہ لگائیں نہ بچھونا بچھائیں۔ زین پر لیٹ جائیں۔ گھوڑے کے باندھنے کی کھونٹی بازو کو بنائیں۔ انکا طریقہ لڑنے کا یہ تھا کہ بادشاہی فوج کے بھاری حملوں کے سامنے انکے پیر نہ جمتے تھے۔ اور ایک ایک ہوکر تتر بتر ہو جاتے۔ اور قریب کے پہاڑوں میں یا ادہر ادہر گڑھوں میں گھس بیٹھتے تھے اور جب مخالف اپنی صف بندی کو چھوڑ کر انکے پیچھے جاتے تو اکیلے دکیلے کو سنگوا لیتے یا کسی کو بیچ کی اوٹ آڑ میں یا کسی ایسے مقام میں جہاں چھوٹی چھوٹی گروہ ہوکے ان پر حملہ کرنا جان جوکھوں سے خالی نہ ہوتا۔ چھپ کر اکٹھے ہوتے تھے۔ اور جب تعاقب کرنیوالے دل شکستہ ہوکر اپنے ہارے تھکے گھوڑوں کو لیکر واپس لوٹتے تھے تو آناً فاناً وہ ادہر ادہر سے اکٹھے ہوکر انپر گرتے۔ اور اگر انکی صفیں ٹوٹی ہوئی دیکھتے تھے تو بے ساختہ حملہ کرتے تھے۔ غرض ان کا یہ کام تھا کہ دشمن کی پشت اور بازوؤں پر متفق ہوکر چھوٹے پھرتے تھے۔ گاہ گاہ ایک ایک کرکے تعاقب کرنیوالوں میں گرتے تھے۔ غرض ان کی یہ ہوتی کہ دشمن کے قول پر توڑہ دار بندوقیں ماریں یا متفرق سپاہیوں کو بھالے کی انی پر رکھ کر ہلاک کریں رسدوں کے لوٹنے اور باربرداریوں کے تباہ کرنے کا ان کو بڑا شوق تھا۔ وہ بادشاہی فوج کی رسد کی خبر رکھا کرتے تھے۔ اور ان کے لوٹنے میں آنکھوں میں گھر کرتے تھے۔ بادشاہی سپاہ کو خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ کہ وہ یہاں چھپے ہوئے ان کی رسدوں کی تاک میں بیٹھے ہیں۔ دفعتہً وہ رسد پر گرے اور سارے بیل اونٹ جو خوب حرست سے آتے تھے پکڑ کر لیگئے اور اگر خزانہ شاہی کا پتا لگا تو پھر جھگٹ کے جھگٹ اکٹھے ہوتے اور خوب داؤں گھات لگاتے اور جان توڑ کر اسپر ٹوٹتے تھے مغلوں کی سپاہ منزل بمنزل چلتی تھی۔ تو وہ ان کے خطوں کی ڈاک اور کبھی کبھی پانی کی رسد کو بند کر دیتے تھے اور جب مغل لاچار ہوکر انکی اطاعت اختیار کرتے تھے تو سواروں کے گھوڑے اور بھاری بھاری چیزیں چھینتے اور سرداروں سے بہت سا روپیہ لیکر قید سے رہا کیا کرتے

ہندوستان سے پادشاہ پاس سپاہ کی تازی کمک اور خزانہ آیا کرتا تھا اس لئے سنتاجی اور دہناجی پادشاہی فوج اور ہندوستان کے درمیان میں ۱۶۹۳ء میں آن پڑے۔ کئی دفعہ اُنہوں نے پادشاہی سپاہ کو شکست دیکر خزانہ چھین لیا۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ مغل ان مرہٹوں کی کچھ اصل نہ سمجھتے تھے یا اب ان سے خائف رہنے لگے۔

* محاصرۂ واکن کھیڑا

واکن کھیڑا ایک قلعہ بیجاپور کے پاس تھا۔ اُس کے محاصرہ میں مرزا کام بخش پادشاہ کا بیٹا اور بخشی الملک بہرہ مند خاں دونوں مدت سے معروف تھے۔ مگر کوئی نتیجہ اُنکی کوشش کا نمایاں ہوا تھا۔ پادشاہ نے بخشی الملک روح اللہ خاں کو وہاں بھیجدیا۔ اور شاہزادہ کو حکم دیا کہ وہ جمدۃ الملک اسدخاں پاس جو ایک اور قلعہ کی تسخیر میں سرحد کرناٹک پر معروف تھا چلے۔ جب وہ یہاں آیا تو پادشاہ نے حکم اپنی عادت کے موافق دیا کہ وہ اور جمدۃ الملک دونو جنجی جاکر ذوالفقار خاں کی کمک کریں۔ وہاں دشمنوں کی کثرت اور سامان رسد اور آذوقہ کی قلت سے پادشاہی فوج پر بُری بن رہی ہے۔ اب یہ شاہزادہ منزل بمنزل جنجی کیطرف چلا۔ بہرہ مند خاں نے جب اس شاہزادہ کی خودسری دیکھی تو چرب نرم باتیں بناکر اُس سے اجازت حاصل کی اور پادشاہ پاس چلا گیا۔ جمدۃ الملک پیرانہ سالی میں شاہزادہ کی رفاقت سے گھوڑے پر سوار ہونے سے رنجیدہ تھا غرض راہ میں رنجش کا آغاز ہوا۔ اب بعض مورخ لکھتے ہیں کہ ذوالفقار خاں کو اس قدر اس مہم میں کام بخش کا مقرر ہونا ناگوار ہوا کہ اس نے دشمنوں کی خبریں پہنچاکر محاصرہ کے کام کو ایسا دشوار کردیا کہ تین برس تک آیندہ کچھ کام نہ ہوسکا اور محصورین بخوبی مقابلہ کرتے رہے (جمدۃ الملک ذوالفقار خاں کا باپ تھا) جنجی کے محاصرہ پر پانچ برس گذر گئے اور وہ نہ فتح ہوا۔ بلکہ ایک آفت عظیم اس کی دیواروں کے نیچے پادشاہی لشکر کے سر پر یہ آئی کہ سنتاجی گھورپوری جو ایک عالی حوصلہ اور اولوالعزم مرہٹوں کا سردار دکن میں تھا ۱۶۹۶ء میں وہ جنجی کے محاصرہ اٹھانے کے واسطے چلا۔ اور ایک مرہٹوں کا سردار دہناجی تھا وہ بھی آفت روزگار تھا اور دور دور کی باتیں سوچتا تھا پادشاہی لشکر پر جو محاصرہ کے ارادہ سے متفرق مقامات پر پڑا تھا بے خبر آنکر اُن پر حملہ آور ہوا اور ان کو نقصان عظیم پہنچایا۔ سنتاجی نے یہ ایک فتح

راہ میں پائی کہ ضلع کوریاک میں علی مردانخاں حاکم تھا اس پر اس نے حملہ کیا اور تمام خیموں اور اسباب کو چھین لیا۔ اور پھر اس حاکم کو بھی گرفتار کر لیا۔

فتوحات حاصل کرتا ہوا اب وہ محاصرین کے قریب گیا۔ اور یہ سیاہیانہ پیچ کھیلا کہ مرزا کام بخش کو خفیہ پیغام بھیجا کہ اب پادشاہ مر گیا ہے۔ میں آپ کی تخت نشینی کے واسطے ہر طرح کی کوشش و سعی کرنیکے لئے موجود ہوں۔ یوں ان دونوں میں خط و کتابت شروع ہوئی۔ ذوالفقار خاں چاروں طرف کان لگائے رکھتا تھا اس نے ایک ہزار روپیہ جاسوسوں کو دیکر سارا حال اس سازش کا دریافت کر لیا اور پادشاہ کو لکھکر بگل اس کے انتظام کا اختیار حاصل کر لیا اور مرزا کام بخش کے خیمے پر خفیہ پہرہ بٹھا دیا۔ مگر جب جاسوسوں کے زبانی یہ معلوم ہوا کہ آج کی رات کو شاہزادہ دشمنوں سے مل جائیگا تو سب امرا میں باہم مشورہ ہو کر یہ امر قرار پایا کہ علانیہ شاہزادہ کے خیمے کے گرد چوکیدار اور پہرے بٹھا دئے جائیں۔ غرض اس کو بالکل قید کر لیا۔ اور قلعہ کے گرد سے تمام تھانہ داروں کو بلا لیا۔ جب دشمنوں کو پادشاہی لشکر میں اس نا اتفاقی کی خبر پہنچی تو اس حال میں انہوں نے شادان ترحاں تازاں نازاں بیس ہزار سواروں سے پادشاہی لشکر پر حملہ کیا۔ اس وقت کیا برا حال پادشاہی لشکر کا تھا۔ عمدۃ الملک تو لشکر گاہ میں فقط مرزا کام بخش کی حراست کر رہا تھا۔ ذوالفقار خاں باہر اپنے مورچوں کو بنا رہا تھا اور بھاری توپوں کو جب ساتھ نہ لے سکا تو ان میں میخیں ٹھوک کر بیکار کر گیا۔ اور دوسری جگہ جاکر مورچے جمائے اور گرد اسکے خندقیں کھودیں۔ یوں کیا محاصرین تھے یا محصورین بن گئے۔ اگرچہ ذوالفقار خاں میدان میں نکلا اور دو ہزار آدمیوں سے ایسا مقابلہ کیا کہ دشمنوں کو شکست دی اور بہت سی غنیمت ہاتھ لگی۔ مگر بعد چند لڑائیوں کے اس بات پر صلح ہوئی کہ وہ بیس میل کے قریب وندیا ویش میں جاکر مقیم ہو اور وہاں پادشاہی حکم کا منتظر رہے پادشاہ کا یہ حکم آیا کہ عمدۃ الملک اور شاہزادہ چلے آئیں۔ ذوالفقار خاں وہاں رہے اور اسی کو بالکل اختیار اس مہم کا رہے۔ اب ذوالفقار خاں نے پھر محاصرہ نہ کیا بلکہ وہ جنوب کی طرف چلا گیا۔ بعض مورخ اس حرکت کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ وہ دشمنوں کے

سازش رکھتا تھا اور دیدہ و دانستہ لڑائی کو طول دیتا تھا اور اس میں اُس کا مقصود یہ تھا کہ سپاہ عظیم کی سپہ سالاری اور مدار المہامی پادشاہ کے مرتے دم حاصل رہے کہ نیا پادشاہ اوس کو سمجھے۔ پادشاہ اب چند روز کا مہمان معلوم ہوتا تھا (سب سازشوں کا حال جو لکھا گیا ہے وہ فقط مورخوں کے خیالات اور قیاسات ہیں قابل اعتبار نہیں) اب اس فرصت دینے کا نتیجہ یہ تھا کہ قاسم خاں جو ایک ممتاز افسر پادشاہ کا تھا۔ جب وہ سنتاجی کے روکنے کے لئے ایک بڑا حصہ سپاہ کا لایا تو اس نے جیتل ورگ واقع میسور میں بھاری شکستیں پائیں۔ اور جب وہ مجبور ہو کر ایک قصبہ کی طرف بھاگا تو وہاں کے باشندوں نے اُسے پناہ نہ دی غرض ایک قلعہ میں وہ محصور ہوا۔ اور یہاں تک اُسکا حال تنگ ہوا کہ زہر کھا کر اس دُنیا کی ندامت سے چھوٹا اور ساری سپاہ نے جو ایک چوتھائی سے بھی کم باقی رہی تھی اپنے تئیں دشمنوں کے حوالہ کیا۔ دشمنوں نے اُنکو روٹی اور پانی دیا۔ پھر ایک اور فوج شاہی کو سنتاجی نے شکست دی۔ اگرچہ ذوالفقار خاں اپنی حکمتیں کیا کیا مگر اورنگ زیب جیسے پادشاہ دانشمند کے روبرو ان حکمتوں کا مدت تک چلنا دشوار تھا۔ اب وہ سوچا کہ اگر جنجی نہ فتح ہوگی تو بڑی ندامت سے پادشاہ پاس جانا پڑیگا۔ اسلئے اُسنے شعبان ۱۱۰۹ھ میں جنجی پر حملہ کرکے فتح کرلیا۔

مگر پھر بھی راجہ رام کو مع اہل و عیال خیر و عافیت سے نکلنے دیا۔ وہ چار رانیاں اور تین بیٹے اور دو لڑکیاں اور اپنے دوست آشناؤں کو کشتی میں بٹھا کے لے گیا اس فتح پر عالمگیر نے حیدر علی خاں بخشی کو لکھا ہے کہ جنجی فتح شد و ما نا رحرلی بگر یخت گرفتنش چنداں کار نہ بود ما از اغماض کہنہ عملان از دست رفت۔ اس فتح سے سوا اور قلعے جو عمارت ملک کرناٹک سے ہی اور کئی بنادر زنگ ممالک محروسہ میں پڑے ہے۔

سوا اس قلعے کے چھن جانے کے دو اور باتیں ایسی پیش آئیں کہ پیش قدمی کی وہ مانع ہوئیں یعنی سنتاجی اور اس کے نائب دھناجی میں قصے قضیے شروع ہوئے اور انجام اُسکا یہ ہوا کہ سنتاجی جس نے سات برس سے مغلوں کو ڈرا رکھا تھا اور کیسے بڑے بڑے کام کئے تھے کسی نے اس کو مار ڈالا۔ راجا رام تو اس کے کمالات اور کامیابیوں کو دیکھ کر جیتا تھا

اور فوج اس سبب سے ناراض تھی کہ وہ اُنکی آزادی کا مانع تھا اور آئین قوانین کا پابند ان کو کرتا تھا دوسری بات پر اُس کے تمام خاندان نے راجا رام کی نوکری چھوڑ دی اور بطور خود مسلمانوں سے لڑنا شروع کیا دوم یہ کہ پادشاہ نے سپاہ کا ایسا انتظام کیا کہ اگر وہ پہلے سے کرتا تو ان پنڈاریوں کے ہاتھوں سے یہ تکلیفیں نہ اُٹھاتا۔ یعنی اُس نے سپاہ دو قسم کی مقرر کی ایک فوج رواں۔ اس کا کام یہ تھا کہ جہاں مرہٹے کھلے میدانوں میں آئیں تو اُن سے لڑتے جائیں۔ اس فوج کا سپہ سالار ذوالفقار خاں کو مقرر کیا۔ دوسری فوج محاصر۔ اس کا کام یہ کہ وہ قلعوں کو محاصرہ کر کے فتح کرے اس سپاہ کی افسری خود پادشاہ نے اختیار کی۔ گو ساری فوج یوں کام میں لگی اور پادشاہ نے پیرانہ سالی میں جفاکشی اور محنت کا بوجھ لیا۔ مگر اب فسادوں کا دریا ایسی طغیانی پر پہنچ گیا تھا کہ صرف جنگی انتظاموں کے ذریعہ سے روک تھام اُس کی ممکن نہ تھی۔ اگرچہ ذوالفقار خاں نے راجا رام کو بھگا کر اور بعد اس کے مرہٹوں کو شکستوں پر شکستیں دیکر مسلمانوں کی دلیری اور دلاوری پر آمادہ کیا۔ مگر آخرکار اُس نے اپنا مآل پہلے حال سے بھی بدتر دیکھا وہ سمجھ گیا کہ مرہٹوں کو شکست کا صدمہ پہنچانا دریا پر لاٹھیوں کا مارنا ہے۔ یعنی جیسا لاٹھی کا اثر پانی پر نقش بر آب ہے ایسا ہی مرہٹوں پر اس کی شکست کا اثر بے اثر ہے۔ مرہٹوں کی فوجیں شکست کھا کر ایک دن منتشر ہوتی ہیں اور دوسرے روز پھر ویسی ہی جمع ہو جاتی ہیں اور پادشاہی فوج کی یہ صورت تھی کہ شکست کی صورت میں نقصان اور ندامت اور فتح کی حالت میں خزانہ خرچ ہوتا محاصل ملک میں فرق آتا۔ یہ کیفیت تو ذوالفقار خاں کی سپاہ کی تھی اور جس سپاہ کو لیکر پادشاہ خود لڑائی میں مصروف ہوا تھا البتہ اُسے فائدوں کی زیادہ توقع تھی۔ پادشاہ اپنی اقامت گاہ سے روانہ ہوا۔ امراء کو افسوس تھا کہ وہ اس بڑھاپے میں ایسے سخت کاموں کے واسطے جاتا ہے۔ اور جو مکان انہوں نے اس کی آسایش اور آرام کے واسطے بنایا ہے اور ایک شہر کی بنیاد ڈالی ہے اُسے چھوڑتا ہے غرض یہ پادشاہ والا ہمت چند قلعوں کو فتح کر کے ستارہ کے روبرو

ٹھکانا ہوا جسکو راجارام نے اپنا دارالسلطنت بنایا تھا اور ایسے وقت میں ایسی حکمت سے بہت جلد اس کو فتح کیا کہ محصور اُس کے مقابلہ کے لئے باسامان تیار نہ تھے مگر اس پر بھی محصورین نے مقابلہ کیا۔ اور وہ کئی مہینہ میں ۱۱۰۸ھ میں فتح ہوا۔

راجارام کا حال

راجارام جنجی سے بھاگ کر دکن میں آیا۔ اور ایک ایسی سپاہ کثیر جمع کی کہ پہلے کسی مرہٹے سردار کے پاس نہ جمع ہوئی تھی اور اس سپاہ کے ذریعے سے چوتھ لینے کا بھی خوب انتظام کیا جہاں سے وہ نہ وصول ہوتی تو تمسک اور اقرار نامے لکھاتا۔ یہ تحریریں آیندہ زمانہ میں بہت کام آئیں۔ مگر وہ جب دریا نربدا کے پاس سے گذرتا تھا تو ذوالفقار خاں نے اس کو ایک سخت شکست دی اور اُس کے تعاقب میں بڑھ کر ایسا حیران اور دق کیا کہ وہ بیمار ہوگیا اور ایک مہینہ کے اندر ۱۱۱۱ھ میں مرگیا۔ راجارام نے اپنے خاندان کے نام کو رکھ لیا۔ سنبھاجی کے مارنے کا الزام اُس کے ذمے لگاتے ہیں مگر ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے مرنے سے گو مغلوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ مگر کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا اس کی جگہ سیواجی اس کا بیٹا گدی پر بیٹھا اور تارا بائی اس کی نائب مقرر ہوئی یہ عورت بھی ہمت اور شجاعت اور لیاقت اور قوت میں جوانمردوں سے کم نہ تھی۔ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام میں دشمنوں کے تعاقب سے بچتی پڑی پھری اور دشمنوں کو خوب گھٹاتی رہی۔ اور دوستوں کی ہمت بڑھاتی رہی۔

قلعوں کی فتوحات عالمگیر بادشاہ

قلعوں کی فتوحات کا حال پادشاہ کا نہایت طول طویل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پادشاہ چار سال سے برہم پوری جس کا نام اسلام پوری رکھا تھا قیام پذیر تھا وہاں سے قلعوں کی فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ جس ترتیب سے ان کو فتح کیا اسی ترتیب سے ہم نے نام لکھے ہیں۔ بسنت گڈھ۔ ستارا۔ پرلی۔ پرلیپ گڈھ۔ بھوسان گڈھ کھیلنا۔ بہادر گڈھ۔ راج گڈھ۔ داکن کیرا۔ ان میں سے بعض قلعوں کے محاصرے مدت دراز تک رہے اور بہت خونریزیاں ہوئیں اور ان کی فتح میں رنگارنگ کی تدبیریں اور انواع اقسام کی تجویزیں کام آئیں۔ قلعہ کھیلنا کی فتح میں پادشاہ جان پر

کمیل گیا اور جو مصائب اس نے اس قلعہ کی فتح میں اٹھائیں وہ پادشاہ کے رقعہ سے جو اس نے اپنے بیٹے کے نام لکھا ہے معلوم ہوتی ہیں تفصیل مصائب سفر تلیں کسلیا۔ از وکیل و اظہار جو اسیں شنیدہ باشند کہ حالت نا دید نی و محنت ناشنیدنی بر اسلامیان گذشت۔ ان قلعوں کی فتوحات کا تفصیل وار بیان نہایت دشوار اور مشکل ہے ان سب فتوحات کا انجام یہ تھا کہ پادشاہ ادہر قلعے فتح کرتا ادہر دشمن پھرے لیتے۔

اوپر جو مضامین لکھے ہیں۔ انگریزی کتابوں سے لکھے ہیں ان ہی مضامین کو ہم فارسی تاریخوں سے لکھتے ہیں مقابلہ کر کے دونو بیانوں کا فرق طلبہ جان لیں۔

سوانح سال سی و دوم ۱۰۹۹ھ و ۱۱۰۰ھ

جب شاہزادہ محمد اعظم سنبھا کی تنبیہ کے لئے رخصت ہوا تو قلعہ بلگانوں و بلگانوں۔ تلگانوں۔ بلگانوں کی فتح پر وہ متوجہ ہوا۔ ولایت بیجاپور کے توابع کے مضبوط قلعوں میں سے یہ ایک قلعہ تھا۔ تھوڑے دنوں میں مورچالوں کے لگانے اور توپخانوں کے چلانے نے محصورین کو تنگ کیا۔ یہاں بیجاپور کی طرف سے جو حاکم مقرر تھا چندروز ہوئے تھے ایک طفل خردسال کو اپنا سردار محصورین نے بنالیا تھا محصورین نے چندروز ہاتھ پاؤں مارے۔ جب اپنی کوشش کو نارسا دیکھا تو امان چاہی۔ اور قلعہ مع مضافات کے فتح ہوا اسکا نام اعظم نگر رکھا گیا۔ برسات کے آجانیسے شہزادہ نے یہیں چھاونی ڈالی۔ طفل مذکور کو پادشاہ پاس لے گئے۔ اسنے اسکو منصب عطا کیا۔ بلگانوں کی فتح

خان فیروز جنگ قلعہ ادونی کے پاس پہنچا۔ اول یہاں کے حاکم مسعود کو جو بیجاپور کا ایک کہن سال حبشی تھا۔ اطاعت کے لئے پیغام بھیجا گیا۔ اس بڈھے نے اس امر کو قبول نہیں کیا تو فیروز جنگ نے اس ولایت کی تاخت و تاراج شروع کی۔ مورچالوں کو بڑھایا سرنگیں لگائیں۔ قلعہ سے جو جماعت شوخی کر کے باہر آئی اُسے قتل و دستگیر کیا۔ بہت کوشش و کشش اور نبرو ہائے نمایاں اور یورش ہائے بہادرانہ ظہور میں آئیں تو مسعود نے اپنے فرزندوں کو پادشاہ پاس بھیجا۔ پادشاہ نے ہرایک کو لائق منصب دیا اور خود اس سبب سے قلعہ ادونی کی فتح

نہیں آیا کہ برص سے اُسکا چہرہ سفید تھا اُسکا سالانہ مقرر کیا۔ قلعہ ادونی کا نام امتیاز گڈھ رکھا گیا فتح کی تاریخ یہ ہوئی ع ادونی نمود پادشاہ دین پناہ ۔ خان فیروز جنگ یہاں بندوبست کرکے پنجم صفر کو پادشاہ کی خدمت میں آیا۔

خان فیروز جنگ چندروز پادشاہ کی خدمت میں رہا۔ پادشاہ نے اسکو سنبھا کی استیصال کے لئے روانہ کیا اور خود اسکے استظہار کے لئے سفر کا ارادہ کیا۔

محرم کے مہینہ میں ایک آفت کیا قیامت برپا ہوئی کہ طاعون وانہ شروع ہوئی عناب کی برابر دانہ بغل یا بن گوش یا کش ران میں نمودار ہوتا اور آنکھوں میں سرخی حرارت کھائی دیتی تو اُسکے وارثوں کو کفن ودفن کا فکر واجب ہوتا۔ اس سبب سے شادی کی رسم اُٹھی۔ زمانہ سوگ میں بیٹھا وبا یہ چاہتی تھی کہ میں آدمی کا بیج نہ چھوڑوں اور صرصر فنا ارادہ کرتی تھی کہ کسی کے نخل حیات کو کھڑا نہ رہنے دوں۔ اطبا کی تدبیر کا اثر کچھ نہ ہوتا۔ جسکو یہ مرض ہوتا اکثر دو تین روز میں مرجاتا بہت کم دو روز جیتے۔ جو لوگ زندہ تھے وہ بھی اپنے تئیں مُردہ سمجھتے تھے۔ ایک دوسری کے حال پر توجہ نہیں کرتا۔ نفسا نفسی کی آواز ہر طرف بلند تھی۔ نیم جانوں نے دنیا کے کاروبار سے ہاتھ اُٹھایا تھا۔ مرنے کے منتظر تھے۔ اورنگ آبادی محل ومحمدی راج پسر مہاراجہ جسونت سنگھ جس نے محل میں پرورش پائی تھی اور تیرہ برس کی عمر تھی اور فاضل خاں حیدر اور بڑے بڑے رئیس آدمی مرگئے اور ادنیٰ اور متوسط ہند ومسلمان ایک لاکھ کے قریب مرے۔ بعض کو دماغ کا مرض ایسا ہوا کہ چشم وگوش وزبان کام سے گئے۔ فیروز جنگ کی آنکھ میں مرض شروع ہوا۔ دو مہینے تک اس وبا کا زور رہا ؎ قیامت بود یا شور وبا بود ۔ اس وبا کی تاریخ ہے۔ ۱۱۰۰ھ اس میں نکلتے ہیں۔

شاہزادہ محمد اعظم کو بہادر گڈھ وگلشن آباد کی طرف اور فیروز جنگ راج گڈھ وغیرہ کی طرف گئے ہوئے تھے۔ پادشاہ نے مقرب خاں عرف شیخ نظام حیدر آبادی کا سنبھا کی تنبیہ کے لئے بھیجا تھا۔ ان میں سے ہر یک اپنے جوہر تردد کے ظاہر کرنے سے خدمات مورد

میں تقدیم کرتا تھا۔ دکن میں مقرب خاں فنون سپہ گری اور کار طلبی میں مبلند پیشوں میں مشہور تھا۔ وہ
قلعہ پرنالہ کی تسخیر کے لیے کولاپور کے نزدیک گیا تھا اس نے جاسوسوں کو بھیجا کہ وہ سنبھا کی خبر لائیں
وہ اپنے باپ سے بھی زیادہ تکلیف رسانی میں مشہور تھا۔ اتفاقات کی بات ہے کہ اس نے اپنے اصل
مقام راہیری میں تو رہنا چھوڑ دیا تھا۔ کیلنا میں رہتا تھا۔ یہاں اس نے ذخائر جمع کر لئے تھے اور
اطراف کا بند و بست کر لیا تھا اس کو افواج پادشاہی کا خوف کچھ نہ تھا۔ وہ خاطر جمعی سے دریاء بان
گنگا پر نہانے گیا تھا یہ دریا سرحد پرگنہ سنگمیز کے نزدیک ایک منزل پر دریائے شور پر تھا سنبھا دشوار گذار
دروں میں آیا۔ جن میں اس کے وزیر کب کلس (جو شلا) نے بڑی بڑی عمارتیں بنائی تھیں۔ ان
میں نقش و نگار بنائے تھے اور اشجار ثمردار اور لالہ زار لگائے تھے۔ یہاں کب کلس
وعیال اور بیٹا ساہو اور ہوا خواہوں کی جماعت اور دو تین ہزار سوار اس کے ساتھ تھے
یہاں سے فارغ ہو کر اس نے قلب مکان پر تعب سراپا نشیب و فراز راہوں پر اور تراکم اشجار
خاردار پر نظر کر کے توقف کیا وہ اپنے باپ کے طریقہ کے خلاف شراب پیتا تھا اور
مہ جبینوں کے ساتھ مزے اڑاتا تھا۔ عیش و عشرت میں ڈوبا ہوا تھا۔ تیز پا ہرکاروں نے
مقرب خاں کو خبر دی کہ وہ اس طرح غفلت اور لہو و لعب میں پڑا ہے۔ مقرب خاں نے نہ
اپنی جان کا اندیشہ کیا اور نہ قلب مکان کا خوف وہ اپنی بنگاہ کولاپور سے سنبھا کے
مکان تک جو ۴۵ کروہ تھا دو ہزار سوار اور ایک ہزار پیادے لیکر روانہ ہوا باوجودیکہ
ہمراہیوں نے منع کیا کہ راہ بڑی قلب ہے اور راہ کے مابین چند کتل اونچے ہیں۔ جیسے
انبا گھاٹ وغیرہ اور دریا قلب ایسے واقع ہیں کہ اگر تیس چالیس پیادے بن ہتھیار والے
سرراہ کو گھیر کر ہو بیٹھیں اور پتھر پھینکیں تو فوج کلاں کا عبور خیال محال ہے مگر مقرب خاں
کو جہاد کا خیال تھا کہ اگر میں اس کا زیر غالب ہوا تو غازیوں کے جرگہ میں داخل ہونگا
اور اگر مارا گیا تو درجہ شہادت ملا۔ وہ سوار ہوا یلغار کر کے مسافت دشوار گذار کو
طے کرتا جہاں کوئی مکان قلب آتا اول خود پیادہ ہوتا پھر اس کے ہمراہی متابعت کرتے

اور بجلی کی طرح ان پر اشجار تنگناؤں سے گذر جاتے۔ اس طرح سنبھا کے نزدیک وہ پہنچا۔ جب سنبھا کے ہرکاروں نے فوج بادشاہی کے آنے سے اطلاع دی جس کو مرہٹوں کی اصطلاح میں فوج یا لشکر غنیم کہتے ہیں۔ تو اس بدمست نے اس گمان سے کہ اس مکان میں افواج مغل کا توہم محض تصور باطل ہے۔ نشے میں اس نے حکم دیا کہ ان ہرکاروں کی زبانیں کاٹ لیجائیں۔ اور جلا سوار ہونے اور کمر باندھنے کا فکر نہ کیا۔ مقرب خاں اپنے بیٹے اور برادرزادوں اور دس بارہ خویشوں اور دو تین سو سواروں کو لیکر سنبھا کے سر پر جا چڑھا تو وہ بے خود مست ایک فوج کو ہمراہ لیکر لڑنے کھڑا ہوا۔ اسکی سپاہ سے بہت آدمی کمر باندھنے اور ہتھیار لگانے کا بہانہ بنا کے روپوش ہوگئے اس کا وزیر کلوشا جو اس کا ہمدم و ندیم و فدوی تھا سنبھا کو اپنی پشت پر رکھ کر نامی مرہٹوں کی ایک ایک جماعت لے کر مقابلہ میں آیا۔ دار و گیر کی شروع میں ایک تیر اس وزیر کی بازو میں لگا اور وہ گھوڑے سے گرا تو اس نے زیادتی کی میں رہا۔ سنبھا نے کہ فرار کی فکر میں تھا گھوڑے سے کود کر کہا کہ باپ جی میں بھی رہا۔ پانچ چار مرہٹے مارے گئے ہوں گے کہ سب فرار ہوگئے۔ سنبھا ایک بت خانہ کی پناہ میں گیا یا شلوکا کی حویلی میں گھسا اور وہاں پوشیدہ محصور ہوا۔ بادشاہی لشکر نے اس کا سراغ لگایا۔ اس نے لاحاصل ہاتھ پاؤں مارے۔ وہ مع عیال اور پسر خرد سال ہفت ہشت سالہ سا ہو نام اور دو اس کی بیویاں اور اس کے ہمدم صاحب مدار گرفتار ہوئے۔ اس کا چھوٹا بھائی راجہ رام نام کہ ایک قلعہ میں مقید تھا بچ رہا ان سب کو دست بستہ موکشان مقرب خاں کی سواری کے نیچے لائے سنبھا نے ڈاڑھی منڈا کے خاکستر منہ پر ملی تھی اور تغیر لباس کیا تھا لیکن اس نشانی سے کہ مروارید کی مالا اس کے رخت کے نیچے سے نکلی اور اس کی سواری کے گھوڑے کے پاؤں میں طلائی جھانجھن تھے وہ پہچانا گیا۔ اس کو مقرب خاں نے اپنے ہاتھی پر ردیف بنایا۔ اور بعض کو طوق و زنجیر سنبھا کے ہاتھی پر بٹھایا اور ایک جماعت کو گھوڑے پر سوار کیا اور فتح کا نقارہ بجاتا ہوا اپنی بنگاہ کولا پور میں آیا۔ حقیقت حال کو بادشاہ سے عرض کیا

پادشاہ پہلے سے یہ حال سن چکا تھا۔ یہ مژدہ روح پرور ایک عالم کی فرحت شادی کا سبب ہوا پادشاہ اکلوج میں تھا کہ یہ قیدی اس پاس آئے۔ لاکھوں آدمی سیر کو آئے ان بدبختوں کیواسطے ایران کے دستور پر تختہ کلاہ کیا اور ان کو لباس جیسا ہنسی آتی ہی پہنایا۔ طرح طرح کے شکنجۂ عذاب میں ان کو کھچوایا خواری کے ساتھ اونٹوں پر سوار کرکے ڈھول اور نفیریں بجاتے ہوئے انبوہ خلائق میں تشہیر کرتے ہوئے لائے۔ مقرب خاں کے آنے میں چار پانچ روز لگے۔ اس خوش وقتی میں لاکھوں ہندو مسلمان ایسے تھے کہ ان کو خوشی کے مارے نیند نہیں آئی۔ جس قریہ گانوں میں یہ خبر پہنچی وہاں سے خوشی خوشی سیر و تماشے کے لئے لوگ دوڑے آئے کئی دن تک ایک عالم کو دن رات شب برات تھی۔ غرض جس وقت یہ قیدی پادشاہ کے تخت کے نیچے آئے تو پادشاہ نے تخت سے اترکر دو رکعت شکرانہ ادا کی۔ کب کلش نے جو خود مقید تھا۔ اور ہندی شعر خوب کہتا تھا۔ چشم و زبان سے سنبھا کی طرف مخاطب ہوکر یہ شعر ہندی کہا جس کا مضمون یہ تھا کہ۔ اے راجہ تجھے دیکھ کر عالمگیر میں باوجود اس فرو حشمت کے تخت نشینی کی طاقت نہ رہی اور بے اختیار ہوکر تیری تعظیم کے لئے تخت سے اٹھ کر نیچے اترا۔ اس کو زنداں خانہ میں بھیجا۔ اگرچہ بعض ہوا خواں کی مصلحت یہ تھی کہ ان تیرہ بختوں کو جان کی امان دیکر قلعوں کی کنجیاں سنبھا کے منصبیوں سے طلب کرکے جا بجا اپنے قلعداروں کو متعین کریں اور سنبھا کو قلعہ میں دائم الحبس کریں۔ مگر مقید یہ جانتے تھے کہ آخرکار ان کا سر دار پر چڑہے گا۔ اگر خواری و ذلت کے ساتھ محبوس و مایوس و محروم لذت زندگانی سے رہے تو ہر روز ان کے واسطے ایک مرگ تازہ ہوگا۔ دونو راجہ اور وزیر پادشاہ کو ناشائستہ باتیں کہتے۔ خدا کو منظور یہ تھا کہ رشتۂ فساد کندہ نہ ہو۔ اور پادشاہ کی باقی عمر عزیز اس مہم اور قلعہ گیری میں ختم ہو۔ اسلئے پادشاہ نے یہ چاہا کہ انکی نخل حیات کو قطع کیجئے۔ قلعے اندک کوشش سے فتح ہوجائینگے اس لئے وہ امان دینے پر اور قلعوں کے لینے پر راضی نہیں ہوا۔ حکم دیا کہ دونو سنبھا اور کلس (کلوش) کی زبانیں نکالیں کہ وہ منہ سے ناسزا باتیں نہ کہہ سکیں۔ پھر ان کی آنکھیں نکالیں بعد میں گیا:

قیدیوں کو تختہ پر بٹھا کے بٹھایا اور کسبی کس کے کلوں کی پوست کھنچوا کر اس سے بھر ادو اگنی تشہیر کی غرض کے ساتھ دکن کی تمام شہروں اور بلادوں میں کرائی۔ بٹھا کے مارے جانے کی تاریخ کافر بچہ جہنمی رفت ہوئی۔ مآثر عالمگیری میں لکھا ہے کہ سنبھاجی کے گرفتار ہونے کی بشارت پادشاہ کو سید بدیع اللہ سجادہ نشین گلبرگہ نے پہلے سے دی تھی مگر وہ بظاہر مسموعات سے معلوم ہوتی تھی۔

جب سیواجی نے قلعہ راہیری بنایا۔ وہاں آواخر تابستان میں پانی بہت کمیاب ہو جاتا تھا تو سیواجی نے اپنے مکان کے نشیمن پاس سنگ خارا میں کھدوا کے ایک باولی بنوائی تھی اور وہاں بیٹھنے کے لئے اپنا ایک تکیہ گاہ بنایا تھا وہاں وہ بیٹھتا۔ اور ساہوکاروں اور غریبوں کی عورتیں جب پانی بھرنے آتیں تو ان کی عورتوں کو فصل کا میوہ تقسیم کرتا اور عورتوں سے اس طرح باتیں کرتا کہ جیسے کوئی ماں بہنوں سے کرتا اس کے خلاف سنبھاجی نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب عورت پانی سے مٹکا بھر کے سر پر رکھتی۔ اور ایک ہاتھ سے مٹکا تھامتی اور دوسرے ہاتھ کو کمر پر رکھ کے چڑھتی اور اس کے چبوترہ کے پاس آتی تو وہ اس کی چھاتی پکڑ لیتا اور ایک گھڑی دو گھڑی اُسے حیران کرتا وہ عورت عاجز ہو کر مٹکے کو سر سے پھینکتی اور فضیحتی کے ساتھ اس کے ہاتھ سے نجات پاتی۔ باپ کے زمانہ میں جو رعایا آباد ہوئی تھی ناچار وہ فرنگیوں کی عملداری میں جا بسے۔

سنبھاجی کی باولی

سنبھاجی کا چھوٹا بھائی راجہ رام مقید تھا جب سنبھاجی مارا گیا تو مرہٹوں نے راجہ رام کو اپنا سردار بنایا۔ پہلے اس سے کہ ذوالفقار نے راہیری کا محاصرہ کر کے محصوروں کو تنگ کیا ہو وہ جوگیوں کے لباس میں کہ کوئی پہچانے نہیں قلعہ سے بھاگ گیا جب پادشاہ کو اس کی خبر مخبروں نے دی تو عبداللہ خاں بارہ کو حکم ہوا کہ وہ اس گمراہ کو گرفتار کرے اس کو جاسوسوں نے یہ خبر تحقیق پہنچائی کہ مدتوں تک تو راجہ رام گمنامی میں رہا۔ اب اس نے تین سو سردار جمع کئے ہیں اور رعایا پر ہنوں کے زمینداری کے علاقہ میں آیا ہے اور ملک پر چلنے قلاع کے انتزاع کو اور وقت پر موقوف رکھ کر اپنے بڑے بیٹے حسن علی کو

راجہ رام کا راہیری سے بھاگنا

اس طرف روانہ کیا۔ اور خود تین رات دن ایلغار کرکے زمینداری کی حد میں تحصیل سمان گڈھ
وہ جا کے گیا۔ جو دریا رتم بھدرہ کے کنارہ پر اس کے علاقہ میں واقع ہے یہاں اُسنے جنگ کی
اور سرداروں ہندوراؤ و ایلکوجی برادر سنبھاجی و بھرجی و تانتیا گھورپڑہ کو قریب سو
آدمیوں کے گرفتار کیا اور راجہ رام ہتیا۔ کیا بلکہ چیرہ و جامہ و جوتیاں چھوڑکر بھاگا۔
ایسا بھاگا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی۔ اگرچہ اس بہادر نے یہ کارنمایاں کیا مگر اس پر شبہ ہوا کہ
اُس نے راجہ رام کی گرفتاری میں اغماض کیا اور رانی کی نسبت یہ مظنہ تھا کہ اُس کو
چھپا کر چھوڑ دیا۔ قیدی ارک بیجاپور میں مقید ہوئے اور جان نثار خاں نے رانی کو تنگ
کرکے اُس سے پیشکش جرمانہ میں لی۔ تعجب یہ ہے کہ ہندوراؤ و بھرجی اور چند اور سردار
بھاگ گئے اور باقی اسّی آدمی قتل کئے گئے۔

سوانح سال سی و سوم ۱۱۰۰ھ

۲۔ شوال ۱۱۰۰ھ کو پادشاہ نے بخشی الملک روح اللہ خاں کو مرہٹوں کے قلعہ رائچور کی تسخیر کیلئے روانہ
کیا۔ ۱۵۔ محرم ۱۱۰۰ھ کو اعتقاد خاں نے قلعہ راہیری فتح کرلیا اور سنبھا اور راجہ رام کے تمام ماؤں
اور عورتوں اور بیٹوں اور بیٹیوں کو قید کرلیا جس پر شادیانۂ فتح بلند ہوا۔ عبدالرحیم خاں مامور ہوا کہ وہ قلعہ
راہیری میں ضبط اموال کرے۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ مادر سنبھا زن سیوا اور انکے متعلقوں کے لئے
گلال باری میں خیمے بقدر گنجائش لگائے جائیں اور انکو اعزاز و احترام سے ان میں اتاریں۔ ہر ایک کا سالانہ
مقرر کیا گیا۔ بڑے بیٹے ساہو نہ سالہ کو منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار اور راجگی کا خطاب
و خلعت و غیرہ عنایت کیا۔ اور اس کے چھوٹے بھائیوں مدن سنگھ اور ادھو سنگھ کو حکم
دیا کہ وہ اپنی ماں اور دادی پاس رہیں ان کی ہر ایک سرکار کے واسطے ایک متصدی مقرر
کیا۔ اس سے مارکشتن و بچہ مار نگاہداشتن و آتش افروختن و اخگر گذاشتن کا نتیجہ پادشاہ
کے مرنے کے بعد ظاہر ہوا جس کا بیان آگے ہوگا۔
۲۔ شوال ۱۱۰۰ھ کو بخشی الملک روح اللہ خاں دشمنوں سے قلعہ رائچور کی فتح کیلئے

قلعہ راہیری کی فتح سنبھا کے بیٹے کی سرفرازی

فتح رائچور

مقرر ہوا تھا اس نے ۱۰۹۰ صفر سنہ ۱۱ کو اس قلعہ کو فتح کر لیا فیروز نگر بھی اسکا نام تھا۔

ایک آدمی پادشاہ پاس مرید ہونے کے لئے آیا ۔

ایک دن دیوان عدالت العالیہ صلابت خاں میر توزک نے اول ہی دفعہ ایک شخص کو پادشاہ کو دکھایا کہ وہ بنگالہ سے اس سے مرید ہونے کے لئے آیا ہے۔ پادشاہ نے جیب خاص سے ایک سو روپئے اور چرن طلا و نقرہ خان مذکور کو دے کر اس شخص کو دیوے۔ اور کہدے کہ ہم سے جس فیض کا تصور ہو سکتا ہے وہ یہی ہے۔ جب خان نے اس شخص کو یہ چیزیں دیں تو اس نے ان کو اطراف میں پھینک دیا اور خود دریا میں جا گرا۔ خان نے زیاد کے اس ڈوبتے کو نکلوایا۔ پادشاہ نے توجہ باطنی سے سردار خاں سے فرمایا کہ ایک شخص بنگالہ سے آیا ہے اسکے دل میں یہ خیال باطل سمایا ہے کہ ہمارا مرید ہو۔

ٹوپے لیندی باورہ دیندی کہری نج چوہا کندن باولی توگل باندی مج

اس ہندی فقرے کے الفاظ مشکوک ہیں۔ تذکرہ چغتائیہ میں لکھا ہے کہ ایں ہر دو فقرہ بر زبان گوہر بار آورد ہر کہ می فہمد بر کمالات صورت و معنی آن خداوند شیفتہ و والہ می گردد۔

عالمگیر کے دیانت منداعلیٰ ملازم

سعادت خاں عرف محمد مراد حاجب حیدر آباد اگرچہ پادشاہ کے خانہ زادوں و عقیدت نشانوں اور جان نثار فدویوں میں تھا لیکن ایام حجابت میں وہ یہ چاہتا تھا کہ پادشاہ ابوالحسن کی عفو تقصیرات میں اس کے حال پر ترحم کرے۔ بعض مقدمات میں وہ آتش بافروزی زیادہ نہیں چاہتا تھا اور پادشاہ کی مرضی کے خلاف اسنے دو تین مقدمول کو مخفی کیا تھا۔ ایک ان مقدموں میں سے یہ تھا کہ ابوالحسن نے جو سنبھا کو روپیہ دیا تھا اسکی اطلاع پادشاہ کو نہیں دی۔ اور ایسے ہی اور دو تین مقدمے تھے جن کے سبب گلکنڈہ کی فتح کے بعد اس کا منصب کم کیا گیا اور اسی ہزار روپیہ جو ایام حجابت میں اسکو دیا گیا تھا وہ باز یافت ہوا۔ نو عدد خوانچے جن میں دس لاکھ روپیہ کا جواہر تھا اور جن کو اس نے اپنی حسن تدبیر ابوالحسن سے لیا تھا بعض بدخواہوں نے سمجھایا کہ اس کے جواہر کو کم قیمت جواہر سے بدل لوگر اسنے بغیر کسی خیانت کے پادشاہی خزانچیوں کے حوالہ ان خوانچوں کو کیا تو جواہر خانے کے متصدیوں نے

عرض کیا کہ تو عدہ و خوانچہ جو ابر جیکا وہ بر موم کی مہر کا نقش نہیں ہے اور نہ ابو الحسن کے تصرف کی سیاہہ مہری ہے وہ ہمارے سپرد کئے گئے ہیں۔ پادشاہ نے فرمایا کہ اس مہم میں ہم کو اسکی دیانت پر پورا اعتبار ہے۔ وہ واقعی ہمارا خانہ زاد ہے۔ ہماری گودیوں اور کندھوں کا کھیلا ہوا ہے۔ حجابت میں چند کام ہماری مرضی کے خلاف کئے تھے چشم نمائی ضرور تھی۔ اس کو بحال کر دیا۔ اور مرشد قلی خاں کا خطاب دیا۔ جو اس کے باپ کا خطاب تھا تو اس نے عرض کیا کہ میں اپنے تئیں باپ کے خطاب کے قابل نہیں جانتا خانہ زاد کا خطاب عطا ہو۔ پادشاہ نے تبسم کر کے یہی خطاب اس کو دیدیا۔ دیانت کا حال اس زمانہ میں یہ تھا کہ بہت سے متصدی پیشہ صاحب طمع نفس پروری کر کے کسی کو متدین نہیں جانتے۔ دیانت امانتداری کو لغو محض سمجھتے ہیں لیکن عاقل صلاح شعار عاقبت اندیش پر ظاہر ہے کہ آسمان کے نیچے انسان کے واسطے کوئی محمود خصلت بہتر امانت دیانت سے نہیں ہے۔ برکت عزت آبرو ترقی پائداری دولت و خلاصی بازخواست دارین اور عاقبت بخیری اپنی اور اولاد کی دیانت و کم آزاری خلق اللہ میں ہے۔ بشرطیکہ دیانت داری خدا کی رضا کے لئے ہو۔ جس میں خلق اللہ کو مضرت و ایذا نہ پہنچانے کا قصد ہو اور آبادکاری ملک پر نظر ہو نہ خوشنودی مخلوق کے لئے خلق اللہ کی گردن مارے جو جماعت کہ اپنی نفس پروری اور امیر و وزیر کی خوشنودی کے لئے رعایا پر ظلم و تعدی کرتے ہیں۔ خدا تعالی اسی مخلوق کو ان کی ہلاکت کے واسطے مقرر کرتا ہے اس پادشاہ کے عہد میں بعض عمدہ ملازم دیانت میں مشہور ہیں۔ عاقل خاں خافی کے بعد امانت خاں ہے باوجودیکہ وہ روزگار کا کاروبار کرتا ہے مگر فقیر وضع زیست کرتا ہے وہ زیردستوں کی تالیف قلوب کرتا مستمندوں کے حال پر رعایت کرنے کو پادشاہ کے لئے مال جمع کرنے پر ترجیح دیتا تھا ایام دیوانی دکن میں اورنگ آباد و خاندیس وغیرہ کی رعایا مالگزار پر اس نے بڑا احسان کیا کہ بارہ لاکھ روپئے کہ بابت باقی سنوات کے رعایائے ستم حال سے سرکار طلب کرتی تھی اور ہر سال منصبدار اہل دیوان کے احدی مقرر ہو کر انکے وصول کرنیکے لئے جاتے تھے

اور کئی عام دور مقاموں میں وصول کرتے تھے اور اپنی قسمتی کو کم کر کے چلے آتے تھے اور طامار مندار وو قسم میں داخل کرتے تھے اور ایسے ہی تاوار زمینداروں کے خفیے پیش کش کا روپیہ ہوتا تھا اور اہلکاروں سے متمتع ہوتے تھے یک قلم معاف کر دیا ایک دن پادشاہ نے جب امانت خاں کی دیانت امانت کی تعریف کی تو امانت نے پادشاہ سے عرض کیا کہ میری برابر خائن دوسرا نہ ہوگا کہ ہر سال اپنے ولی نعمت کے کئی لاکھ روپیہ رعایا و عمال کو کہ باقی دار ہوتے ہیں معاف کر دیتا ہوں میں پادشاہ سے امید عفو رکھتا ہوں۔ پادشاہ نے فرمایا کہ ہمنے معاف کیا اور ہم جانتے ہیں کہ تو دنیا و آخرت کا خزانہ ہمارے لئے جمع کرتا ہے۔ امانت خاں مختلف دستاویزوں پر ہنود کو معافی جزیہ کے پروانے لکھ دیتا تھا اور پادشاہ اجرائے جزیہ میں نہایت تقید کرتا تھا۔ رشید خاں دیوان خالصہ نے یہ پروانے پادشاہ کو دکھائے اور عرض کیا کہ نصف سے زیادہ ہنود کو امانت خاں نے جزیہ کی عدم مزاحمت کی سند حضور کی مرضی کے خلاف دیدی ہے تو پادشاہ نے امانت خاں سے فرمایا کہ مقدمات ملکی اور مالی میں معافی کے تم مختار ہو مگر جزیہ ہزار دشواری سے کفار پر جاری کیا ہے اسکے معاف کرنے سے بدعت اور بندوبست جزیہ کی برہم خوردگی پیدا ہوگی امانت خاں نے جزیہ معاف کرنے سے دستکشی کی اور ساری عمر سوار غریبانہ رکھتا اور موٹے کپڑے کے سوا جامے کے نہ پہنتا۔ لونڈی کبھی نہیں رکھی۔ چار نسل تک بلافصل اسکے خاندان میں دیوانی دکن رہی مرزا علی کی دیانت اس مرتبہ پر تھی کہ پادشاہ اسکو پہلے اضافے اور خطاب عنایت کرتا تھا مگر وہ انکار کرتا تھا۔ پادشاہ سے عرض کرنے میں وہ گستاخ تھا ایک امرد کو منصب کے لئے کھڑا کیا پادشاہ نے کہا کہ وہ کم عمر ہے تو اس نے عرض کیا کہ جاگیر پانے تک وہ بندہائے پادشاہی میں ریش سفید ہو جائیگا۔ پادشاہ نے ایک دفعہ اس کو میوہ بھیجا دوسرے روز جو وہ آیا تو اس میوہ کی عطا کی تسلیمات بجالانی بھول گیا۔ پادشاہ نے اس میوہ کا مزہ اس سے پوچھا تو وہ پامین میں گیا۔ چار تسلیم مقرری اور اور چار تسلیم بجالایا اور عرض کیا کہ یہ تسلیمات سجدہ سہو ہے ایک مقدمہ شرعی میں کہہ دیا کہ تورانی کی شہادت اعتبار کے قابل نہیں ہے تو پادشاہ نے فرمایا کہ تو نے پاس ادب نہیں کیا کہ ہم بھی تورانی ہیں۔

شیخ الاسلام پسر قاضی عبدالوہاب قاضی القضات تھا۔ جھوٹی شہادتوں کا بڑا رواج تھا۔ وہ گواہوں کے گذرنے کے بعد بہت کمتر اثبات حق کرتا تا مقدور اس میں کوشش کرتا کہ مدعی اور مدعا علیہ آپس میں صلح کریں۔

اعتماد خاں عرف ملا طاہر دیوان احمد آباد تھا۔ اس کا حقیقی بھائی آقا محمد زماں جو تجارت کرتا تھا اعتماد خاں کے گھر میں اترا اس نے بھائی سے مال کی بابت دو سو روپیے طلب کئے اور چاہا کہ خود ادا کرے مگر بھائی نے یہ روپیہ دیدیا اور ناراض ہو کر بھائی کے گھر سے احمد آباد چلا گیا۔ اور کبھی بھائی کی صورت نہ دیکھی اور بہت سے ملازم دیانت دار تھے اگر سب کا حال لکھا جائے تو پھر تاریخ لکھنے کے لئے جگہ باقی نہ رہے۔

آغر خاں کابل سے پادشاہ پاس آتا تھا۔ اکبر آباد کے نزدیک جاٹوں نے ایک قافلہ کو لوٹا۔ اور اسکو اور اسکی عورتوں کو اسیر کرکے لیگئے۔ آغر خاں کو جب اسکی خبر ہوئی تو انکی گڈہی کے نزدیک پہنچا اور آدمیوں کو چھڑایا اور گڈہی کی تسخیر میں معروف ہوا کہ بندوق کی گولی سے وہ اور اسکا داماد دو کشتہ ہوئے۔ خانجہاں بہادر کوکلتاش گڈہی سنسنی کے مسمار کرنے کے لئے مقرر ہوا تھا مگر اسکی سعی ناکام رہی۔ بادشاہ نے شاہزادہ محمد بیدار بخت کو اس گڈہی پر بھیجا جسنے حسب مدعا کام کیا۔ آغر خاں

سوانح سال سی وچہارم سنہ ۱۱۰۱ھ

۱۶۔ صفر سنہ ۱۱۰۲ھ کو عمدۃ الملک اسد خاں دریا کرشنا کے پار بھیجا گیا۔

سوانح سال سی وپنجم سنہ ۱۱۰۲ھ

۹۔ رمضان سنہ ۱۱۰۲ھ کو پادشاہزادہ محمد کام بخش کو ولایت جنجی کے مفاسد کی اصلاح اور غنیم کے استیصال کے لئے بھیجا۔ بخشی الملک بہرہ مند خاں اور بڑے بڑے امیر شاہزادہ کے ساتھ بھیجے گئے۔ شاہزادہ محمد معظم کی ناراضی

جب پادشاہزادہ محمد معظم مقید ہوا تو عتاب شاہی ایسا تھا کہ اسکو حکم تھا کہ وہ حجامت و اصلاح نہ بنوائے۔ ناظر خدمت خاں کی سفارش سے اُن کو ایک مدت کے بعد

اصلاح منوانے کی اجازت ہوئی تو پادشاہ کا غضب بتدریج کم ہوتا گیا۔

سردار خاں محافظ کو پادشاہ ادعیۂ ماثورہ دیتا اور کہتا کہ ان کو اس یوسف زندانی پاس پہنچا دی اور کہدے کہ وہ انکے ورد سے شغل رکھے کہ ہمارا دل اسکی اخلاص پر متوجہ ہوا ہیں ایک پیرانا در لطیفہ ہی کہ خان مذکور نے کہا کہ حضور کے اختیار میں چھوڑنا ہے پھر کیوں دعائیں پڑھواتے ہیں۔ اسکا جواب پادشاہ نے یہ دیا کہ ہاں۔ لیکن حضرت مالک الملک نے اپنی حکمت سے ہمکو ربع مسکون کا فرمان فرما کیا ہے جس جگہ مظلوم پر کوئی ظالم ظلم کرتا ہے تو وہ امیدوار ہوتا ہے کہ اس ظلم کی فریاد ہم سے کرے اور اپنی داد پالے۔ بعض عوارض دنیاوی کے سبب سے اس شاہزادہ پر ہم سے ظلم ہوا ہے اور ابھی وقت نہیں آیا کہ اس کو خلاص کریں اس کا مفر بجز درگاہ داور نہیں ہے اس لئے اس کو امیدوار رکھنا چاہئے کہ وہ ہم سے قطع امید نہ کرے اور خدا کے آگے نالش نہ کرے اور اگر وہ نالش کرے تو ہمارے بچنے کی کونسی جگہ ہے؟

خافی خاں لکھتا ہے کہ پادشاہ نے خواجہ سرائے محرم کے ہاتھ ایک قلمدان مع سازہ اور قلم تراش بھیجا۔ صاحب عزت محبوسوں کے پاس کارد اور حربہ خورد و کلاں بھیجنا منع ہے خواجہ سرا سے پادشاہ نے کہدیا ہے کہ اگر شاہزادہ اس قلم تراش کے رکھنے میں تامل کرے تو اس سے کہہ دینا کہ وہ عمداً بھیجا گیا ہے۔ اور اگر اس کو وہ بلا مضائقہ رکھلے تو اس کا حال ہم سے کہدینا۔ پادشاہزادہ نے قلمدان میں جب قلم تراش دیکھا تو کہا کہ یہ غلطی سے آیا ہے۔ خواجہ سرا نے کہا کہ عمداً بھیجا گیا ہے تو اس نے تسلیمات بجا لاکر اس کو رکھ لیا۔ پادشاہ سے یہ حال عرض کیا گیا تو اس نے کہا کہ ہم اپنے فرزندوں کی غیرت جانتے ہیں۔ چند روز گذرے تھے کہ پادشاہ نے ایک حدیث اپنے ہاتھ سے لکھ کر دی جس کا مضمون یہ تھا کہ حافظ کلام اللہ کو ہر چند وہ سزاوار حبس ہو محبوس ابدی نہیں کر سکتے۔ شاہزادہ کو ہزار سے زیادہ حدیثیں حفظ تھیں اس نے جواب میں لکھا کہ اگرچہ حدیث میں حافظ قرآن کا حبس ابدی کرنا نہیں آیا۔ مگر باپ بیٹے کو باوجود

احترام حق کلام اللہ حبس ابدی کرسکتا ہے۔ پادشاہ اس جواب سے بڑا خوش ہوا حبس میں تخفیف ہوئی اور پھر رہائی۔

ابو الخیر خاں قلعہ دار راجگڈہ

ان دنوں پادشاہ پاس خبر آئی کہ قلعہ راجگڈہ جو سنبھا و سیوا کا عالم نشین تھا اور پادشاہ کے ہاتھ بہت محنت سے ہاتھ آیا تھا۔ ابو الخیر خاں پادشاہ کی طرف سے قلعہ دار تھا۔ سنبھا کے مقید ہونے کی خبر سے پہلے مرہٹوں نے اپنے غلبہ اور تسلط کے اظہار کے لئے ابو الخیر خاں سے کہا کہ قلعہ خالی کردو۔ اس قلعہ دار نے جان و مال و عیال کی امان کا قول لیا اور رات کو دو تین زنانہ سواریوں کو دو تین ڈولیوں میں بٹھایا اور باقی مستورات کو پیادہ پا ساتھ لیا اور اسباب کے چند پٹارے و صندوق و زر نقد و زیور وغیرہ ہمراہ لیکر قلعہ سے نکلا۔ مرہٹوں نے باوجود قول امان سارا اس کا اسباب لوٹ لیا اور بڑی بے عزتی سے ابو الخیر خاں اور اس کے ناموس کو چھوڑ دیا وہ فیروز جنگ کے لشکر میں چلا آیا۔ پادشاہ نے اس کو منصب و جاگیر سے معزول کیا اور بندر سورت میں حج کیلئے بھجوایا۔ مگر ایک پیر کی سفارش سے وہ پھر اپنے منصب پر بحال ہوگیا۔

احکام شاہی

ان دنوں میں سال حال کے آخر تک کل بلاد میں جابجا نرخی مقرر تھے۔ علماء و فضلاء نے پادشاہ کے خاطر نشان کیا کہ تعین نرخ خلاف شرع ہے۔ ہر فروشندہ کو اپنے مال کا اختیار ہے کہ جس نرخ و قیمت پر چاہے بیچے اس لئے پادشاہ نے حکم دیا کہ کل بلاد میں سے نرخی موقوف کئے جائیں اور کسی کو نرخ کی خدمت نہ دی جائے ایک اور حکم یہ ہوا کہ بندہائے پادشاہی کے منصب کی یادداشت مرتب ہونے کے بعد منصب داروں کے پاس رہتی ہے وہ بخشیوں کے دفتر میں رہے اور سرشتہ چہرہ کے دفتر کا جو جدا ہے وہ اس یادداشت میں لکھا جائے۔ محاسبہ جاگیرداروں کی طرف رجوع کرے اکثر طلب سرکار منصب داروں پر نکلتی اور اس سبب سے رجوع محاسبہ کے لئے سزاول تعین ہوتے اور منصب دار روپیہ خرچ کرکے رجوع محاسبہ کی مزاحمت

کار کا دفعیہ کرنے پائے۔ باقی کی قلت اور منصب داروں کی کثرت سے خصوص بے شمار مرہٹوں اور دکنیوں کے عمدہ منصبوں پر مقرر ہونے سے خانہ زادوں کو اکثر چار پانچ سال جاگیر میسر نہیں ہوتی تھی جب موسوی خاں دیوان تن ہوا تو یہ مقرر ہوا کہ نو ملازم منصب داروں سے مچلکا لیا جائے۔ کہ یادداشت کی تیاری کے بعد جاگیر پانے تک وہ ایام مابین کی طلب کا دعوی نہ کریں جب جاگیر ملجائے اور اس میں کوئی تغیر ہو تو اس تاریخ تک کہ پھر جاگیر تنخواہ ملے ایام مابین محاسبے میں محسوب ہوں۔ پہلے جو شخص ملازم ہوتا تھا وہ تعینات کیا جاتا تھا۔ اب موسوی خاں نے یہ مقرر کیا کہ جبتک وہ جاگیر نہ پائے کہیں تعینات نہ کیا جائے۔ مگر وہ اپنے اختیار سے کہیں تعینات ہو جائے۔

سوانح سال سی وشش سنہ ۱۱۰۳

اس سال کے اوسط یا اوائل میں پادشاہ گورگانوں وشکارپور سے کوچ کر کے ظفر آباد بیدر میں آیا۔ کچھ دنوں ٹھیر کر گلکہ میں کہ توابع بیجاپور سے ہے۔ اور ایک روزہ اس سے مسافت رکھتا تھا کوچ اور چھاونی کا حکم دیا۔

فضائل خاں نے جو دار الانشا کی خدمت پر مامور تھا پادشاہ سے عرض کیا کہ بعض بلاد معموری وقلعے جیسے کہ بالوہ وبنگالہ وبگلانہ وپرنالہ ہیں۔ انکے آخر میں بموجب رسم خط وزبان ہندی بجائے ھ کے الف لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ پادشاہ نے اسکو پسند کیا اور حکم دیا کہ بجائے ھ کے الف لکھا جایا کرے۔ پادشاہ کو معلوم ہوا کہ سنبھا کے بھائی راجہ رام کو بعض قصبوں کے سرداروں نے بھائی اور باپ کی جگہ راجہ بنایا ہے اور اسکے لئے بہت لشکر فراہم کیا ہے اور اس کو قلعہ سے نکالا ہے اور اس نے فوج کی استمالت کر کے حدود میں بھائی اور باپ کی طرح جابجا نامی نوکروں کے ساتھ تاخت وتاراج کے لئے بھیجی ہیں۔

شاہجہاں کے عہد سلطنت میں نصاریٰ کا حال بیان ہو چکا ہے کہ سمندر کے کنارہ پر بنادر ہند میں رہتے تھے۔ پادشاہ پرتگال کے منصوبوں نے اکثر پاس کے بنادر وبلاد کنارہ دریا کے نزدیک پر پہاڑ و قلب مکان کی پناہ میں قلعے بنائے ہیں اور دہات آباد کئے ہیں۔ اکثر امور میں اپنی آبادی کی ہوا کے رعایا کے ساتھ کمال رعیت پروری کرتے ہیں۔ کوئی تکالیف شاقہ نہیں پہنچاتے اور

مسلمانوں کے واسطے ایک جدا پورہ آباد کیا ہی۔ اور ایک مسلمان کو انہیں کا قاضی مقرر کیا ہے معاملات جزئی اور نکاح کی تنقیح اس کے حوالے کی ہیں لیکن وہاں رواج بانگ صلوٰۃ کی ہرگز نہیں۔ اگر کوئی نامراد مسافر انکے تعلقہ میں وارد ہوتا ہی۔ اگرچہ انکو ضرر نہیں پہنچاتے لیکن وہ نماز بلا تشویش نہیں پڑھ سکتا دریا میں برخلاف انگریزوں کے جہازوں پر دست تعدی نہیں دراز کرتے مگر اس جہاز پر جسکا قول موافق اور دستور مقرری کے حاصل نہ ہوا ہو۔ یا عرب و مسقط کا جہاز ہو کہ ان دونوں فرقوں سے انکو قدیم عداوت ہی اور قابو پاکر ایک دوسرے کے جہاز پر تاخت کرتے ہیں۔ یا ہندوستان کا کوئی جہاز معیوب تباہ ہوکر ان کے ہاتھ میں آیا ہو تو اسکو وہ اپنا شکار سمجھتے ہیں پر ہاں امرار کا ظلم یہ ہی کہ انکے تعلقہ کی رعایا میں کوئی مرجائے۔ اور اسکا کوئی فرزند نابالغ ہو اور پسر کلاں نہ ہو اُسکے اطفال کو اپنے پادشاہ کے سرکار کا بیت المال جان کر اپنے کلیسا کے معبد خانہ میں لیجاتے ہیں پادری ان کا اسکو احکام مذہب عیسائی سکھاتا ہی خواہ وہ سید مسلمان کا یا برہمن کا لڑکا ہو اسکو اپنے مذہب میں لاتے ہیں اور غلاموں کی مثل اس سے خدمت لیتے ہیں۔ کوکن عادل شاہی میں دریا کے متصل ان کا قلعہ معمورہ گوہ مشہور ہے وہ پرتگیزوں کا حاکم نشین ہے اور پرتگال کی طرف سے مستقل کپتان وہاں رہتا ہے۔ اور بنادر اور دہات بیرحاصل آباد کئے ہیں سوا ان کے چودہ پندرہ کوس بمبئی سے ایک جنوبی طرف سرحد بمبئی تک تعلقہ انگریز و سرحد حبشیوں کی ہے جس کو کوکن نظام شاہی لکھتے ہیں۔ پرگنات بگلانہ کے عقب سے پہاڑوں کی پناہ میں۔ اور گلشن آباد کے جبال و شوار گذار کے جوار میں۔ آٹھ سات قلعے چھوٹے بڑے بنالئے ہیں۔ ان میں سے دو قلعوں کا نام درمن اور بسی ہے جن کو سلطان بہادر گجرات کے قول اور اذن سے بنا لیا ہے اور ان کو بکمال مستحکم کیا ہے اور ان میں دہات آباد کئے ہیں اگرچہ ملک جو انکے تصرف میں ہی چالیس پچاس کوس طول میں ہے مگر عرض میں ڈیڑھ کروہ سے زیادہ نہیں وہ پہاڑ کی ترائی میں جنس اعلیٰ مثل نیشکر و انناس و برنج کی کاشت کرتے ہیں اور انکی زمین میں اشجار ناریل و فوفل بہت ہیں اور بہت محصول کا روپیہ حاصل کرتے ہیں اور ایک سکہ فرنگ قیمتی

نوآنہ کا ان میں مروج ہی اور سوا اس سکّے کے جسکو اشرفی کہتے ہیں ایک اور تانبے کا سکہ ہی جس کو
بزرگ کہتے ہیں ۔ ایک فلوس کے چار بزرگ ہوتے ہیں ۔ اضلاع دکن میں پادشاہ کا حکم انکے ملک میں چلتا
نہیں ۔ اور لڑکی کی شادی کرنے کے وقت دہات کو اسکے جہیز میں دیدیتے ہیں ۔ گھر کے اندر باہر کا کل اختیار
بیوی کے ہاتھ میں ہوتا ہی ۔ بیویاں شوہر پر تسلط رکھتی ہیں ۔ انکے مذہب میں ایک بیوی کے سوا دوسری
بیوی کرنی جائز نہیں ۔ پرتگیزوں کا سب سے بڑا کپتان گوہ میں رہتا ہی اور سب کپتان اسکے محکوم ہوتے
ہیں جب پادشاہ کو پرتگیزوں کی زشتی اعمال پر اطلاع ہوئی تو ابتدا میں معتبر خاں فوجدار گلشن آباد کے
نام حکم صادر ہوا کہ وہ اور فوجداروں وحبشیوں کی مدد لیکر اس ضلع کے جہال سے اس طائفہ کی
استیصال اور اخراج میں کوشش کرے ۔ معتبر خاں اوروں کی کمک و مدد کا محتاج نہ ہوا جمعیت
دیدہ رکھتا تھا ۔ قلعہ گیری کا سامان جمع کرکے پرتگیزوں کے دہات پر تاخت و تاراج
شروع کی اور ایک دو چھوٹے قلعوں پر کہ مصالح جنگ نہیں رکھتے تھے ۔ تاخت و یورش کی
جنگ میدان میں یہ جماعت عاجز ہے اور بندوق اور شمشیر کو جو سیخچہ کی صورت رکھتی
ہے اور ہتھیار نہیں رکھتے ۔ اور ان پاس گھوڑے نہیں ہوتے ہیں ۔ وہ پہلے حملہ میں بھاگ
گئے اور بہت سے پرتگیز قلعہ دمن اور بسی میں چلے گئے ۔ اور ایک جماعت فرنگیوں کی
مع زن و فرزند اسیر ہوئے ۔ دو قلعے چھوڑ کر وہ بھاگے وہ معتبر خاں کے قبضہ میں آئے ۔ اور اس
قوم میں ایک تہلکہ پڑگیا اور قلعہ دمن اور بسی میں آنکر ان سب برج دوبارہ کو مستحکم کرنے لگے
کوکن محاول شاہی کے تعلقہ کے کپتان گوہ کو اس کی اطلاع ہوئی وہ بجائے صوبہ دار
کے یا ور نائب مستقل پرتگال کا ہے ۔ یہ جماعت اپنے تئیں دریا کا صاحب اختیار
جانتی ہے اور روے دریا پر جنگ جہاز میں جیسا وہ تردد کرتے ہیں ایسا کسی اور
قوم سے نہیں ہوسکتا اس نے عرضداشت کمال تضرع اور عجز کے ساتھ پادشاہ کی
اور مقربان حضور کی خدمت میں بھیجے جس میں مندرج تھا کہ ہم تمہاری طرف سے
بے تنخواہ کے نوکر ہیں جو روے دریا کے مفسدوں کے شر کو دور کرتے رہتے ہیں

ابلہ

فرمانروایان سلف نے ہمارے بزرگوں کو زمین کا ایک پارچہ ناکارہ کنارہ دریا پر دیا تھا اسکو آباد کرکے آپ کی خدمت بجا لاتے ہیں اگر ہمارا رہنا حضور کی مرضی کے خلاف ہو تو ہم خانہ بدوش ہیں اور ہمارا اصلی گھر اور مکان روئے دریا ہے۔ جہازوں میں سوار ہوکر محافظت دریا میں مشغول ہونگے۔ ہمارے پادشاہ کا حکم ہے کہ ہندوستان کے پادشاہ سے مقابلہ و پرخاش نہ کرنا۔ انہوں نے پادشاہ کے حواشی و صاحبکاروں کے لئے تحفے و ہدیے بھی بھیجے تھے۔ مقربان شاہی نے پادشاہ کی خاطرنشان کیا کہ جب تک خشکی کے بند و بست سے اور مرہٹوں کے قلع سے بالکل خاطر جمع نہ ہو پرتگیزوں سے بگاڑ کر زنبور خانہ دریا کو شورش میں نہیں لانا چاہئے۔ اس لئے پادشاہ نے پرتگیزوں کی تقصیر معاف کردی اور اسیران فرنگ کے چھوڑنے کا حکم معتبر خاں بھیجدیا۔

فتح قلعہ کیری

مرزبانان جنجی وجیجا ور توابع بیجاپور مشہور سرکش تھے۔ اور خزانہ اُن کا معمور تھا وہ سنبھا مقتول کے منصوبوں میں سے تھے اور قدیم سے رام راجائے بیجانگر کے ملک میں کہ وہ کہے جاتے تھے اور ہمیشہ بیجاپور کے فرمانرواؤں سے مخالفت کرتے تھے۔ دو تین مضبوط قلعے باہم پیوستہ ان پاس تھے وہ زیادہ شوخی کرتے تھے۔ شاہزادہ کام بخش ان کی تنبیہ کے لئے مقرر ہوا۔ جملۃ الملک اسد اللہ خاں آتالیق اور اعتقاد خاں جسکو خطاب ذوالفقار خاں نصرت جنگ کا ملا تھا۔ ہراول مقرر ہوا اور عبدالرزاق خاں لاری کوکن عادل شاہی کا فوجدار مقرر ہوا۔

خربوزہ کا محصول

ابتدا سے کہ تیموریہ کے تصرف میں ملک دکن آیا۔ خربوزہ گرما کا محصول معاف تھا دریا کے کناروں ریتی میں غریب غربا خربوزہ بوتے ہیں ان کے محصول سے عمال پادشاہی اور جاگیرداروں کے تصرف میں کوئی دام و درم نہیں آتا تھا اور سررشتہ زمینداری اور تنخواہ اہل دیوان میں وہ داخل نہ تھا اندنوں میں کہ محرم خاں عرف خواجہ یاقوت کل باغات شاہی کا داروغہ مقرر ہوا اور اس کو معلوم ہوا کہ دریا کے کناروں پر فالیزوں کا کچھ بند و بست نہیں ہے اس نے پادشاہ سے عرض کیا کہ خربوزوں کا محصول نہیں لیا جاتا اس سبب سے بہت روپیہ رائگاں جاتا ہے۔ پادشاہ نے

اہل دیوان کو حکم دیدیا کہ اس کا بندوبست کیا جائے۔ خربوزہ کا محصول از روئے جریب مقرر ہوا۔ پہلے پادشاہی باغوں کے دروازے کھلے رہتے تھے خلقت اس سے متمتع ہوتی تھی۔ مگر محرم خاں نے حکم دیا کہ سب باغات کے دروازے مقفل رہیں اور خاص حالتوں میں وہ کھولے جائیں۔

ابوالحسن کی چار لڑکیاں

ابوالحسن کی چار لڑکیاں ناکدخدا تھیں۔ بڑی لڑکی نے شادی سے انکار کیا۔ اور یہ درخواست کی کہ میں پادشاہ کے ہاتھوں پر وضو میں پانی ڈالنے پر مقرر ہو جاؤں مجھے اس پر فخر ہے۔ ورنہ باقی لذات دنیا سے مجھے اجتناب ہے۔ پادشاہ نے اس کا یومیہ مقرر کر دیا اور اسکو باپ پاس رہنے دیا ایک بیٹی کی شادی سکندر بیجاپورے کر کے اس کو حبس میں اسکا ہمدم بنایا اور تیسری لڑکی کا عنایت خاں پسر اسد خاں سے عقد باندھا۔ اور چوتھی لڑکی کو نقشبندیہ خاندان میں بیاہ دیا جسکو ابوالحسن نے پسند نہیں کیا۔

روح اللہ خاں کی وفات

روح اللہ خاں میر بخشی کہ امرائے موروثی میں تھا اور پادشاہ کے مزاج سے آشنا تھا اور خلق کی برآمد کار میں کوشش کرتا تھا وہ مر گیا تاریخ وفات اس کی (روح در تن ملک نہ ماند) ہوئی پادشاہ اس کی عیادت کو گیا اور اسکی مغفرت کیلئے دعا پڑھی۔ اسنے یہ شعر پڑھا ؎

چہ نازِ رفتہ باشد زجہاں نیازمندے کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشے

محمد باقر حاکم بندر سورت کسی قصور کے سبب سورت سے بدلا گیا۔

سید سعد اللہ کی سفارش

فضیلت پناہ سید سعد اللہ نے جو بڑا عالم متبحر تھا اور اس کی تحریر پادشاہ پر پورا اثر کرتی تھی اور پادشاہ اپنے دستخط خاص سے اس کو خطوط لکھا کرتا تھا۔ وہ ارباب حاجت کی سفارش میں زیادہ جرأت کرتا تھا۔ اس نے محمد باقر اور ایک اور حکیم کی سفارش کی۔ پادشاہ نے دونوں کے قصور معاف کر دئے مگر سید صاحب کو لکھ بھیجا کہ آپ فقیر اور فاضل ہیں علماء و فقراء کے باب میں لکھا کیجیے لیکن ایسے آدمیوں کے بارہ میں

جو ظلم کا پیشہ اختیار کرتے ہیں کچھ نہ لکھا کیجئے اس لئے کہ نص کلام اللہ ہے کہ ظالم کی اعانت کرنی ظلم میں شریک ہونا ہے۔

مہم دکن کو بڑا امتداد ہوا۔ تیموریہ خزانہ اندوختہ خالی ہوا پاسے باقی کی قلت اور ارباب طلب کی کثرت حد سے گذری۔ روح اللہ خاں کو نئے ملازموں کی مثل پیش کرنے کا شوق تھا۔ پادشاہ نے ایک دفعہ بیدماغی سے اس سے کہا کہ ہتنے بار بار کہا ہے کہ نوکر بکو درکار نہیں۔ تو کس واسطے آدمیوں کو جواب نہیں دیتا۔ روح اللہ خاں نے جواب عرض کیا کہ ہندوستان کی دولت سلطنت خداداد ہفت اقلیم کی سلاطین کا ملجا ہے۔ ہم خانہ زادوں کی زبان سے ارباب حاجت کے لئے کلمہ یاس نکالنا پاس ادب سے دور ہے۔ عرض کرنا ہمپر واجب ہے۔ قبول کرنے کا اختیار ولی نعمت کو ہے۔ ان ہی دنوں میں مخلص خاں بخشی ہوا وہ چاہتا کہ میں روح اللہ خاں سے بھی زیادہ خلق پر در فیض کھولوں۔ وہ نئے ملازم رکھنے پر زیادہ جرأت کرتا تھا۔ پادشاہ ان بخشیوں پر بہت خفا ہوا کہ ہم نے بار بار حکم دیا کہ ہم کو نوکر درکار نہیں پھر تم کیوں نوکر رکھتے ہو اور اس کی قباحت کو نہیں سمجھتے۔ دونوں بخشی خفا ہو کر گھر جا بیٹھے اور پیشکاروں سے کہدیا کہ آدمیوں کو جواب دیدو۔ نئے ملازموں کی سند و اسناد جاری نہ کرو۔ پس ارباب حاجت کے لئے دروازہ بند ہوا۔ ایک جماعت جو برسوں سے پادوری کر رہی تھی مایوس ہو کر فکر فاسد کرنے لگی۔ خیمہ خیمہ پر پڑی پھرتی تھی

هرکاروں کی زبانی معلوم ہوا کہ راجا رام نے جا بجا ملک کی تاخت کے لئے اور قلعوں کی تسخیر کے واسطے جو پادشاہ کے قبضہ میں آئے ہیں فوجیں بھیجی ہیں چنانچہ توابع بیجاپور میں بہت بڑا مضبوط قلعہ پرنالہ تھوڑے تردد سے راجہ رام کے منصوبوں کے تصرف میں آگیا ہے۔ قلعہ دار پادشاہی نے اس وقت کہ کار ہاتھ سے جا چکا تھا خیر پا کر لا حاصل دست بازی کی اور زخمی ہو کر اسیر ہوا۔ پادشاہ یہ خبر سنکر بہت متفکر ہوا اور اس نے کہا کہ پرنالہ نہ رفت بیجاپور رفت۔ بہرہ مند خاں کو بھیجا چاہتا

نئے نوکروں کا رکنا

قلعہ پرنالہ کا ہاتھ سے جانا

کہنا شاہزادہ معز الدین پرنالہ کا محاصرہ کر رہا ہے اس نے مصلحت یہ جانا کہ پادشاہ خود خود بیرم پوری جاکر انتظام کرے۔

سوانح سال سی و ہفت ۱۱۱۷

پادشاہ کے حکم کے موافق فیروز جنگ نے بہادر گڈہ میں چھاؤنی ڈالی تھی اسکے نام حکم گیا کہ خود جریدہ جاکر مخالفوں کی تنبیہ کرے۔ اور اس ضلع کے قلعوں کو تسخیر کرے۔ سیمہا کے مقتول ہونے کے بعد راجہ رام کی طرف سے ملک قدیم و جدید کی تاخت و تاراج کے لئے مرہٹوں کے تامی سردار بھیں گئے تھے۔ اور افواج پادشاہی کے اطراف میں شوخی و دست اندازی حد سے زیادہ شروع کی جسکی تفصیل میں قلم رنجہ کرنا سررشتہ سخن سے دور پڑنا ہے۔ ان سب سرداروں میں دو سردار سنتا گھورپورا اور دہنا جادو بڑے بیڈہب تھے۔ پندرہ بیس ہزار سوار جنگی ان کے پاس موجود تھے اور اور مرہٹے صاحب فوج ان کی اطاعت و رفاقت کے لئے موجود تھے۔ پادشاہی فوج کے سرداروں کو ان سے زخم عظیم پہنچا سنتا جی نے مشہور معموروں کی تاراج میں اور عمدہ امرا سر فوج شاہی کے مقابلہ میں ایسی شہرت پائی تھی کہ جس سے کسی کا اس سے مقابلہ و مقاتلہ ہوتا اس کو سوا اس کے چارہ نہ تھا کہ کشتہ ہو یا زخمی ہو کر اسیر ہو۔ یا ہزیمت پاکر فوج و بہیر کو غارت کرا کے جان بچانے کو دوبارہ زندگی جانے۔ جس طرف وہ پیکار کے لئے جاتا لشکر شاہی لرزنے لگتا۔ اور کوئی ذی وقار امیر پادشاہی اسکے مقابل میں کمر نہ باندہتا۔ چنانچہ اسمٰعیل خاں یکہ تاز جو دکن کے مشہور سرداروں میں تھا اس کے مقابلہ میں اول ہی حملہ میں اپنی جگہ سے ہل گیا اور تمام فوج اسکی غارت ہوئی۔ وہ زخمی ہو کر اسیر ہوا۔ بہت سا روپیہ دیکر چھوٹا۔ اسی دستور پر رستم خاں عرف شرزہ خاں [illegible] اس سے لڑا [illegible] اس کے پاس تھا برباد گیا گرفتار ہوا [illegible] کے لئے [illegible] ایسے ہی [illegible] خاں عرف حسین بیگ [illegible] شش ہزاری نے سنتا سے کارزار کر کے بہیر اور فوج کو برباد کیا

وہ خود زخمی ہوا اور ایک جماعت اسکے ساتھ زخمی ہوکر گرفتار ہوئی۔ دو لاکھ روپیہ دیکر اور اس کے ہمراہی اور روپیہ دیکر رہا ہوئے۔ سرحد کرناٹک پر ستاجی سے جان نثار خاں اور تہور خاں سے لڑائی ہوئی۔ جو مرہٹوں کی تنبیہ کے لئے مقرر ہوئے تھے۔ فوج پادشاہی کو بڑی ہزیمت ہوئی۔ تمام فوج اور توپخانہ اور بہیر غارت ہوگیا۔ جان نثار خاں زخمی ہوکر بہت کوشش کرکے جان کو سلامت لیگیا۔ تہور خاں مُردوں اور زخمیوں میں پڑا۔ دوبارہ عمر پانیکو غنیمت سمجھا اور ایسے بڑے بڑے آدمیوں کو جو لڑائی میں شریک تھے صدمہ پہنچا۔ بہت سے مقید ہوئے۔ بعضوں نے حیلوں سے جان بچائی۔ جب پادشاہ کو یہ خبریں ہوئیں تو وہ دل میں بڑا رنجیدہ ہوا۔ مگر بظاہر یہ کہا۔ بندہ کا اختیار نہیں ہے۔ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے مراد خاں نے خان جہاں سے پادشاہ کے اس مقولہ کو عرض کیا تو اسنے کہا کہ یہ خبر ہے عالم بالا میں عرض مکرر نہیں ہوتی کہ دویں یوں جس کسی کو روز ازل میں دیدیا دیدیا۔

جمدۃ الملک قلعہ نندیال کو فتح کرکے کھریہ میں آیا تھا جو سرحد کرناٹک حیدرآباد پر ہے یہیں چھاونی ڈالی تھی۔ شاہزادہ کام بخش کو پادشاہ نے قلعہ واکن کھیرہ کی فتح کے لئے بھیجا تھا اور اس مہم کے اہتمام کے لئے بخشی الملک بہرہ مند خاں کو اس کا شریک کیا تھا۔ جب اس خدمت پر بخشی الملک روح اللہ خاں مامور ہوا تو پادشاہ کے حکم سے وہ جمدۃ الملک کی کمک کے لئے مقرر ہوا۔ جب وہ کھریہ آیا تو پادشاہ کا حکم آیا کہ وہ جمدۃ الملک کے ہمراہ ذوالفقار خاں نصرت جنگ کی کمک کو جائے۔ وہ قلعہ جنجی کا محاصرہ کر رہا تھا۔ غنیم کے ہجوم سے اور رسد کے نہ پہنچنے سے اسپر کار دشوار ہو رہا تھا پادشاہزادہ جوانی کی قوت رکھتا تھا۔ خوشامد دوستی کے فریب میں آیا ہوا تھا۔ صاحب تجربہ آخر بیں کی باتوں پر توجہ نہیں کرتا۔ آخر مسافت بعید منزل بمنزل قطع کرتا تھا اور اس ضمن میں سیر و شکار بھی ہوتا جاتا تھا اور گھوڑے پر سوار ہوکر اول سے آخر تک راہ چلتا تھا۔ جمدۃ الملک بڈہا تھا۔ وہ ادب کی رعایت کرکے گھوڑے پر شہزادہ کے ساتھ جاتا تھا۔ مگر گھوڑے پر سوار ہونے سے وہ ناخوش اور آزردہ خاطر ہوتا تھا۔ زمین الفت میں گو شکوہ کے اندر دانہ کلفت ہوتا ہے اس سے مخالفت پیدا ہوئی اور بد اندیشوں نے

نبرد جمدۃ الملک اور شاہزادہ کام بخش کی باہمی رنجش

اُس ناخوشنودی کو اور بڑھا دیا۔ بہرہ مندخاں نے شہزادہ سے ایسی چکنی چپڑی باتیں بنائیں کہ اُس نے بادشاہ پاس جانے کی اس کو اجازت دیدی۔ جنجی میں لشکر آیا۔ خان نصرت جنگ نے استقبال کیا اور ملازمت حاصل کی۔ دیوان خانہ میں بادشاہزادہ بیٹھا جمدۃ الملک اور نصرت جنگ و سرافراز خاں نے بیٹھنے کی اجازت پائی۔ سید لشکر خاں پسر سید خان جہاں خاں بارہ جو نصرت جنگ کی بخشی گری کا متوقع تھا اُس کو بیٹھنے کی اجازت نہوئی تو وہ دیوان سے رنجیدہ ہو کر چلا گیا اس مقدمہ کو آدمیوں نے پدر و پسر کی سعایت کے لئے بادشاہزادہ کے ساتھ مقدمہ مرتب کیا اور اُن کو یہ سمجھا دیا کہ بادشاہزادہ تمہارے حال پر متوجہ نہیں ہوا۔ اس اثنا میں شاہزادہ اور راجہ رام کے درمیان مراسلت مخفیہ ہونے لگی۔ نصرت جنگ ہر بات سے آگاہ رہتا تھا وہ قلعہ کے اندر ہزار روپیہ روز جاسوسوں کو دیتا تھا اس راز و نیاز کی باتوں پر تحقیق اطلاع اُسکو ہوئی تو باپ بیٹوں نے بادشاہ کو اطلاع دی اور بادشاہ کی اجازت سے وہ مجاز ہوئے کہ راؤ دلپت بوندیلہ کو شاہزادہ کے دولت خانہ پر شب و روز حلقہ در بنایا۔ جمدۃ الملک کی بے اجازت سواری اور دیوان اور مرد بیگانہ کی آمد و شد نہوتی۔ اب آزردگی برملا ہوئی۔ قلعہ کے جاسوسوں سے یہ امر محقق ہو گیا کہ شاہزادہ اس سبب سے کہ جمدۃ الملک اور نصرت جنگ سے موافقت نہیں رکھتا وہ اپنے لوگوں کے ساتھ اندھیری رات میں قلعے جنجی کے اندر جانے کا ارادہ رکھتا ہے پدر اور پسر نے روسا لشکر سے مشورہ کیا سب نے متفق ہو کر جو کی اور دار و گیر کو بادشاہزادہ کے دروازہ پر زیادہ کیا اور ایک دوسرے کے مشورت سے دور قلعہ کے تھانہ داروں کو طلب کیا یوں فتنہ واحدۃ جو دور قلعہ سے سپاہ اُٹھی غنیم مطلع ہوا۔ وہ اپنی توزک جمعیت کے ساتھ مقابلہ میں آیا۔ لڑائی ہوئی۔ جمدۃ الملک کو بادشاہزادہ کی نگاہ کی محافظت میں اور نصرت جنگ کو مورچال میں کلان توپوں کے اور قلعہ گیری کے مصالح اُٹھانے میں ایسی فکر پیش آئی کہ وہ تھانہ داروں کی کمک نہ کر سکے ہر ایک نے اپنے لیے آپ تدبیر کی۔

اسمعیل خان نے لکھا ہے کہ ایک عمدہ سردار تھا اور عقب میں اُس کا تھانہ تھا جنگ میں استقامت کی سنتا نے اُسے شکست دیکر مقید کرلیا اور نصرت جنگ نے مورچال اُٹھانے میں تعجیل کی بڑی بڑی توپوں میں میخیں ٹھونک کر اُنکو بیکار کردیا اور باقی سب اسباب کو بنگاہ میں پہنچا دیا۔ اس ضمن میں غنیم نے اطراف سے خاطر جمع کرکے فرحان و شادان و نازاں و تازاں ایک لاکھ پیادہ و سوار لیکر نصرت جنگ کو گھیر لیا۔ مرہٹوں نے بڑی شوخی کی۔ مسلمانوں کی موت آئی مگر خان بہادر دو ہزار سواروں سے ایسا لڑا کہ دشمنوں کو بھگا دیا اور ایک ہزار آدمی اُن کے مار ڈالے۔ خود ہاتھی پر سوار ہوکے حصار کے دروازہ پر گیا اہل حصار نے دروازہ بند کرلیا بادشاہی لشکر کو ایک ہزار گھوڑیاں جن کے سوار قلعہ میں جا چھپے اور چار سو گھوڑے اور چار فیل ہاتھ لگے۔ بادشاہی آدمی بھی غنیم کے آدمیوں کی برابر مارے گئے۔ اور کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو زخمی نہوا ہو آخر روز میں خان بہادر اپنے بنگاہ میں پہنچا اور جمدۃ الملک سے ملا۔ دونو باپ بیٹے شاہزادہ کے دولت خانہ میں گستاخانہ گئے۔ اور اس کو اپنے اختیار میں کرلیا۔ غلہ مفقود الاثر تھا۔ سپاہ میں استقامت کی توانائی نہ تھی دشمنوں سے یک گونہ صلح کرکے کوچ کیا اور ملک بادشاہی میں آگئے۔ اس اثنا میں بادشاہ کا حکم آیا کہ شہزادہ کو محرم خاں کے ساتھ ہمارے پاس بھیجدو۔ چار مہینے بعد قلعہ فتح ہوا اور اس کا حال آیندہ آئے گا۔ ۲ شوال کو جنجی سے کام بخش پادشاہ پاس آیا۔

شاہزادہ محمد اعظم شاہ کو استسقا ہوا۔ پادشاہ نے شیشہ کی پالکی بھیجی ۴ ربیع الاول ۱۱۱۸ کو بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ علاج سے اس مہلک مرض سے اُس نے شفا پائی بعض نے لکھا کہ حضرت علی مرتضیٰ نے خواب میں آنکر اُسے اچھا کردیا۔ شاہزادہ اعظم

سادات بارہ نے تمرد اختیار کیا بادشاہ نے اُن کو سزا دیکے ٹھیک بنایا۔

سوانح سال سی و ہشتم سنہ ۱۱۰۵ھ

شائستہ خاں کا مرنا

امیر الامرا شائستہ خاں ناظم اکبرآباد کا انتقال ہوا وہ محاسن اخلاق میں شہرۂ آفاق تھا اُنہنے لاکھوں روپیہ خرچ کرکے بہت پل بنائے اور سرائیں تعمیر کرائیں۔

ممانعت سواری

بادشاہ نے حکم دیا کہ حضور میں اور تمام صوبجات میں سوا راجپوت کے کوئی اور ہندو ہتھیار نہ باندھے اور فیل و پالکی و اسپ عراقی و عربی پر سوار نہو۔

جہاز گنج سوائی کا لٹنا

ایک بادشاہی جہاز کا نام گنج سوائی تھا کہ بندر سورت میں اُس سے بڑا کوئی جہاز اور نہ تھا۔ ہر سال وہ بیت اللہ کو جاتا تھا مخہ و جدہ میں ہندوستان کی اجناس بیچنے سے باون لاکھ روپیہ نقد و زر سرخ و ریال حاصل ہوئے تھے وہ اس مال کو لیے بندر سورت کو آتا تھا۔ محمد ابراہیم ناخدا تھا جس نے آہنی چلکے بناکے اپنے ساتھ لیے کہ دریا میں غنیم کو اور اس کے جہاز کو گرفتار کرے اس جہاز میں اسی توپیں تھیں اور سوا اس کے او رچار سو صندوق اور آلات جنگ کے موجود تھے بندر سورت سے آٹھ نو روز کی راہ پر جہاز تھا کہ مقابل میں ایک انگریزی جہاز نمودار ہوا۔ جو بادشاہی جہاز گنج سوائی کی نسبت بہت چھوٹا تھا اور تیسرے چوتھے حصہ کی برابر مصالح جنگ رکھتا تھا۔ جب اُن میں گولہ رس فاصلہ رہا تو جہاز شاہی سے اول دفعہ ایک توپ غنیم کی طرف چھوڑی گئی۔ بدنصیبوں کی شامت سے یہ توپ پھٹ گئی اور اُس کے لوہے کے ٹکڑوں کے لگنے سے تین چار آدمی ضائع ہوئے اور اسی اثنا میں دشمن کے جہاز کا گولہ جہاز گنج سوائی کے چوب میان پر لگا جس کو دریا نوردوں کی اصطلاح میں ڈول جہاز کہتے ہیں اور جہاز کی سلامت روی کا مدار اسی پر ہے جس نے جہاز کو معیوب بنایا۔ انگریزی جہاز کے آدمیوں کو اس کی اطلاع ہوئی وہ دلیر ہوکر اپنے جہاز کو بادشاہی جہاز پاس لائے اور یورش کی اور جہاز کے اندر آکر شمشیر سے لڑائی شروع ہوئی باوجودیکہ جنگ شمشیر میں نصرانی جرأت نہیں رکھتے جب جہاز پر انگریزوں کے غلبہ کا اثر ہوا محمد ابراہیم ناخدا جو بجائے خود دلاور جہاز ہوگا وہ جہاز کے تختہ خانوں کے نیچے چھپا اور ترکی کنیزوں کو جو مخہ میں خرید کر کے اپنی مربت

بنائی تھی اُن کے سر پر چیرہ باندہ اور تلوار ہاتھ میں دیکے جنگ کی ترغیب دینے لگا کہ وہ
نصرانیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوئیں اور انگریز تمام جہاز پر متصرف ہوئے اور جہاز میں جو زر نقد
سرخ و سفید تھا اُنکو اور بہت قیدیوں کو اپنی ساتھ جہاز پر لے گئے تو اُن کا جہاز بڑا بھاری ہوگیا
بادشاہی جہاز کو خشکی کے کنارہ پر اپنے تعلقہ کے نزدیک لائے اور قریب ایک ہفتہ کے مال کی
جستجو میں اور مردم جہاز کے برہنہ کرنے میں اور پیر و جوان کی مستورات کی بے ناموسی میں کوشش
کی پھر جہاز اور مردم جہاز سے ہاتھ اُٹھایا بعض باغیرت عورتوں نے اپنی عصمت کا پاس کرکے
اپنے تئیں سمندر میں ڈبویا اور بعض نے خنجر اور کارد سے اپنا کام تمام کیا۔ جب بادشاہ کو یہ
حال معلوم ہوا اور بندر سورت کے سوانح نگار نے روپیہ سکہ انگریز کا کہ بمبئی میں اپنے بادشاہ
کے نام کے بنائے تھے۔ بادشاہ پاس بھیجا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ بندر سورت میں جو انگریزوں
کے گماشتے تجارت کرتے ہیں اُنکو پکڑلیں اور اعتماد خاں متصدی سورت و سیدی یاقوت خاں
کو لکھا کہ وہ بمبئی کی تسخیر کا فکر کریں۔ یہ فساد مدتوں تک رہا انگریزوں نے برج و بارہ کی تعمیر
میں اور دشوار گذار راہوں کے بند کرنے میں پہلے سے زیادہ تردد کیا۔ اعتماد خاں متصدی
بندر سورت قلعہ بمبئی کے استحکام اور بندوبست کو جانتا تھا۔ کہ وہ علاج پذیر نہیں ہے اور کلہ
پوشیوں کے ساتھ کاوش اور شورش میں سوا اس کے کہ بندر سورت کے محاصل میں خلل پیدا
ہو کچھ اور نہیں کہا ہے وہ بادشاہی کفایت شعاروں میں تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ محصول بادشاہی
کا ایک روپیہ تلف ہو۔ ہر چند اُس نے بظاہر انگریزی گماشتوں کو مقید کیا لیکن باطن
میں وہ انگریزوں کی بدنامی کے دفع کی تدبیر کرتا تھا۔ جب انگریزی گماشتے مقید ہوئے تو روئے
دریا یا کنارہ دریا پر کسی منصب دار یا بادشاہی کے آنے کی خبر سنتے تو وہ اُس کو اپنے گماشتوں
کی عوض میں مقید کرتے اس مقدمہ نے طول پکڑا جزیرہ بمبئی کا محصول دو تین لاکھ روپیہ سے
زیادہ نہ تھا وہ نوفل اور ناریل سے حاصل ہوتا تھا اور انگریزوں کا سرمایہ تجارت بیس لاکھ
روپیہ سے زاید نہ تھا۔ باقی دولت کا مدار راہ کعبۃ اللہ کے جہازوں کی دست اندازی

تھا جو سال ۲ سال میں ہوجاتی تھی وہ ان جہازات سے جو ہندوستان کی اجناس کو بندر مخہ وجدہ کو جاتے کچھ سروکار نہیں رکھتے لیکن جب مراجعت کرتے تو اُن میں نقد زر سفید و سرخ وابراہیمی، ریال ہوتے اُن کی جاسوسی کرکے جس جہاز کو زیادہ مالیت کا جانتے اُس پر تاخت کرتے۔

سوانح سال سی ونہم سنہ ۱۱۰۶

۲۰ شوال سنہ ۱۱۰۵ کو بادشاہ نے نورس پور اور فضل پور سے کوچ کیا۔ اور ۲۷ / ر کو موضع برہمن پوری میں دریا بھیرا (بہیما) کے کنارہ پر آیا اور اس ویرانے کو اپنے آنے سے آباد کیا اور اس کا نام اسلام پوری رکھا۔ امرا کو عمارات بنانے اور غربا کو چھپر چھاؤنی ڈالنے کا حکم دیا۔ اس سال کا بڑا سانحہ قاسم خاں خانہ زاد خاں مخاطب بہ روح اللہ خاں نامی وصف شکن خاں اور امرا نامی کا سنتا۔ گھورپرہ کے ہاتھ میں گرفتار ہونا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی بطریق اختصار یہ ہے۔ جب بادشاہ پاس سنتا کی تاخت و تاراج کی پیہم خبریں آئیں اور اس کو معلوم ہوا کہ اب سنتا اپنے گھر کو جاتا ہے اور اُس کا عبور لشکر سے اتنی کروہ پر ہوگا تو قاسم خاں کو جو ضلع دندیری کا فوجدار تھا اور کسی تقریب سے آدونی کے قریب آیا تھا حکم ہوا کہ اپنی جمعیت کے ساتھ وہ معبر سنتا پر جائے اور خانہ زاد خاں وصف شکن خاں وسید اصالت خاں و محمد مراد خاں اور اور منصب داران خاص جلو کے اور خاص چوکی کے اور ایک جماعت کثیر ہفت چوکی و توپ خانہ کی سنتا کی تنبیہ کے لیے مقرر ہوئی یہ ۲ / جمادی الاخر اس راہ پر کہ سنتا کا معبر تھا چھ کروہ کے فاصلہ پر لشکر آپس میں مل گئے۔ قاسم خاں کا اثاث البیت آدونی میں تھا اس نے چاہا کہ میں خانہ زاد خاں اور وزرا دروں کی ضیافت خاطر خواہ کروں بہت سا اپنا اسباب ظروف طلا و نقرہ وسی وغیرہ قلعہ سے نکلا کر دوسرے روز اپنے پیش خانہ اور ایک امیر کو تین کروہ کے فاصلہ پر بھیجا۔ غنیم کو پیش خانہ آنے کی خبر ہوئی اس نے اپنی جمعیت کو تین توپ میں تقسیم کیا۔ ایک جماعت کو پیش خانہ

لوٹنے کے لیئے بھیجا اور ایک گروہ کو لشکر شاہی کے مقابلہ کے لیئے اور ایک جمعیت کو
علیحدہ مرتب کیا۔ چار گھڑی دن باقی تھا کہ جرجق کو پیش خانہ لوٹنے کے لیے بھیجا اُس نے
پیش خانہ کو خوب لوٹا اور بہت آدمیوں کو مارا اور خستہ کیا اور جب یہ خبر قاسم خاں نے
سُنی تو اُس نے خانہ زاد خاں کو خواب سے بیدار نکیا خود مقابلہ کو نہ دوڑا ایک گروہ نہ گیا تھا
کہ فوج غنیم مقابلہ کے لیے مستعد ہوئی جنگ شروع ہوئی خانہ زاد خاں خواب سے بیدار ہوا
اور اس نے یہ خبر سنی بھیر و بنگاہ و احمال و اثقال خیموں کو یہیں چھوڑ کے جلد دوڑا دشمن کی
طرف کا لیہ پیادے بندوقچی بہت تھے وہ نشانہ خوب لگاتے ہیں اور سواروں کی جمعیت
بھی بے انتہا تھی۔ محاربہ عظیم ہوا۔ طرفین کے بہت آدمی کشتہ ہوئے باوجود سپاہ اور
سرداروں کی ثبات و استقامت کے اور دشمنوں کے مارنے اور زخمی کرنے کے دشمن کے
قرار میں ذرا خلل نہ پڑا۔ سنتا نے جو ایک جوق کو علیحدہ رکھا تھا وہ شاہی بھیر پر جو پیچھے چھوڑ
گئے تھے حملہ آور ہوا اور سارے اسباب کو لوٹ لیا اور سب آدمیوں کو مار ڈالا۔ جب یہ
خوف کی خبر عین گرمی جدال و قتال میں خانہ زاد خاں و قاسم خاں کو پہنچی تو اُن کے ثبات
میں تزلزل ہوا اور آپس میں مشورہ کیا کہ جہاں پیش خانہ گیا تھا وہاں ایک قلعۂ بندی
ہے اور اُس کے آگے تالاب ہے وہاں جانا چاہیئے ایک کوس تک وہ لڑتے ہوئے تالاب
کے کنارہ پر پہنچے اُس وقت غنیم نے کچھ نہیں کیا اور ایک طرف اپنا ڈیرہ لگایا۔ بادشاہی
آدمی جو قلعہ میں تھے اُنہوں نے اور بادشاہی آدمیوں کے واسطے دروازہ بند کیا خان
مشار الیہ اور امرا نے جو ماحضر ساتھ رکھتے تھے اُس کو آپس میں قسمت کر کے کھایا اور تمام
سپاہ کو سوائے تالاب کے پانی پینے کے کچھ اور کھانے کو نہ ملا۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کے
پیٹ کا دانہ اور مردانہ کا نام بھی کوئی نہیں لے سکتا تھا جب دن ہوا تو غنیم نے انکا گرد و
پیش گھیرا لشکریوں نے بھی کمر ہمت جان فدائی میں باندھ کر مقابل کھڑے ہوئے دشمن
تین روز تک مخوار ہوا اور لڑا انہیں پھر اس پاس کئی ہزار پیادے چیتل درگ سے آگئے

چوتھے روز ابھی صبح کی سفیدی نمودار نہوئی تھی کہ کالیہ پیادوں کے جو پہلے سے وہ چند تھے جنگ شروع کی۔ توپ خانہ شاہی کا مصالحہ اکثر غارت ہوچکا تھا اور جو کچھ ساتھ تھا وہ خرچ ہوچکا تھا۔ کچھ دیر تک لڑائی کا غل مچا آخر کو وہ عاجز ہوئے دشمن کی طرف سے اولوں کی طرح تفنگ کی گولیاں برستی تھیں بہت سے آدمی تلف ہوئے باقی آدمیوں کی چاروں طرف راہ بند دیکھی تو وہ کام ناکام قلعچہ میں داخل ہوئے ثقات جو اس جنگ میں موجود تھے کہتے تھے کہ جنگی سپاہ کا سوم حصہ دونو پیش خانہ اور راہ میں اور سر تالاب پر مرہٹوں نے مار ڈالا قلعچہ کو غنیم نے چاروں طرف سے محاصرہ کیا اور انکی خاطر جمع ہوئی کہ یہ سب بھوکے مرجائیں گے جس دن اس قلعچہ میں داخل ہوئے تو اس کے ذخیرہ سے جوار اور جو کی روٹی کل چھوٹے بڑوں کو ملی اور دواب کو پرانے چھپر کھانے کو ملے۔ دوسرے روز نہ آدمیوں کے لئے روٹی تھی نہ گھوڑوں کے لیے دانہ و چارہ اس روز بے درمان بچاے نہیں جاتی تھیں قاسم خاں بڑا تریاکی تھا اور اسی پر زندگی کا مدار تھا۔ تریاک کے نہ ملنے سے وہ ہلاک ہوا کوئی کہتا ہے کہ زہر کھا کر مرگیا۔ غرض تیسرے روز وہ زندہ نہ تھا۔ دشمن اس سے اور زیادہ دلیر ہوا۔ اور محصورین بیدل اور بے جگر تر۔ بزدلوں اور جگرداروں نے ہرچند کہا کہ اس خرابی کے ساتھ بھوکے کب تک رہیں گے ایک بار دشمنوں پر حملہ کرکے شہادت نصیب ہوں یا فتح نصیب دونو صورتوں میں عذاب سے مجانبت اور ثواب سے مقاربت ہوگی۔ یہ بڑوں نے قبول نہ کیا۔ اکثر آدمی بھوکے مرگئے۔ گھوڑے ایک دوسرے کی دم کو گھاس کی طرح کھاتے تھے غنیم نے ایک برج کو نقب سے اڑادیا۔ اور اطراف میں آواز گیر و دار کو بلند کیا خانہ زاد خاں ناچار ایک جوگی کی پناہ میں گیا اور آخر کار صلح یہ قرار پائی کہ قاسم خاں کے نقد و جنس و جواہر اور گھوڑے ہاتھی سنتا کو دیے جائیں اور بیس لاکھ روپیہ اور سیر بالکشن و منشی معتمد و صاحب بیدار خانہ انکا اول ہو۔ اس پر عمل کیا گیا۔ سنتا نے کہلا بھیجا کہ آدمی قلعچہ سے بے ہتھیار نکل آئیں اور دروازہ سے لگے ہوئے کھڑے رہیں جس شخص کے پاس کچھ ہوگا [illegible]

نہیں کی جائے گی اور ہمارے لشکر سے جس چیز کو چاہیں خرید یں قلعہ سے تیرہ روز بعد لشکر شاہی پالکی یا غنیم کے آدمی ایک طرف روٹی اور دوسری طرف پانی آدمیوں کو دیتے تھے۔ قلعہ کے دروازہ پر دو رات ہی تیسرے روز خانہ زاد خاں مع رفقا کے غنیم سے بدرقہ لیکر بارگاہ والا کو روانہ ہوا حمید الدین خاں بہادر حضور سے اور رستم دل خاں حیدرآباد سے کومک کے لئے روانہ ہوئے تھے وہ ادونی کے متصل اُن سے ملے۔ انہوں نے لشکر کی خوراک پوشاک نقد اور ضروری اشیا سے امداد کی۔ رعد انداز خاں قلعہ دار نے زیادہ اپنی حالت سے امداد کی اور احتیاج سے زیادہ محتاج ہر ایک گھر سے اور اطراف و جوانب سے جمع ہوا۔ غنیم اس غنیمت کو لیکر اپنے وطن کو جاتا تھا اُس نے جانا کہ رستہ میں خان بہادر کا بھی جھگڑا چکاتے چلو۔ ہمت خاں کے ہمراہ ایک ہزار سوار تھے وہ دشمن سے لڑنے گیا کہ ناگاہ بندوق کی گولی اُسکے جگر میں لگی اور اسی وقت مرگیا۔ فیلبان چاہتا تھا کہ ہاتھی کو لیجائے کہ باقی بیگ پسر سردار خاں آگیا۔ اُس نے فیلبان سے کہا کہ خان زندہ ہے ہاتھی کو آگے چلا۔ غنیم کو میں ابھی مار کر بھگاتا ہوں۔ اُس نے خوب مقابلہ کیا مگر سپاہ بے سردار کب تک ٹھیر سکتی ہے۔ قلعہ نزدیک تھا اُس میں وہ گیا۔ غنیم نے بہیر کو لوٹ لیا اور قلعہ کا چند روز محاصرہ کیا اور اس حرکت کو بے نفع دیکھکر محاصرہ چھوڑ دیا باقی بیگ فرصت پاکر حضور میں آیا۔ حکم ہوا کہ خانہ زاد خان صوبہ ظفرآباد کا انتظام کرے اور صف شکن خاں فوجداری دہامونی کا سید اصالت خاں تنبھور کے قلعہ کا اور محمد مراد خاں فوجداری دوحد وکودر کا باقی لشکر پادشاہی لشکر سے ملگیا۔

جن دنوں میں شاہ عالم مقید تھا تو محمد اعظم پر بادشاہ ایسی مہربانی کرتا کہ وہ اپنے تئیں ولیعہد مستقل سمجھتا۔ ان دنوں میں کہ بہین شاہزادہ مطلق العنان ہوا۔ بادشاہ سابق سے زیادہ اُس کے حال پر متوجہ ہوا تو وہ روز بروز محمد اعظم شاہ کی ملال خاطر کا سبب ہوتا گیا نماز عید الضحیٰ میں بادشاہ نے محمد معظم کو دائیں طرف اور محمد اعظم کو بائیں طرف بٹھایا اس لیے محمد اعظم پیچ و تاب میں آیا۔ بادشاہ نے محمد معظم کو جو مخاطب بہ شاہ عالم تھا بہادر شاہ کا لقب دیا اور

اور اکبرآباد کے بندوبست کے لیے بھیجا۔ پھر اُس کے دو بیٹوں معزالدین و محمد عظیم کو بھی بھیجدیا۔ صوبہ ملتان میں فرقہ ملنگی جو لباس فقیری میں فساد کرتے تھے اور بلوچوں نے ایک آشوب اُٹھایا تھا شاہزادہ ولیعہد کو کابل میں مامور کیا اور شاہزادہ معزالدین کو صوبہ ملتان میں مقرر فرمایا۔

سوانح سال چہلم سنہ ۱۱۰۷

بادشاہ شاہزادہ محمد اعظم کو پرگنوں کے انتظام کے لیے اور غنیم کی تنبیہ کی واسطے رخصت کیا ظفرآباد کی مسجد میں نمازیوں کی ایک جماعت پر بجلی گری۔ سوا تین چار آدمیوں کے سب نمازی مر گئے۔ امام کا رخت بدن بحال تھا لیکن جلنے کا اثر ظاہر نہ تھا۔ مگر اس میں جان نہ تھی

سوانح سال چہل و یکم سنہ ۱۱۰۸

(دریا بھنبرہ جہلم کی طغیانی)

دریا بھنبرہ (بہما) کے کنارہ پر لشکر شاہی نے چھاؤنی ڈالی تھی امرا نے بڑی بڑی عمارات بنالی تھیں۔ ایک عجیب حادثہ لشکریوں پر گزرا کہ آدھی رات کو ایک عالم آسودہ اور بے خبر خواب میں تھا۔ دریا کا پانی طغیانی میں آیا اور صبح ہونے تک نصف بلکہ زیادہ لشکر کو پانی نے گھیر لیا۔ اندھیری رات۔ پانی کی طغیانی۔ بارش کی شدت لاونگ کی زیادتی نے آدمیوں کو باہر جانے سے روکا دس بارہ ہزار آدمی اور بادشاہ اور بادشاہزادوں امرا کے کارخانجات اور اسپ و گاؤ و شتر بیشمار اور خیمہ و اسباب بیحساب پانی میں ڈوب گئے بہت سی عمارتیں خراب ہوئیں بعض عمارتیں تو ایسی بہ گئیں کہ انکا نشان بھی باقی نہیں رہا تیزی سیل سے اکثر دہات بیخ و بن سے اکھڑ گئے۔ روئے دریا پر انسان و حیوان چھپروں پر سوار رواں و اں بیچارہ وار محبوس زنداں چلے آتے تھے اضداد متفق ہو گئے تھے کہ گربہ و موش و سگ و خرگوش ایک دوسرے کے نگراں چلے جاتے تھے اور اپنی جانوں پر لرزاں دم نہیں مارتے تھے۔ چوبباد شتگاہ تھے وہ کشتی پر سوار آفتاں و خیزاں سلامتی کے کنارہ پر آتے اور غریب و چھتوں پر چڑھتے۔ اُن کے جان و مال کو مردہ شوؤں نے لیجا کر دریا برد کیا۔ بادشاہ اور شاہزادہ کام بخش کے خیمے پشتہ کوہ پر تھے جس کا ارتفاع تیس چالیس گز کا تھا۔ تین پہر

کے اندر پانی اس نے چار گز نیچے تھا۔ بہت سی سواریاں تباہ ہوگئیں۔ بادشاہ خدا سے دعا مانگتا اور تعویذ اپنے ہاتھ سے لکھ لکھ کر پانی میں ڈالتا کہ پانی کم ہو۔ تیسری شب کو پانی کم ہوا اور خلائق نے زندان قید ان اشد من قید الحدید (پانی کی قید لوہے کی قید سے سخت ہوتی ہے) رہائی پائی۔

انتقال خان جہاں بہادر ظفر جنگ

خان جہاں بہادر ظفر جنگ کے آزار میں شدت ہوئی۔ جب بادشاہ شولاپور سے بیگاہ کو جاتا تھا تو ۱۰ جمادی الاولیٰ کو اس کے گھر گیا تو خان جہاں بادشاہ کے روبرو زار زار رویا کہ میں یہ چاہتا تھا کہ کسی معرکہ میں جان نثار ہوں اور حضرت کے کام میں آؤں بادشاہ نے فرمایا کہ تمام عمر بندگی و اخلاص میں جان نثاری کی ابھی تک اس کی آرزو باقی ہے۔ ۱۷ کو وہ دنیا سے رخصت ہوا۔ اس امیر عالی شان کی محفل شان عالی رکھتی تھی جو وہ چاہتا تھا کہتا تھا کسی کو تسلیم کے سوا جواب آتا تھا۔ اکثر اس کی مجلس میں نظم و نثر و شمشیر و جواہر و اسپ و فیل و ادویہ مشتی کا ذکر رہتا تھا ہے

فتح قلعہ جنجی

۲۰ جمادی الاخرہ کو شاہزادہ کام بخش صوبہ برار کے انتظام سے خوش دل ہوا۔ بادشاہ کو عرض کیا گیا کہ قلعہ جینجی پر لشکر شاہی پر تسلط و استیلا رہا پایا اور دشمنوں کی ایک جماعت کثیر کو قتل کیا۔ اور راجہ رام یہاں کا راجہ محصور ہو کر ایسا خوف میں آیا کہ عیال اطفال و اموال و اثقال کو قلعہ میں چھوڑ سنتا پاس چلا گیا۔ ۲ شعبان کو یہ قلعہ جس میں سات قلعے ہیں قہراً و جبراً مفتوح ہوا اور بادشاہی قبضہ میں آیا اور چار رانیاں اور تین بیٹے اور دو بیٹیاں راجہ رام کی اور اس کے متعلقوں و یاروں اور یاوروں کی مقید ہوئیں اور سو قلعے جو عبارت ملک کرناٹک سے ہیں ان کے ہاتھ آئے بنادر فرنگ ممالک محروسہ کے ضمیمہ بنے۔ زمیندار جو پر شور و تسلط تھے انھوں نے اطاعت کی و پیشکش دی یہ سارے کام جدۃ الملک کے تھے جن کو اس مہم کا صلہ دیا گیا قلعہ مفتوح کا نام نصرت گڑھ رکھا گیا۔ خیریت خاں کو باری اور پائے قلعہ راہیری کا بندوبست سپرد تھا ۲۹ سنہ جلوس میں مر گیا تو اس کے ضلع کے فوجدار عبدالرزاق خاں کی عرضداشت کے بموجب سیدی خیرت خاں کا اموال سیدی یاقوت کو سپرد ہوا تھا کہ خیریت خاں

کے ذمہ جو طلب سپاہ ہے وہ ادا کرے اس دستاویز پر سیدی یاقوت نے خیریت خاں کے تمام متروکہ نقد و جنس کو ضبط کیا اور اسکے زن و خرد سال فرزندوں کو اپنے تعلقہ میں قلعہ جزیرہ میں لے گیا اور یومیہ بقدر کفاف ضروری بدستور محبوسان مقرر کردیا۔ اس سال میں بادشاہ کو معلوم ہوا کہ یاقوت خاں کے گھر میں بہت سی عورتیں رات کو ماہ رمضان کے چاند کی مبارکباد دینے گئیں۔ زن خیریت خاں کے اشارہ سے ایک جوان امرد نما نے مسلین کوکن کی عورتوں کا لباس پہنا اور ایک جمدہر و گرز چوبی گھگرہ و ساڑی کے نیچے پنہاں کیا اور عورتوں کے ہجوم میں گھر میں چلا گیا اور جائے ضرور میں جو سیدی یاقوت خاں کے لیے مخصوص تھا جا چھپا۔ سیدی رات کو تیسرے پہر کمر کھولکر جائے ضرور میں جایا کرتا تھا۔ جب وہ اس رات کو جائے ضرور میں جانے لگا تو ایک لونڈی چراغ کو لیے ہوے آگے جاتی تھی جون ہی اس نے قدم اندر رکھا تو اس شخص کو اس نے دیکھا بے اختیار فریاد کی چراغ ہاتھ سے گر پڑا اُس آدمی نے حبشی کے سر پر گرز چوبی سنگیں مارا اور جمدہر مارنا چاہتا تھا کہ یاقوت خاں نے باوجودیکہ اس کی ازار کھلی ہوئی تھی اور سر سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا حریف کا ہاتھ مع جمدہر پکڑ لیا اور اُس کو زمین پر دے پٹکا محل میں غل شور ہوا حبشی لونڈیاں لکڑیاں اور مشعل لیکر آئیں۔ اس شخص کو مارنا چاہتی تھیں لیکن یاقوت نے اُنکو منع کیا اور اس شخص کو دم دلاسا دیکر اصل حال دریافت کرلیا کہ خیریت خاں کی زن کے اشارہ سے یہ کام کیا ہے یاقوت خاں نے اس عورت کو مدت تک محبوس رکھا مگر کوئی گزند جانی نہیں پہنچایا اور اس کا یومیہ بڑہا دیا۔

سوانح سال چہل و دوم ۱۱۰۹ سنہ ۱۱

خواجہ یاقوت محمد کام بخش کا ناظر و اتالیق تھا بہت اعتقادی اور دولت خواہی کے سبب شہزادہ سے کبھی حرف درشت و درست کہدیتا تھا۔ بعض بامیاب و باش شاہزادہ کی خدمت میں بیٹھتے تھے یہ باتیں تیر کی طرح اُن کے دل میں چبھتی تھیں۔ ناراستوں نے باطل دوستی سے چاہا کہ اپنے تیر پہلو نشین کو اُسکے سینہ اخلاص خزینہ میں بٹھائیں ۱۰ رجمادی الاخرہ کو رات کے وقت

خواجہ یاقوت خان کا مارا جانا …

محرم خاں دولت خانہ شاہزادہ سے اپنے گھر جاتا تھا اثنائے راہ میں کسی بداندیش نے اُسکے تیر لگایا اس کی حیات باقی تھی کہ اُس نے اپنے ہاتھ کو سپر بنایا کہ پردۂ شکم تک تیر نے اثر نہیں کیا جب بادشاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے کوتوال کو اس مقدمہ کی تحقیق کے لیے مقرر کیا۔ شاہزادہ کے پانچ عمدہ سرداروں کے گرفتار ہونے کا بادشاہ نے حکم دیا۔ چار آدمی تو خوشی سے گرفتار ہوگئے مگر بادشاہزادہ کے کوکہ نے خیرہ سری کی تو بادشاہ نے شہزادہ پاس حکم بھیجا کہ اُسکو اپنے لشکر سے نکال دے۔ بادشاہزادہ نے کوکہ کو اپنے پاس طلب کیا اور سو اشرفی و خیمہ دیا۔ ہزار پان دیکر رخصت کیا اور اس کے جانے سے دلگیر ہوا۔ ابھی وہ دریا سے پار نہ گیا تھا کہ بادشاہ نے شاہزادہ کو حکم دیا کہ اسکو وہ خود لیکر حاضر ہو۔ وہ اس کو لیکر آیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ خود آئے اور کوکہ کو دیوان خاص میں چھوڑے۔ شاہزادہ نے کہا کہ میں اور وہ دونو ساتھ مجرا کریں گے اور اپنا بالابند کھولکر انگلی اور اپنی کمر میں باندھ لیا۔ ان اداہائے ناخوش کے سبب بادشاہ نے کہا کہ وہ عدالت میں بیٹھیں۔

حمیدالدین خاں کو حکم ہوا کہ اس جلیس کو بادشاہزادہ سے جدا کرے جب وہ جدا کرنے آیا تو شاہزادہ نے حمیدالدین خاں کو کٹار لگا کے زخمی کیا۔ لوگوں نے کوکہ کو خوب مارا پیٹا مگر بادشاہزادہ سے کوئی نہ بولا۔ اس حال کو سنکر بادشاہ نے حکم دیا کہ جواہر خانہ کے متصل ایک خیمہ لگا کے اس میں شاہزادہ کو تادیب کے لیے رکھیں اور کوکہ کو زندان خانہ میں بھجوائیں اور بادشاہزادہ کو منصب سے برطرف کیا اور اموال و اسباب و اثاثہ و کوکبۂ دولت سے ضبط کیا۔

سنتاجی گھورپرے کے تسلط و تاخت و تاراج کے آوازہ نے حد سے تجاوز کیا۔ ان دنوں میں کہ غازی الدین خاں فیروز جنگ سنتاجی کی تنبیہ کے لیے مامور ہوا تھا وہ بیجاپور سے چار پانچ منزل پر مقیم تھا۔ خبر آئی کہ سنتا گھورپرے بیس پچیس ہزار سواروں کے ساتھ آٹھ نو کوس پر آگیا ہے۔ سپہ سالار فیروز سنتا کے غلبہ اور شہرت سے اور اپنی فوج کی قلت سے آگاہ تھا بمقتضائے وقت مصلحت یہ سمجھا کہ شہرت یہ دی کہ سنتا سے لڑنے جاتا ہوں۔ میر منزل کو شکست یافتن سنتا

اور آدمیوں کے ساتھ راہ صاف کرنے کے لیے اور پیش خانہ لیجانے کے لیے تعین کیا اور خود سوار ہو کر بیجاپور کو راہ اختیار کی جب وہ بیجاپور سے آٹھ نو کوس پر آیا تو جاسوسوں کی زبانی معلوم ہوا کہ سنتاجی اور دہناجی کے درمیان آپس میں فساد ہے یہ دونو سنتا پت یعنی مرہٹوں کے سپہ سالار تھے دہناجادو مرہٹوں کے عمدہ قدیمی سرداروں میں تھا اور بہ نسبت اور سرداروں اور سنتاجی کے امرا بادشاہی سے سلوک و سلامت کا طریقہ مرعی رکھتا تھا سنتا اس پر تفوق چاہتا تھا اس لیے دونوں کے دلوں میں غبار تھا اور ایک دوسرے کے استیصال میں کوشش کرتا تھا۔ راجہ رام کو دہناجی جنجی لیے جاتا تھا منازعت قدیم کے سبب مقابلہ ہوا۔ سنتا غالب رہا۔ امرت راؤ برادر ناگوجی کو جو دہنا کا رفیق دیاور تھا زندہ گرفتار کرکے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈلوا دیا اور راجہ رام کو قید کیا اور دہنا جان بچا کر نکل گیا دوسرے روز سنتا راجہ کے روبرو دست بستہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں وہی حضور کا غلام ہوں یہ گستاخی اس سبب سے ہوئی کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ دہنا کو میرا روکش بنائیں اور اس کی اعانت سے جنجی جائیں۔ اب آپ جس خدمت کو کہتے ہیں حاضر ہوں۔ راجہ کو خلاص کرکے جنجی میں پہنچا دیا ذوالفقار خاں کے مقابلہ میں اور محمد کام بخش کے بہکانے میں اور تسخیر قلعہ کی مقدمات کی برہم زنی میں اور اسمعیل مکھا کے دستگیر کرنے میں شریک غالب رہا جب تک قلعہ جنجی فتح ہوا وہ راجہ رام کے ساتھ قلعہ سے باہر ستارا کی جانب دہنا کی مخاصمت کے سبب سے گیا۔ دہنا یہاں تھا۔ مرہٹوں کے اکثر امرا اس سے عداوت رکھتے تھے اور خفیہ دہناجی جادو سے سنتاجی کے واسطے نامہ و پیغام بھیجتے تھے ہنونت رائے ایک بڑا نامی سردار تھا دہنا جادو کے اشارہ سے اس نے سنتا کے عمدہ نوکروں سے سازش کی اور دہنا جادو کی فوج لیکر اس نے سنتاجی کی بھیڑ کو جالوٹا اور سنتا کے لشکر کے بڑے نامی راوت لے جدا ہو کر ہنونت راؤ سے پیوستہ ہوئے اور ایک جماعت کشتہ و زخمی ہوئی سنتا بے پر و بال ہو کر پہاڑوں میں گیا اس خبر کے سننے سے فیروز جنگ کے لشکر میں بڑی خوشی ہوئی اور اسی زمانہ میں اورنگ زیب کا فرمان دستخط خاص کا لکھا ہوا آیا کہ مرہٹوں کے سرداروں میں آپس میں نفاق ہے یقین ہے کہ سنتا جلد اپنے جزائے کردار کو پہنچے گا۔ تم جلد

جلد

جاکر ایسی کوشش کرو کہ اُس کے استیصال کی فتح تمہارے ہی نام ہو اس حکم کے پہنچتے ہی بہادر سنتا کے تعاقب میں مصروف ہوا۔ ایک طرف سے بادشاہی فوج اور دوسری طرف سے دہنا کی فوج سنتا کے پیچھے پڑی۔ سنتا کی فوج بالکل متفرق اور اُس سے جدا ہو گئی۔ اس حال میں ناگوجی میانے دیس مکھ مسور جو مرہٹہ سرداروں میں تھا اور بادشاہ کے ملازموں میں کچھ مدت تک داخل ہو چکا تھا مگر پھر اپنے فرقے سے ملگیا تھا اور اس سرزمین میں وطن رکھتا تھا اور اُس کے بھائی ...... کو ہاتھی کے پاؤں تلے سنتا مسلوا چکا تھا۔ عداوت جانی اُس سے رکھتا تھا اپنی بیوی کی رہنمائی سے اپنے آدمیوں کی جماعت لیکر سنتا کے تعاقب میں گیا اور وہاں پہنچا جہاں سنتا کوفتہ و ماندہ بے پروبال ایک نالہ کے کنارہ پر رہتا تھا غافل پاکر اُسکو قتل کر ڈالا اور اُس کے سر کو توبرہ میں ڈال گھوڑے کے پیچھے باندھا اور اُس کو لیکر اپنی بیوی پاس یا دہنا جادو پاس چلا۔ رستے کے اندر توبرہ گر پڑا فیروز جنگ کی فوج کے سواروں اور ہرکاروں نے اُس کے سر کو پہنچایا اُسکو لطف اللہ خاں پاس کہ ہراول تھا لے آئے اور لطف اللہ خاں سر کو فیروز جنگ پاس لایا۔ اس پر بڑی مبارک سلامت ہوئی۔ شادیانے بجے۔ تشہیر کے بعد سر بادشاہ کے پاس خواجہ بابا کے ہاتھ بھیجا۔ بادشاہ نے سر کو دیکھکر شکر الٰہی کیا اور نوبت بجوائی اور خواجہ بابا کو خوشخبر خاں کا خطاب دیا اور حکم دیا کہ اس سر کی لشکر میں اور بعض بلاد دکن میں تشہیر ہو۔

سوانح سال چہل و سوم سنہ ۱۱۱۱

جب بادشاہ نے یہ سنا کہ مرہٹوں کا فساد و تسلط بڑھتا جاتا ہے اور وہ بہت شوخی کرتے ہیں تو اُس کے دل میں آیا کہ اُن کے قلعوں کی تسخیر کے لیے جہاد کیجئے جو مرہٹوں کے مسکن اور ماوا ہیں اور اس طرح اُنکا استیصال کیجئے بادشاہ اسلام پوری میں چار سال سے چھاؤنی ڈالے ہوئے تھا۔ امرا نے اپنے بڑے بڑے مکان بنا لیے تھے۔ ایک نیا شہر معلوم ہوتا تھا ایک سال پہلے قلعہ سنگ و گچ بنایا گیا تھا اب بادشاہ نے حکم دیا کہ ایک خام قلعہ جس کا دور ڈہائی کروہ کا پیمائش ہو بنایا جائے یہ ایک سال کا کام پندرہ روز کے اندر کاریگر دانتوں نے بنادیا بادشاہ کا قلعوں کی فتح کے لیے جانا

زینت النساء بیگم اور والدہ بادشاہزادہ اور خدمہ محل کو اس آرامگاہ میں بٹھایا اور عمدۃ الملک امیرالامرا
اسد خاں کو نیمات کی حفاظت سپرد کی۔ خافی خاں لکھتا ہے کہ بادشاہ نے منادی کرائی کہ
سب امرا و منصبدار و خلائق اپنے عیال و اطفال کو مع فضول اسباب کے اس بنگاہ میں رکھیں
اور بہت تاکید کی کہ کوئی شخص اپنے اہل و عیال کو ہمراہ نہ لے مگر بادشاہ کی مروت کے سبب
اس حکم کی تعمیل نہوئی اور خود ۵ جمادی الاولی کو سفر کیا اور ۲۰ روز میں مرتضی آباد عرف مرچ
میں آیا شاہزادہ محمد اعظم کو بیرگاؤں سے طلب کیا تھا وہ بھی اس منزل میں ملگیا۔ مخبروں کے
اخبار سے تحقیق ہوا کہ راجہ رام برار میں تاخت و تاراج کر رہا ہے اور یہ بھی معروض ہوا کہ زمیندار
دیوگڑہ جو بسبب مناقشہ وطن اور وارثوں کے غلبہ سے بادشاہ پاس آنکر مسلمان ہوا تھا اور
بلند بخت اُس کو خطاب ملا تھا جب اُس نے مدعی وطن کے مرنے کی خبر سُنی تو وہ بادشاہ پاس سے
بھاگ کر دیوگڑہ میں چلا گیا اور پیشکش مقرری جو ہر سال دیتا تھا وہ نہیں دیتا اور مفسدی کرتا ہے
اور ملک کی تاخت و تاراج میں راجہ رام کے ساتھ اتفاق رکھتا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا
کہ آیندہ اُسکو نگوں بخت لکھا کریں اور بادشاہزادہ بیدار بخت کو حکم دیا کہ شائستہ فوج کے ساتھ
جا کر راجہ رام اور نگوں بخت کی تنبیہ کریں۔ اور بنگاہ اپنا مرتضی آباد میں چھوڑے۔ بطریق
ایلغار مسافت طے کرے اور ایسا تعاقب کرے کہ اخگر افسردہ خاکستر کے نیچے شعلہ زن نہو
اور روح اللہ خاں بخشی اور حمید الدین خاں بہادر کو حکم دیا کہ وہ پرتاب گڑہ سے ستارا تک
کہیں آبادی کا نشان نہ چھوڑیں۔ مرتضی آباد سے جب بادشاہ نے پرگنہ کر کی نواحی میں کوچ
کیا معروض ہوا کہ تھانہ بادشاہی یہاں تھا جس کو دشمنوں نے خراب کیا اور ایک مسجد
پہلے لوگوں کی بنائی ہوئی ہے وہ بے چراغ ہے۔ بادشاہ دو کروہ مسافت طے کر کے اس مسجد
کو دیکھنے گیا وہاں دوگانہ شکر ادا کیا۔ یہاں تھانہ آباد کیا۔ جو رعایا فراری تھی وہ یہاں مال
اور انعام دینے میں آباد کی گئی بادشاہ نے اسکی حراست کے لیے ایک جماعت مقرر کی یہاں
سے تھانہ سوادی میں بادشاہ گیا۔ یہاں سے تین کروہ پر ایک مضبوط قلعہ بسنت گڑہ تھا

وہ غنیم کے تصرف میں تھا اور متانت میں مشہور تھا تربیت خاں میر آتش کو حکم ہوا کہ وہ اس پہاڑ
پر جاکر دشمنوں کو نکال دے۔ خان نے دو روز میں توپ خانہ کو قلعہ کی دیوار کے نیچے پہنچا ما
آتش بار توپیں لگاکے دشمن سوزی شروع کی قلعہ نشینوں نے بھی کوہ پیکر توپوں کا چھوڑنا
اور آلات آتشبازی کا چلانا شروع کیا۔ بادشاہ نے دو تین مقام کرکے حکم دیا کہ آب کشنا پر
جو قلعہ سے ایک کروہ پر تھا اور گولہ رس تھا خیمے لگائے جائیں صبح کو حکم دیا کہ یورش کے لیے
لشکر تیار ہو محصوروں نے بادشاہ کی یہ جرات دیکھی تو انھوں نے اپنے عجز کا اظہار کیا اور جان
کی امان کا پیغام دیا اور قلعہ سپرد کرنے کو کہا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ سب کے ہتیار لے آؤ اور
مضرت جانی نہ پہنچاؤ اور انکو چھوڑ دو رات کو سب اس طرح بھاگ گئے کہ پتا بھی انکا نہ معلوم ہوا
مصالحہ و ذخیرہ قلعہ قدرے غلہ اور اور اسباب بادشاہی لشکر کو ہاتھ آیا ۱۲ جمادی الآخر
سنہ ۱۱ کو قلعہ سب طرح قبضہ میں آگیا۔ کلید فتح اس قلعہ کا نام ہوا۔ فتح بسنت گڑھ

بسنت گڑہ کی فتح کے بعد بادشاہ قلعہ ستارا کی فتح پر متوجہ ہوا۔ ستارا کا قلعہ ایسے
اونچے پہاڑ پر واقع ہے کہ اُس نے ستارا کو اسم بامسمیٰ بنا دیا ہے۔ ۲۵ جمادی الآخر کو سنہ ۴۴
جلوس کو پائے قلعہ سے آدہی کوس کے فاصلہ پر بادشاہی خیمہ لگا اور دوسری طرف شاہزادہ
محمد اعظم شاہ کا خیمہ ایستادہ ہوا اور امرا کے خیمے جابجا اطراف قلعہ میں تربیت خاں کی تجویز
سے نصب ہوئے قلعہ کو مرکز دار گھیر لیا تھوڑے دنوں میں اندک تردد سے قلعہ کے نیچے اور دمدموں
کے اوپر توپیں لگادیں۔ لیکن قلعہ دیوار کی صورت ایک پہاڑ ہے جو تیس گز بلند اور اُس کے
اوپر چھ گز سنگ چین ہے۔ وہ کوئی دیوار نہیں کہ جس کے ارکان میں توپوں سے تزلزل آئے
پھر اسپر اسباب استحکام سب موجود تھے توپخانہ و ذخیرہ اور فزونی آب کہ عین گرمی کے موسم
میں چشمے جاری تھے اور کام کے آدمی نقد جان کو ہاتھ میں لیے ہوئے وہ مستعد و مہیا تھے
شب و روز بان و تفنگ و حقہ چادر و مشک اور سنگ پھینکتے تھے اور باہر کی بیشمار افواج
رسد کو لوٹتی تھی اور دس کوس تک گھاس کو اُنہوں نے جلا دیا جو جاندار کا مایہ عیش ہے کئی بار وہ شوخی

کر کے لشکر کے نزدیک آئے مگر انہوں نے مالش ایسی پائی کہ بھاگ گئے۔ غلہ و کاہ کی کمال گرانی ہوگئی باوجود اس دشواری کے دیوار حصار سے تیرہ گز پر برج کے مقابل ایک دمدمہ تیار ہوگیا اُس کے مصالح میں اتنے درخت صرف ہوئے کہ تیس چالیس کوس تک درخت کا نام نہیں رہا۔ بادشاہزادہ کی طرف سے مورچال پائے قلعہ تک پہنچ گئے اور نقابوں کو حکم ہوا کہ وہ نقب لگائیں انہوں نے دمدمہ کے قریب چند روز میں ۴۰ گز سنگ خارا کو جس کا نام برج تھا خالی کیا۔ بادشاہ کے حکم سے توم ماولیہ کے کہ قلعہ گیری میں ید طولیٰ رکھتی ہے دو ہزار آدمی حاضر ہوئے اور تین سال کی طلب کا ایک لاکھ چھتیس ہزار روپیہ اُنکو دیا گیا اور قلعہ کے اوپر چڑھنے کا اسباب زینہ اور مال اور چرمین جامے تیار ہوئے۔ سچ ہے کہ طالب ہر در سے اپنے مطلوب کو ڈہونڈہتا ہے کہ کسی در سے اُس پر راہ کھلجائے کارکنوں کی نظر میں یہ تمام اسباب قلعہ گیری کے لیئے مفید نہ تھا۔ تربیت خاں نے اُسی دمدمہ کے نیچے جو چوبیس گز بلند تھا ایک زینہ رواں کیا اس کے مصالحہ میں ہزار کجاوے اور ٹاٹ و کرپاس کے خریطے صرف ہوئے کرپاس کمیابی کے سبب روپیہ کا چار گز ملتا تھا بیمہ صحرا صرف ہوا۔ خاکریز کر کے قلعہ کے نیچے نقب لگائی اور اُسکے اُوپر چوبی زینے لگائے لیکن پیش رفت کار سوا اس کے نہ ہوئی کہ خان مذکور دمدمہ سابق پر رکھ کے لایا تھا۔ اس کے سبب محصور دیوار قلعہ سے سر نہیں نکال سکتے تھے اور بندوق نہیں مار سکتے تھے اور دیوار کے نیچے چھپ کر بیٹھے تھے اور پتھر مارتے تھے اور اس سبب سے یورش کا مقصد کہ دیوار پر بہادر چڑہیں نہیں حاصل ہوتا تھا بادشاہ نے حکم دیا کہ قلعہ کے دروازہ کی طرف فتح اللہ خاں اور روح اللہ خاں اور مورچال رواں کریں پنجم شوال ۴۴؁ جلوس کو خان مذکور نے اپنے فلک صائب سے ایک ماہ کے عرصہ میں یونی قلعہ کے نیچے مورچے پہنچائے۔ تربیت خاں نہیں چاہتا تھا کہ اس کے تردد کے مقابل میں کوئی دوسرا نام آور ہو اُسنے اپنی رائے صائب اور سنگتراشوں کی مدد سے کمر کوہ میں دو طاق بقدر طول چودہ درعہ اور عرض دو درعہ خالی کیے مردم کارزار دیکھ

کو وہاں چوکی کے لیئے بٹھا یا کہ کارزار کے وقت اُن سے جانفشانی ظہور میں آئے جب اُس کا
منصوبہ جو مرکوز خاطر تھا پیش نہ گیا تو ایک تازہ تدبیر اس کے ذہن میں آئی کہ دونوں طاقوں کو اُس نے
باروت سے پر کیا جب اس کا یہ حسن تردد بادشاہ سے عرض ہوا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ سوار و
پیادے توپخانہ وخاص چوکی والوں افغان دگمر اور تعینہ سائر وجماعہ عرضی وکمنداگی جو
شب و روز حاضر رہتے ہیں اُن کے علاوہ بخشی الملک مخلص خاں وحمید الدین خاں بہادر
چند ہزار سوار لیجا کر انتظار کریں کہ جب نقب اُڑائی جائے اور جاں فروش قلعہ میں داخل ہوں
تو وہ اُنکی کمک کریں پنجم ذیقعدہ سال مذکور کو طاق کلاں میں آگ دی اُس کے اوپر کا پشتہ
مع دیوار کے اُڑ کر قلعہ کے اندر گیا اور اہل قلعہ کی ایک جماعت جلگئی اور اُڑ گئی۔ بادشاہی
لشکر کو جرات ہوئی اور اُس نے قدم آگے رکھا پھر طاق دوم کی باروت میں آگ لگائی
اُس کے اوپر کا پارچہ کوہ جس پر یہ گمان تھا کہ وہ قلعہ کے اندر پڑیگا وہ بادشاہی لشکر کے سر پر
پڑا اور کئی ہزار آدمی جو مغاکوں اور بناؤں میں یورش کے منتظر تھے۔ پلک مارنے میں پتھروں
کے نیچے دب گئے گنج شہیداں کی طرح بے غسل وکفن دفن ایک دوسرے کے اوپر سوئے
اس سے دو ہزار کار آمدنی بیکار کام آئے۔ اگرچہ آدمیوں کے لیے راہ وسیع خود بخود کھل گئی
اس حشر میں سو آدمی دیوار کے اوپر دوڑے اور غل مچایا کہ آؤ یہاں کوئی نہیں ہے لیکن پیچ چال
کے آدمیوں نے ترس خوف سے اس راہ میں قدم نہ رکھا انتظام جاتا رہا۔ کام کیا نہ کیا برابر ہوا
محصورین نے جب دیکھا کہ کوئی متنفس اس طرف سے نمودار نہیں ہوا تو وہ دیوار کے اوپر آئے ہنگامہ گرم کا
گرم تر اور قائم تر کیا۔ اور بندوق زنی کی۔ آتش کو روشن کیا۔ دمدمہ بھی پھٹ گیا تھا۔ دھکے کھا چکے
تھے اور کارپردازوں نے کام سے ہاتھ اُٹھا لیا تھا۔ کون مقابلہ میں آتا جب بادشاہ کو اسکی
اطلاع ہوئی تو بادشاہ خود گھوڑے پر سوار ہوا اور نوکروں کے سرکار پر آیا اور حکم دیا کہ مردوں کی
لاشوں کو ایک دوسرے پر فراہم کرو اور سینوں کو سپر بنا کے یورش کرو مگر بادشاہ نے اپنی بات
کا اثر مشاہدہ نہ کیا تو حکم دیا کہ کمر کوہ میں خیمہ برپا ہو تا کہ وہ خود اور بادشاہزادہ اس جگہ تشریف لیجائیں

ارکان سلطنت دست بستہ کھڑے ہوئے۔ ساتھ اُس کے مانع ہوئے اس غذر کی سواری تھی لیکن
کام کے برہم ہو جانے کے بعد جانے سے کیا فائدہ تھا بعد اس کے بادشاہ نے سپاہ کی تہالت
اور دلداری کی اور فرمایا کہ اس مرتبہ تو ہم اور ہر اس کو کس واسطے تم اپنے دلوں میں جگہ دیتے ہو
ابھی غنیم نے کوئی دست برد پیش نہیں کی ہے جس جماعت کی اجل آئی تھی اس نے شہادت کی سعادت
پائی جو اہل دین کی آرزو کا انتہا کا درجہ ہے اور آخرت کی رستگاری کا سرمایہ تم کو چاہئے کہ جادہ
کمر باندھو جب تک ان میں جان ہو کوشش کرو۔ سرافراز خاں بخشی کو حکم ہوا کہ سربازوں ہیں
کو جو مصالح قلعہ گیری میں اور بہرہ مند خاں بخشی کے آدمیوں کو تربیت خاں کی مدد کے لیے لیجاؤ
اور از سر نو مورچالوں کے بنانے میں مشغول ہو۔ بہت سے بہادروں کو افسوس تھا کہ کار طلب
آدمیوں کی جماعت یوں مفت رائگاں خاک کے نیچے سوئے اور سنگ کلوخ سے ہم آغوش ہوئے
اور چند لاکھ روپیہ مع محنت و تردد پنج ماہ کے خاک کی برابر ہوا۔ اور پھر مآل کار معلوم نہیں۔
جو آدمی دبے ہوئے تھے اُن میں سے بعض کے وارث وقت پر پہنچے اور مردوں اور زخمیوں
کو نکال لائے۔ باقی مرگئے واقعہ غریب یہ ہے کہ پیادے بلینہ اپنے بھائیوں اور فرزندوں اور
یاروں کے مرنے سے بہت بیدل تھے اور میر آتش سے بھی دل ناخوشی رکھتے تھے جب انہوں نے
دیکھا کہ کوہ سنگ خاک سے مردوں کا نکالنا مشکل ہے اور اُن کے دین میں مردوں کا جلانا واجب ہے
اُنہوں نے اُسی شب کو مورچال کو جو سراپا چوب سے مرتب تھا بے خبر آگ لگا دی۔ یہ آگ
سات دن رات جلتی رہی۔ اتنا پانی کہاں تھا کہ اس صحرائے آتش کو بجھاتا کل ہنود اور بعض مسلمین
بھی جن کے نکالنے کی فرصت نہ ملی تھی وہ بالکل جل گئے۔ دنیا بھی عجب آتش کدہ ہے کہ دوست
و دشمن دونوں کی آگ میں جلتے ہیں۔ اس سردار جد کار نے نان کی امید میں اور جان کی بیم میں
کتنا لشکر قلعہ میں بہت کوشش کی مگر العبد یدبر واللہ یقدر
۲۵ رمضان ۱۱۱۶ھ کو مخبروں نے خبر دی کہ راجہ رام جو برار میں تھا اپنے گھر جاتا تھا وہ
مرگیا اور تین خردسال بیٹے اور دو بیویاں چھوڑ گیا دہم شوال کو بادشاہ کو یہ اطلاع ہوئی۔

کہ پسر کلاں جو پانچ سال کا تھا اسکو مرہٹوں نے باپ کا جانشین کیا تھا وہ چیچک سے مر گیا راجہ رام کی بڑی رانی تارا بائی تھی کہ عقل و فراست میں اور ملک و سپاہ کی پرداخت میں اپنے شوہر کی حیات میں شہرت تمام رکھتی تھی اور اس کے ایک بیٹا تھا ۔ اسکو سرداروں نے راجہ رام کا قائم مقام کیا ۔ رانی مذکور نے دشوار گذار پہاڑ کی طرف رخ کیا ۔ بادشاہ نے یہ خبر سنکر شادیانے بجانے کا حکم دیا اور راجہ کے شر کے دفعہ ہونے کا شکر ادا کیا امیروں نے بھی بادشاہ کو مبارکبادی دی مگر وہ کارخانہ الہی سے غافل تھے جب سنبھاجی قتل ہوا ہی تو بھی یہ سمجھے تھے کہ دکن کا فساد برطرف ہوا ہی اب بھی سب متفق اللفظ ہو کر خوشوقتیاں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مرہٹوں کی جڑ کٹ گئی اور طفل شیر خوارہ اور ایک بیدست و پا زن ہیں جنکا استیصال کیا بڑی بات ہی یہ خبر نہیں کہ عاقل کہہ گئے ہیں ع دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد ۔ تارا بائی زوجہ راجہ رام جیسی شرط سرداری و تردد بجالائی ۔ اور مرہٹوں کا بندوبست کیا اسکا ذکر سال بسال اپنے محل پر ہوگا

قلعہ پرلے قلعہ ستارہ سے سات کوس پر تھا ۔ پرسرام اس قلعہ میں راجہ رام کی طرف سے اس ضلع کے بندوبست مالی کے لیئے مقرر ہوا تھا وہ ایسا حواس باختہ ہوا کہ قلعہ دار کی صلاح بغیر اُس نے ملازمت کی اس ضمن میں قلعہ دار پرلے نے بھی جان و مال کی امان کے قول کا پیغام بھیجا ۔ اس حالت میں سوبہان قلعہ دار ستارہ نے دیکھا کہ قلعہ کی ایک طرف دیوار اُڑ گئی ہی اور ایک جماعت کثیر سوختہ ہو گئی ہی ۔

پشتہ کوہ پر بادشاہزادہ کا سرکوب ایسا لگا ہوا ہی کہ وہ عمارات قلعہ کو منہدم کر رہا ہی فتح اللہ خاں کے مورچال حصار کے اوپر پہنچ گئے ہیں وہ ایک پنجہ آہنیں کی ضرب سے دروازہ کو اُکھیڑنا چاہتا ہی ۔ راجہ رام کے مرنے کی خبر مشتہر ہو گئی ہی ۔ قلعہ دار پرلے جو میرا دشمن ہی وہ التجا کرنے میں اور اپنے کام کے پیش لیجانے میں سبقت لیجاتا ہی اس سبب سے مآل کار سے سراسیمہ ہو کر شاہزادہ محمد اعظم شاہ کو واسطہ بنا کے التماس کی کہ اگر جان و آبرو کی امان پاؤں اور قلعہ دار پرلے کی تقصیر معاف نہ ہو تو قلعہ ستارہ کی کنجیاں حوالہ کرتا ہوں اور یہ تعہد

کرتا ہوں کہ تھوڑے دنوں میں قلعہ پرلے کو بلا قول امان بندہا بادشاہی کو تصرف میں لاتا ہوں اُس کی التماس قبول ہوئی۔

۱۴ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ کو قلعہ تارا کی کنجی حوالہ کردی۔ تین ہزار عورت مرد بچوں کو امن دیا گیا وہ قلعہ سے باہر آئے۔ قلعہ کی فتح کے شادیانے بجے۔ سوبھان کی گردن اور ہاتھ باندھ کے بادشاہ پاس لائے اس نے اُس کے ہاتھ کھلوائے اور منصب پنجہزاری دو ہزار سوار مع اسپ و فیل و کٹار مرصع و علم و نقارہ اور بیس ہزار روپیہ نقد اُس کو عنایت ہوا چونکہ قلعہ تارا بادشاہزادہ محمد اعظم کی وساطت سے فتح ہوا تھا اس لیے اُس کا نام اعظم تارہ رکھا گیا۔ کشائش قلعہ ابتدا ۲۵ جمادی الآخر ۱۱۱۱ھ سے لغایت ۱۴ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ میں یعنی ۴ ماہ ۔ ۱۸ روز میں ہوئی اس اثنا میں جو اور واقعات پیش آئے اُنہیں لکھتے ہیں۔

شاہزادہ محمد اکبر

شاہزادہ محمد اکبر کے دو ملازم اُسی کی عرضداشت قندھار سے لائے جس میں عفو جرائم کی درخواست تھی اور ایک صندوقچہ عطر نذر کے لیے بھیجا تھا۔ بادشاہ نے فرستادوں کے ہاتھ خلعت اور فرمان بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ جب تک تم ہماری سرحد پر نہ آؤ گے عفو جرائم نہیں ہوگا اور جب ممالک بادشاہی میں داخل ہوگے تو تمہارے لیئے فرمان صوبہ داری بنگالہ کا صادر ہوگا

شاہزادہ معز الدین و بلوچ و قوم لتی

ملتان کے اخبار نویسوں کے نوشتہ سے بادشاہ سے عرض کیا گیا کہ بلوچ جن کے دس بارہ ہزار سوار فراہم ہوگئے تھے۔ اور قوم لتی (لٹئی) یہ دونوں حد سے زیادہ فساد کر رہی ہیں شاہزادہ معز الدین سے مکرر مقابلہ اور مقاتلہ اُنکا ہوا۔ حفیظ اللہ خاں پسر خرد جملۃ الملک مرحوم نے جو صوبہ ٹھٹہ کا ناظم تھا اور اس ضلع میں تسلط کلی رکھتا تھا۔ شاہزادہ کی مدد کی لیکن مخالف کے غلبہ سے شاہزادہ کی فوج کا عرصہ تنگ ہوا اور لطف علی خاں اور راجہ سورج مل و بہادر خاں اور بندہا بادشاہی کام آئے تو شاہزادہ نے دشمنوں کے ایک ہزار آدمیوں کو مارا اور فتح حاصل کی چہارم جمادی الآخرہ کو بادشاہ سے عرض ہوا کہ دریا نربدہ کے پار شاہزادہ بیدار بخت اور اوداجیرام کے درمیان جنگ ہوئی خان عالم اور سرافراز خاں نے تردد نمایاں کیئے۔

مخالف پندرہ بار لشکر شاہی کو دیکر فرار ہوئے بادشاہ نے خان بہادر کو شاہزادہ کی ہمرکابی کے لیئے مامور کیا۔

سوانح سال چہل و چہارم ۱۱۱۱ھ

قلعہ ستارا (اعظم تارا) کی قلعہ داری پر ستر سال بوندیلہ سرافراز ہوا ۱۲ ذیقعدہ کو بادشاہ اس حصار میں گیا۔ ایک قدیم مسجد والیان جنیہ کی بنائی ہوئی تھی بادشاہ نے اس پر سفیدی پھروائی اور دوگانہ شکر ادا کیا۔

جب بادشاہ قلعہ اعظم تارا کی بست و کشاد سے فارغ ہوا اور قلعہ اور فوجدار وہاں مقرر کیا تو فتح پرلے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ کے حکم سے فتح اللہ خاں قلعہ کے محاصرہ میں مصروف ہوا اور جو ستارہ میں مصالح قلعہ گیری جمع ہوا تھا وہ بہت جلد قلعہ پرلے کے نیچے آگیا ۲۲ ذیقعدہ کو بادشاہ تین روز چلکر دروازہ قلعہ کے سامنے خیمہ زن ہوا اور دولت خانہ کے آگے شاہزادہ کا خیمہ لگا۔ روح اللہ خاں میر مورچال مقرر ہوا۔ قلیچ خاں بہادر اور مردم شاہی نے قلعہ کے اضلاع کوہ کو چند کروہ کے فاصلہ پر مرکز وار گھیر لیا اگر ستارا کہتا کہ میں قلعہ آسمان فرسا ہوں تو پرلے نے کہا کہ میں اس کے جوش پر تیغ کار فرما ہوں اگر ستارا کہتا کہ آسمان میرے کوہ کا پشتہ ہے تو پرلے کہتا کہ آسمان میرے شکوہ کا سایہ ہے۔ محاصرین نے تھوڑے دنوں میں محصورین کو تنگ کیا۔ مگر بارش کی شدت اور غلہ و کاہ کی کمی وہ ہوئی کہ اس نے بادشاہی سپاہ کا بھی دم نکال دیا۔ مگر بادشاہ اس حال میں زرپاشی اور دلدہی سے دلاوروں کا دل ہاتھ میں لیتا۔ قلعہ نشین کبھی کبھی بیخبر پہاڑ سے نیچے آنکر شوخی کرتے۔ مگر یورش اور فتح اللہ خاں کی بہادری سے محصور دل باختہ ہوکر الامان کی فریاد کرنے لگے ڈیڑھ مہینے کے محاصرہ کے بعد سوم محرم میں قلعہ مفتوح ہوا اور مردم قلعہ مع عیال امان پاکے قلعہ سے باہر نکلے۔ انکے بدن پر سوا پرانے کپڑوں کے کچھ اور نہ تھا۔ قلعہ میں جو مسجدیں شاہان بیجاپور کی تعمیر کی ہوئی تھیں اور ہندوؤں نے انکو خراب کردیا تھا انکی تعمیر کا حکم دیا

قلعہ پرلے کی فتح بادشاہ کی حضوری میں

بادشاہ کا سفر بھوسان گڑھ کی طرف

ابراہیم عادل شاہ جو ئی چیز بناتا تھا اس پر نورس کا لفظ لگاتا تھا۔ کتاب نورس۔ شہر نورس پور
نام نورس۔ یہ قلعہ بھی اسکا بنایا ہوا تھا اس لیے اس کا نام نورس تارا رکھا۔ اب بادشاہ نے
قلعہ میں قلعہ دار مقرر کیا اور اس سرزمین کا بندوبست ہو گیا تو اس نے بھوسان گڑھ کی طرف
کوچ کا ارادہ کیا۔ مگر کارخانجات بادشاہی و امرا وغیرہ کے باربردار اصلا موجود نہ تھے
بارش کی زیادتی اور آب و ہوا کی ناموافقت سے شتر کا نام و نشان باقی نہ تھا اور ارابہ کی
آمد و رفت راہ دشوار گذار کے طلب ہونے کے سبب اس ضلع میں متعذر تھی ارابہ باربردار کے
بیل جو پانچ مہینے کی برسات میں زندہ رہ گئے ان میں سوا پوست و استخواں کے کچھ باقی نہ تھا
ہاتھیوں کا حال بھی یہ تھا۔ سرکار بادشاہی اور امیروں کا اسباب ان ہی ناتوان ہاتھیوں پر
جنکی پوست و استخواں کے سوا کچھ نہ تھا اور نیم جان بیلوں پر اور مزدوروں پر اور بلغور خانہ کے
فقیروں پر جو لدسکا لادا گیا۔ باقی بیکار ہونے کے لیے کچھ اسباب قلعہ دار کے حوالہ کیا گیا
اور کچھ جلایا گیا۔ اور نامراد بے بضاعت خانہ بدوش ہو کر روانہ ہوئے فیل و گاو جن پر لگی
جانیں گرانباری کرتی تھیں۔ در ہوں میں گرانی بار سے گرے اور جان عزیز کو خیرباد کہا۔
راہیں بند ہوئیں۔ بڑی سختی سے دریا کشنا کے کنارہ کہ پانچ کروہ پر تھا تین منزلیں کر کے
آخر روز میں وہاں پہنچے اب عبور کا فکر ہوا تو سات شکستہ بستہ کشتیوں کے سوا کچھ اور نہ تھا مقام
کا حکم ہوا شدت بارش سے آب کشنا بہت چڑھا ہوا تھا۔ کثرت لشکر و قلت معبر پر نظر کرنے
سے قالب سے جان نکلتی تھی جب اترنا شروع ہوا تو باوجودیکہ بادشاہ نے گرز بردار مقرر کر دیئے
تھے کہ زبردستوں پر زبردست تعدی نہ کر سکیں اور یہ مقرر تھا کہ ہر روز ایک بادشاہزادہ اور
باقی امیر گذریں مگر دریا کے کنارہ پر اس قدر فساد و شمشیر کشی ہوتی تھی کہ کوئی روز نہ ہوتا کہ
دو تین خون کشتہ و زخمی و غرق نہ ہوتے ہوں بعض جو تیر کر پار جانا چاہتے تھے ان میں سے ایک
ہی کنارہ پر پہنچا تھا کئی ہزار آدمی جو پیچھے رہ گئے وہ بیابان مرگ ہوئے۔ ۱۹ صفر کو
بھوسان گڑھ میں لشکر پہنچا۔ بادشاہ نے یہاں ایک ماہ کے قیام کا حکم دیا باران ہو اتنک

رفاقت میں تھا وہ بھی جدا ہوا۔ دریاؤں اور ہامون کا شور بھی کم ہوا۔ لشکر کو آرام ملا۔ شاہزادہ
اعظم کو خاندیس کو رخصت کیا کہ برہان پور میں لشکر کے ساتھ آرام کرے۔ لشکر خستہ حال کو ملک
قدیم کی آباد نواحی میں رخصت کیا۔ صوبجات کے نوابوں کو فرمان گیا کہ تازہ لشکروں کو ہمارے
پاس بھیجیں۔ شاہزادہ بیدار بخت کو بلا کر قلعہ برنالہ کی فتح کے لیے بھیجا اور ذوالفقار خان بہادر
نصرت جنگ کی فوج کو اس کے ساتھ کیا۔ کچھ دنوں بعد تربیت خاں میر آتش کو اس طرف روانہ
کیا۔ ۲۰ ربیع الاول کو بادشاہ خواص پور میں آگیا۔ یہاں خلائق کو ایک گونہ آرام ملا۔
یہاں غلہ و کاہ اور اکثر ما یحتاج کی ارزانی تھی مگر یہاں ایک اور تازہ حادثہ ناگہانی آسمانی
مردم لشکر پر واقع ہوا جس کا مجمل حال یہ ہے کہ ایک نالہ کم آب تھا اُس پر لشکر پڑا تھا۔ اس
نالہ کے سب طرف خشک ریت تھی برسات ہو چکی تھی بے ہنگام باراں کا گمان نہ تھا کہ وہ
شدت سے برسے گا۔ ۲۸ ربیع الثانی کو جبال و کوہستان و دشت میں غیر موسم ایسی
بارش ہوئی کہ ایک پہر رات گئے۔ سیلاب بلا ایک بارگی لشکر کی طرف آئی۔ اور آدمیوں
کی جان پر بلا مبرم بنی ایک جماعت بادۂ عشرت میں مدہوش اور خواب غفلت میں ہم آغوش
تھی اس وقت خبردار ہوئی کہ پانی نے سر سے گزر کر بساط خانہ کو مع خیمہ و فرش کے زیر پا لپیٹا
جو کوئی سراسیمہ ہو کر نجات کی فکر میں دست و پا زنی کرکے اس شب تاریک میں جس طرف
نظر ڈالتا سوائے بے پایاں موج آب کے کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک عالم سر و پا برہنہ جان بچانے
کے واسطے استغفار پڑھتا ہوا ہر طرف دوڑتا تھا۔ اکثر نے اس بحر بے پایاں میں جان باد فنا
میں دی۔ جس وقت اس قیامت کا برپا ہونا شروع ہوا۔ بادشاہ جائے ضرور میں تھا وہ یہ
سمجھ کر کہ دشمن کے ناگہاں آجانے سے یہ ہنگامہ تسخیر ہوا ہے۔ عالم اضطراب میں اُٹھا پاؤں
پھسلا اور پاؤں میں ایسی ضرب شدید آئی کہ علاج پذیر نہ ہوئی۔ اور میراث صاحبقران کہ لنگ
لنگی ہاتھ آئی۔ آب سیلاب کی نوبت دولتخانہ بادشاہ تک پہنچی۔ اپنے اور خدمۂ محل کے
سواری طلب ہوئی صبح ہوئی تو پانی کم ہونا شروع ہوا۔ بہت سے عمدہ نامی آدمی ننگے سر

اور ننگے پاؤں اسباب کو برباد کرکے پڑے پھرتے تھے غرض جو کچھ ضرر مالی کسالہ و تصدیع خلق کو ہوئی وہ بیان نہیں ہو سکتی۔

بادشاہ سے معروض ہوا کہ ساہو قید میں طعام نہیں کھاتے ساہو بن سنبھا بجائے طعام کے شیرینی و میوہ و پکوان کھاتا ہے تو بادشاہ نے حمید الدین خاں کی معرفت اس کو کہلا بھیجا کہ تم قید میں نہیں ہو اپنے گھر میں بیٹھے ہو۔ طعام کھایا کرو۔

ملہار سین خاں حاکم کاشغر فوت ہوا ملک کے بندوبست میں خلل پڑا۔ ارسلان خاں پسر شاہ خاں ابن عم خاں متوفی بادشاہ کی بندگی سے سرافراز تھا اس کو ارشاد ہوا وطن میں جا کر اپنے ملک پر قبضہ کرے سردار خاں جو شاہزادہ معظم کی تعیناتوں میں تھا اس کو حکم ہوا کہ اس کی کمک کرے۔

۱۶ رجب سنہ ۱۱۱۲ کو بادشاہ مرتضیٰ آباد مرچ کی طرف چلا۔ ۲ شعبان کو یہاں پہنچ گیا

سوانح سال چہل و پنجم سنہ ۱۱۱۲

قصبہ مرچ میں توقف ہوا۔ سوم شوال کو قلعہ پرناله اور اس کے پاس کے قلعہ پون گڑھ کی فتح کے لیے علم اٹھایا ۹ ماہ مذکور کو حصار کے دروازہ کے روبرو بادشاہ آیا اور دریا کے کنارے پر قلعہ کے نیچے جو مقام توپ رس تھا وہ منزل گاہ بنائی۔ دیوان حافظ میں فال میں یہ شعر نکلا ؎

دلے کہ غیب نمائست جام جم دارد ہر خاتمے کہ دمے گم شود چہ غم دارد

سیواجی نے یہ قلعہ حکام عادل خانیہ سے لیا تھا پھر اسکو سلطان معظم شاہ نے فتح کیا تھا پھر اس کو سنبھا جی نے لے لیا۔ بادشاہ نے نصرت جنگ کو بھیجا کہ ہر طرف چور پھر رہے ہیں انکا سر تن سے جدا کرے۔ دونوں قلعوں کا دور سات کروہ تھا اسکو لشکر شاہی نے گھیر لیا تربیت خاں کے اہتمام سے مورچال کی پیش رفت ہوئی۔ ایسی توپیں دشمنوں کے جلانے کے لیے گرم ہوئیں تھوڑے دنوں میں قلعہ کے پانچ برج نصف سے زیادہ گر پڑے اور بیعداد

عرض خانی

ملہار

قلعہ پرناله کی فتح کے لیے بادشاہ کا جانا

جلیلہ

جلد کار خار زار زمین کی شگافت میں اور کوہسار میں کوچے بنانے میں کام بڑے بڑے کام لاتا تھا۔ کئی جریب زمین مجوف کرکے راہ بنائی کہ جس میں تین مسلح آدمی کام کرنے والے اس میں بیٹھ سکیں اور ہر طرف غرفے جس میں ہوا آئے اور آفتاب کی روشنی پہنچے مرتب کیے ان مکانوں میں توپ خانے کے آدمیوں کو بٹھایا کہ بندوقیں مار کر کسی کو دیوار سے سر نہ نکالنے دیں اور اس کوچہ کو اس برج کے نیچے پہنچایا کہ مضرب توپ تھا۔ اسکی بنیاد کو اس قدر خالی کیا کہ ایک بہادروں کی جماعت اُس کے اندر چوکی دیتی اور کوئی آسیب حقہ و متوالیہ غنیم کا انکو نہیں پہنچتا تھا۔ آخر کار اُس کوچہ کو زیر فصیل دیوار میں لے گیا لیکن اس سبب سے کہ پیش رفت کار میں توقف طاری ہوا۔ برسات کا موسم آگیا اور شدت بارش اور سیلابوں کی طغیانی سے اس میں کچھ خلل پڑا اس اثنا میں فتح اللہ خاں جو اورنگ آباد میں اپنے ہمراہیوں کی شکست کی خبر کے لیئے گیا ہوا تھا۔ وہ حضور میں آنکر مامور ہوا کہ لشکر شاہزادہ کی اطراف سے منعم خاں کی ہمدستی کے ساتھ مورچال بالاستقلال رواں کرے اس فرمان پذیر نے ایک ماہ میں زمین سنگ آگین میں خاک سے زیادہ سہل تر کاٹ کر کوچہ پائے دیوار تک پہنچایا کہ عقل حیران رہ گئی۔ محصورین جو حصار سے آتش افروزی کرتے تھے انہوں نے دیکھا کہ ایک طرف سے تربیت خاں چاہتا ہے کہ انکی بیخ کنی کرے دوسری طرف فتح اللہ انکو خاک میں ملانا چاہتا ہے محمد مراد خاں اپنے ہمراہیوں سمیت اور خواجہ محمود بخشی لشکر شاہزادہ کام بخش لون کمان کے برج و بارہ کو اڑانا چاہتا ہے لشکر کے محاصرہ نے فرار کی راہ کو تنگ کر رکھا ہے۔ بادشاہ عالمگیر ہے کہ برسات کی شدت اور حادثات کے نزول سے اُس کے عزم حزم میں خلل نہیں پڑتا اور یہ لشکر ایسا ہے کہ جبتک اپنا کام نہ کریگا پائے کارزار سے نہیں اٹھیگا ان باتوں پر لحاظ کرکے محصورین نے ڈر کر اپنا عجز بجز دیکھا اور تربیت خاں کے وساطت سے زنہار جوئی کے لیئے پادشاہزادوں کے امان نامہ لوگوں میں لاد لیئے۔ ان دونوں نے بادشاہ سے انکی شفاعت چاہی۔ بادشاہ نے

اسکو قبول کیا۔ ثمر نیک حارس کو جان و مال کی امان دی غرہ محرم ۱۱۱۲ کو پرنالہ اور پون گڑھ ممالک محروسہ میں آئے بادشاہ نے پرنالہ کا نام نبی شاہ درگ رکھا۔ اسمٰعیل مکھا یہاں کا فوجدار مقرر کیا۔

فتح قلعہ صادق گڑھ و نامگیر و مفتاح و مفتوح

بادشاہ نے پرنالہ کی اطراف سے گھاٹوں کی طرف جانے کا قصد کیا کہ وہاں علف و آذوقہ کثرت سے ہے خلق خدا کو اس سے آرام ملے گا اور قلاع داروں گڑھ و نامگیر و چندن وندن دشمنوں کے ہاتھ سے مستخلص ہوں گے اس ثواب کی نیت سے دوم محرم ۱۱۱۲ کو بادشاہ نے کوچ کیا۔ فتح اللہ خاں بہادر کو آگے جانے کے لیے مامور کیا۔ اُسنے جاکر چاروں قلعوں کے کوہ نشینوں کی کمر کو توڑا اور غنیم کی ایک جماعت کو تلوار کا طعمہ بنایا اور بہت مواشی اور قیدی پکڑ لیئے۔ داروں گڑھ کے قلعہ نشینوں کے بازوئے دست کو یکایک زور دیکر اور اُن کے پیچھے بادشاہ کے لشکر کے آنیکی خبر سنکر جان کا بچانا غنیمت جانا۔ دسویں ماہ مذکور کو قلعہ خالی کردیا۔ اور چور بھاگ گئے اس مناسبت سے کہ خان بہادر کا نام محمد صادق ہے۔ بادشاہ نے اس قلعہ کا نام صادق گڑھ رکھا۔ ۲۷ کو ظاہر قلعہ کو کہ گھاٹوں سے آدھ کوس پر ہے چھاؤنی کیلیئے بادشاہ نے فرمایا اور بیان خان بہادر کے ساتھ لشکر گراں کو بسر کردگی تجشی الملک بہرہ مند خاں نامگیر و چندن وندن کی تسخیر کے لیے بھیجا دس بارہ روز میں قلعہ دار نامگیر نے اپنی جان پر رحم کرکے قلعہ کی کنجی خان بہادر کو حوالہ کی۔ قلعہ کا نام نام آوروں کے التفات کے سبب سے نام گیر رکھا گیا پھر حصار چندن کا محاصرہ ہوا تو ڑی چودہویں جمادی الاولیٰ کو یہ چوتھا قلعہ بھی بادشاہی قبضہ میں آگیا۔ ان دونوں قلعوں کا نام مفتاح و مفتوح رکھا گیا۔

فتح قلعہ کھیلنا

قلعہ کھیلنا کو فتح کرنا لڑکوں کا کھیل نہیں تھا۔ اسکا تسخیر کرنا نہایت مشکل تھا۔ ہر دربستہ کے لیئے ایک کشائش اور ہر محنت کے واسطے ایک آسائش اور ہر معمے کے لیئے ایک تفسیر اور ہر امر کے واسطے ایک تعبیر ہوتی ہے۔ سو عالمگیر جس مکان میں عقدہ لاینحل ہوتا اس کو ناخن کے اشارہ سے کھولتا۔ جن مکانوں میں طلسم لاینکشف نظر آتا ہے اُسکے

چہرۂ حقیقت کو اپنی رائے زریں سے کھولدیتا ہی اگر تقاصد آمال کی راہ میں خیال اشکال سنگ راہ ہوتا ہی تو اپنے حکم قاطع سے اُنکو کاٹ دیتا ہی اگر تراکم اشجار راہ میں آنے جانے والونکو روکے تو اس کو اپنے حکم کے تبر سے بیخ و بن سے اکھیڑ ڈالتا ہی۔ اگر عقبات دشوار گذار پیش آئیں تو انکو ہموار کردیتا ہی اگر حصول مقاصد کے لیئے بعد شرق و غرب حائل ہو تو اس کو طے کرا دیتا ہی یہ بادشاہ ۱۶ جمادی الاخر ۱۱۱۱ کو صادق گڑہ سے چلا بارہ منزلیں طے کرکے ملکاپور میں خیمہ زن ہوا آگے راہیں دشوار گذار تھیں اس لیئے سات روز یہاں قیام کیا۔ شاہزادہ بیدار بخت بنی شاہ درک سے معاودت کے وقت برسات کے موسم کاٹنے کے لیئے ہوکری اور کوکاک اور اس کی حدود کی سمت میں گیا تھا۔ کم مدت میں کئی قلعہ اُس نے مرہٹوں کے ہاتھ سے چھڑائے۔ وہ بادشاہ کے حکم سے بورگانوں کی راہ سے بادشاہ سے اسی منزل میں آنکر ملا بے موسم مینہ برستا تھا یہاں چند روز قیام ہوا فتح خاں نے معبر کو صاف کرکے بادشاہ کو اطلاع دی۔ چار کروہ مسافت جو بڑی دشوار تھی آسانی سے طے ہوئی۔ ۱۶ رجب کو بادشاہ دامن کوہ میں جو اسکی فرودگاہ کے لیئے کافی تھا خیمہ زن ہوا۔ یہاں سے کھیلنا ساڑہے تین کروہ تھا کوہسار کی راہ میں سراسر دشوار گذار بیشے اور جنگل انبوہ خاردار واقع تھے کہ آفتاب کی روشنی نہیں جاسکتی تھی اور ایسے تنومند اشجار بلند کی شاخیں باہم بافتہ تھیں کہ چیونٹی بھی اُن سے بدشواری گذر سکتی تھی۔ اگر کوئی بٹیا بھی تھی تو اس پر پیادہ مشکل سے چل سکتا تھا۔ خان بہادر فتح اللہ خاں مامور ہوا کہ ان عوائق و موانع کو راہ کے آگے سے اُٹھائے اس فرمان پذیر کی اہتمام دسی سے بیلداروں سنگ تراشوں نے ایک ہفتہ میں وہ دستکاری دکھائی کہ اسے دیکھکر عقل دنگ رہ گئی اگر پہاڑ آیا تو روئی کے گالوں کی طرح اُڑا دیا اور نشیب و فراز سد راہ ہوا تو اسکو بساط بنایا اگر بلند درخت رستے میں کھڑے ہوئے تو انکو خس و خاشاک کی طرح اُڑا دیا۔ غرض ایسا راستہ ہموار بنا دیا کہ سو سوار برابر آسانی سے چلے جائیں کام میں ہر روز دشمنوں سے لڑنا اور اُن کے سروں کو سبزہ کی طرح کاٹ کے لالہ زار بنانا پڑتا تھا سوم شعبان

جلد

کو بادشاہ نے خان بہادر کے ساتھ افواج کو بسر کردگی جمدۃ الملک مدار المہام اور بہ رفاقت حمید الدین خان بہادر و منعم خان اخلاص خان راجہ جے سنگہ کو رخصت کیا۔ صبح کے وقت خان بہادر و منعم خان اور چند یکہ سواروں کے ساتھ درہ میں داخل ہوا قلعہ کا پشتہ سرکوب تھا جس کے اوپر خان بہادر توپوں کو لگانا چاہتا تھا مگر وہاں مرہٹے ایک ہوا محکم برجوں کی کھینچکر خود ہو بیٹھے اسکو اپنے روز بد کا حصار سمجھنے لگے۔ حمید الدین خان بہادر کمین گاہ ضلع چپ کی محافظت کے لیے کھڑا ہوا پانچ چار ہزار مرہٹے لڑنے کے لیے آگے بڑہے۔ درہ کی راہ کو روکا اونچے درختوں اور سنگہا کوہ کی پناہ میں بندوقیں مارنے اور پتھر لڑکانے شروع کیئے۔ فتح اللہ خان نے کوشش کرکے سینوں کو سپر بنایا اور تلوار سے مرہٹوں کا سر اڑایا۔ پشتہ کو کشتوں سے دو پشتہ کیا شاہی آدمیوں کی ایک جماعت کام میں آئی آخر کار مرہٹوں کو ایسا تنگ کیا کہ وہ فرار ہوئے گریوں سے گر کر مر گئے۔ وہ چاہتے تھے کہ قلعہ کی جانب بھاگیں سو خان بہادر نے اپنے سوار ہونے سے پہلے جزائر اندازوں کو دشمنوں کے جلانے کے لیئے قلعہ کی راہ پر بٹھا دیا تھا اسطرف بھی آگ نے راہ گریز بند کی۔ ناچار جنگلہ میں بھاگے۔ درخت بوٹہ میں پنہاں ہوے اس اثنا میں کہ افواج شاہی پیچھے پہنچیں اور انہوں نے زندوں کو گرفتار کیا۔ خان بہادر نے انکی کمر میں پتھروں کو باندہ کرپن کے غاروں میں پھینک دیا۔ یہ فتح نمایاں ہوئی اور پشتہ مذکور پر ثبات قدم ہوا۔ بادشاہ نے یہاں اپنے خیمے لگائے۔ مورچال قائم کرنے میں مدت جنگ رہا۔ دوسرے روز دوسرا پشتہ قبضہ میں آیا جہاں سے قلعہ کے اندر بندوق کی گولی پہنچ سکتی تھی یہاں توپوں کو لگا کر خانہ نشینوں کے گہروں اور عمارتوں کو جلانا شروع کیا کچہ سقف (کوچہ سلامت) بنانا شروع کیا۔ دار کہڑی کرکے اس پر مخالفوں کے سروں کو بجائے ثمار کے خوشوں کے لٹکایا۔ ۲۲ ماہ مذکور کو بادشاہ اس کارنامہ کو دیکھنے آیا اور مورچالوں کو آگے لیجانے کے لیئے ترغیب دی اور لشکر کی پشت گرمی اور پیش رفت کار کے لیئے اپنی منزلگاہ سے اٹھکر اس میدان میں خیمہ لگایا کہ قلعہ سے آدہ کوس تھا۔

سوانح چہل و ششم سنہ ۱۱

بادشاہ کے حکم کے موافق شاہزادہ محمد بیدار بخت اطراف نبی شاہ درگ میں منزل گزین ہوا تربیت خاں کتل انبہ کے مدہ پر بیٹھا۔ محمد امین خاں نے کوکن در دروازہ کا انسداد کیا۔ خان بہادر نے توپ جزائرلے کر بڑی مردی ہمت سے کوچہ سر خاد حائل قلعہ کی ریونی تک لے گیا۔ اہل حصار نے رات دن میں توپ و تفنگ کے چلانے سے لمحہ بھر کا توقف نہیں کیا کوچہ سلامت میں ہر نوع کے آدمیوں کو جو کام کرتے تھے جان سے مارتے تھے مگر بہادر اپنا کام بناتے تھے غنیم نے دروازہ قلعہ سے پوشیدہ کوچہ بنایا اور ریونی پر مدافعت کے لئے بیٹھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ خان بہادر دہا بہ باندھ کے مقابل آیا اور زینہ پر سوار ہونا چاہتا ہے تو اس کے ہوش اڑے زینے جو غار میں سے نکالکر دیوار کے نیچے سطح زمین تک لگائے۔ اُنکو دشمنوں نے خراب کیا۔ بہادروں نے کجادوں کے زینے ترتیب دئیے اور اُن دہا بوں کے اوپر باندھے اور پیش قدمی کی۔ محمد امین خاں کا حال سنئے کہ وہ کوکنی دروازہ کے انسداد کے لئے گیا تھا پہاڑ کو پے سپر کرکے کھیلنا کے پائے کار میں ایک پشتہ محاذی دروازہ کے مشرف ریونی تھا اس پر پہنچا۔ مخالفوں نے اس پشتہ کے اوپر سنگین دیواریں بنائی تھیں اور نیچے اس کے گہری خندق کو حائل کیا تھا ایک مدت تک صعوبت کے سبب پیش رفت کار نہوئی۔ ۱۵ شوال کو کوشش و کشش کرکے کشتوں کے پشتے لگائے اور قلعہ نشینوں کی راہ اس دروازہ سے بند کردی محمد امین خاں کو بسبب عرض مرض کے بادشاہ نے اپنے پاس بلالیا اور کوکنی دروازہ کی طرف سے قلعہ کی تسخیر کے لیے شاہزادہ بیدار بخت راجہ جے سنگھ کو مقرر کیا اور چند ہزار پیادے یاقوت خاں متصدی و نداراجپوری نے ان پاس بھیجے اُنہوں نے مورچال لگاکے برج و بارہ پر توپیں چلانی شروع کیں۔ فتح اللہ خاں نے دہابے بناکے برج تک انکو پہنچایا اور سب طرح کی تدبیریں کیں لیکن ع سبزہ بر سنگ نروید چہ کنہ یاراں را ہر چند شہر دہان اور کڑک بجلی توپوں نے گولے چلائے مگر سوا اس کے کچھ نہ ہوا کہ برج کے

چند سنگ اُڑ گئے غنیم نے گولہ اندازی سے ذرا بھی ہاتھ نہیں کھینچا وہ اور لوگوں میں کئی دفعہ قلعہ
سے باہر نکلکر مورچال پر حملہ آور ہوا خان بہادر جدا اُنکی مدافعت میں مشغول ہوا۔ ایک دن
دمدمہ باندھنے میں وہ خود مزدوروں کے ساتھ کام کرتا تھا ایک پتھر اوپر سے آیا کہ ایک تختہ
چار طسوج عریض پر وہ لگا تختہ شکستہ ہوکر اُسکا ایک پارچہ خان بہادر کے سر پر لگا اور اُسکے
ساق پائیں میں بھی ایک ٹکڑا لگا پاؤں اُسکا کٹ گیا اور وہ گیا وہ سمیت جو اس کے ہاتھ میں تھا
ایک غار میں گرا۔ جان باقی تھی کہ اس غار میں کچھ تھوڑی دور جا کر گیا وہ جو اس کے ہاتھ میں تھا
ایک درخت کی شاخ میں اٹک گیا اور اس میں خان بہادر لٹک گیا لوگوں نے اس کو
بلائے ناگہانی سے نکالا اُسکے سر و کمر اور تمام اعضا پر اس قدر سنگ کے صدمات پہنچے تھے
کہ ایک ماہ تک صاحب فراش رہا پھر اچھا ہو گیا وہ زبان دراز بڑا تھا بادشاہ کی مرضی کے
خلاف اُس نے ایک مقدمہ فیصلہ کیا تھا اُسکی سرزنش نصیحت آمیز بادشاہ نے خواجہ سرا کی
معرفت کی اُس کی عمر اسی برس سے تجاوز کر گئی تھی وہ بادشاہ کا ہمعمر تھا اُس نے جواب میں
خواجہ سرا سے کہا کہ بادشاہ سے عرض کر کہ ہر انسان کامل العقل کی عمر کی نوبت جب
اسی نوے برس پر پہنچتی ہے تو اُسکی عقل میں خلل آجاتا ہے اور اُسکے حواس خمسہ بحال نہیں رہتے
میں تو سپاہی ہوں عقل سے کوسوں دور پیدا ہوں۔ جب خواجہ سرا چلا گیا تو دوستوں
نے اس جواب ناصواب کے ہمراہیوں کو تبلایا اُس نے بادشاہ سے عذر کیا خان بہادر اس
فکر میں تھا کہ دوسرے برج کی طرف سے یلدرش کرے مگر یہ فکر اُس کا غلط تھا۔ ذیحجہ
کو شاہزادہ نے ریوتی قلعہ کو لے لیا۔ راجہ جے سنگھ نے بھی اس میں بڑا کام کیا۔ غنیم کو
بڑی شکست فاحش ہوئی اُسکی جمعیت میں تفرقہ پڑا۔ شاہزادہ نے حکم دیا کہ توپوں کو
آگے لیجائیں اور دیوار قلعہ کو گرائیں پر سرانجام نے جب دیکھا کہ افواج شاہی اس طرح گولہ
اندازی پر مستعد ہے۔ تو اُس نے برہمنوں کو وکیل بنا کر شاہزادہ پاس بھیجا کہ قلعہ حوالہ
کرنے کی اور بعض اور ملتمسات کریں بوساطت [illegible] اللہ خان کے پیام وغیرہ

اور پیام بری میں چند روز لگے مگر آخر کو یہ درخواست منظور ہوئی کہ مع سلام مع محصوروں کے قلعہ سے جان سلامت لیجائے۔ ۱۹ محرم کو شاہزادہ کے نشان قلعہ پر قائم ہو گئے اسکی تاریخ فتح (فتح شدہ قلعہ کھیلنا) ہوئی بادشاہ نے اس قلعہ کا نام سخرلنا رکھا۔ اس سرزمین کی بھی عجب کوہ و زمین ہیں کہ سبزہ گل کے سوائے کہیں زمین نہیں دکھائی دیتی اس بستان سرائے میں کوئی درخت نہیں جو کوئی نفع نہ رکھتا ہو کوئی پھول نہیں کہ جس کی بو دماغ کو فیض نہ پہنچاتی ہو ہر دانہ اسکا خراج دیتا ہے ہر خاک اسکی دامنگیر ہے ۵ شہر مذکور کو بادشاہ قلعے کے ملاحظہ کے لئے گیا ضابطہ خاں کو یہاں حاکم مقرر کیا اندر کی عمارتیں اس قلعہ کی دلچسپ نہیں ہیں یہ قلعہ سرحدی ہے اور ملک اعظم یا لاکھا پائیں گھاٹ کو کہ اسکی تسخیر کے سبب سے ممالک محروسہ میں داخل ہوا دوسرے روز بادشاہ نے شاہزادہ کو ایک لاکھ روپیہ دیا ہو کری اور رائے باغ میں چھاؤنی ڈالنے کا حکم دیا اور امرار کو جو اس مہم میں شریک تھے بڑے بڑے انعام دئے۔

بادشاہ پنجم محرم ۱۱۱۳ کو کھیلنا سے بہادر گڑھ ناحیہ کی طرف چلا کثرت بارش سے یہ حال ہوا کہ شتر کا نام نہیں رہا ؎ گاؤ بہ گجرات رفت خر بہ خراساں شتافت۔ فیل مدہوش یہ سستی سے بیہوش ہوا۔ لشکر کا بار گراں لیکر چلا۔ کچک تننے لگے کہ گدہے کی طرح کیچڑ میں پھنسا۔ غرض سارے احمال و اثقال مرد و زن کے سر کے بوجھ بنے ؎

دیکہ تو گوئی کہ ہمہ مردم اند　　بیشتر گاؤ و خرے بے دمند

دولتمند جو بہشت آسائش میں آسودہ رہتے ہیں کسی نہ کسی طرح زیر کتل اول اقامت گاہ میں پہنچ گئے اور کارخانجات لشکر کے نہ پہنچنے کے سبب سے متوقف ہوئے حکم ہوا کہ حارس کھیلنا کو یہ کارخانے سپرد ہوں۔ سات روز بعد کوچ کا نقارہ بجا اس منزل میں ایک نالہ تھا اُسنے بادشاہ کی سواری کو تو راہ دی لیکن خلائق کے کھانے کے لیے منہ کھولا۔ کوئی غرقاب فنا ہوا کوئی اپنی قسمت کے زور سے نکل آیا جب دوسری منزل میں کوس فرزدہ نے آوازہ کیا تو وہی نالہ پھر پیش آیا۔ یہ نالہ بھی عجب غلے ارتز ویردار تھا کہ پیش خانہ بادشاہی کو اماہہ پیش خانہ داروں کو اوّل حیلہ سے بلایا پھر طریق پیرایہ دہی کے اسطرح اسپنے روی کو دوڑایا کہ

بادشاہ کا کھیلنا سے بہادر گڑھ کی طرف

جب کہ شہزادہ شاہ عالم کی یہی حالت تھی یا صاحب النفیں نے بڑی ساجت سے ان نصوب کو اس سے
منتقل کیا تو افسوس کرتے اور سر پیٹتے رہ گئے۔ آخر ایک گروہ کے تقاضہ سے بادشاہ
بائیں طرف چلکر ملکا پورہ میں آیا اس منزل میں نالہ کو ودی کرکے سد راہ ہوا اور ہرگز کسی کا نالہ
نہیں سنتا تھا اور شب و روز پاؤں دراز کر کے سویا۔ اس شور محشر میں روپیہ کا ایک سیر غلہ
بکتا تھا۔ گاہ و ہیمہ نام کو نہ تھے۔ بارش کا تیر باران بے نواؤں کے بدن اور جان پر کارگر
تھا۔ باد صرصر کا طعن دل بستان قالب کو تہی کرتا تھا۔ خلقت کو اپنی سخت جانی پر تعجب ہوتا
تھا۔ ۱۱ صفر کو بادشاہ ہاتھی پر سوار ہو کر نالہ سے گزرا۔ ایک کوس چلکر خیمہ لگایا حجرۂ عدالت
میں بیٹھنے کو جگہ ملی۔ بادشاہزادوں و دیگر ہمراہیوں کو اپنے گھر میں کھڑے رہنے کی جگہ ملی۔
کئی روز بعد اس منزل میں آفتاب دکھائی دیا تو نیم جانوں میں جان آئی۔ ۱۲ ربیع الاول تک
لشکر نے چودہ کوس مسافت کو ایک دستور و زمین طے کیا اور قلعہ نبی شاہ درگ کے نیچے پہنچا۔
اب سورج بدستور نکلنے لگا تو روزی طلبوں نے ہاتھ پاؤں ہلائے۔ اطراف سے باربردار دوڑے
آئے۔ انہوں نے خلایق خدا کا بوجھ سر و گردن پر اٹھایا۔ پس ماندہ آدمی بھی لنگڑاتے لنگڑاتے
آملے۔ ۱۵ شہر مذکور کو بیرگانوں میں لشکر آیا۔ ایک وہیں روز یہاں توقف ہوا۔
۳ ربیع الاخر کو بہادر گڑھ کی طرف لشکر چلا۔ اگرچہ ابر نے دامن میں پاؤں کھینچے تھے۔
دریائے کشنا کی طغیانی کی خبر آتی تھی مگر شاہانہ عزم کے مقابلہ میں یہ موانع کچھ وقع نہیں رکھتے تھے
لشکر وہ مسافت کنارہ دریا تک ۱۱ کوس و مقام میں طے ہوئی۔ سارا لشکر دریا کے کنارہ پر آیا۔
دریا کیا تھا طوفان کی علامت تھا۔ ہر موج اس کا بلا قامت۔ لشکر کا شمار امواج دریا سے زیادہ
ہجوم کشتیوں پر تھا کہ دو ہزار غرق دو ہزار افسردہ ایک تابوت دو ہزار مردہ ... اس حال
میں ... دس روز میں ... سارا لشکر دریا سے گزرا۔ بادشاہ کشتی میں سوار ہو کر دوسرے کنارہ
پر گئے ... دس روز توقف کیا۔ پھر بہادر گڑھ کی سواد میں بادشاہ خیمہ زن
ہوا۔ ... لشکر کا ... دیکھ ... اکثر ... کو غضب کیا ... کر دیا

کہ امراء اس سے زیادہ توپ خانہ نہ رکھا کریں اور یہ فقرہ بیدار بخت کو لکھا کہ ہمہ ملک خان فیروز جنگ
کہ ہفت ہزاری است در خانہ خود نمودہ توپ گجنال و شترنال و گھوڑنال و ہمہ چیز آن قدر
یابد بل نیابد۔ سواء انچہ کہ از سرکار پادشاہی با تعین است داشت چرا اشتاکہ مضاعف او
می یابید زرہا ضائع میکنید و بے مصرف صرف مینمائید ع انچہ در کار بود ساختنش خود ساز نیست
ع اندکے ماند و خواجہ غرہ ہنوز ٭ بیت

ہیچ کس نیست کہ در فکر دل خود باشد ۔۔۔ عمر مردم ہمہ در فکر شکم می گذرد

۲ رجب سنہ ۴۶ جلوس کو لشکر نے قلعہ کندانہ کی فتح کے لیے کوچ کیا ۔ ۲ شعبان کو حصار کے نیچے آیا۔

سوانح چہل و ہفتم سنہ ۱۱۱۴

بھینی میں جب پادشاہ کا لشکر آیا تو اتفاق سے امیر الامراء کا خیمہ پست زمین میں اور عنایت اللہ خاں
ناظم خالصہ و تن کا خیمہ مرتفع مقام میں ایستادہ ہوا چند روز گذرنے کے بعد خان مذکور نے محل سرا کا
احاطہ بنا لیا۔ امیر الامراء کے خواجہ سرا بسنت خان نے کہا کہ اس مکان سے اٹھ جاؤ یہاں نواب
کا خیمہ لگے گا۔ خان نے جواب دیا کہ میں اپنے اترنے کے لیے جب تک کوئی اور جگہ نہ تجویز کر لوں
نواب صاحب توقف فرمائیں۔ خواجہ سرا نے اسکا جواب سخت دیا۔ خان نے خواہ مخواہ دوسرے
مکان میں اپنے خیمے کو منتقل کیا اور امیر الامراء کے خیمے اُسکے خیموں کی جگہ آنکر لگے۔ اخبار نویسوں والی
کی فرد سے مقدمہ کا حال پادشاہ کو معلوم ہوا۔ اسی وقت حمید الدین خاں بہادر سے کہا کہ
امیر الامراء سے جاکر کہو کہ اُس نے خوب نہیں کیا اپنے خیمے پہلی جگہ پر یا کسی اور جگہ پر لگا دے
اور جس نے جہاں پہلے خیمے لگائے تھے وہ وہاں اپنے خیمے لگائے۔ خان بہادر پادشاہ کے پاس سے
ابلاغ حکم کے لیے امیر الامراء پاس گیا۔ امیر الامراء نے اس حکم کے قبول کرنے میں تامل کیا تو خان بہادر
اُسکے پاس سے از راہ اخلاص عنایت اللہ خاں پاس آیا اور سرگذشت بیان کی کہ بہتر ہوگا کہ تم
امیر الامراء پاس چلکر کہو کہ مجھے خیموں کے لیے جگہ مل گئی ہے آپ کو تبدیل مکان کی ضرورت نہیں ہے
عنایت اللہ خاں نے کہا کہ تم کو پادشاہ کے حکم کے موافق امیر الامراء پاس گئے تھے۔

پادشاہ کا امیرالامرا سے [illegible]

میں بادشاہ کے حکم بغیر کیسے امیرالامرا کے پاس جا سکتا ہوں۔ خان بہادر نے یہ حال بادشاہ سے عرض کیا۔ دوسرے روز امیرالامرا دیوان میں آیا تو اہتمام خاں قول کو حکم ہوا کہ وہ امیرالامرا کو عنایت اللہ خاں کے گھر معذرت کے لیے لیجائے۔ خان کے گھر میں امیرالامرا آیا وہ حمام میں نہا رہا تھا۔ جلد حمام سے نکل آیا۔ امیرالامرا اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لایا اور ایک تقوز پارچہ خان مذکور کو دیا اور پھر کبھی ان دونوں میں ساری عمر ایک نے دوسرے کا گلہ و شکوہ نہیں کیا۔ مدت تک صحبت و محبت رہی

قلعہ کندانہ کی فتح

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ۱۰ شعبان کو قلعہ کندانہ کے نیچے لشکر شاہی پہنچ گیا۔ بادشاہ کے حکم سے تربیت خاں و دیگر بہادروں نے مورچال کے آگے لیجانے میں اور نقب کے کھودنے میں دمدمہ کے باندھنے میں کوشش کی دشمنوں نے بھی کوشش کے اوپر نمایاں دست بردیں کیں۔ ۱۰ ذالحجہ کو یہ حصن ادر قلعوں کے ساتھ فتح ہوگیا اس قلعہ کا نام بخشندہ بخش رکھا گیا۔ اس لیے کہ جبتک اس قلعہ کو بخشندہ نہ بخشے کوئی اسکو نہیں لے سکتا۔

خافی خان لکھتا ہے کہ ساڑھے تین مہینے کے تردد میں بہت آدمی مارے گئے اور حضور کے کارفرما اور صاحب مدار تنگ ہوئے۔ تو قلعہ دار کو روپیہ دیکر قلعہ خرید لیا۔ یوں قلعہ ہاتھ آیا اور بخشندہ بخش اس کا نام رکھا گیا۔

برسات کا مقام پونا

بعد اس فتح کے بادشاہ نے کوچ فرمایا۔ لشکروں کے آرام کے لیے ایام برسات کا ایک مہینہ پونا اور اُسکے حوالی کے مقامات میں صرف کیا۔ یہ مقام سیواجی کا آباد کیا ہوا ہے اور یہیں حویلی کے اندر اُس نے امیرالامرا شائستہ خاں کو شب خون مار کر چشم زخم پہنچایا تھا یہاں محمد محی الدین خلف مصدق بادشاہزادہ محمد کام بخش نے جو رانی منوہر پوری کے بطن سے تھا دس برس کی عمر میں وفات پائی تھی۔ شیخ صلاح الدین کے مزار میں وہ مدفون ہوا۔ اس لیے پونے کو محی آباد سے موسوم کیا۔

سنہ ۴۰ جلوس

اس سال میں بلا جو ہر وقت رہو قت بارش کی شدت کے غریب پر آب زندگی کی آفت پہنچی اور زراعت گندم اور چنے ربیع پر چند روز بڑا کہر پڑا کہ گیہوں سرخ ہوگیا اور دکن کے دو تین صوبوں میں من کی جگہ ایک من غلہ پیدا ہوا۔ بہت سی چیزیں اور جنس برسات کی کثرت

بارش سے پوشیدہ اور ضائع ہو گئیں سپاہ کو جو امید تھی کہ راستہ فراخ ہو گی اور بھیڑ بھاڑ تنگی بسر ہو گی اسکی جگہ گرانی ہوئی۔

۱۴ رجب کو بادشاہ نے قلعہ راجگڈہ کی فتح کے لیے کوچ کیا اس قلعہ سے سیوا جی کی ترقی کی ابتدا ہوئی تھی۔ بادشاہ نے جو اس ضلع میں کسالہ سفر اٹھایا تھا اور خلق کو تکلیف دی تھی اس سے مقصود اس قلعہ کا اور دو تین قلعوں کا فتح کرنا تھا۔ پونا سے چار کروہ پر ایک بڑا اونچا پہاڑ تھا جسمیں کہیں راہ کا نام و نشان پیدا نہ تھا زمینوں وہ اس ضلع کے کوہ نوردوں کے سوا جو گھوڑے سے اتر کر پیادہ ہوتے اور بسبب ضرورت اس سے عبور کرتے اونٹ کا اور لدے ہوئے بیل کا چلنا متعذر تھا گاڑی چھکڑے کا تو کیا ذکر ہے۔ بہت سے آدمیوں نے رنج سفر اٹھایا تھا۔ اپنے اطفال و عیال سے دور اور مہجور رہے۔ انہوں نے کچھ مدت کے قیام میں آرام کے لیے اپنے توابع کو دور اور نزدیک سے بلایا تھا اور بعض نے یہیں تاہل اختیار کیا تھا وہ کوچ کے صدمے اور کوہ کے عبور سے خاطر کو فارغ رکھتے تھے۔ اب اس کوہ کے نیچے وہ آئے یا دو جو دیکھا ایک فوج پیشہ جیسی کہ سنگ تراش و بیلدار آزمودہ کار آدمیوں کے ماتحت راہ کے درست کرنے کے لیے مقرر ہوئے تھے وہ اسقدر بھی کام نہ کر سکے کہ توپخانوں و کارخانجات کے ارابوں کے لیے ان مقاموں کی باہر بھی رستہ بناتے۔ جب کتل کے نیچے لشکر آیا۔ ناچار بہیر کو پہاڑ میں چھوڑا۔ بہل و رتھیں گاڑی و شتر پر جو عورات و مستورات سوار تھیں انہوں نے برقع اوڑھا اور سر پر چادر رکھی اور اپاہجوں میں سے سپاہ باندھیں درختوں کو کاٹ کر ہزار کسالہ اور خون جگر سے صبح سے شام تک بالائے پشتہ کی بیراہہ راہ طے کی۔ اونٹوں اور ارابوں سے بوجھ کو نیچے اتارا اور آدمیوں کے سر پر رکھا اور اسی ترتیب اس تصدیع و کسالہ سے بہت بار بردار اور آدمی غاروں میں گر کر صندوقوں کے ساتھ ہلاک ہوئے۔ دیڑھ کروہ مسافت راہ طے ہوئی دو ہفتہ میں ہر ایک ہفتہ اس پہاڑ سے نیچے آئے۔ ۹ شعبان میں قلعہ کے نزدیک پہنچے۔ قلعہ بڑا پر شکوہ اور رفیع تھا۔ دامن کوہ میں غار بہت عمیق تھے۔ سانپ اور طرح طرح کے درندے وہاں بستے تھے اُسے ایک عالم فوق ادراک تھا سمجھ کر

جیسی چاہئیں ہو ۔ اس کا واقعی ایسا امر متعذر ہوا کہ محصوروں کو تنگی پہنچے تربیت خاں اور حمید الدین خاں آتش بان عظام اور بہادران قلعہ کشا مامور ہوئے کہ محاصرہ کریں اور مورچال باندھیں اور کوچہ سلامت کھودیں۔ تجربہ کار دلاوروں نے قلعہ گیری کے سرانجام میں کوشش باندھی اور تھوڑی مدت میں کمر کوہ میں توپوں کو پہنچایا اور محصوروں کے حصار کے نیچے تک مورچال پہنچائے۔

قلعہ با جگڑہ سے دو اور پہاڑ متصل تھے ان پر بڑی بڑی عمارتیں سیواجی نے بنائی تھیں جہاں جنگجو بھی انہیں موجود رکھا تھا اور برج و بارہ کو استحکام دیا تھا۔ (انکے نام [illegible] سرجائی تھے) تینوں پہاڑوں کے محصوروں نے گولہ توپ تفنگ چلانے میں اور سنگین پتھروں کے پھینکنے میں اور قلعہ کے بچانے کے لیے کوشش میں بیٹھنے میں کمی نہیں کی۔ خلاصہ یہ کہ محاصرہ دو مہینے چند روز رہا ۱۱ رشوال کو بہادروں اور قلعہ شکن توپوں کی ضربوں سے اول دروازہ قلعہ پر لشکر شاہی کے نشان قائم ہوئے۔ محصورین کچھ بھاگ گئے کچھ مارے گئے لیکن [illegible] جی اس قلعہ کا نگہبان تھا اور دوسروں کے ساتھ جو نامی دونوں پہاڑوں میں تھے بار [illegible] روز تک بے حاصل دست و پا زنی کرتے رہے آخر کو روح اللہ خاں کو میانجی بنا کر جان کی امان مانگی اور اس شرط سے امان دیا گیا کہ قلعہ دار خود دروازہ پر آن کر نشان کو قلعہ کے اندر لیجائے اور دوسرے روز اس قلعہ کو خالی کرے۔ نشان کے داخل ہونے کے بعد رات ہوگئی۔ اس تاریکی کے پردہ میں محصورین جو اُٹھا سکے اپنے ساتھ لے گئے جب صبح ہوئی اور قلعہ کے فرار ہونے کا حال معلوم ہوا تو شادیانہ فتح کا آوازہ بلند ہوا قلعہ کے اندر لشکر شاہی داخل ہوا۔ باقی اہل قلعہ سر و پا برہنہ نکالے گئے۔ حمید الدین خاں کو نقارہ عنایت ہوا جسکی آرزو اس کو مدت سے تھی۔ قلعہ کا نام نبی شاہ گڑھ رکھا گیا۔

لشکر میں غلہ کی کمیابی اور گرانی ایسی تھی کہ گیہوں دو چار [illegible] روپیہ کے دو سیر اور کبھی اس سے بھی گراں بکتے تھے۔ قصبہ [illegible] کا نجابت [illegible] خاں ۲۰ کوس [illegible] ہو کہ قصبہ [illegible] سرانجام کر [illegible] قلعہ گیری

خود حضور میں آنے ۔ سیدی یاقوت خاں کا ذکر پہلے کئی دفعہ آچکا ہی وہ کسی باب میں بادشاہ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتا تھا اپنے قلعہ کے اطراف میں مرہٹوں کو خوب تنبیہ کرتا رہتا تھا سمندر میں بیت اللہ کے لیے راہ کو خوب جاری رکھتا تھا اور تین لاکھ روپیہ کا خرچ فوجداری دریا کا یعنی خرد و کلاں کشتی و جہازوں کا اسکے تعلق میں تھا خشکی اور دریا میں مرہٹوں کا علاج جیسا وہ کرتا تھا ایسا کسی اور سے نہیں ہو سکتا تھا جب راہیری تسخیر ہوا تو اسکو بادشاہ نے اپنے پاس بلایا تھا وہ دبدبہ سلطنت او درخشان و تجمل سلطنت کو دیکھ کے ہوش باختہ ہوا ۔ امرائے نامدار کے قرب میں بے آبروئی اور خفت کے ساتھ رہنا پسند نہیں کیا ۔ تمارض کا بہانہ بنا کے وہ اُردوئے معلی سے اپنے وطن دکن کی جبال کی پناہ میں گیا ۔ ان ایام میں کہ بادشاہ نے دوبارہ سیدی یاقوت خاں کو طلب کیا تو اُس نے اپنے تئیں ملازمت کے قابل نہ جانا کہ میں کس منہ سے بادشاہ کے روبرو جاؤنگا کارسازی کر کے چند لاکھ روپیہ پیشکش کا مع دو تین ہزار پیادہ مصالح قلعہ گیری حضور میں ارسال کیے اور عرضداشت بھیجی کہ غلام کے آنے میں یہاں رسد غلہ کا سرانجام اچھی طرح نہیں ہوگا اور اس ضلع میں بندوبست قائم نہیں رہیگا ۔ بادشاہ نے اسکے عذر کو قبول کر لیا ان ہی دنوں میں اسکے مرنے کی خبر آئی اسکے کوئی بیٹا نہ تھا ۔ سیدی عنبر کو اپنا قائم مقام کیا اور وحیت کی کہ تا مقدور ہر تدبیر سے کہ چل سکے پیشکش کے قبول کرنے میں اور دربار میں خرچ کرنے میں جان و جانہ کو گرو رکھنا مگر وطن سے ہاتھ نہ اُٹھانا اور کسی طرح اس سرزمین کو دوسرے کے نام پر مقرر نہ ہونے دینا ۔ یہاں کوئی اور شخص سیدی یاقوت خاں کا قائم مقام مقرر ہو چکا تھا ۔ مگر بادشاہ کے کارکنوں نے عرض کیا کہ حبشیوں اور سیدی یاقوت خاں کے تربیت یافتوں کے سوا کسی دوسرے اس کوہستان کا بندوبست اور راہیری کی قلعہ داری اور راہ کعبۃ اللہ کا اجرا جیسا چاہیئے بحال نہ رہ سکے گا ۔ بادشاہ نے بھی غور کر کے بہ تقاضائے مصلحت وقت سیدی عنبر کو مقرر کیا اور اس کو سیدی یاقوت کا خطاب دیا راجہ رام کے مرنے کے بعد اسکی دو بیویاں تھیں ایک تارا بائی

باقی رہے تھے تو آدمیوں کا خیال یہ تھا کہ المحال زن ہوا و طفلہا نے شیرخوار باقی رہے ہیں مرہٹوں
کا دست تعدی ملک دکن میں کوتاہ ہوگا اور ان کا استیصال کرنا کوئی بڑا کام نہ ہوگا لیکن
عاقل کہہ گئے ہیں مصرع دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد + جب تک خدا کا ارادہ نہ ہو انسان
کی تدبیر سے کسی کا قلع قمع نہیں ہو سکتا۔ راجہ رام کی زن کلاں تارابائی تھی اُس نے بطن کے
پسر بالے کو پدر کا قائم مقام قرار دیا اور کار و بار حکومت و سرداروں کا تغیر و تبدل اور اپنے
معموروں کی آبادی کی اور ملک بادشاہی کی خرابی کی عنان کو اپنے ہاتھ میں لیا اور دکن کے چھ
صوبوں کی سرحد سرونج و مندسور و صوبہ مالوہ تک تاخت و تاراج کے لیے فوجوں کو تعین کیا اور
اپنے منصوبوں کا جذب قلوب لیا کیا کہ عالمگیر کی بقائے سلطنت تک اسکے کل تردد و منصوبہ و
لشکرکشی و قلعہ گیری کے مقابل میں مرہٹے یادہ سرکشی کو روز بروز زیادہ کرتے گئے۔ ہرچند بادشاہ
نے خود اُس کے ملک میں آنکر تلوار چلائی۔ اور بہت روپیہ خرچ کیا کئی ہزار آدمی مارے گئے اور بڑے
بڑے قلعے فتح کیے اور مرہٹوں کو بے خان و مان کیا مگر مرہٹوں نے زیادہ شوخی کی۔ بڑی بڑی
فوجیں لیکر ملک قدیم بادشاہی میں آنکر تاخت و تاراج کی۔ بادشاہ تو تمام فوج اور امراء
کار طلب کے ساتھ ان دور دست پہاڑوں میں موجود تھا۔ تارابائی کے منصوب جس مکان
میں پہنچتے تھے اقامت کرتے تھے اور بندوبست میں کمائش دار مشغول ہوتے تھے۔ اور
زن و فرزند و خیمہ فیل کے ساتھ خاطر جمعی سے برسوں اور مہینوں رہتے تھے۔ اور حد سے
زیادہ شوخی کرتے تھے اور سب پرگنوں کو آپس میں تقسیم کر لیتے تھے اور حکام بادشاہی
کے دستور کے موافق صوبہ دار و کمائش دار اور راہدار مقرر کرتے تھے ان کے
صوبہ دار کا صیغہ یہ تھا کہ صاحب فوج ہوتا تھا جس جگہ قافلہ سنگین سنتا تو سات ہزار
سوار کے ساتھ وہاں جاکر تاخت کرتا اور کمائش دار کو چوتھ وصول کرنے کے لیے
مقرر کرتا۔ جہاں کمائش دار زمیندار اور فوجدار شاہی کی سختی سے چوتھ نہ وصول کرسکتا
صوبہ دار اُس کی مدد کو خود جاتا اور اس معمورہ کی خرابی اور محاصرہ میں کوشش کرتا۔

راہداری کا کام یہ تھا کہ جو متفرق بیوپاری یہ چاہتے کہ ان کی آفت سے سالم گزر جائیں تو وہ حق راہداری کا وجہ مقرر ہی لیتا۔ جو حسب حکم بادشاہ کے قصباتوں کی راہداری سے جو ملا وزغیر یک غالب جاگیر دار اور فوجدار کا ہو گزرا کہ ان کے لیے جاری کر دیا ہر صوبہ میں ایک دو گڑھی مرہٹوں نے بنا کر ان کو اپنا ملجا بنایا تھا وہ وہاں اور وہاں سے ہر طرف تاخت کرتے۔ بعض دیہات کے مقدمان صاحب سرانجام ان گڑھیوں کے مرہٹہ صوبہ داروں کے ساتھ اتفاق کر کے حکام بادشاہی سے ادائے محصول میں دارومدار کرتے تھے۔ سرحد احمد آباد و پرگنات صوبہ مالوہ تک حد سے تاخت کر کے خاک کی برابر کرتے تھے۔ صوبہ جات دکن احمد آباد و اطراف اجین میں خرابیاں پہنچاتے تھے۔ بڑے بڑے قافلوں کو دو ہزار سے دس بارہ کروہ پر ملکہ گنج بادشاہی تک لوٹ لیتے اسکا ذکر کہاں تک کیا جائے۔ بادشاہ کی قلعہ گیری نے مرہٹوں کے فساد دور کرنے میں کچھ فائدہ نہیں دیا۔ سرحد بندر سورت و احمد آباد کے مابین بابا پیارے کے معبر پر دریائے نربدا پر جو مرہٹوں نے کام کیا وہ بیان کیا جاتا ہے۔ شجاعت خاں کے واقعہ کے بعد بادشاہ نے صوبہ احمد آباد بادشاہزادہ محمد اعظم شاہ کے نام مقرر فرمایا۔ پہلے اس سے کہ بادشاہزادہ وہاں پہنچے یا کوئی نائب مستقل مقرر کرے۔ نیابت کی سند خواجہ عبدالحمید خاں دیوان احمد آباد پاس بھیجی اس ضمن میں غنیم کی فوج پندرہ سولہ ہزار سواروں کی بندر سورت کی نواح میں پھیلیں۔ چند پرگنوں میں بہت خرابی پھیلائی۔ اب وہ دریا نربدا سے پار جانے کے ارادہ سے روانہ ہوئی۔ نربدا سرحد احمد آباد اور اور بندر سورت کے مابین واقع ہے۔ نائب بادشاہزادہ اور فوجداران صوبہ احمد آباد نے باہم مصلحت و اتفاق کیا۔ ان کے پاس شائستہ فوج تھی جن کے سردار محمد بیگ خاں و حافظ نظر علی خاں پسر خواہرزادہ شجاعت خاں اور [illegible] فوجدار تھا۔ نبرد گود رہے تھے اور احمد آباد کے دس بارہ کے قریب فوجدار

تھے۔ اور تیرہ چودہ ہزار سوار تھے اور سات آٹھ ہزار کولی جنگی تھے جو اس سرزمین کے جمع ہوئے تھے۔ ان سب نے دریائے نربدا کے کنارے خیمے ڈیرے ڈالے۔ سب کے سب مرہٹوں کے دفع شر کے لیے مستعد ہوئے صبح وہاں فوج مرہٹہ بھی سات آٹھ کروہ پر آئی انمیں سے ایک طرف سے دو تین ہزار سوار خوش اسپہ قزاق پیشہ نمودار ہوئے احمد آباد کی فوج خبر پاکے ان کے مقابلہ کو گئی۔ زد و خورد کے بعد مرہٹے فرار ہوئے۔ بادشاہی سرداران فوج نے دو تین کروہ تک انکا تعاقب کیا۔ کئی گھوڑیاں اور بھالے و چھتریاں انکے ہاتھ آئیں۔ نقارہ فتح بلند آوازہ کرکے فوج پھر آئی۔ سپاہ نے خوشی لی اور خاطر جمعی سے کہ فوج غنیم کو ہزیمت دے آئے ہیں۔ کمریں کھولیں۔ گھوڑوں پر سے زین اُتارے۔ بعض سو رہے۔ بعض کھانے پکانے لگے کہ اس حالت میں سات آٹھ ہزار سوار جنگی انتخابی مرہٹوں کے جو آب کنوں اور کنار دریا کی اطراف کے مغاک میں پوشیدہ بیٹھے تھے اور جاسوسوں کو خبر کے لیے بھیجکر قابو طلب تھے وہ غافل ناگہاں سیلاب بلا کی مانند لشکر شاہی پر جا پہنچے۔ احمد آباد کے ناآزمودہ کار آدمی جنہوں نے دکنیوں کی دست برد نہیں دیکھی تھی۔ ہوش و عقل باختہ ہوئے۔ گھوڑے پر زین رکھنے کی اور کمر باندھنے کی فرصت نہ پائی ان کے درمیان کوئی مستقل سردار نہ تھا۔ دکنیوں نے لشکر کے اطراف کو گھیر لیا تو کل لشکر میں تزلزل ہو گیا۔ دریا کی ایک طرف میں سمندر کی رو آگئی تھی اسمیں پایاب نایاب تھا دوسری طرف سے فوج بلا فوج آموجود ہوئی۔ بہت آدمی کشتہ د زخمی ہوئے اور کثرت سے آدمی دریا میں ڈوبکر مر گئے نظر علیخاں و خواجہ عبدالحمید خاں اور دو تین سردار اُن کے ساتھ دست و پازنی لاحاصل کرکے گرفتار ہوئے۔ التفات خاں گھوڑے پر سوار ہوکر دریا سے پار جان سلامت لے گیا۔ پانی کی بڑی شدت تھی غنیم نے تمام فوج بادشاہی کو گھیر لیا۔ دھناجادو نے سب صاحب اختیار سرداروں سے صلاح کرکے مصالح کو اس بنا پر قرار دیا کہ بادشاہ کی طرف سے تارابائی کے سب عمدہ نوکروں پاس فرمان تسلی بھیجا جائے کہ وہ حضور میں آئیں۔ بعدہٗ کہ وہ اردوئے معلی کے پاس پہنچیں تو

راجہ ساہو کو پادشاہزادہ کام بخش کی خدمت میں دیگر لشکر میں چار پانچ کوس پہ بھیجیں
کہ مرہٹوں کے سردار ابتدا میں راجہ ساہو سے ملاقات کریں بعدہ راجہ ساہو کے استصواب سے
پادشاہزادہ کی ملازمت کریں اور پھر شاہزادہ کی دستگیری سے پادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں
چنانچہ نشر فرمان سرداروں کے پاس بھیجنے کے لیے تیار ہوئے۔ آخر کو یہ مصلحت پادشاہ کو پسند نہ آئی
پادشاہ کے دل میں یہ وسوسہ آیا کہ اگر مرہٹے چالیس پچاس ہزار سوار فراہم کرکے اردو کے
نزدیک آئے اور اس تدبیر سے راجہ ساہو اور پادشاہزادہ کو ہمراہ لیکر دشوار گذار جبال میں
چلے گئے تو ؎ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی ॰ وکیل رانی کو جواب ملا۔ سلطان حسین کو
حضور میں طلب کیا اسکو راہ میں مرہٹوں نے گھیرا۔ وہ ان سے لڑتا بھڑتا ان ایام میں پادشاہ پاس
آ پہنچا کہ قلعہ تورنا کے محاصرہ کے لیے کوچ کی خبر تھی اسکو حکم ہوا کہ وہ بغیر ملے قلعہ تورنا کے نیچے اپنے
مورچے قائم کرے۔

سوانح سال چہل و ہشت ۱۱۱۵ھ

قلعہ بنی شاہ گڈھ کی تسخیر کے بعد پادشاہ نے لشکر کے آرام کے لیے مقام کیا۔ ۲۸ شوال
کو قلعہ تورنا کی فتح کے لیے کوچ کیا۔ جو راجگڈھ سے چار کروہ پر تھا۔ دو کوچ دو مقام اس لیے
کیے کہ باربردار میسر نہ آنے سے تمام لشکر خانہ بدوش تھا۔ اکثر امرا اپنے اسباب کو ہاتھیوں
اور مزدوروں اور ملبوس خانہ کے فقیروں پر رکھکر منزل پر پہنچاتے تھے ایک دو کروہ چلکر قلعہ
تورنا کے نیچے پہنچے۔ پادشاہ نے محاصرہ اور مورچال کے آگے بڑھانے کا حکم دیا۔ سلطان نے
ملازمت کے لیے مکرر التماس کیا تو اس کو از روئے اعتراض لطف آمیز جو خانہ زادوں کے
ساتھ مخصوص تھے حکم ہوا کہ بغیر ملازمت وہ قلعہ تورنا کے نیچے جاکر مورچال باندھے اور حسن تردد
کے بعد ملازمت کرے۔ تربیت خاں و راو بہادر اور دلاور سرگرم خدمت مامور ہوئے۔
خصوص محمد امین خاں بہادر اور امان اللہ خاں نبیرہ الہ وردی خاں نے اس محاصرہ
میں شائستہ تردد کیا۔ پادشاہ کو ہرکاروں کی زبانی معلوم ہوا کہ سلطان حسین نے

جہاں اپنے مورچے قائم کیے تھے وہاں سے بیس گز آگے بڑھائے ہیں باوجودیکہ اسیر دن رات
گولوں اور آتشباری کا مینہ برستا تھا اور اسی آدمیوں کو اسیر کیا جو غلہ کو قلعہ کے اوپر لیجاتے
تھے۔ پادشاہ نے حکم دیا کہ وہ غلہ کو اپنے آدمیوں میں تقسیم کرے اور اس کو اپنے پاس
بُلا کر اضافہ منصب کیا۔ یہ قلعہ بغیر لڑے فتح ہوگیا کہ پیغام و پیام وعدہ و وعید تہدید انگیز و رسل و
رسائل التیام آمیز درمیان میں آئیں۔ ۱۵ر ذالقعدہ کو جو پادشاہ کی عمر کے نواسی سال کا
اول روز تھا امان اللہ خاں نے جو اس محاصرہ میں عمدہ شریک تے دو محاصرہ گنا جاتا تھا مادلیہ
کی ایک جماعت کو شریک کیا۔ یہ قوم فن قلعہ گیری میں بڑی مشہور تھی۔ اس نے کمر ہمت
باندھی زینوں اور کمندوں کے ذریعے رات کو کہ چاندنی نہیں کھلی تھی اور طرفین کی توپوں
کا دھواں پھیلا اور آدمیوں کی آمد و رفت کا غبار چڑھا ہوا تھا دو آدمی کوہ پر چڑھ گئے اور
اُنھوں نے اپنے مقرری اشاروں کے موافق اوروں کو بلایا پچیس آدمی مسلح مع ایک نفیر نواز
کے ان پاس پہنچ گئے۔ اور اس جماعت کے پیچھے امان اللہ خاں مع اپنے بھائی عطار اللہ خاں
کے اور چند اور ہمدم جانبازوں کے پاشنہ کوب پہنچا نفیر بجائی اور محصوروں پر حملہ کر کے بیدست
و پا کیا۔ اس ضمن میں حمید الدین خاں بہادر کہ گھات لگائے ہوئے تھا۔ زینہ و ریسمان کی مدد سے
اور مادلیوں کی دستگیری سے پہنچا۔ سب نے متفق ہو کر محصوروں کو تہ تیغ کیا۔ بہت آدمی
الامان الامان پکارتے ہوئے فرار ہوئے۔ ایک جماعت گوشہ و کنار میں چھپی اوپر سے صدائے نفیر نے
فتح کا اشارہ کیا۔ پنجے شادیانہ فتح نوازش میں آیا۔ بعض نے جس طرف سے راہ پائی ننگے سر
ننگے پاؤں جان بچا کرے گئے اور بہت نے جان و مال کی محافظت کو غنیمت جانا۔ عجز کیا۔
مامون ہوئے۔ قلعہ فتوح النصیب کے نام سے موسوم ہوا۔

برسات کا موسم آگیا تھا پادشاہ نے چھاونی ڈالنے کا ارادہ کیا قلعہ جنیر کی طرف پیش خیمہ بھیجا
جنیر ملک نو آباد گلشن آباد میں پادشاہی آدمیوں کے تصرف میں تھا اور آخر ماہ ذیقعدہ (۲۳ر ذی الحجہ) کو
موضع کھنیر (کھیدم) میں متصل دریا گنگ پادشاہ آیا۔ روح اللہ خاں ثانی مشائخ کے آزار سے امن پناہ سے رخصت ہوا

سابق میں فتح لشکر کے ذکر میں بیان ہو چکا ہی کہ پیم ناٹک ایک زمیندار کم اصل قوم کا بیڈر (بے تہس) تھا اصل اسکی ذات ڈھیر تھی جو دکن میں نجس تریں قوم گنی جاتی ہی۔ وہ مفسد پیشگان مقرری میں گنا جاتا تھا۔ حیدرآباد کی شورش ایام میں اُس نے ابوالحسن کی کمک کے لیے اپنی فوج بھی بھیجی تھی۔ بادشاہ نے خان زادہ خان پسر روح اللہ خان کو قلعہ سکرا اور مکانہائے قلب وار اسکے ملجائیکی تسخیر کے لیے تعین کیا تھا اُس نے افواج شاہی کے صدمات سے امان مانگی اور حضور میں آیا اور پھر جلدی سے اپنے مقر اصلی میں چلا گیا۔ پھر ان دنوں میں کہ ۳۲ سنہ جلوس میں رائچور کی تسخیر کے لیے روح اللہ خاں مامور ہوا تو اُس نے پریہ نائک برادر زادہ پیم نائک کو جو بادشاہ پاس آیا تھا اپنی مصالح کار کے لیے اپنے ہمراہ لیا وہ حسن خدمت بجا لایا۔ رائچور کی فتح ہونے کے بعد اُس نے ظاہر کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں واکنکیرا میں جاؤں وہ میرے باپ دادا کا مسکن ہی اور وہاں سر و سامان درست کروں پھر مجھے جس جگہ طلب کیجیے گا فوج شائستہ کے ساتھ حاضر ہونگا۔ حصول رخصت کے بعد پریہ واکنکیرا میں آیا وہ توابع سکر میں کوہ پر ایک آباد گاؤں تھا۔ جب پیم کے تصرف سے سکر نکل گیا تو پریا نے حیلہ و روباہ بازی کر کے اپنے فرزندوں و عیال کے رہنے کا مقر مقرر کیا۔ یہاں سے بازگشت کا ارادہ نہ کیا اور احاطہ سابق کے سوا ایک حصار کی بنیاد ڈالی اور اُس کو مستحکم کیا اور مصالح جنگ کو جمع کر کے بغاوت کے سامان کو بڑھایا اُس نے چودہ پندرہ ہزار پیادے کہ قدر اندازی میں شہرت رکھتے تھے جمع کیے اور اس پشتہ کو سد سکندر بنا لیا اور تھوڑے دنوں میں چار پانچ ہزار سوار بہم پہنچا کر معموروں کی تاخت و تاراج دور و نزدیک نواح میں شروع کی اور قافلوں کو لوٹنا شروع کیا وہ بناوہ قلب کا استظہار رکھتا تھا وہ دربار کے ساخت و ساز کے طریقے سے واقف کار ہو گیا تھا۔ اسکو رشوت دینے کا مقدور رکھتا تھا ہون اور جواہر اور اقسام جنس کے خریطہ بھیجکر رخنہ گفتگو کو مسدود کرتا تھا اور عرضداشت بھیجکر اپنے تئیں زمینداران مال گزار کے جرگہ میں مطیع محسوب کرتا تھا اور ہر ماہ و سال میں افزونی عمارت اور استحکام برج و بارہ میں اور فوج اور چھوٹی بڑی توپوں کے

جمع کرنے میں کوشش کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اب قلعہ واکنکیرا مشہور ہو گیا۔ اور وہ دکن کے مرہٹوں کے ساتھ ہمداستاں ہوا۔ جگنا پسر پیم نائک اُس ملک کا وارث تھا وہ حضور میں آیا منصب سے سرفرازی پائی۔ اس ولایت کی سند زمینداری بطریق ارث حاصل کی۔ مع فوج کے پریا کے سر پر گیا دخل نہ پایا۔ ہزیمت پائی۔ بعدہٗ کہ پادشاہزادہ محمد اعظم شاہ کو پریا کی گوشمالی کے لیے مقرر کیا اور افواج نے اُسکے تعلقہ کو تاخت کیا۔ قابوئے وقت پاکر شاہزادہ کی خدمت میں آیا اور عجز و ندامت ظاہر کی اور بلطائف الحیل سے شاہزادہ کو سات لاکھ روپیہ کی پیشکش پر اور دو لاکھ روپیہ نقد شاہزادہ کو دیکر راضی کر لیا اور متصدیوں کو کچھ رشوت دی۔ اس طرح غضب سلطانی کے پنجہ سے رہائی پائی۔ جو ہیں محمد شاہ نے پادشاہ پاس مراجعت کی وہیں اُس نے اپنا پرانا طریقہ اختیار کیا اور پہلے سے زیادہ آتش فساد کو روشن کیا۔ اسکے بعد پادشاہ کے حکم سے غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ نے یہاں آنکر اسکا عرصہ تنگ کیا تو وہی قدیمی روباہ بازی پیشتر سے بیشتر کام میں لاکر افسانہ افسوں کے پیغام دیکر اور اطاعت اظہار کر کے نو لاکھ روپیہ پیشکش دیکر اپنی جان و آبرو کو آفت سے محفوظ رکھا جب پادشاہ قلعہ جات پونا کی تسخیر کے لیے آیا اور جنیر میں ساڑھے سات مہینے مقیم رہا۔ اور اس ضمن میں اس ضلع میں دو تین قلعے غیر مشہور بہادروں کی سعی سے فتح ہوئے۔ تو روز بروز پریا کے تمرد و فساد کی خبریں شاہ پاس آئیں اسلیے پادشاہ نے واکنکیرا کی تسخیر کے لیے پیش خیمہ روانہ کیا۔

سوانح سال چہل و نہ ۱۱۱۶ھ

آغاز ۴۹ سنہ جلوس میں پادشاہ واکنکیرا کی طرف چلا۔ قلیچ خاں خلف فیروز جنگ جو بیجاپور کی صوبہ داری پر مامور تھا اور مدبران کارطلب میں سے تھا اور اس کی جاگیر سے پرگنات واکنکیرا تعلق رکھتے تھے اور پریا کے مفسدوں کے سبب سے ان پر اس کا قبضہ نہ تھا پادشاہ نے اس کو اپنے پاس بلایا اور بخشی الملک ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ کو اورنگ آباد کی حراست سپرد تھی اسکے نام بھی حکم آیا کہ واکنکیرا میں آئے۔ اسی طرح سے

گزر برداروں کے ہاتھ اکثر عمدہ صاحب فوج فوجداروں کے پاس ایسے ہی حکم بھیجے گئے۔
او آخر شوال میں حوالی قلعہ مذکور میں پادشاہ آیا۔ قلیچ خاں پادشاہ پاس بہت جلد آگیا
وہ تربیت خاں و محمد امین خاں اور توپخانہ کے ساتھ مامور ہوا کہ محاصرہ کرے مورچے
باندھے۔ مصالح قلعہ گیری جمع کرے اور پادشاہ نے حکم دیا کہ خود اس کا خیمہ ایک کردہ کے
فصل پر لگایا جائے۔ ادھر پادشاہ نے اپنے آدمیوں کو جانفشانی و کافرکشی میں صرف
کیا اُدھر پریا برج و بارہ کے استحکام میں اور فوج متفرقہ کے جمع کرنے میں مشغول ہوا مرہٹوں
کے سرداروں نے تارا بائی کے پاس سے کومک کی طلب میں رسل و رسائل شروع کئے۔
اس کو چند ہزار سواروں کا استظہار تھا جنمیں تمام قومیں خصوص مسلمان یہاں تک کہ سادات
موجود تھے اور کالیہ پیادوں کا جوش و خروش تھا اور توپخانہ آتشبار تھا۔ ان سب کے ساتھ
بڑی خوشی سے وہ آیا اور لشکر شاہی نے مقابلہ میں اقدام کیا۔ ہمیشہ چھوٹے بڑے توپوں کے
گولے اور کئی ہزار بان رات دن برستے اور آن واحد کی فرصت نہ دیتے۔ محاربات عظیم
ہوتے دونوں طرف سے ایک جمع کثیر کشتہ و زخمی ہوتی۔ ایک دن صبح کے وقت محمد امین خاں
و تربیت خاں و چین قلیچ خاں بہادر و عزیز خاں روہیلہ و اخلاص خاں میانہ بطریق طلایہ کے
اطراف کی سیر کرتے تھے۔ ایک پشتہ کو جو لال ٹیکری مشہور تھا اور تھوڑا سا قلعہ بھی سرکوب تھا
وہاں جلو ریز وہ پہنچے۔ اور اس مکان کی جو جماعت نگہبان تھی اس کو تلوار سے مار ڈالا
اور اس پشتہ پر مورچال قائم کرنے کے لیے بڑا تردد کیا۔ اس ضمن میں دشمن حصار کے اندر
اور باہر سے نکلے اور ہر طرف سیل بلا کی طرح بالا اور پائیں سے پہنچے اور ہجوم کرکے مردم پادشاہی
کو گھیر لیا۔ اور کئی ہزار سنگ فلاخن اور توپ تفنگ کے گولے مار کر غالب ہوئے پاؤں جمانے کی
فرصت نہ دی۔ جب پادشاہ کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے پادشاہزادہ محمد کام بخش کو مع امیرالامرا
اسد خاں اور رزم جو آدمیوں کی کومک کے لیے حکم دیا کہ ہر شخص جسقدر جلد ممکن ہو کم زیادہ فوج
لیکر پہنچے۔ چین قلیچ خاں بہادر نے بہادری کی خبر ماکو ادا کیا مگر کوئی فائدہ بروئے کار نہیں آیا۔

جان ستاں گولوں کے اولے برس رہے تھے اور بہت آدمی مارے گئے تھے۔ اور گولہ کی ضرب سے اور
بان کے صدمہ سے محمد امین خاں کے گھوڑے کے دونوں پاؤں اور چین قلیچ خاں کے گھوڑے کا
ایک ہاتھ اُڑ گیا۔ دونوں بہادروں نے پیادہ ہو کر خدا کا شکر بھیجا کہ جان کو کچھ آسیب پہنچا اور
اعضا محفوظ رہے۔ ایک حشر برپا ہو رہا تھا ان امیروں کے کوتل کے گھوڑے ان پاس نہ پہنچ سکے
تو وہ پیادہ پا اس بلا سے نکلے یہ خبر بادشاہ کو ہوئی تو اُس نے اپنے دو کوتل گھوڑے خاصہ
دونوں سرداروں پاس بھیجدیے قلیچ خاں کو ہول دل کا مرض تھا جو ایسی حالت میں زیادہ
ہو جاتا تھا اُسکے لیے چالیس تولہ عنبر امیر خاں کے ہمراہ بھیجا۔ دوسرے تیسرے روز حمید الدین خاں
بہادر مع ایک جماعت کے لاوروں کے دوسرے پشتہ پر کہ محاذی بیٹھ کے اور ڈھیروں کے
ایک پورہ کے تھا پہنچ گیا اور ایک جماعت کو مار کر وہاں اپنے قدم جمائے۔ اس حالت میں ایک
جماعت مخالفوں کی جو لال ٹیکری کے پشتہ پر منتشر تھی وہ حمید الدین خاں سے لڑنے آئی
محمد امین خاں جو گرسنہ باز کی طرح تابو ڈھونڈ رہا تھا۔ لال ٹیکری کے پشتہ پر چڑھ گیا اور وہاں
استقامت کی۔ اسی حال میں سلطان حسین خاں عرف میر ملنگ شاہزادہ کام بخش کی فوج میں سے
ایک جماعت کو لیجا کر رفیق و شریک اس تردد میں ہو گیا جس سے وہاں خوب پاؤں جم گئے
ایسے ہی دوسرے پشتہ پر باقر خاں پسر روح اللہ خاں پہنچا اور اس جگہ کی نگہبانی کی۔ ان بہادروں
کے مقابلہ میں علی الاتصال گولہ اور اقسام آتشباری و سنگ دست و فلاخن برستے تھے۔ قریب
تھا کہ لشکر شاہی کا کام بنجاتا کہ اس ضمن میں مرہٹوں کی سنگین فوج مخالف کی کمک کو آگئی دوسرے
روز دھناجادو اور ہندو راؤ اور دو تین نامی سردار جنمیں سے اکثر کے قبیلے اور فرزند اس حصار
واکنکیرہ میں تھے۔ آٹھ نو ہزار سوار اور پیادے بیشمار لیکر دور سے نمودار ہوئے۔ دھناجادو کمتر
فوج پادشاہی کے مقابلہ میں آتا۔ مگر ملک پادشاہی کو تاخت و تاراج کرتا وہ اس قصد سے یہاں آیا
کہ اپنے قبیلہ و مال و عیال کو اس حصار سے جس سے زیادہ کوئی اور جا مامون نہ تھی نکالکر لیجائے۔
اور پیاپے کمک کا احسان بھی رکھے۔ ایک طرف سے انکی سنگین فوج افواج شاہی کے مقابل میں

شوخی زیادہ کرکے سرداران پادشاہی کو اپنی طرف کھینچکر زد وخورد میں مشغول کیا۔ اور دوسری طرف سے دو تین ہزار سوار تازہ رسیدہ اپنے قبائل کو گھوڑیوں پر سوار کرکے اس حصار کی پناہ سے باہر لے گئے۔ بعد اسکے تارا بائی کے سرداروں نے پریا سے کہاکہ ہم اور تم آپسمیں رفیق ہوکر افواج شاہی کے مقابل میں دست وپازنی خواہ کیسی ہی کریں جانبر نہیں ہوسکتے مصلحت یہ ہی کہ تو اطاعت کر اور ملک موروثی کو عجز و فرمانبرداری سے نگاہ رکھ۔ مگر اس مغرور نے انکا کہنا نہ مانا مبلغ نقد اور جنس ماکولات ومشروبات بطریق ضیافت انکے پاس بھیجے اور ہر روز سرداروں کو خرچ مقرری جبتک یاکہ محاصرہ کے ایام کا انقضا ہوا اور رفاقت ومعاونت کے لیے انکی بڑی منت وسماجت کی۔ مرہٹوں کے سرداروں نے یوں مفت زر ہاتھ لگنے کو غنیمت گنا اور اُنھوں نے اقامت کی۔ ہر روز وہ جس طرف شوخی شروع کرتے تھے ایک جماعت کو کشتہ وزخمی کرتے تھے ہر روز مرہٹوں کی فوج زیادہ ہوتی جاتی تھی اور پادشاہی آدمی کام میں آتے جاتے تھے لشکر شاہی میں ایک تزلزل پڑا ہوا تھا۔ آخرکار روباہ بازی اور مکاری سے پریا نے ایک تازہ منصوبہ باندھا۔ ابتدائً عبدالغنی کشمیری نے دست فروشی اور داد وستد کے وسیلہ سے سرمایۂ تجارت بہم پہنچایا۔ سب قوموں سے سودا اور معاملہ کرتا تھا اور انکے ساتھ اختلاط اور آمد ورفت رکھتا تھا۔ افواج پادشاہی سے حصار کے اندر اُس نے آمد ورفت کی راہ نکالی۔ پریا کے ساتھ وہ ہمداستاں ہوا کہ اُس نے ایک پرچہ کاغذ جو التماس مصالح اور اظہار ندامت وعجز وپر مشتمل تھا۔ عبدالغنی کے ہاتھ بھیجا۔ عبدالغنی نے اس پرچہ کو ہدایت کیش واقعہ نگار کل کو دیا جسکے ہاتھ میں سررشتہ واقعہ نگاری تمام مقدمات ملکی ومالی قلمرو ہند کا تھا اور خود حاضر ہوکر کہا کہ میں پاے حصار میں تفرج اور نماز پڑھنے کے لیے گیا تھا محصوروں نے غافل مجھے پکڑلیا اور قلعہ کے اندر پریا پاس لے گئے۔ اس نے لشکر کا احوال پوچھکر یہ پرچہ کاغذ مجھے دیا ہی کہ تمھارے پاس پہنچاؤں کہ خلق اور پادشاہ کے خیر خواہ ہو۔ ہدایت کیش نے کاغذ مرسولہ کو پادشاہ کی خدمت میں لے جاکر عرض کیا۔ پادشاہ نے بعد تامل کے تقاضاے وقت اور غلبہ

غنیم پر خیال کرکے حکم فرمایا کہ پریا اپنی حالت کو شاہزادہ کام بخش اور ہدایت کیش سے عرض کرے۔ اس التماس کا خلاصہ یہ تھا کہ پریا کا بھائی سوم سنگ قلعہ سے نکلکر ملازمت کرے اور خلعت واسپ جواہر و منصب سے سرافرازی پاکر بطور یرغمال گلال باری میں رہے۔ بعد اسکے درخواست پر محتشم خاں پسر شیخ امیر خاں خوافی کہ ان ایام میں بے منصب منزوی تھا اور اس کشمیری کا مدیون تھا بھیجا جائے۔ اور واکنکیرا کا قلعہ دار قلعہ کے خالی ہونے تک جس کا ایک ہفتہ کا وعدہ ہے چند نفر معدود کے ساتھ نشان پادشاہی لیکر قلعہ کے اندر جائے۔ اور بندوبست کرے۔ اختصار کلام یہ ہے کہ اسکے التماس کے بموجب سوم سنگ اس کا بھائی قلعہ سے نکلا اور نذر و نیاز کے ساتھ ملازمت کی خلعت و اسپ جواہر و منصب سے سرافرازی پائی۔ آداب تسلیمات عنایات شاہی اور عفو تقصیرات برادر بجالایا۔ بعجز و الحاح سے وعدہ اور مہلت ایک ہفتہ کی لی کہ اس مابین میں محتشم خاں حصار میں شب کو رہیگا۔ اور اس پیغام کی آمد و رفت میں گزاری کہ کل بدستگیری قلعہ دار پریا ملازمت کرے جب قلعہ دار قلعہ میں داخل ہوا تو صدائے شادیانہ بلند آوازہ ہوئی دوسرے روز ارکان سلطنت تسلیمات تہنیت بجالائے ہدایت کیش نوکر کو حسن خدمت کے صلہ میں ہادی خاں کے خطاب سے سرافراز کیا۔ مورچال سرد ہوئے۔ جنگ جو طلب حضور ہوئے۔ عبدالغنی کشمیری کو اس دلالی کی عوض میں منصب صدی عنایت فرمایا۔ مردم قلعہ نے قلعہ دار کی تسکین کے لیئے اسباب ناکارہ اور عورات اور پیرزالوں کو قلعہ سے باہر نکالنا شروع کیا۔ سہ پہر تک قلعہ دار پاس پریا کے حاضر ہونے کی خبر کو گرم رکھا۔ آخر روز میں عارضہ تپ شدید کا عذر کرکے اس دن کو ٹالا تیسرے روز کہا کہ اس کو سرسام ہو گیا ہے۔ تپ ہذیان ہے۔ دوسرے روز یہ شہرت دی کہ اس کو جنون ہو گیا ہے۔ آخر شب کو قلعہ سے باہر بھاگ گیا ہے اور کچھ تحقیق نہیں کہ قلعہ سے نیچے ہلاک ہونے کے لیئے وہ گرا ہو۔ یا دیوانگی کے اثر سے وہ مرہٹوں کے لشکر سے ملگیا ہو۔ اس مکار کی ماں نے رونا پیٹنا شروع کیا۔ پادشاہ پاس پیغام بھیجا کہ بیٹے کے مفقود الاثر ہونے سے خاطر جمعی حاصل کرکے قلعہ کو خالی کرتی ہوں امید وار ہوں کہ سوم سنگ میرے پسر کو بجائے برادر کے خلعت

زمینداری مرحمت کیا جائے اور محتشم خاں پاس بھیجدیا جائے۔ کہ بعض جگہ خزانے مدفون ہیں جسکی اطلاع
اس کو ہے وہ قلعہ دار کو بتلا دے۔ باقی مال و عیال کے ساتھ میں قلعہ سے باہر آؤں پادشاہ
اس مکر و منصوبہ سے غافل تھا۔ اُس نے سوم سنگھ کو قلعہ میں اُسکی ماں پاس بھیجدیا بعد اسکے جانے
کے بھی حیلے اور آجکل کے وعدے کرکے دفع الوقت کیا اور پادشاہی آدمیوں کے لیے آمد و رفت ۵
بند کی اور محتشم خاں کو گنتی کے آدمیوں کے ساتھ بطور محبوسوں کے قلعہ میں ایک جگہ بٹھادیا اب پادشاہ
اور اسکے ہوا خواہوں کو پیرِیا کا منصوبہ و غدر و تزویر تحقیق ہوا۔ مگر پادشاہ نے بردباری اور
حوصلہ کو کار فرما کر پہلے ہی سا سلوک مرعی رکھا۔ ان دنوں میں ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ و
داؤد خاں وغیرہ چند سردار صاحبِ فوج قریب آگئے تھے انکو اور زیادہ جلد آنے کا حکم دیا۔
دشمنوں نے شوخی کی۔ پادشاہ نے پائے قلعہ میں استقامت کی۔ لوگ ہنستے تھے کہ ایسا پادشاہ
سراپا تدبیر ایسی نجس قوم کے دم میں آگیا اب دشمنوں نے اُس سے شوخیاں کیں کہ پادشاہ کو محصور کرلیا مگر
اور امراء فوجیں لیکر قریب آگئے تھے۔ پادشاہ نے نصرت جنگ کو شقہ اپنے ہاتھ سے اس مختصر مضمون
کا لکھا کہ اے یاری دہ بیکساں زود خود را برساں۔ جب یہ لشکر تازہ آگئے تو ابتدائے جنگ اس
پشتہ سے شروع ہوئی کہ جسپر محمد امین خاں و سلطان حسین نے مورچال قائم کر رکھے تھے اور اب وہ
مرکز کی طرح محاصرہ میں آگئے تھے۔ اور کئی فاقے اُنپر گزر چکے تھے۔ پھر ہر طرف سے لشکر شاہی نے
دشمنوں کو گھیر لیا۔ چاروں طرف خوب لڑائی ہوئی۔ حمید الدین خاں و قلیچ خاں بہادر و داؤد خاں
و جمشید خاں و راجپوتوں نے خوب اپنی بہادریاں دکھائیں چار پانچ روز تک ہنگامہ کارزار
خوب گرم رہا جمشید خاں و دو شناس راجپوتوں کی ایک جماعت جو راؤ دلپت کے ہمراہ تھی
اور کئی اور خان زادوں میں سے کام آئے۔ بعدہٗ چین قلیچ خاں و محمد امین خاں و بعض اوروں کو ۱
کو حکم ہوا کہ بطریق طلایہ کے اطراف قلعہ میں آکر جسجگہ قلعہ کی کمک کا اثر دیکھیں اسکی تنبیہ کریں اور
کسی طرح سے مرہٹہ وغیرہ کی مدد کو محصوروں پاس نہ پہنچنے دیں۔ ذوالفقار خاں نے چند باولیوں کنوؤں
پر قبضہ کیا کہ ان ہی پر اس قوم کے آدمیوں و چارپایوں کے پانی پینے کا مدار تھا۔ اس سبب سے کیا فوج

شاہی پر پانی کی تنگی رہتی تھی یا اب دشمنوں پر وہ ہونے لگی روز بروز درختوں عمارتوں کی چوب لوں اور لکڑی کو جمع کر کے مورچالوں کو بڑھاتے جاتے تھے۔ یہانتک کہ قلعہ کی دیوار تک انکو پہنچایا۔ اور سرداروں نے بھی پائے حصار تک مورچالوں کو پہنچایا جس روز یورش قرار پائی بادشاہ خود سوار ہوا اور شریک یورش ہوا اور مکان گولہ رس میں عمداً استقامت کی۔ اس بادشاہ کے دل میں یہ آرزو ہمیشہ رہتی تھی کہ میں کسی جہاد میں شہید ہوں۔ ایک طرف سے ذوالفقار خاں اور دوسری جانب سے تربیت خاں نے صف آرائی کی۔ مخالفوں نے بھی اوپر اور اطراف سے ہجوم اور زور کیا۔ بادشاہی جانباز بہادروں نے سینہ کو سپر بنا کے پیادہ ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ عجب زد و خورد ہوئی ایک قیامت برپا ہوئی۔ ایک جماعت دونوں طرف سے زخمی و کشتہ ہوئی۔ دشمن مغلوب ہوئے اور دو تین حملوں میں وہ پشتے کہ جنپر بازار بیٹھ آباد تھا۔ بادشاہ کے قبضہ میں آئے سب جگہ کی نسبت زیادہ یہاں آلات جان ستاں بلا افروز کام کرتے تھے۔ اور لشکر شاہی نے ایک کردہ سے زیادہ مخالفوں کا تعاقب کیا۔ اور بہت آدمیوں کو مارا اور زخمی کیا۔ فراز کوہ پر دروازہ کے نزدیک علم ثبات و نشان فتح کھڑا کیا۔ اہل قلعہ نے دو تین ہزار بندوقچی دروازہ اور اطراف کی پناہ کے لیئے بہادران قلعہ گیر کے سر راہ کھڑے کیے اور سراسیمہ وار زن اور فرزند اور زیور کو کہ ہمراہ لے سکتے تھے اپنے ساتھ لیا اور معبد خانہ میں اکثر جگہ اپنے ہاتھ سے آگ لگا کے دوسرے دروازہ سے اور مختلف راہوں سے بھاگ کر مرہٹے کی فوج سے جا ملے۔ اور انکے ساتھ متفق ہو کر فرار ہو گئے۔ حصار کے اندر شعلۂ آتش بلند ہوئے۔ اور آلات شرر بار کے برسنے کے آثار کم ہوئے۔ اور اہل قلعہ کے فرار پر اطلاع ہوئی تو داؤد خاں و منصور خاں قلعہ کے اندر گئے اور اہل قلعہ کا نشان نہ پایا۔ مگر چند آدمی زخمی پڑے تھے جو بھاگ نہیں سکتے تھے۔ اور محتشم خاں تھا اگر ایک لمحہ اور بادشاہی آدمی اُس پاس نہ پہنچتے تو دشمن اُس کا کام تمام کر دیتے ۱۴ محرم ۱۱۱۱ھ کو قلعہ بادشاہی تصرف میں آیا اور صدائے شادیانہ بلند ہوئی۔ امیروں کو بڑے بڑے منصب صلے ملے۔ قلعہ واکنکیرا کا نام رحمن بخش رکھا گیا۔ اور خواجہ مسعود محلی کے

اہتمام سے قلعہ اور مسجد دونوں تعمیر ہوئے۔ یہاں کے انتظام کے بعد برسات کا موسم کاٹنے کے لیے بادشاہ دیوگاؤں میں آیا۔ جو دریا کشنا سے پانچ چار کروہ تھا۔ یہاں لشکر کے آرام کے لیے چھاؤنی ڈالی اور جابجا حکام فہیدہ کار مالی اور ملکی بندوبست وضبط کے لیے تعین کیے اس ضلع کے مفسد وسرکش زمینداروں کی تنبیہ کے لیے ذوالفقار خاں کو مقرر کیا ملک نو مفتوح سے کل روپیہ اور زمینداروں سے پیشکش وصول ہوئی۔ رعایا اپنے وطنوں میں آباد ہوئی۔

ان دنوں میں خبر آئی کہ قلعہ بخشندہ بخش عرف کنڈنا قلعہ دار کی بیخبری سے اور غنیم کی حیلہ پردازی سے مرہٹہ کے تصرف میں آگیا ہے اُسی روز حمید الدین خاں بہادر کو مع تربیت خاں کے اس کے محاصرہ اور تسخیر کے لیے روانہ کیا۔

اس زمانہ میں بادشاہ کے تمام اعضاء میں درد مفاصل بشدت ہوا جس سے ایک عالم کے احوال میں اختلال پیدا ہوا۔ ہر چند ہر روز خودداری کرکے بادشاہ بیٹھکر دیوانداری میں مشغول ہوتا اور خلق اللہ کی تسلی کا سبب ہوتا۔ مگر آخر کو مرض بڑھتا گیا غشی وبیخودی کی نوبت آئی ایک دفعہ خبریں ناخوش آمیز فساد انگیز واقعہ طلبوں کی زبان زد ہوئیں۔ دس بارہ روز تک لشکر اور امراء کے آدمیوں میں ایک عجیب ہنگامہ برپا رہا۔ مگر آخر کو فضل الٰہی ہوا کہ بادشاہ کا مزاج بحال ہوا۔ کبھی کبھی دیوانی کرتا۔ یہ خبر ہوئی۔ ورنہ ابن دار الحرب میں کہ سارا غنیم کا ملک تھا۔ اگر واقعہ ناگزیر پیش آتا تو اس کوہستان اور سرزمین پر شور و شر سے ایک آدمی کا نجات پانا مشکل ہوتا۔ امیر خاں نقل کرتا ہے۔ بادشاہ ایک نہایت ضعف میں زیر لب یہ اشعار پڑھتا تھا۔

ابیات

بہشتاد و نود و چوں در رسیدی ۔۔۔ بسا سختی کہ از دوران کشیدی

دراں جا چوں بصد منزل رسانی ۔۔۔ بود مرگے بصورت زندگانی

جب میں نے یہ شعر سُنے تو عرض کیا کہ نظامی گنجوی نے ان ابیات کی تمہید میں یہ بیت

کسی ہر سہ بس آں بہتر کہ خود را شاد داری + دراں شادی خدا را یاد داری +

پادشاہ نے اس شعر کو کئی بار سنا اور لکھوایا اور مدت تک پڑھا۔ حکیم حاذق خاں (صادق خاں) معالج تھا اس خدمت کے جلدو میں پادشاہ نے اپنے تئیں سونے سے تول کر اس کو زر وزن اور سرپیچ دیا اُس نے چوب چینی کا استعمال کرایا جس سے نفع عظیم ہوا۔

۱۶ رجب سنہ ۱۱۱۶ھ کو پادشاہ نے بہادر گڑھ عرف بھیر کا عزم کیا اور شعبان میں وہاں آگیا۔ سپاہ کے آرام و ایام صیام کے لیئے چالیس روز کے قیام کا حکم صادر کیا۔

سوانح سال پنجاہم سنہ ۱۱۱۷ھ

ماہ رمضان کو اس مقام میں بسر کیا ہر سال کے دستور کے موافق روزے رکھے۔ تراویح پڑھیں۔ صلوٰۃ و سنت بدستور ادا کیے۔ ایام صیام کے اہتمام کے بعد بلا ناغہ دیوان میں امور مالی و ملکی میں توجہ کی۔ ذوالفقار خاں کو قلعہ بخشندہ بخش کو رخصت کیا اور خود احمد نگر کی طرف متوجہ ہوا۔

اسے چند سال پہلے ساہو پسر سنبھا نبیرہ سیوا منصب ہفت ہزاری دو ہزار سوار سے اور خطاب راجہ و جاگیر سیر حاصل سے سرافراز ہوا تھا۔ دیوان و خانساماں اور متصدی اسکے علحدہ بادشاہ نے مقرر کیے تھے۔ کہ اسکی تربیت پر متوجہ ہوں۔ ابتدا ر قید سے لغایت حال رکاب عالی سے اسکو جدا نہ کیا تھا۔ احاطہ گلال بار میں اپنے ظل عاطفت میں اسکو رکھتا تھا۔ کوچ کے وقت اس کو سواری کا حکم اپنے ساتھ دیتا تھا۔ ان دنوں میں کہ ذوالفقار خاں اسکے پرداخت حال پر متوجہ تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ مار کشتن و بچہ در آستین پرورش دادن نہ کار خردمندان است وہ بادشاہ کی خدمت میں التماس کر کے اس کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ بائیس سال بعد وسط ماہ شوال میں بادشاہ سواد احمد نگر میں دوبارہ آیا جس روز پادشاہ یہاں اترا تو اُس نے کہا کہ احمد نگر مکان اختتام سفر است۔ ماہ ذی الحجہ کو پادشاہ پاس خبر آئی کہ نصرت جنگ کی زور بازو سے قلعہ بخشندہ بخش تسخیر ہوا اور قلعہ کے حوالہ داروں کو اُس نے مار مار کر

پسر سنبھا

پادشاہ کا سفر

حصار سے ہتیار لیکر نکال دیا۔

شاہزادہ محمد اعظم شاہ

شاہزادہ محمد اعظم شاہ صوبہ احمد آباد میں تھا۔ باپ کے عارضہ جسمانی کی خبر سنکر حضور کے پاس آنے کا ارادہ کیا اور بہت اضطرار کا اظہار کیا اور احمد آباد کی آب ہوا کی ناموافقت کا عذر کیا بادشاہ کی مرضی کے خلاف یہ امر تھا اس مضمون کا فرمان صادر کیا۔ کہ ماہم درایام انحراف مزاج اعلی حضرت عرضہ داشت بہمیں مضمون بحضور ارسال داشتہ بودیم درجواب فرمان رسید کہ ہوائے ہمہ جا بایشان سازگار است مگر ہوائے نفس امارہ۔ بعدہٗ محمد اعظم شاہ نے مکرر معروض کیا تو صوبہ مالوہ اُسکے لیئے مقرر کیا بادشاہزادہ ابھی اُجین میں نہیں پہنچا تھا کہ اُس نے عرضہ داشت کی کہ بادشاہ نے طوعاً و کرہاً اُس کو حضور میں طلب فرمایا۔ ۲۱ ذی الحجہ کو وہ بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ صوبہ احمد آباد سے جب بادشاہزادہ محمد اعظم شاہ کا تغیر ہوا تو یہاں محمد ابراہیم خاں کو جو صوبہ بنگالہ بھی تھا مقرر کیا۔ فاصلہ بہت دور کا تھا اسلیے شاہزادہ بیدار بخت کو جو برہان پور میں تھا حکم صادر کیا کہ محمد ابراہیم کے آنے تک احمد آباد میں جا کر وہاں کے بندوبست سے خبردار رہے۔ محمد اعظم بادشاہ کی خدمت میں موجود تھا۔ اسے اپنی شجاعت کا غرور تھا اُس نے لشکر کی گردآوری کی تھی۔ احمد آباد میں کچھ خزانہ بھی جمع کرلیا تھا۔ بادشاہ کی رکاب میں جو خزانہ اور فوج تھی اس کی تاک میں تھا۔ ان سببوں سے برادر کلاں کی ہستی کچھ نہیں جانتا تھا۔ بلکہ سب باب میں اپنے تئیں بزرگ سمجھتا تھا۔ شاہزادہ کام بخش کو یہ جانتا تھا کہ وہ عدم سے وجود ہی میں نہیں آیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ باپ کی طبیعت اکثر بحال نہیں رہتی تو اُس کو یہ فکر ہوئی کہ شاہزادہ محمد عظیم کو کہ عظیم آباد عرف بہار پٹنہ میں مدت سے صوبہ دار بالاستقلال تھا اور خزانہ کے جمع کرنے میں بہت مشہور تھا اس کو بلا کر کے حضور میں طلب کرے اس کی طرف سے بادشاہ سے وقوعی اور غیر وقوعی باتیں لگا کے اور بہت منت کر کے اس کو حضور میں طلب کرایا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ محمد عظیم کی حرکت اس کی جان کے لیے ایک بلائے عظیم ہوگی۔ محمد عظیم نے باپ کی خدمت میں آنے کا ارادہ

کیا۔ پادشاہزادہ محمد اکبر کی ایک سال سے یہ خبر مشہور تھی کہ وہ حوالی گرم سیر خراسان کے توابع کے حوالی میں مرگیا۔ اس خبر کے جھوٹ سچ کے معلوم کرنے کے لیے ملتان واطراف ملک سرحدی کے حکام کو فرمان لکھے گئے۔ انہی دنوں میں محمد اعظم شاہ کی زبانی تصدیق ہوئی کہ وہ مرگیا۔

سوانح سال پنجاہ ویک ۱۱۱۸ھ

محمد اعظم شاہ نے حضور میں رہ کر عمدۃ الملک اسد خاں کو اور ایک جماعت اکبر کو اپنا رفیق بنایا۔ پادشاہ کا مزاج کچھ بحال ہوگیا تھا اور چند روز وہ دیوان عدالت بلاناغہ کرتا تھا۔ مگر سفر آخرت کا ضعف اس کے چہرہ پر پیدا تھا اس مابین میں روز بروز پادشاہزادہ محمد اعظم کی طرف سے محمد کام بخش کی نسبت بے اعتدالیاں ظہور میں آتی تھیں وہ اُس سے پرخاش کے لیئے بہانے بلاکش کیا کرتا تھا۔ کام بخش حافظ کلام اللہ تھا۔ اور علم عقلی و نقلی سے بہرۂ تام رکھتا تھا۔ پادشاہ اسکی رعایت خاطر کرتا تھا۔ قاعدہ ہی کہ چھوٹے بیٹے سے باپ کو محبت زیادہ ہوتی ہی۔ پادشاہ کام بخش سے بہت محبت رکھتا تھا۔ سلطان حسین عرف میر ملنگ مخاطب حسن خاں کو کام بخش کا بخشی مقرر کیا۔ حسن خاں بڑا ہوشیار و عاقل تھا۔ وہ اپنے حسن عقیدت و کارطلبی کے سبب سے تقاضائے وقت کو دیکھکر پادشاہزادہ کام بخش کو دربار میں لیجاتا۔ تو اسکے ساتھ مسلح و مکمل ایک جماعت مردم خاص کی سوا اپنے رفیق نوکروں کے ہوتی اسکی شکایت کئی دفعہ پادشاہ سے محمد اعظم نے کی۔ کچھ جواب ملا تو ایک دفعہ نواب بیٹ النساء بیگم ہمشیرہ اعیانی کو لکھا جسمیں حسن خاں کی بے ادبی کا شکوہ لکھا کہ وہ اپنے حد کے دائرہ سے باہر قدم رکھتا ہی اور اسمیں یہ بھی درج کیا کہ اگرچہ اس بے ادب کی شوخی کی تادیب کوئی کام نہیں ہی مگر حضرت کا ادب مانع ہی اسمیں مصلحت یہ تھی کہ پاس رہنے میں یہ اندیشہ تھا کہ وہ شاہزادہ محمد اعظم کے ہاتھ میں فوراً نہ گرفتار ہو جائے۔ یہ رقعہ پادشاہ کے پاس گیا اسپر اپنے دستخط خاص سے پادشاہ نے لکھا کہ وجہ حسن خاں معلوم کہ از طرف او این ہمہ مغلوب وسواس و ہراس گردد۔

ما محمد کام بخش را جائے مرخص می نمائیم۔ اگرچہ محمد اعظم نے اس جواب طعن آمیز کے مضمون سے پیچ و تاب کھائے۔ مگر سوائے صبر کے کوئی اور چارہ کار نہ تھا اور برادر خورد کا جدا ہونا غنیمت جانا۔ پادشاہ نے اپنے مزاج کو خلل سے خالی نہیں دیکھتا تھا اور پادشاہزادہ اعظم کے فساد کی گرمی بازار روز بروز زیادہ مشاہدہ کرتا تھا اسلیئے اُس نے دو شیر زنجیر گسیختہ کا اپنے ارتحال کے بعد لشکر میں بنا خلق اللہ کے حق میں فساد عظیم کا مادہ جانا۔ محمد کام بخش کی رعایت خاطر ضرور تھی اس کو مع کل اسباب سلطنت کے اکرام احترام کے ساتھ بیجاپور رخصت کیا اور حکم دیا کہ حضور کے پاس سے نوبت بجاتا ہوا روانہ ہو۔ اسمیں مصلحت یہ تھی کہ پاس رہنے میں یہ اندیشہ تھا کہ وہ شاہزادہ محمد اعظم کے ہاتھ میں فوراً گرفتار ہو جائے۔ محمد اعظم شاہ یہ دیکھکر سانپ کی طرح بل کھاتا تھا مگر پھنکار نہیں مار سکتا تھا۔ دو تین روز کے اندر محمد اعظم کو صوبہ مالوہ کو رخصت کیا اور حکم دیا کہ پانچ پانچ کوس کی منزل طے کرکے اور ہر منزل میں دو روز قیام کرکے تیسرے روز سفر کرے اس سے غرض یہ تھی کہ شاہزادہ اس سے بہت دور نہ چلا جائے جس کے سبب سے لشکر میں غدر مچ جائے۔ اور پاس رہنے میں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں شاہجہان کا معاملہ نہ پیش آئے۔ ان دونوں شاہزادوں کی روانگی کے بعد مرض کی شدت ہوئی تپ بڑی شدت سے چڑھی۔ چار روز تک باوجود اشتداد مرض بہ سبب کمال تقوی کے پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی۔ اس حالت میں حمید الدین خاں نے منجموں کی تجویز سے ایک فیل اور ایک دانہ الماس بیش قیمت کے صدقہ کے لیئے عرضی بھیجی۔ پادشاہ نے اسپر دستخط کیے کہ فیل تصدق بر آوردن طریقہ ہنود و اختر پرستان است چہار ہزار روپیہ نزد قاضی القضات بفرستید کہ بمستحقان رسانید اور اس عرضی پر دستخط کیے کہ ایں خاکسار را زود بمنزل اول رسانیدہ بخاک سپارند و بہ تربیت تابوت نہ پردازند کہتے ہیں کہ بیٹوں کے نام ملک کی تقسیم کا وصیت نامہ لکھکر حمید الدین خاں کو دیا تھا بعض کہتے ہیں کہ اُسکے تکیہ کے نیچے سے نکلا تھا جسمیں لکھا تھا کہ معظم شاہ شمالی اور شمال مشرقی صوبوں پر

قبضہ کرے اور دلی کو دار السلطنت بنائے۔ اور اعظم شاہ آگرہ اور جنوب مغرب کے ملکوں پر ساری دکن سمیت قابض ہو اور آگرہ کو دار السلطنت ٹھیرائے۔ مگر گولکنڈہ اور بیجاپور کی دو ریاستیں کام بخش پاس ہیں اسکے سوا ایک اور وصیت نامہ تھا کہ جسمیں اُس نے اپنی تجہیز و تکفین کی نسبت یہ لکھا تھا کہ ساڑھے چار روپیہ جو میرے ہاتھ کی محنت کی ٹوپیوں کی سلائی سے بچے ہیں اسمیں تجہیز و تکفین ہو اور آٹھ سو پانچ روپئے جو قرآن نویسی کی اجرت سے حاصل ہوئے ہیں مساکین میں تقسیم ہوں روز جمعہ ۲۸ ذی القعدہ سنہ ۵۱ جلوس مطابق سنہ ۱۱۱۸ ہجری کو بادشاہ نے صبح کی نماز پڑھ کے کلمہ توحید کا ذکر شروع کیا ایک پہر دن چڑھے اس دارفنا سے روضہ جناں کو تشریف فرما ہوا۔ قاضی و علماء و صلحا موافق وصیت کے تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔ جنازہ کی نماز پڑھی نعش کو خوابگاہ میں رکھا کہ نواب زینت النساء بیگم اور شاہزادہ محمد اعظم جو اردوئے معلی سے بچیس کروہ پر تھے روز شنبہ کو آئے۔ محمد اعظم روز دوشنبہ کو نعش کو کندھے پر دیوان عدالت تک لے گیا اور آگے اس کو روانہ کیا شیخ زین الدین کے مقبرہ میں بادشاہ نے اپنی حین حیات میں قبر بنائی تھی وہاں وصیت کے موافق دفن کیا۔ اور کئی سیر حاصل دیہات پرگنات اورنگ آباد کے منجملہ سرکار دولت آباد کے جدا کیے گئے اور پرگنہ خلد آباد کے نام سے موسوم ہوئے۔ اور وہ مزار خلد آرامگاہ کے خرچ کے لیے مقرر ہوئے بادشاہ کی قبر کا چبوترہ سنگ سرخ کا ہی جس کا طول ۳ گز اور عرض ڈھائی گز ہی اور ارتفاع چند انگشت سے زیادہ نہیں ہی۔ تعویذ مجوف ہی کہ اسکو خاک سے پر کرکے ریحاں کو اسمیں بوتے ہیں۔ بادشاہ کا نام مرنے کے بعد خلد مکاں رکھا گیا۔ مدت عمر اکیانوے سال تیرہ یوم اور ایام سلطنت پچاس سال دو ماہ ۲۷ یوم تھی۔

آخر وقت میں اُس نے یہ خطوط ایسے لکھے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ بڑا خدا پرست اور سچا دیندار تھا۔ اس کو خوف الٰہی آخر وقت میں ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک سچے دیندار کو ہوتا ہی۔ محمد اعظم شاہ کو یہ رقعہ تحریر کیا۔ السلام علیکم و علی من لدیکم۔ پیری رسید ضعف قوی شد قوت از اعضا رفت۔ یگانہ آمدم و بیگانہ می روم۔ خبر از خود نیست کہ کیستم و چکارہ ام نفسے کہ بے ریاضت رفت افسوس آں باقیاندہ ملکداری و پاسبانی خلائق ہیچ از من نیامد

بادشاہ کا انتقال کرنا

عمر عزیز مفت رفت. خداوند در خانه دارم و روشنائی آن در چشم تاریک خود نمی بینم حیات پایدار
نیست و از نفس رفته نشانے پدیدار نه. و از استقبال توقع مفقود. تپ مفارقت کرد و چه م و
پوست تنها گذاشت. فرزند کام بخش اگرچه به بیجاپور رفت مانند دیگی است و آں عالی جاه
ازاں هم نزدیکتر. عزیز القدر شاه عالم از همه دورتر. فرزندزاده محمد عظیم بحکم الله اعظم نزدیک
هندوستان رسیده. لشکریاں همه بیدست و پا سراسیمه همچو من مضطرب از خداوند تنهائی گزیده
در حالت اضطراب است و چوں سیماب بیقرار. نمی فهمند که صاحب نعمتے داریم هیچ با خود نیاوردم
و ثمره گناهان همراه می برم. نمیدانم که در چه عقوبت گرفتار خواهم شد. هر چند نظر بر الطاف
و رحمت امید قوی است. اما نظر بر اعمال و افعال تفکر نمی گذارد و چوں از خود گذشتم دیگرے کجا مانده
ع هر چه باد ابا دکشتی در آب انداختیم + اگرچه از خود رفته را فکر نمی ماند چون عالم بستگی
نیست همه را بخدا می سپارم. وصیانت بندگان اگرچه پروردگار خواهد کرد لیکن نظر بر عالم ظاهر
بر فرزندان هم ضرور است که خلق و مسلمین ناحق کشته نشوند. فرزندزاده بهادر دعاء آخرین
بگویند وقت رخصت ندیدم اشتیاق باقی ماند. بیگم بظاهر اگرچه ملول است لیکن مالک الملک خداست
کوته اندیشی و نیات جز ناکامی ثمره ندارد. الوداع الوداع الوداع آخری وقت میں شاهزاده
محمد کام بخش کے نام یه رقعه لکها۔ فرزند جگر بند من در عالم اختیار هر چند بر رضاء الهی نصیحت کردم
و زیاده از امکان دعایا کردم چوں خواست الهی نه بود گوش رضا کسے نه شنیده. حالانکه از همه
بیگانه میروم بر بے بضاعتی شما ترحم دارم اما چه فائده عذاب گناه هر چه کردم ثمره آں با خود
می برم عجب قدرت است که آمدم تنها و می روم با ایں قافله اگرچه تپ از ده روز مفارقت داشت
لیکن تاب نیاورده گذاشت هر جا نظر کنم جز خدا به نظر نمی آید. اندیشه لشکر و لشکریان نظر بر وبال
آخرت موجب ملالت خاطر شد. از خود خبرم نیست. گناه بسیار کردم نمیدانم بچه عذاب گرفتار
خواهم شد. حراست بندگان اگرچه رب العالمین خواهد کرد اما بر مسلمانان و فرزندان هم اهم است
حفظ و احتیاط بندها بحسب ظاهر ضرور عالیجاه هم نزدیک است آنچه لازم بود در حق شما گفته ام و هم

بجان و دل قبول داشته شود نشود که مسلمانان کشته شوند و وبال بگردن این ناکاره بماند شمارا بخدای
سپارم و خود رخصت میخواهم حالت اضطراب است بهادر شاه جائیکه بوده است و فرزند زاده عظیم الشان
نزدیک هندوستان آمده فرزند زاده بهادر بنواحی گجرات حیات النساء چیزے از روزگار ندیده و ملول است
و حال بیگم بیگم و اودے پوری والده شما در بیماری با من بوده اراده رفاقت دارد. خانه زادان
و مردمان حضور چند گندم نماجو فروش اند باید برفق و مدارا آدمی پروائے کار گیرد و یا بدنامی او دراز
کشد. شاہزادہ محمد معظم کے نام خط۔ همین پور خلافت منعم خاں از حضور رخصت یافت تا جلد رسیده آنچه
بزبان او حواله خواهد شد ابلاغ نماید. از خود خبرم نیست که کیستم و کجا می روم و برسر این عاصی پرمعاصی
چه خواهد گذشت. حالا از همه مرخص میشوم و همه را بخدای سپارم. فرزندان نامدار کامگار را باید که
تخالف نه کنند و مجوز کشت و خون خلق که بندگان خدا اند نشوند آنچه به نظر می آید طرفه هنگامه برپا
شدنی است ایزد مقلب القلوب توفیق حفاظت خلق الله که ودائع بدائع خلق الله اند. چراغ
راه سالکان طریق ریاست ملکداری کناد۔ اس رقعے کے اس فقرہ میں کہ اودی پوری والدہ شما
در بیماری با من بوده۔ لفظ اودی پوری نے بڑے تماشے دکھائے ہیں۔ کوئی تو یہ کہتا ہے۔
کہ اودے پور کے خاندان میں سے کوئی لڑکی اس کے نکاح میں آئی تھی۔ کوئی کہتا ہے کہ اودی پوری
کی جگہ جودھ پوری ہے۔ سب سے زیادہ لطیفہ یہ ہے جو فرنگستانی تاریخوں میں
لکھا جاتا ہے۔ کہ اودے پوری ایک عیسائی عورت کا نام تھا وہ گوری بہت تھی۔ وہ
جارجیا کی رہنے والی تھی۔ ایک بردہ فروش سے دارا شکوہ نے اسکو خریدا تھا وہ دارا
کی محبوبہ بھی تھی۔ یہی مخفی سبب تھا کہ دارا نے عیسائی مذہب اختیار کیا تھا۔ جب دارا مارا گیا تو
بادشاہ نے اپنے بڑے بھائی کی دو بیویوں سے شادی کرنی چاہی۔ اُن میں ایک اجپوتن تھی وہ
تو زہر کھانے کو موجود ہوگئی۔ عالمگیر سے نکاح نہ کیا۔ مگر اس کرسچن لیڈی نے اس سے
نکاح کر لیا۔ فرنگستانی تاریخوں میں بہت سی ایسی دل لگی کی کہانیاں ہیں۔

عبادات و فرائض کی پابندی اور اذکار

انچہ شاہان ہمہ دارند تو تنہا داری

اَوّل عالمگیر کی خلقت وجبلت میں دین میں راسخ ہونا داخل تھا۔ وہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مذہب پر چلتا تھا اس کے سارے اعمال و افعال وعقائد اس حنفی مذہب کے مطابق تھے۔ وہ فرائض خمسہ اسلام کی جیسی چاہیے تاسیس کرتا تھا۔ اول صلوٰۃ مفروضہ کو اول وقت مسجد میں یا غیر مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھتا تھا۔ اور کل سنن ونوافل ومستحبات کو حضور وخشوع کے ساتھ ادا کرتا تھا مسجد جامع میں جمعہ کی نماز سب مسلمانوں اور مومنوں کے ساتھ پڑھتا تھا اس کو اس نمازِ جمعہ کا ایسا خیال تھا کہ اگر وہ شاہجہاں آباد یا کسی اور بڑے شہر سے شکار کے لیے چلا جاتا تو جمعرات کو شہر میں آجاتا تاکہ نماز جمعہ جامع مسجد میں ناغہ نہو۔ اگر شکار کے لیے زیادہ دنوں کے لیے جاتا تو ضرور نزدیک کے قصبہ میں جاکر جمعہ کی نماز پڑھتا۔ عیدین کی نماز سفر وحضر میں جماعت کے ساتھ پڑھتا۔ دوم رمضان کے روزے رکھتا تھا۔ خواہ موسم کیسا ہی سخت ہو تراویح وختم کلام اللہ میں آدھی رات تک صلحا وفضلا کی جماعت کے ساتھ مشغول رہتا اور عشرہ آخیر میں مسجد غسلخانہ میں معتکف ہوتا تھا۔ ہر ہفتہ میں تین دن پیر وجمعرات وجمعہ کو روزہ رکھتا تھا۔ سوم زکوٰۃ شرعی قبل از جلوس جو مآکل وملبوس خاص کے لیے مقرر کی تھی اور ایام سلطنت میں صرف خاص کے لیے جو مواضع دار الخلافہ اور دو تین محل نمکسار جدا کیے گئے انکی زکوٰۃ ہر سال ارباب استحقاق کو دیتا تھا اپنی اولاد کی طرف سے بھی زکوٰۃ کا حساب کرکے دیتا تھا۔ چہارم حج۔ ادائے مناسک حج کی حد سے زیادہ تمنا اس کو تھی مگر بعض موانع وعوائق کے سبب سے وہ حج کو نہ جاسکا اُس کے بدلے میں حرمین محترمین کے جاموں کے ساتھ اسقدر رعایت کرتا تھا کہ اسکا حج بمنزلہ حج کبریٰ کے ہوجاتا تھا اتنی مدت سلطنت میں کبھی ہر سال کبھی دو سال میں بہت روپیہ بھیجتا تھا اور بقعہائے شریف میں طواف حج اور سلام رسانی کی نیابت کے لیے اور دو مصحف مجید جو اُسنے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے بھیجے تھے۔ انکی تلاوت کے لیے اور تسبیح وتہلیل اوراد وعبادات کے ادا کے لیے بہت آدمیوں کو وظیفہ دیتا تھا۔ پنجم جہاد جسکا حال اسکی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے

جلوہ

وہ ہمیشہ باوضو رہتا اور کلمہ طیبہ اور اذکار اور ادعیہ ماثورہ کو پڑھتا رہتا اور لیالی متبرکہ میں شب بیدار
اور راتوں کو حق طلبی کے واسطے مسجد دولت خانہ میں اہل اللہ سے صحبت رکھتا۔ وہ سن شعور کی ابتدا
ہی سے کل ملاہی و مناہی و مسکرات و محرمات سے محترز تھا۔ کبھی اُسنے شراب کو لب سے نہیں لگایا
مسکرات و مغیرات کی بو تک کو دماغ پاس نہیں آنے دیا اور سوا ازدواجات حلال کے کسی حرم سے
مقاربت نہیں کی۔ باوجودیکہ مطربان خوش آواز اور سازندہائے دلنواز پایۂ تخت میں مجتمع تھے
اور اوائل جلوس میں کبھی کبھی سامعہ افروز طرب ہوتا تھا اور اسمیں دقیقہ یاب تھا لیکن کمال تورع
و پرہیزگاری کے سبب سرود کے استماع سے کلی پرہیز کرتا تھا۔ اور جو کوئی گویا و نغمہ سرا و مطرب
تائب ہوتا تو روزانہ و زمین مدد معاش سے اسکو خوشنود کرتا تھا۔ مرزا اکرم خاں صفوی نے
کہ فن موسیقی کے ماہروں میں تھا۔ بادشاہ سے پوچھا کہ آپ سرود کے حق میں کیا فرماتے ہیں تو
اُسنے فرمایا کہ لاہلہ مباح۔ پھر اُسنے عرض کیا کہ حضرت سے زیادہ کون استماع کے لیے
اہل ہوگا فرمایا کہ میں مزامیر خصوصاً پکھاوج کے ساتھ گانا سن نہیں سکتا وہ بالاتفاق حرام ہی۔
اسیلیے میں نے سرود بھی چھوڑ دیا۔ ایک حکایت سرود کے جنازہ نبانے کی مشہور ہی جس کو ہم نے
پہلے لکھا ہی۔ بادشاہ نے اصلا لباس نامشروع نہیں پہنا او ظروف نقرہ و طلا مطلقاً وہ کام میں نہیں
لایا اور زر دوزی لباس و رنگین اور جواہر نگار خود بھی چھوڑا اور امیروں کو بھی منع کردیا کہ زنانہ لباس
پہننا چھوڑ دیں۔ انکا لباس ہمیشہ شرعی ہوتا۔ جواہر جنکے پہننے سے زیب و زینت وافر ہوتی ہی انکے
گھر سنگ یشب کے بجائے چاندی سونے کے بنوائے کہ وہ مشروع و مباح ہوں۔ وہ تقلیل نوم
غذا میں عبادت خدا کے لیے کرتا۔ اس کی محفل میں غیبت و خبث و کذب کی ناشائستہ باتیں مذکور
نہیں ہوتیں اُسنے بیدیانے حضور کو تلقین کر رکھی تھی کہ عرض کے وقت معیوب لفظ عبارت حسنہ
سے تعبیر کیا جائے۔ ترویج قواعد دین اور تنفید احکام دین میں اور ضلالت وجہالت کے رسوم ہٹانے
میں اور بدعتوں و مناہی و ملاہی کے اُٹھانے میں ایسی کوشش کی جو پہلے کسی بادشاہ کے عہد میں
نہیں ہوئی تھی بادشاہ نے سنہ ۱۰۶۹ میں یہ تجویز کیا کہ کوئی فاضل محتسب مقرر ہو کہ وہ تمام ۱۰۶۹

تمام منہیات ومحرمات خصوصاً شراب بنگ بوزہ کے کھانے پینے کو اور تمام مسکرات اور زناکاری کو منع کرے اول اس عہدہ پر بلا عوض مقرر ہوا پندرہ ہزار روپیہ سالانہ تنخواہ مقرر ہوئی اور ہزاری صد سوار کا منصب ملا اور تمام ممالک محروسہ میں صوبہ داروں کے نام احکام صادر ہوئے کہ وہ اپنے علاقہ میں ایسا ہی ایک محتسب مقرر کریں اور اسکے ساتھ احدی اور سوار بھی ساتھ رہیں کہ اگر کوئی شرع کے پابند ہونے میں حجت کرے تو اسکی تنبیہ وتاکید وہ کریں۔ بعض مورخوں نے اس احتساب میں یہ بھی داخل کیا ہے کہ بتوں کی سواریاں اور تماشیں بھی نہ ہونے دیں غرض امور احتساب کافہ انام اور خواص وعوام پر بغایت جاری تھے۔ طوائف نے فواحش کو دار الخلافہ سے باہر نکال دیا اور تمام ممالک محروسہ میں یہ حکم جاری کیا کہ شہر سے باہر کسبیاں رہا کریں۔ اس طائفہ کے معدوم کرنے میں اور بدکاریوں کے پھیلنے کا احتمال تھا اسلیے اُسنے شہر کی آبادیوں سے دور بسنے کا حکم دیا۔ اور پہچان کے لیے ان کو لال کپڑے پہننے کا حکم دیا اسی وجہ سے فرنگیوں میں انکا نام لال بیوی مشہور ہوا مملکت میں باوجود اس وسعت کے سوا حد سیاسات شرعیہ کے کوئی اور سیاست کام میں نہیں آتی۔ ہرگز باقتضاء قوت غضبی وابتلاء نفس کسی فرد انسانی کی حیات کی بنا کے خراب کرنے کا حکم دینے کا کسی کو یارا نہ تھا۔ بادشاہ قتل کا حکم خود دیتا۔

عالمگیر نے کسی ایک ہندو کو بھی زبردستی مسلمان نہیں کیا مگر اسکے عہد کی تاثیر ایسی تھی کہ دار الخلافہ اور اطراف میں ہنود مسلمان ہوتے جاتے تھے۔ جو ہندو مسلمان ہوتا۔ اسکو مہام شرعیہ کے ناظم بادشاہ کی بارگاہ میں لاتے اور اس کو اشارہ سے کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے اور بادشاہ ان کو خلعت وانعام ونقود دیتا اور بقدر حال اسکے عطایا سے نوازش کرتا۔ اور جو ممتاز ہنود مسلمان ہوتے وہ بے واسطہ بادشاہ پاس آتے اور بادشاہ ان کو خود اپنی زبان سے کلمہ کی تلقین کرتا۔ خلاع اور عنایات سے ان کو کامیاب کرتا اواسط ایام سلطنت میں اُسنے ہندوؤں پر شریعت کے موافق جزیہ مقرر کیا جس سے یہ معلوم ہوا کہ اسلام کے مطیع ہنود ہیں وہ اکبر کے عہد میں موقوف ہوگیا تھا جس کے سبب سے مسلمانوں کے دلی خیر خواہ

ہندوؤں کا مسلمان ہونا اور جزیہ کا مقرر ہونا

ہندو ہو گئے تھے۔ مگر اب پھر اس کے جاری ہونے سے ہندوؤں کا دل دکھا اور وہ پادشاہ کے بیری بن گئے۔ اُس نے ایک حکم گشتی تمام حکام پاس بھیجا کہ ہندو اہل قلم یک قلم آیندہ نوکر نہ رکھے جائیں اور حکام کے ماتحت جو عہدے خالی ہوں تو ان کی جگہ مسلمان نوکر رکھے جائیں مگر یہ حکم صرف کاغذی تھا اس پر عمل نہ ہوا۔ وہ فقط ہندوؤں کے دل ناراض کرنے کے لیے کام آیا اورنگ زیب کے عہد میں ہندو نوکروں کی کچھ کمی نہیں ہوئی۔ اس نے ایسے احکام بے ضرورت جاری کر کے ہندوؤں کو شکستہ خاطر کیا کہ سوائے راجپوتوں کے کوئی گھوڑے اور پالکی اور ہاتھی پر بغیر حکم سوار نہ ہو۔ عالمگیر کا تعصب مذہبی بھی عجب ہندوؤں کا دل دُکھانے والا تھا۔ گو کبھی اُس نے کسی ہندو کو تلوار اس سبب سے نہیں لگائی کہ وہ ہندو تھا۔ کبھی اُس نے کسی ہندو کو زبردستی مسلمان نہیں کیا۔ ہندوؤں کی جو مذہبی عبادات اور رسومات قدیم سے چلی آتی تھیں ان کو نہیں روکا مگر باتیں وہ کیں کہ جن سے ہندوؤں کا دل ناراض ہو گیا۔ بنارس میں بشیشور اور بندو مادھو کے عالی شان مندروں کو خاک میں ملایا متھرا میں گو بند دیو کا مندر توڑ پھوڑ برابر کیا جزیہ جاری کیا۔ نوکری کی بات میں فقط کاغذی حکم دل دُکھانے والا دیا۔ گو مسلمانوں نے اپنی عہد سلطنت میں بتوں کو توڑا اور مندروں کو ڈھایا۔ مگر اس سے ہندوؤں کے دلوں میں بت پرستی کا اثر ایسا کم نہیں ہوا جیسا کہ تعلیم انگریزی اور مشنریوں کے مواعظ سے ہوا ان دونوں باتوں سے ہندوؤں کے دلوں میں بت پرستی کی جگہ خدا پرستی یا لامذہبی نے لی وہ پکار پکار کے کہنے لگے کہ بت پرستی حماقت و گناہ ہے یا ہمارے انجیل مذہب میں نہیں ہے۔ غرض جو سلطنت اسلامیہ میں ظاہر بتوں اور بت خانوں کی کمی ہوئی۔ مگر باطن میں ہندوؤں کے دل بت خانے بنے رہے۔ مگر اب اس کے خلاف حال ہوا کہ گو ظاہری بت اور بتخانے بہت دکھائی دیتے ہیں مگر تعلیم یافتہ ہنود کے دلوں سے بت پرستی کوسوں دور بھاگ گئی یہی تعلیم یافتہ ہنود آج کل اپنی قوم میں سربرآوردہ ہیں۔

عطایائے عام و خیرات و وجوہ احسان

اُس کی عطایائے عام میں سے یہ ایک ہے کہ غلات وحبوبات اور وجوہ راہداری اور محصول قمشہ اور اور اموال سائر کو معاف کر دیا خصوصاً محصول تنباکو کو کہ جسکی آمدنی مبلغ خطیر تھے اور اسکا عملہ ان لوگوں کی ناموس کی بے ستری کرتا جن پر اس کو احتمال تنباکو کے چھپا کر لیجانیکا ہوتا۔ کل ممالک محروسہ میں ہندو مسلمان پر تیس لاکھ روپیہ سالانہ کا محصول معاف کر دیا۔ دوئم یہ ہے کہ اجداد و نیاگان کے مطالبات کو اولاد پر معاف کر دیا پہلے دستور تھا کہ اولاد کی تنخواہ اور مناصب وجہ مواجب میں سے باپ دادا کے مطالبات کی بابت اہل دیوان عظام اور مستوفیان ممالک بہ سبیل تدریج وضع کرتے اور ہر سال مبلغ کلی اس جہت سے خزانہ عامرہ میں داخل کرتے جسکے سبب بادشاہ کے منتسب پریشان حال ہوتے بادشاہ نے دفاتر مطالبات پر قلم عفو کھینچا اور ناظمان دیوانی کو حکم دیا کہ کل بندہائے درگاہ میں سے منصبدار دوبیستی سے ہفت ہزاری امیر تک اس مطالبہ سے جو انکے اجداد و نیاگان کی بابت واجب الادا ہو معاف کریں اور مطالبات کی بابت کچھ تعرض اور مزاحمت نہ کریں اور منصبدار دوبیستی سے چہارصدی تک کی منصب کے سبب جو انکے باپوں پر مطالبہ ہو وہ معاف کیا جائے۔ اور پانصدی سے ہفت ہزاری تک جو مطالبہ اُنکے باپوں کی بابت ہو اس کو انکی وسعت حال اور استطاعت وجوہ کے موافق لازم الادا جانیں اگر انھوں نے مطالبات کی برابر میراث پائی ہو تو مہینوں اور سالوں میں بہ تدریج مطالبہ کو وصول کریں اور اگر اس قدر میراث نہ پائی ہو تو وہ مطالبہ بقدر ترکہ وصول کریں۔ اور اگر یہ تحقیق ہو کہ متروکہ مطلقاً نہیں پہنچا ہو تو اس کو بالکلیہ وجہ مطالبہ کی ادا سے معاف و مرفوع القلم کریں۔ یہ عطا اسکی کروڑوں روپیہ سے زیادہ کی تھی۔ اسکی میرات عام میں سے ایک یہ ہے کہ اس مملکت میں بہت سی راہیں اور سڑکیں ایسی تھیں کہ ان میں مسافر خانے اور سرائیں نہ تھیں۔ مسافروں کو اُن میں راحت اور آسائش نہ ملتی تھی بعض راہوں میں خاص کر اورنگ آباد سے اکبرآباد تک اور لاہور سے

کہاں تک خلائق کو سفر کرنے میں سخت تکلیف و اذیت ہوتی تھی۔ اسلئے بادشاہ نے حکم دیا کہ ان ممالک کثیر البلاد ممالک میں جہاں جگہ سرا اور رباط نہ ہو سرکار خالصہ سے سرائے وسیع سنگ و خشت و آہک و گچ سے نہایت مضبوط اور مستحکم بنائی جائے۔ جسمیں بازار و مسجد و چاہ پختہ و حمام بنایا جائے اور ہر منزل میں مسافروں کے لئے ایک منزل گاہ بنائیں جسمیں وہ اپنی سواری و اشیاء و اموال کو رکھیں اور یہ بھی حکم دیا کہ جو پرانی سرائیں مرمت طلب ہوں انکی مرمت کیجائے اور جہاں پل کی ضرورت ہو وہاں پل بنایا جائے ایسے کاموں میں بادشاہی خزانہ کا بہت روپیہ خرچ ہوتا ہے ایسے حکموں سے ہندوستان کی راہوں میں وہ امن آبادی ہے کہ مراحل و منازل جبال و صحرا معموری اور امنی کے سبب سے شہروں کا حکم رکھتے ہیں۔ جب بادشاہ کو اول سال جلوس میں معلوم ہوا کہ بعض مساجد و معابد اسلام کمتنگی کے سبب سے بے رونق ہوگئی ہیں تو بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام ممالک محروسہ میں جہاں کوئی مسجد پرانی شکستہ ہوگئی ہو تو سرکار خالصہ سے اسکی مرمت کیجائے یا وہ از سر نو بنائی جائے۔ امام موذن خادم اور سائر خرچ مسجد مثل فرش و چراغ وغیرہ سرکار سے مقرر کیا جائے ہر سال اس کام میں بھی بہت روپیہ خرچ ہوتا۔ اور بلغور خانے (محتاج خانے) متعدد دار الخلافہ اور اور شہروں میں عاجز و مساکین کے لئے مقرر تھے۔ مراۃ عالم میں لکھا ہے کہ اسکے باپ کے عہد میں ۷۰ ہزار روپیہ صدر الصدور اور مستحقوں میں ہر سال پانچ مہینے میں اس طرح تقسیم ہوتا تھا کہ محرم و ربیع الاول کے ہر ایک مہینے میں بارہ ہزار اور رجب میں دس ہزار اور شعبان میں پندرہ ہزار اور رمضان تیس ہزار باقی سات مہینوں میں کچھ نہیں تقسیم ہوتا تھا تو اُس نے حکم دیدیا کہ ان مہینوں میں بھی ہر مہینہ میں دس ہزار روپیہ خیرات ہوا کرے کل سال میں ایک لاکھ ۴۰ ہزار روپیہ خیرات ہوتا تھا۔

بادشاہ نے اپنی کشور وسیع میں تمام بلاد و قصبات میں فضلاء مدرسوں کو لائق وظیفے و روزانہ اور املاک مقرر کئے تھے اور طلبہ علم کی وجہ معیشت بقدر حالت و استعداد مقرر کی۔

چونکہ بادشاہ دل سے یہ چاہتا تھا کہ کافۂ اہل اسلام مفتی بہا مسائل علماء مذہب حنفی پر عمل کریں اور مسائل مذکورہ کتب فقہ میں تضات کا اختلاف ہے اور فقیہوں نے روایات ضعیفہ گھڑی ہیں اور انکے اقوال مختلفہ کتابوں میں مخلوط ہیں اور معتداان کے مجموعے پر ایک کتاب حاوی نہیں ہے اور

اور جب تک بہت کتابیں جمع نہ کی جاویں اور کسی کو استحضار روانی اور دستگاہ وسیع و تتبع کافی علم فقہ میں نہ ہو استنباط مسئلہ نہیں کرسکتا اسلئے پادشاہ کا عزم مصمم یہ ہوا کہ ہندوستان کا ایک گروہ مشہور علماء اور معروف فضلا کا اس فن کی کتب مطولہ معتبر پر جو کتابخانہ سرکار شاہی میں فراہم ہیں انتقاد تتبع بالکل استخراج مسائل مفتی بہا کرے اور اسکے مجموعہ کو ایک نسخہ جامعہ میں ترتیب دے تاکہ سب کو انکشاف مسائل معمول بہا پر سہولت کے ساتھ قدرت حاصل ہو۔ اس کام کی سرگروہی شیخ نظام کو تفویض ہوئی اور علماء کے فریق کو وظائف شائستہ دئے گئے۔ چنانچہ دو لاکھ روپیہ صرف اس کتاب کے لوازم میں خرچ ہوا اس کا نام فتاوی عالمگیری رکھا گیا اُسنے اور کتابوں سے مستغنی کردیا۔

پادشاہ کے کمالات کسبیہ یہ ہیں کہ علوم دینیہ تفسیر و حدیث و فقہ سے واقف تھا۔ اور تصانیف محمد غزالی اور انتخاب مکتوب شیخ شرف یحیٰی منیری و شیخ زین الدین منیری و قطب محی الدین شیرازی اور اس قبیل کی اور کتابیں ہمیشہ زیر مطالعہ رکھتا وہ حافظ قرآن تھا ابتدا و حال میں اس کو کچھ سورتیں یاد تھیں مگر پادشاہ ہونے کے بعد کل کلام اللہ حفظ کیا تاریخ شروع حفظ سنقرئك فلا تنسیٰ اور تاریخ اتمام لوح محفوظ ہے۔ خط نسخ لکھنے میں اس کو کمال قدرت تھی۔ شاہزادگی میں ایک قرآن اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہ معظمہ بھجوایا۔ اور ایام شاہی میں دوسرا قرآن شریف لکھ کر مدینہ منورہ میں بھجوایا جسکی جدول اور لوح اور جلد میں سات ہزار روپیہ خرچ کیا۔ سوا ان دو قرآنوں کے پنج سورہ اور سور قرآنی لکھیں۔ وہ خط نستعلیق اور شکستہ بھی خوب لکھتا تھا۔ قطعے لکھا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات پادشاہزادوں اور امراء کو خطوط اور فرمان و رقعات اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا کوئی دن ایسا نہ ہوتا ہوگا کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے دو چار سطریں نہ لکھتا ہوگا۔ اس کو فارسی کی انشاپردازی میں ملکہ تھا اور نظم میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ فارسی زبان بڑی سلاست و ملاحت سے بولتا تھا۔ ترکی چغتائی خوب جانتا تھا ان ہندوں سے جو فارسی نہیں جانتے تھے۔ ہندی خوب بولتا تھا۔ شعر کے باب میں یہ آیت الشعراء

یتبعھم الغاوون اسکے ذہن نشین تھی اس پر تمسک ہوکر وہ استماع شعر پر بفائدہ توجہ نہیں کرتا تھا۔ اشعار مدح تو کیا سنتا۔ ہاں کسی شعر میں موعظت کا مضمون ہوتا تو اسکو سنتا۔

نکرد بہر رضائے خدائے عز و جل　　نہ چشم سوئے غزال و نہ گوش سوئے غزل

اسنے ملک الشعراء کا عہدہ تخفیف کر دیا مگر موزوں طبع اور عالی دماغ شاعروں سے دربار خالی نتھا بعض دفعہ ایسے شعر او قصیدے شعرا لکھ کر لاتے کہ پادشاہ سلامت کو سننا ہی پڑتا مگر جب شاعر پڑھ چکتے تو ان کو ارشاد ہوتا کہ آیندہ ایسے بے سود کام میں اپنی اوقات ضائع نہ کریں جن مورخوں نے یہ لکھا ہے کہ اسنے شعر کہنے اور پڑھنے کی ممانعت کی وہ مبالغہ ہے۔ اسکی خود رقعات عالمگیری میں استادوں کے شعر لکھے ہیں بعض اوقات وہ خود شعر کہتا چنانچہ اسکا یہ شعر مشہور ہے بیت

غم عالم فراوان است و من یک غنچہ دل دارم　　چساں در شیشۂ ساعت کنم ریگ بیاباں را

وہ اپنے بیٹوں کو بیاضوں میں اشعار لکھاتا تھا۔ علم نجوم و رمل و جفر کو اپنے مذہب کے موافق باطل جانتا تھا۔ اس لئے اس کے عہد میں نجومیوں کا ستارا اور رمالوں کا بھی پاسہ پلٹ گیا ہندوں کی رسوم کے موافق جو نجومیوں سے کام کرنے کی ساعت پوچھی جاتی تھی وہ موقوف کر دی۔ تقویمیں جو پہلے دفتر میں کام آتی تھیں ان کو دفتر سے خارج کیا۔

اولاد کی تعلیم

وہ اپنے اولاد کو قواعد و آداب سپاہ گری و علم صید و شکار و کمانداری و تفنگ اندازی و اسپ تازی اور علوم دینی و دنیوی میں تعلیم کرتا اور حرم سرا میں تو لڑکیوں کو بھی اکتساب عقائد حقہ دینیہ و احکام ضروریہ و تحصیل خط و سواد کی تعلیم کرتا تھا۔

عدالت انصاف

پادشاہ نے یہ منصفانہ حکم جاری کیا کہ اگر پادشاہ نے کوئی شرعی حق تلفی کی ہو تو اسپر عدالت میں گوشمالی کی جائے اور اس لئے اس نے ساری ممالک کی کل عدالتوں میں وکیل شرعی مقرر کئے کہ وہ عدالت میں مقدمہ دائر کرکے شریعت کے موافق اسکی تحقیقات کرائیں۔ غربا کو ایسی دسترس نہیں ہوتی کہ وہ پادشاہ تک پہنچکر اپنی حق رسی کی داد فریاد کریں اس لئے یہ وکیل شرعی مقرر کئے کہ ان کی معرفت یہ مقدمات دائر ہوا کریں یہ اسی پادشاہ کی عدالت تھی کہ اس نے

یہ جائز رکھا کہ پادشاہ پر نالش ہوا کرے خلائق کی دادرسی اور رعایا و زیردستوں کے حال کی پرسش
کے لئے ہر روز بلاناغہ دیوان عدالت میں اپنی اوقات کو صرف کرتا میر عدل اور داروغہ عدالت
تعین کئے ہیں کہ وہ متظلموں اور دادخواہوں کو اپنے ساتھ لائیں۔ اور انکے مطالب و مقاصد کو عرض اعلا
میں پہنچائیں۔ اور ایک معتمد کو تعین کیا ہی کہ متصدیان عدالت جن ضعیفوں کے عرض مدعا اور انجاح مطالب
میں بہ سبب اغراض نفسانی کے تاخیر کریں تو مستغیث اس معتمد کی طرف رجوع کرکے اپنی حقیقت حال
کی عرائض اسکو دیں تاکہ وہ ان عرائض کو نظر شاہی کے روبرو لائے۔ پادشاہ ان عرائض کو خلوت میں
پڑھتا ہے اور عرائض کے حاشیوں پر مستغیثوں کے مطالب کا جواب اپنے ہاتھ سے لکھتا ہی مملکت کا نظم و نسق
باوجود اس وسعت کے اور دولت کی حفظ و حراست باوجود اس عظمت کے ایسے ہیں کہ سوائے حدود
و سیاسات شرعیہ کے جنکا اجرا عہدہ داروں کو ناگزیر ہی کوئی اور سیاست نہیں کرسکتا۔ کوئی شاہزادہ
اور امیر امیرزادہ جو کسی ولایت و صوبہ میں منتظم مہام ہی اسکا مقدور نہیں ہی کہ وہ پادشاہانہ بازپرس اور
قہر و عتاب کے سبب سے کسی کے قتل کی جرأت کرسکے جو جماعت کہ تعزیرات اور عقوبات کی مستحق ہوتی
ہی حکام و صوبہ داروں کی عرائض سے اور وقائع نگاروں کے نوشتوں سے اسکی حقیقت حال پر
پادشاہ کو اطلاع ہوتی ہی پادشاہ شریعت کے موافق خود حکم سیاست صادر کرتا ہی تو مجرم قتل ہوتے ہیں۔
پادشاہ کی عدالت کے سامنے وضیع و شریف ادنی اعلی بازپرس و مواخذہ کے لئے یکساں ہیں۔ حدود شرعیہ
کے اجرا میں اعیان و امرا و اغنیا و فقرا و بے نوا آپس میں تمیز نہیں ہوتے۔ جب کوئی عمائد شاہی میں سے
مراتب خدمت و مراسم عبودیت میں کسی فعل زشت کا مرتکب ہوتا ہی تو بحکم آئین شاہی و قوانین فرماندہی اسکی
گوشمالی واجب ہوتی ہی اسکی جزا تقصیر کے موافق تعزیر ہوتی۔ خدمت سے معزول ہوتا ہی یا رتبہ عزت و اعتبار
اس سے لیلیا جاتا ہی یا منصب و جاگیر سے برطرف کردیا جاتا ہی اگر چند روز کے بعد اسکا جرم عفو کے
قابل ہوتا ہی تو وہ فضل و کرم و بخشائش و نوازش کا مورد ہوتا ہی۔ کل بندے پادشاہی اسی طرح متنبہ و
متادب ہوتے ہیں اسی طرح بندہاے نابہنجار کے اطوار و اخلاق کی تہذیب ہوتی ہی پادشاہ عفو تقصیرات
میں حصہ اعلی و منزلت اسکی و انتقام نیت سے پر عمل کرتا ہی۔ جو امرا اور سردار پادشاہ سے بر سر جنگ ہوئے

ان سب کے قصور معاف کر دئے۔ تمام تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اسنے کیسے کیسے تقصیر واروں کے قصور معاف کر دئے وہ سزا دینے میں نہایت تحمل و متامل تھا۔ حیا و شرم و مروی اس قدر اُس میں تھی کہ کبھی کلمہ رکیک زبان پر نہ لایا۔ کوئی بات کسی کے منہ پر ایسی نہیں کہتا کہ جس سے دوسرا آدمی شرمندہ ہوتا۔ یا اُسکی ہتک عزت کا باعث ہوتا اور اسکے حال کی تفضیح ہوتی۔ اگر کسی کو زجر و ملامت کے کلمے لکھتا تو اسکے ساتھ لطف آمیز اور عنایت خیز فقرے بھی تحریر کرتا۔

پادشاہ عدل و داد ایسی کشادہ پیشانی و نرم خوئی سے کرتا کہ ہر روز دو تین دفعہ استادہ ہو کر داد طلبوں کو بلاتا۔ وہ بے ممانعت بارگاہ معدلت میں جوق جوق آتے اور پادشاہ کی غایت توجہ کے سبب سے بغیر کسی خوف و ہراس و ہیبت و دہشت کے اپنا عرض مطلب کرتے اور اپنا انصاف پاتے۔ اگر وہ اپنے بیان کو بہت بڑھاتے اور خارجی باتیں بہت بناتے اور مبالغہ کرتے تو پادشاہ اصلا بے دماغ چیں بہ جبیں نہیں ہوتا۔ بارہا باریافتوں نے حضور سے عرض کیا کہ ایسی مستغیثوں کو جسارت نہیں دینی چاہئے تو فرمایا کہ ایسے کلمات کے سننے سے اور ایسے امور کی امثال کے واقع ہونے سے ہمارے نفس کو ملکہ تحمل حاصل ہوتا ہی۔

حزم سے مراد ہماری اس صفت سے ہی جس کے سبب سے آدمی اور آدمیوں پر بے جا اعتبار نہیں کرتا۔ اورنگ زیب نے جو باپ سے سلوک کیا تھا اس کو وہ زندگی بھر میں ایک لحظہ بھی نہیں بھولا اس کو حزم و احتیاط کے سبب یہ اندیشہ رہا کہ کہیں میری اولاد بھی میرا حال وہی نہ کرے جو میں نے باپ کا کیا اس لئے وہ سارا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھتا۔ ہمیشہ اپنے افسروں کو ایک مقام سے دوسرے مقام میں بدلتا رہتا کہ وہ ایک جگہ اپنی اقامت کے سبب سے اپنا تعلق ایسا نہ پیدا کریں کہ پھر اس کا توڑنا مشکل پڑے۔ سب سے زیادہ وہ اپنے بیٹوں کے حال احوال چال ڈھال سے بڑی اپنی احتیاط کرتا۔ آٹھوں پہر خفیہ نویس اور جاسوس انکے پیچھے لگائے رکھتا۔ جب ان کو فوج کے ساتھ روانہ کرتا تو ان کے ساتھ اتالیق مقرر کرتا ان کے سب کاموں کو اپنے قابو میں رکھتا مگر اس کے ساتھ ہی اپنے رقعات نصیحت آمیز و شفقت انگیز تحائف کے ساتھ بھیجتا۔

حزم و احتیاط

بیٹوں میں شاہزادہ معظم کو قید کیا اور قید سے چھوڑا تو کابل کی صوبہ داری پر اپنے سے بہت دور پھینکا ذوالفقار کی تحریر سے پادشاہزادہ کام بخش سے آشفتہ خاطر ہوا مگر اُس سے اُسکا دل بہت جلد صاف ہوگیا اپنے لاڈلے بیٹے مرزا اعظم شاہ کا اُسنے اسطرح امتحان کیا کہ اسکو شکار میں ساتھ لے گیا اور اُسکے ساتھ کے آدمیوں کو راہ میں روکتا گیا جب اسکے ساتھ آدمی نہ رہے تو اپنی بھری بندوق اسکے ہاتھ میں دی پھر ایک خیمہ میں لیجا کر ایک عجیب غریب تلوار اسکو دکھائی جو خاندان میں بطور یادگار چلی آتی تھی ننگی کرکے اسکے جوہر دکھلائے۔ آپ خود گرمی کا بہانہ کرکے ننگا ہوگیا۔ غرض اسطرح خوب اسکا امتحان کرلیا اور اپنا اعتبار اسکے دل میں بٹھا دیا۔ تو اسکو رخصت کیا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ بعد اس معاملہ کے شاہزادہ باپ سے ایسا ڈرتا تھا کہ جب اسکا خط آتا تو اسکا چہرہ زرد ہوجاتا۔

کوئی سرکار و صوبہ نہ تھا جس میں سوانح نگار جابجا مقرر نہ ہوں وہ روزنامچہ لکھتے تھے اور یہ روزنامچے پادشاہ کی نظر سے گذرتے تھے۔ وہ جزئیات اور کلیات اور طور و طریقہ صوبہ داروں اور حکام و عمال کے ادنے سے اعلےٰ تک بالکل حضور میں بھیجتے تھے۔ اور عدالت کے موافق وہ اپنے حسن عمل کے پاداش اور سوء کردار کے کیفر پاتے ان واقعہ نویسوں کے سوا ایک معتمد خفیہ مقرر تھا۔ یہ سوانح و حقائق ملک دوسرے شخص کی اطلاع کے بغیر لکھتا۔ اگر واقعہ نگار اپنی کسی غرض کے سبب سے بعض امور کی نگارش میں نفس الامر سے تجاوز کرتا تو معتمد مذکور کے نوشتے سے اصل حقیقت حال کھل جاتی اس طرح کسی اہلکار کی بدوضعی اور بدکرداری چھپ نہیں سکتی تھی۔ شاید کوئی خیال کرے کہ پادشاہ کو ایسی جزئیات کی طرف متوجہ ہونا اس کو کلیات پر نظر کرنے سے محروم کرتا ہوگا۔ مگر اس پادشاہ کا یہ جوہر ہمیشہ زمانہ کو تعجب و حیرت دلائیگا کہ اسکی نظر جیسی جزئیات پر تھی ایسی ہی اعاظم امور ملکی اور کلیات مہمات پر تھی وہ جزئیات کی تہ پر ایسا جھٹ پٹ پہنچ جاتا تھا کہ اس کو کچھ توجہ ہی کرنی نہیں پڑتی تھی۔ ہر سرکار اور صوبہ سے سوانح نگار جو واقعات لکھ بھیجتے تھے ان میں سب بے تکلف یہ باتیں لکھا جاتا چلا جاتا تھا۔ امراء اور پادشاہ کو

پادشاہ کی جزئیات پر نظر

ثبات استقلال

اور سرداران کے معاملات ملکی کے باب کی تحریرات جو دبیران سلطنت پیش کرتے تھے انکی اصلاح دیدیتا اور اپنی قلم سے کسی فقرہ کو لکھ دینا کچھ بات ہی اسکے نزدیک نہ تھی۔

پادشاہ فنون رزم آزمائی وسپہ آرائی ومراتب لشکرکشی وجہاں کشائی میں مہارت رکھتا تھا حسن توکل وثبات واستقلال ایسا تھا کہ اپنے اعوان انصار کی قلت اور دشمنوں کی کثرت پر خیال نہ کرتا خدا کی عنایت کے بھروسہ پر اعتماد کرتا خواہ دشمنوں کا کیسا ہی ہجوم ہو وہ میدان رزم عرصہ کارزار سے منہ پھیرنا نہیں جانتا تھا۔ بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ اسکے لشکر کی جمعیت پراگندہ ہوگئی اور تھوڑے سے آدمی اس پاس رہ گئے۔ اور دشمنوں کی افواج جمعیت وشوکت سے ہنگامہ آرائے کارزار ہوئی مگر اس پادشاہ خصم افگن ودشمن شکن نے استقامت وپائداری ایسی اختیار کی کہ کوہ کی طرح سیلاب لشکر انبوہ سے اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ حسن صبر وثبات ونیروے ہمت وپردلی سے رایت غلبہ واستیلا کو بلند کیا اور مظفر ومنصور ہوا۔ یہ اس کی عادت میں داخل ہے کہ رزم وجنگ میں جب نماز کا وقت آتا ہے تو وہ اپنی سواری سے اتر کر طمانیت سے اس کو پڑھتا ہے پادشاہ کا لشکر بلخ میں تھا اور عبدالعزیز خاں سے مقابلہ آرائے صف کارزار ہوا اور بلخ کی فوج نے جو مور و مار سے زیادہ تھی لشکر شاہی کو حلقہ میں کرلیا۔ عین ہنگامہ پیکار کی گرمی میں ظہر کی نماز کا وقت آیا باوجودیکہ بندہائے ظاہر بیں نے منع کیا مگر وہ گھوڑے سے اترا اور جماعت کا صف آرا ہوا اور فرض وسنت ونوافل کو کمال اطمینان سے ادا کیا۔ عبدالعزیز خاں نے جب یہ خبر شجاعت اثر سنی تو وہ اس استقلال پر ایسا متحیر ہوا کہ اس نے جنگ سے ہاتھ اٹھایا اور زبان سے کہا کہ باچنیں کسے درافتادن برافتادن است من استانس باللہ لم یستوحش من غیر اللہ (جو شخص خدا سے مانوس ہوا وہ غیر اللہ سے موحش نہیں ہوتا) یہ ایک سعادت خداداد اس میں تھی کہ ناملائم امور کے وقوع سے اس کے چہرۂ احوال پر ملال نہ ظاہر ہوتا اور سوانح مسرت بخش اور حصول مقاصد سے اسکے چہرہ سے فرح وانبساط کے آثار نہیں ظاہر ہوتے چنانچہ محاربات عظیمہ میں

جب اس کو فتوح ہوتیں اور امرا اس کو مبارکباد دینے آتے تو وہ اس پر کچھ توجہ نہیں کرتا اور وہ شگفتگی جو اس قسم کی فتوحات سے چہرہ پر ظاہر ہونی چاہئے وہ نہ ظاہر ہوتی سوائے اسکے کہ اوقات شدت و رخا و رنج و راحت و اندوہ و شادی میں اس کا حال ایک تیرہ پر رہتا امور خوبیکی وقوع پر منعم حقیقی کا شکر و سپاس بجالاتا۔ اور مکروہات پر صبر و سکون و ثبات نفس فرماتا۔ بشاشت انبساط میں اسکا خندہ حد تبسم سے نہیں گزرتا اور قہر و شورش جبلی کے وقت سوائے چین بجبیں ہونیکے زیادہ عتاب نکرتا۔

اس کی تاریخ کو اول سے آخر تک پڑھیئے تو معلوم نہیں ہوتا کہ خدا نے اس کو کیا استقلال دیا تھا کہ کبھی اپنی جگہ سے نہ ہلا اور ارادہ سے نہ ٹلا۔ چودہ برس کی عمر میں جب ہاتھی نے اپنی سونڈ سے اس پر کمند ڈالی تو اس نے اپنے گھوڑے سے ایسا پیل بند ڈالا کہ فیل کو مات کیا۔ جب شاہجہاں نے کہا کہ بیٹا ایسی جگہ اڑا نہیں کرتے ہٹ جاتے ہیں۔ تو اسوقت بیٹے نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا غلام کو خدا نے ہٹنے کے لئے نہیں پیدا کیا۔

اکیاسی برس کی عمر میں اسکی ہمت و استقلال کو دیکھئے کہ قلعوں کے فتح کرنیکا اور دشمنوں کے شکار کرنے کا شوق ان پہاڑوں میں پیدا ہوا جن کی راہیں کاٹنا پہاڑ کاٹنے سے زیادہ مشکل۔ پھر ان میں خیموں کے اندر گرمی اور برسات کے دنوں کا کاٹنا۔ کبھی فقط آسمان ہی کے شامیانے کے نیچے رات بسر کرنا اور اپنے شاہانہ مکانوں اور آرامگاہوں کا چھوڑنا اور پھر دشمنوں سے سینہ بسینہ لڑنا۔ چالیں چلنا اور روز فوج کشی کرنا اس صاحب کمال بادشاہ کا کام تھا ان کوچوں اور مہموں میں جو تعب و مشقتیں اس پیرانہ سالی میں اس نے بے تکان و بے تکلف اٹھائیں وہ اچھے جوان اور طاقتور سپاہیوں سے نہیں اٹھ سکتیں جن برساتوں میں وہ ان گرم ملکوں میں تھا ان میں طوفانوں نے کیا کیا تکلیفیں اسکو پہنچائیں جب وہ برسات میں کوچ کرتا تو دشوار گذار ندیوں اور غرقاب وادیوں اور دلدلی ریتوں اور تنگ تاریک و باریک راہوں میں گذرنے سے کیا دشواریاں پیش آتیں ایسے مقاموں میں اقامت کرنی پڑتی کہ جہاں کھانے پینے کو مشکل سے میسر ہوتا تھا اکثر حادثات ایسے واقع ہوئے کہ بار برداری کے سارے جانور

مشکلات کی باعث ہوتے جن کے سبب سے فوج لنگڑی ہو جاتی ۔ خیموں کے اندر کوچ اور مقاموں میں گرمی کی شدت سے نہایت تکلیف ہوتی تھی ۔ گرمی کا موسم پانی کی کمیابی ۔ پیاس کی شدت پانی کی قلت سمجھ لو کہ کیا مصیبت دکھاتی ہوگی ان سب آفتوں پر ایک اور آفت وبا کی تھی ۔ بعض اوقات وہ لشکر میں پھیل کر پادشاہی سپاہ پر ایسی دست اندازی و سفاکی کرتی تھی کہ دشمنوں کا مقدور نہ تھا کہ وہ کرتے وہ ہزاروں کی جان کا کمیلیان کرتی اور دشمنوں کا بال بیکا نہ کرتی ۔ مگر واہ عالمگیر تیرے اس استقلال پر قربان جائیے کہ آب وہوا قحط و وبا سب نے تجھ پر وار کئے مگر تیری ہمت و استقلال نے سب کو ٹال دیا کوئی محنت تجھکو درماندہ اور کوئی مشقت تجھ کو افسردہ نہ کر سکی ۔ ترس و بیم و خوف و ہراس تیرے آس پاس ہوکر نہ گذرے ۔ ان مصائب کے اوقات میں کوئی کارخانہ ایسا نہ تھا کہ جس پر اسکی توجہ نہ تھی ۔ کوئی حصہ سپاہ کا اس کے حکم بغیر قدم نہیں اٹھا سکتا تھا ۔ جس وقت کسی فوج کے کوچ کا حکم دیتا تو ضرور اس کی منزلیں اور سفر کی ہدایتیں بھی خود لکھ کر یا لکھوا کر بھیجتا ۔ اپنے افسروں سے قلعوں کے نقشے منگاتا اور انکے وہ مقامات بتلاتا جہاں وہ حملہ کر کے فتح پاتے ۔ دکن میں بیٹھا تھا ۔ مگر اتر پچھم پورب کی خبر رکھتا تھا وہاں کے حاکموں کے نام خطوط لکھتا اور فرمان جاری کرتا ۔ پٹھانوں کو ناہموار ملکوں میں سڑکوں کے بنانے کے نقشے بتلاتا ۔ ملتان اور آگرہ کے فسادوں کے مٹانے کی اور قندھار دوبارہ تسخیر کرنیکی تدابیر سوچ سوچ کر بتلاتا ۔

پادشاہ صبح صادق سے پہلے اٹھتا ہے اور وضو کر کے مسجد غسلخانہ میں جاتا ہے اور وقت نماز کا انتظار کرتا ہے جب اس کا وقت آتا ہے تو نماز پڑھتا ہے ۔ نماز کے بعد کلام مجید کی تلاوت کرتا ہے اور ادعیہ ماثورہ و اوراد و وظائف معہودہ جو اسکو حق پرستوں نے بتائے ہیں پڑھتا ہے پھر وہ اپنی خلوت گاہ میں جو ایک نشیمن خاص ہوتا ہے ۔ اور اپنے مقربوں کو بلاتا ہے اور سر پر معدلت و دادخواہی پر بیٹھتا ہے ۔ عدالت کے منتظم اور قضہ داد خواہوں کو لاتے ہیں ۔ خواہ وہ اہل دار الخلافہ و مردم حضور ہوں یا دور دست بلاد

وصوبوں کے ستم رسیدہ ہوں اور وہ اپنے وطنوں اور مسکنوں سے بادشاہ کے پاس عدالت کیلئے آئے ہوں۔ غرض ان کا استغاثہ وہ خود سنتا ہے۔ قضایا ءِ شرعیہ موافق شریعت کے فیصل کرتا ہے اور مراتب عرفیہ کی تنقیح و تشخیص موافق قوانین سلطنت کرتا ہے جنکا استغاثہ مسکینی و فقیری کا ہوتا ہے ان کو خزانہ سے روپیہ دیا جاتا ہے بعد اس کے اکثر اوقات بادشاہ اپنے شبستان میں اور بعض اوقات منظر جھروکہ میں بیٹھتا ہے۔ جھروکہ درشن کے نیچے کے میدان میں ایک خلقت انبوہ ہر صنف و گروہ کی جمع ہوتی ہے۔ بے مانع و مزاحم بادشاہ کو دیکھتی ہے (اس درشن کو بادشاہ نے موقوف کر دیا) اسی میدان میں بادشاہ لشکر کو دیکھتا ہے۔ جمعہ کو وہ جامع مسجد میں جاتا ہے تو قلعہ کے نیچے میدان میں بعض امرا اپنے تابینوں کا ملاحظہ کراتے ہیں اور سرکار خاصہ کے فیلخانہ کے متصدی مست ہاتھیوں کو جن کا دیوان خاص و عام میں لانا دشوار ہے بادشاہ کو جھروکہ کے نیچے دکھاتے ہیں اور کبھی بعض ہاتھیوں کو گھوڑوں کے پیچھے دوڑاتے ہیں تاکہ میدان جنگ میں گھوڑوں اور سواروں پر دوڑنے کی مشق ہو۔ کبھی بادشاہ ہاتھیوں کی کشتی بھی دیکھتا ہے۔ غرض اس جلوہ گاہ میں دو گھڑی اور کبھی اس سے بھی کم بیٹھتا ہے اور یہاں سے اُٹھ کر ایوان چہل ستون خاص و عام کے جھروکہ میں بیٹھتا ہے اور اس میں امور عظیم ملکی و کلیات مہمات مالی میں مشغول ہوتا ہے اور بخشیان عظام کی وساطت سے امراء و منصبداروں کے لئے مراتب معاملات اور مہام عرض کئے جاتے ہیں اور ایک جماعت تفویض خدمات و اضافہ مناصب اور عطایا اور مراتب سے کامیاب ہوتی ہے یا بعض آدمی اس کی بندگی سے تازہ سربلندی پاتے ہیں اور رسم تسلیم کی تقدیم کرتے ہیں۔ ایک گروہ صوبوں اور بیرونی خدمتوں پر تعین ہوتا ہے خلعت ملتے ہیں اور رخصت ہوتے ہیں اور دولت خدمت اور اضافہ منصب کے امیدوار رو برو ہوتے ہیں اور اپنی شائستگی کے موافق اپنے مطالب پر فائز ہوتے ہیں گروہ برقنداز جو عبارت سوار تفنگچیوں سے ہے۔ خواہ منصبدار خواہ احدی اور فرقہ احدیان تیرانداز بوساطت میر آتش و بخشی احدیوں کے موقف عرض میں پہنچتے ہیں اور بادشاہ ان کو دیکھتا ہے اور مقربان بارگاہ

اور امیران درگاہ کے وسیلہ سے صوبہ داروں کی اور ہر صوبہ و سرکار کے متصدیوں کی عرائض اور انکی پیش کشیں محل عرض میں آتی ہیں۔ خدمت عرض مکرر کا متصدی احکام شاہی جو در باب منصب و جاگیر اور مراتب مہمات اور اقسام معاملات میں صدور ہوتے ہیں مکرر عرض کرتا ہے اور بحر و نر اختہ بیگی کچھ گھوڑے و ہاتھیوں کا داروغہ کچھ ہاتھی آراستہ کر کے روبرو کرتا ہے اگر کوئی گھوڑا یا ہاتھی زبون اور لاغر ہوتا ہے تو اسکے متکفل معرض عتاب اور بازخواست میں آتے ہیں اسپان داغی اور تابینیوں اور منصبداروں کو داروغہ داغ و تصیحہ دکھاتا ہے اگر کوئی گھوڑا اور سوار نظر میں زبون معلوم ہوتا ہے تو اس کو رد کرتا ہے تابین ہاشی معرض عتاب میں آتا ہے اس ایوان میں عرض کلیات امور و عظائم مطالب جمہور کا انتظام ہوتا ہے چار پانچ گھڑی اس کام میں پادشاہ مشغول رہتا ہے دوپہر سے پہلے پادشاہ اس ایوان سے اٹھ کر خاص غسل خانہ میں جاتا ہے یہاں دوپہر تک وہ رہتا ہے اکثر اعیان دولت و ارکان سلطنت و متصدیان مہمات اور اہل خدمات اور ایک گروہ گرز برداروں کا اور اہل خاص چوکی اور ایک جماعت چیلوں اور قورچیلوں کی اور ان آدمیوں کی جن کا ہونا ضروری ہے۔ شرف بار پاتے ہیں اور دیوانیاں عظام اور بخشیان ممالک نظام و متصدیان مہام بیوتات کارخانجات کے داروغے اور امرا اور ارباب خدمات جن کو عرض کی اجازت ہوتی ہے مطالب و مہمات کلی و جزوی نوبت بنوبت معروض کرتے ہیں اور ان کے جواب پادشاہ ارشاد کرتا ہے صدر الصدور اہل استحقاق و نیازمندوں کو جوق جوق پادشاہ کی نظر کے سامنے لاتا ہے اور ان کے احوال کو عرض کرتا ہے اور یہ گروہ اپنے نصیبہ کیموافق تعیین وظائف اور عطائے اراضی مدد معاش اور انعام نقود سے کامیاب ہوتے اور صوبداروں اور حکام اطراف کی عرائض اس محفل بار یافتگان قرب کی وساطت سے پادشاہ کی نظر سے گذرتیں بعض کو پادشاہ خود پڑھتا اور بعض کو اوروں سے سنتا۔ جو شاہی احکام ہوتے ان کو دستور منشیوں کو لکھنے کے لئے کہتا ان کے مسودے پادشاہ کی

نظر سے گذرتے وہ ان کو اصلاح دیتا۔ جب مناشیر جلیل القدر لکھے جاتے تو دستور اعظم ان کو نظر
سے پہلے گذرانتا۔ بعض فرمانوں پر وہ اپنے ہاتھ سے کچھ سطریں لکھ دیتا۔ ہر صوبہ سرکار کے سوانح
نگار اطراف کے نوشتے بھیجتے پادشاہ انکو سنتا۔ بعض وقات جانوران شکاری باز و جرہ و شاہین
و چرغ و بحری و یوز وغیرہ خوش بیگی و قراول بیگی ملاحظہ کراتے بعض اوقات اصطبل سرکاری کے متصدی
بعض پری چہرہ گھوڑوں کو آراستہ کر کے ملاحظہ کراتے اور ان کو صحن غسلخانہ میں چابک سوار پھراتے
اسی مجلس میں داروغہ عدالت مستغیثوں اور دادخواہوں کو حاضر کرتا اور عرض احوال
و مطالب گذارش کرتا۔ پادشاہ ان کی دادد ہی کرتا۔ ایام ہفتہ میں سے چہار شنبہ کو
خاص عدالت کے لئے مقرر کیا تھا۔ جس میں وہ دیوان خاص و عام میں نہیں بیٹھتا۔ تمام
متصدیان عدالت و قاضی عساکر و مفتی و فضلاء و علماء و ارباب عمائم و شحنگان شہر
محفل میں غسلخانہ میں حاضر ہوتے اور پادشاہ تمام وقت عدل پروری و دادگستری میں
معروف ہوتا۔ جن آدمیوں کی یہاں ضرورت نہ ہوتی وہ بار نہ پاتے۔ دوپہر تک
پادشاہ ان شغلوں میں معروف رہتا۔ پھر یہاں سے اُٹھ کر محل میں جاتا۔ اور وہاں
قلیل کھانا کھاتا اور قیلولہ کرتا۔ ظہر کی نماز سے پہلے اُٹھتا اور مسجد میں جاتا۔ دو
نفل پڑھتا اور جا نماز پر بعد اس کے بیٹھا رہتا۔ تسبیح پڑھتا رہتا۔ جب نماز کا وقت آتا
تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا۔ پھر خلوت خانہ خاص میں جاتا اور عصر کے وقت
تک وہیں رہتا۔ قرآن شریف کی تلاوت و کتابت کرتا اور مسائل دینی و مطالعہ
کتب اور عارفوں کے رسالوں کو پڑھتا۔ کبھی کبھی بڑے امیروں کو مصالح و مہمات
ضروریہ کے لئے بلا لیتا۔ اور بعض دادخواہوں کی اور مظلوموں کی التماس کو سن لیتا
ان کا جواب دیدیتا۔ کبھی کبھی پادشاہ کے حرم سرا میں سے بیگمیں آجاتیں
اور مستورات محنت زدہ و بیوہ و یتیموں کا حال عرض کرتیں۔ ہر ایک اپنے
حال کے موافق عطاء شاہی سے کامیاب ہوتا جب عصر کی نماز کا وقت آتا

تو پھر غسلخانہ کی مسجد میں آتا بعض مہمات ملک و دولت عرض ہوتیں اور صبح کے وقت کی طرح یہاں امرا کورنش بجالاتے۔ امرا اور منصب دار جن کی چوکی ہوتی حاضر ہوتے۔ دستور کے موافق انکو قور دئے جاتے۔ جب شام کے وقت موذن اذان دیتا تو پادشاہ سب کاموں کو چھوڑ کر اذان سنتا اور مسجد میں جاکر نماز پڑھتا اور دو گھڑی تک وظائف و اوراد میں گذارتا پھر نشیمن غسلخانہ میں آتا اور امور ملک و مال میں مشغول ہوتا۔ اسوقت وزیر اعظم مہمات کلیہ و جزئیہ دیوانی کو عرض کرتا۔ جواب احکام سنتا۔ جب چار گھڑی رات جاتی اور عشا کی اذان ہوتی تو پادشاہ مسجد میں جاکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا اور غسلخانہ سے اکثر آدمیوں کو رخصت کر دیتا۔ آرامگاہ خاص میں جاتا۔ روز پنجشنبہ کو دیوان خاص و عام میں اول روز کے دیوان پر اکتفا کرتا اور غسلخانہ کے دیوان آخر روز کو موقوف کرتا۔ اس دن پادشاہ اس وقت کو عبادت میں بسر کرتا اور وظائف پڑھتا۔ رات میں پادشاہ ایک پہر سے زیادہ نہ سوتا تھا۔ رات کو یاد

اورنگ زیب کے رقعات بھی ایک دفتر دانش ہے۔ اس کے رقعوں میں احادیث و آیات قرآنی و اشعار اساتذہ قابل تحریر ہیں۔ اس کے مختلف نسخے قلمی اور مطبوعہ درس میں جاری ہیں اُس کے رقعوں کے تین مجموعے موجود ہیں ان کے نام یہ ہیں کلمات طیبات جسکو اسکے میر منشی عنایت اللہ خاں نے مرتب کیا۔ دوم رقائم کرائم جس کو دوسرے میر منشی نے ترتیب دی۔ تیسرے دستور العمل آگاہی جو اس کے مرنے سے ۳۵ برس بعد مرتب ہوا پہلے دو مجموعے اس کے خود ہاتھ کے لکھے ہوئے مسودے تھے جو اُسنے میر منشیوں کو نقل کے لئے دئے تھے۔ تیسرا مجموعہ بھی اس قسم کا تھا اس میں ترتیب اور تاریخ کا پتا نہ تھا اور اختصار کے باعث اور ان مضمونوں کی ناآشنائی کی وجہ سے جن پر اشارے اور کنائے کئے گئے تھے وہ مبہم ہی رہے۔ آداب عالمگیری میں قابل خاں نے بہت سے مکتوبات اورنگ زیب کے جمع کئے ہیں اور ایسے ہی مکتوبات عالمگیری کا حال ہے اسکے زمانہ کی عمدہ تصنیفات یادگار روزگار فتاوی عالمگیری ہے جسکا بیان اوپر کیا گیا۔

پہلے دستور یہ تھا کہ مورخ پادشاہوں کی تاریخیں اور روزنامچے لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ اس

پادشاہ کے عہد میں بھی منشی محمد کاظم بن محمد امین نے عالمگیر نامہ لکھا جسمیں دس سال کی سلطنت کا حال بالتفصیل لکھا ہے اور یہی معتبر تاریخ سلطنت دہ سالہ کی ہے۔ مگر پادشاہ نے اس کے بعد اپنے زمانہ کی تاریخ لکھنے کی سخت ممانعت کر دی کہ کوئی شخص نہ لکھے اب اسکا سبب آثر عالمگیری میں تو یہ لکھا ہے کہ پادشاہ بناء باطن کی تاسیس کو آثار ظاہر کے اظہار پر مقدم جانتا تھا اس لئے اسنے اپنی عہد سلطنت کی تاریخ نویسی کی ممانعت کر دی۔ کوئی سبب اسکا یہ بیان کرتا ہے کہ عالمگیر ایک معجون مرکب شجاعت و فطنت و عناد و عصبیت کا تھا۔ شجاعت اور فطنت کے سبب سے تو اسے وہ کام صادر ہوتے تھے جو پادشاہان عالی مقدار کو شایاں ہیں مگر عناد اور عصبیت کی وجہ سے وہ افعال ظہور میں آتے تھے جو عظیم الشان پادشاہوں کو زیبا نہیں ہیں اس لئے اس نے عقلمندی سے تاریخ لکھنی بند کر دی کہ اسکے یہ کام ملت کے یادگار نہ رہیں مگر باوجود اس ممانعت کے اسکی سلطنت کے حالات میں پندرہ تاریخیں لکھی گئیں۔ جنمیں سے ایک خافی خاں کی تاریخ ہے جو اہل یورپ کے ہاتھ میں اورنگ زیب کی بدکاریاں بیان کرنے کے لئے دستاویز ہے۔

ہمیشہ سے سنی و شیعوں کے درمیان معاندت و مخالفت چلی آتی ہے جسکے سبب سے وہ ایک دوسرے کی نیکیوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ یا ان کو وہ نیکیاں دکھائی نہیں دیتیں۔ غرض دونو فریق ایک دوسرے کے حالات کو معاندت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ نیکیوں کے بیان کرنے میں کند زبان ہیں اور بدیاں کھود کھود کر نکالتے ہیں۔ ان دونو فریق کے طرز تحریر میں یہ فرق ہے کہ اہل سنت کی تحریر میں تقیہ نہیں ہوگا اور شیعوں کی تحریر میں تقیہ ہوگا۔ خافی خاں شیعہ ہے اس کی تحریر عجب تقیہ آمیز ہے اس کی تاریخ کوئی بغور پڑھے تو کسی مغلیہ پادشاہ کی نسبت نیک خیالات پیدا نہ ہوں وہ ان کے نیک کاموں کی تعریف کر کے ایک بات ایسی لکھ دیگا جس سے وہ نیکیاں خاک میں ملجاتی ہیں اگر کسی پادشاہ نے کوئی اچھا قانون جاری کیا تو اس کو لکھ کر تعریف کریگا مگر یہ لکھے گا کہ وہ عمل میں نہیں آیا۔ اورنگ زیب نے بہت سے محصول

معاف کئے۔ گر دار الخلافہ میں اور اسکے گرد انکی تعمیل ہوئی اور باقی اور مقاموں میں اسکے سبب سے زیادہ ظلم وستم ہونے لگا وہ ایسا متعصب شیعہ ہے کہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایران کے صفوی خاندان کے پادشاہ جو دائم الخمر رہتے تھے انہوں نے بھی دشمنوں سے وہ سلوک نہیں کیا جو اس پادشاہ دیندار اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں اور بیٹوں کے ساتھ سلوک کیا۔ وہ طعن وتشنیع وتبرا کرنے میں ایسا کمال رکھتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرانسیسی زبان پڑھا ہوا ہے جسمیں ایسے مضامین بڑی لطافت وظرافت سے ادا کئے جاتے ہیں یہ فرانسیسی طرز اوس نے اپنی فارسی زبان میں خرچ کی ہے۔

وسعت ملک

مملکت جسپر پادشاہ بلا واسطہ سلطنت کرتا تھا اسکی شمالی سرحد اوزبکوں کی سلطنت تک یعنی خیوا اور بخارا کے خانات تک تھی۔ جنوب میں اسکی سرحد وہی تھی جو اب برٹش گورنمنٹ کے احاطۂ بمبئی اور مدراس کی ہے۔ مشرق میں پوری تک جو اڑیسہ میں ہے اور مغرب میں سومنات تک جو گجرات میں ہے۔

محاصل

اس زمانہ میں انگریزی تاریخوں میں اور اخباروں میں بڑی بحثیں اس بات پر ہوتی ہیں کہ رعایا سے محصولات برٹش گورنمنٹ میں زیادہ کئے جاتے ہیں یا سلطنت اسلامیہ میں لئے جاتے تھے۔ اس میں انگریزی محققین تمام حسابوں کو لگاکے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ سلطنت اسلامیہ میں رعایا کی گردن پر محصولات کا زیادہ بار تھا۔ برٹش گورنمنٹ سے محصول کم لینے والی سلطنت ہندوستان میں اب تک نہیں ہوئی اس کے مخالفت میں یہ کہا جاتا ہے کہ سلطنت اسلامیہ جو رعایا سے محصول لیتی تھی کنوے سے پانی نکال کر کھیت اور باغ میں دیدیتی تھی نہ کسی دوسرے ملک کو لیجاتی تھی نہ اپنے خزانوں میں جوڑکر رکھتی تھی۔ غرض یہ ایک بحث ایسی طول طویل ہے جسکے موافق اور مخالف دلائل سے ہزاروں صفحوں کے منہ کالے ہوئے ہیں میرے نزدیک مغربی اور مشرقی سلطنتوں کی آمدنی اور خرچوں کے طور اور طریقے سے جداگانہ ہیں کہ ان کا حساب لگاکے مقابلہ کرنا اور اس کا نتیجہ نکالنا محقق کی میلان طبع پر موقوف ہے جو انگریز نتیجہ نکالتے ہیں اس کے برعکس ہندوستانی اس تحقیق میں اب سلطنت اسلامیہ کے

محاصل سلطنت کے حساب میں دو دقتیں پیش آتی ہیں۔ اول سکون کی قیمت کی تشخیص میں دوم محاصل کی تفصیل میں کہ کسقدر یہ محاصل زمین کی جمع سے لیا جاتا تھا اور کتنا سائر ابواب سے۔ یہ بالاجمال کتب ہندوستانی اور انگریزی تواریخ میں تحریر ہیں اور با تفصیل دونوں کی تحقیق و تشخیص کیگئی ہے سنہ ۱۵۹۴ء سے سنہ ۱۷۰۷ء تک روپیہ کی قیمت انگریزی سکوں میں بحساب اوسط ۲ شلنگ اور ۳ پنس تحقیق ہوئی ہے جو ہندوستان کے ایک روپیہ ۲ سکی برابر ہے جو روپیہ بہت گھس گھسا گیا ہو اس کی قیمت ایک روپیہ اور جو پورا وزن میں نیا روپیہ ہو وہ ایک روپیہ ۳ سکا۔ اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ پہلے حساب دام میں ہوتا تھا اور صد روپیہ کا ایک چالیسواں حصہ یعنی چالیس دام کا ایک روپیہ ہوتا تھا۔ غرض اس حساب سے تحصیل مالگزاری کی تفصیل یہ ہے اس روپیہ کی قیمت وہ سمجھنی چاہئے جو اوپر بیان ہو چکی

نام بادشاہ	سنہ	روپیہ	مسند
اکبر	سنہ ۱۵۹۴	۱۸۶۴۰۰۰۰۰	ابوالفضل
״	۱۶۰۵	۱۹۶۳۰۰۰۰۰	دی لایٹ
جہانگیر	۱۶۲۷	۱۹۶۸۰۰۰۰۰	بادشاہ نامہ
شاہجہاں	۱۶۲۸	۱۸۷۵۰۰۰۰۰	محمد شریف
״	۱۶۴۸	۲۴۷۵۰۰۰۰۰	بادشاہ نامہ
״	۱۶۵۵	۳۰۰۸۰۰۰۰۰	سرکاری نقشہ
اورنگ زیب	۱۶۶۰	۲۵۴۱۰۰۰۰۰	برنیر
״	۱۶۶۶	۲۶۷۰۰۰۰۰۰	تھیونوٹ
״	۱۶۶۷	۳۰۸۵۰۰۰۰۰	بختاور خاں
״	״	۴۰۱۰۰۰۰۰۰	نقشہ جات سرکاری
״	۱۶۹۷	۴۳۵۵۰۰۰۰۰	منکی
״	۱۷۰۷	۳۳۹۵۰۰۰۰۰	روبیوسیو

ان دو آخر نسخوں کی تفصیل صوبہ وار یہ ہے۔

ملک کی جمع (یعنی زمین کی پیداوار سے آمدنی جو بادشاہ کو دی جائے) ۱۶۹۵ء			زمین کی جمع ۱۷۰۷ء		
نمبر	نام صوبہ	آمدنی روپیہ	نمبر	نام صوبہ	آمدنی روپیہ
۱	دہلی	۱۲۵۵۰۰۰۰	۱	دہلی	۳۰۵۴۸۷۵۳
۲	آگرہ	۲۲۲۰۳۵۵۰	۲	آگرہ	۲۸۶۶۹۰۰۳
۳	لاہور	۲۳۳۰۵۰۰۰	۳	اجمیر	۱۶۳۰۸۶۳۴
۴	اجمیر	۲۱۹۰۰۰۰۰	۴	الہ آباد	۱۱۴۱۳۵۸۱
۵	گجرات	۲۳۳۹۵۰۰۰	۵	پنجاب	۲۰۶۵۳۳۰۲
۶	مالوہ	۹۹۰۶۲۵۰۵	۶	اودہ	۸۰۵۸۱۹۵
۷	بہار	۱۲۱۵۰۰۰۰	۷	ملتان	۵۳۶۱۰۷۳
۸	ملتان	۵۰۲۵۰۰۰	۸	گجرات	۱۵۱۹۶۲۲۸
۹	ٹھٹھہ (سندھ)	۶۰۰۲۰۰۰	۹	بہار	۱۰۱۷۹۰۲۵
۱۰	بکر	۲۴۰۰۰۰۰	۱۰	سندھ	۲۲۹۵۴۲۰
۱۱	اڑیسہ	۵۷۰۷۵۰۰	۱۱	دولت آباد	۲۵۸۷۳۶۲۷
۱۲	الہ آباد	۷۷۳۸۰۰۰	۱۲	مالوہ	۱۰۰۰۹۷۵۴۱
۱۳	دکن	۱۶۲۰۴۷۵۰	۱۳	برار	۱۵۳۵۰۶۰۲۵
۱۴	برار	۱۵۸۰۷۵۰۰	۱۴	خاندیس	۱۱۲۱۵۷۵۰
۱۵	خاندیس	۱۱۱۰۵۰۰۰	۱۵	بیدر	۹۳۲۴۳۵۹
۱۶	بگلانہ	۶۸۸۵۰۰۰	۱۶	بنگال	۱۳۱۱۵۹۰۶
۱۷	سندی (مانڈو)	۷۲۰۰۰۰	۱۷	اڑیسہ	۳۵۷۰۵۰۰

نمبر	نام صوبہ	آمدنی روپیہ
۱۸	بنگال	۴۰۰۰۰۰۰۰
۱۹	اجین	۲۰۰۰۰۰۰۰
۲۰	راج محال	۱۰۰۵۰۰۰۰
۲۱	بیجاپور	۵۰۰۰۰۰۰۰
۲۲	گول کنڈہ	۵۰۰۰۰۰۰۰
	میزان کل	۳۷۹۵۳۴۵۵۲
۲۳	کاشمیر	۳۵۰۵۰۰۰
۲۴	کابل	۳۲۰۷۲۵۰
	میزان کل	۴۰۶۲۴۶۸۰۲

نمبر	نام صوبہ	آمدنی روپیہ
۱۸	حیدرآباد	۲۷۸۳۴۰۰۰
۱۹	بیجاپور	۲۶۹۵۷۶۲۵
	میزان کل	۲۹۲۰۲۳۴۷
۲۰	کاشمیر	۵۷۴۷۷۳۴
۲۱	کابل	۴۰۲۵۹۸۳
	میزان کل	۳۰۱۷۹۶۸۶۴

ان رقموں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت کی آمدنی ترقی پر تھی ۱۶۵۵ء میں افزائش جمع کی وجہ ممالک دکن کی آمدنی تھی اور ۱۶۶۸ء اور ۱۶۹۷ء میں آمدنی محاصل زمین کی کمی کی وجہ وہ فسادات ہیں جو ۱۶۵۸ء میں اورنگزیب کی تخت نشینی کی بابت ہوئے اور بعد اسکے قحط ہوا اور دکن کی لڑائیوں کے نقصان میں جو اورنگزیب کی موت سے پہلے ۱۷۰۷ء میں ہوئے۔

سلاطین مغلیہ کی آمدنی زمین کے نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بالاستقلال افزائش ہوتی رہی۔ اکبر کے آخر عہد میں انیس کروڑ کی آمدنی تھی اور اورنگ زیب کے عہد میں چالیس کروڑ روپیہ کے قریب ہو گئی۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ یہ آمدنی محاصل زمین کی پیداوار ہی تھی اور اس آمدنی میں وہ خراج ہی داخل ہے جو سلاطین مغلیہ ۱۵۹۴ء میں انیس کروڑ اور ۱۶۹۷ء میں ۳۴ کروڑ کے قریب صرف زمین کا محصول لیتے تھے۔ پادشاہ اگرچہ کل زمین کا مالک تھا مگر وہ زمین کی پیداوار کا تہائی حصہ لیتا تھا۔ اکبر نے جو سررشتہ زراعت کا قائم کیا اور معادی بندوبست جدید کیا اور زمین کی پیمائش کی اور اس کے پیداوار کے موافق جمع شاہی مقرر کی یہی قوانین اورنگ زیب کے آخر زمانہ تک جاری رہے

مراۃ عالم میں بختاور خاں یا محمد بقا نے لکھا ہی کہ جمع ۹۲۴۱۷۱۶۰۸۲ دام تھی جس میں سے ۱۷۲۰۹۸۱۳۵۱ دام خالصہ کے تھی یعنی خزانہ شاہی میں داخل ہوتے تھے اور باقی ۷۵۲۰۷۳۴۷۳۱ دام جاگیرداروں اور منصبداروں وغیرہ کو دئے جاتے تھے۔ زمین کے محصول کی آمدنی کا حساب تو آسان ہی مگر سائر ابواب کے محصول کا حساب کرنا نہایت دشوار ہی اسلئے کہ یہ ابواب ہمیشہ بدلتے رہتے تھے ۴۰ طرح کے جو محصول اکبر نے معاف کر دئے تھے جنکی تفصیل آئین اکبری میں لکھی ہی اور پھر اورنگ زیب نے بہت سے محصول معاف کئے نئے مقرر کئے۔ جزیہ پانچ فیصدی ہندؤں پر اور زکاۃ ڈھائی فیصدی مسلمانوں پر مقرر کی جس سے آمدنی بہت بڑھ گئی ہو گی ۱۶۷۵ء میں ۲۶ ہزار روپیہ جزیہ کا صرف شہر برہان پور سے وصول ہوا مگر یہ امر نہایت مشتبہ ہے کہ یہ جزیہ اور زکاۃ وصول بھی کی گئی امیر بڑی بڑی نذریں دیتے تھے اور بیش بہا خلعت پاتے تھے اس کا حساب بھی کچھ نہیں ہو سکتا کہ پادشاہ کو ان نذروں کے لینے اور خلعت دینے میں کچھ بچتا تھا یا خرچ ہوتا تھا۔ کل آمدنی کی تفصیل ہندوستانی تاریخوں میں نہیں ہے۔ مگر فرنگیوں نے قیاس سے اناپ شناپ بیان کیا ہے۔ ولیم ہاکنس جو ۱۶۰۹ء سے ۱۶۱۲ء تک ہندوستان میں رہا وہ لکھتا ہی کہ پادشاہ کی آمدنی پچاس کروڑ روپیہ سالانہ تھی کیٹ رو بیان کرتا ہے کہ ۱۶۹۱ء پادشاہ کی آمدنی فقط زمین کی پیداوار سے ساڑھے تینتالیس کروڑ روپیہ کی تھی اور اسکے علاوہ اور آمدنیاں محصولوں کی تھیں۔ بندر سورت کے محصول کی آمدنی تیس لاکھ روپیہ اور ٹکسال وغیرہ کی آمدنی گیارہ لاکھ روپیہ کی تھی۔ ڈاکٹر جمیلی کیری جس نے اورنگ زیب سے ۱۶۹۵ء میں ملاقات کی وہ بیان کرتا ہے کہ پادشاہ کو اپنی موروثی ملک کی آمدنی اسی کروڑ روپیہ کی ہے اس حساب سے سائر ابواب کی آمدنی زمین کی جمع سے بھی زیادہ تھی ان پادشاہوں کی آمدنیاں ساری ایک ہاتھ میں آتی تھیں اور دوسرے ہاتھ میں خرچ ہو جاتی تھیں لاکھوں سپاہی تھے ان کے افسروں اور منصبداروں اور جاگیرداروں اور صدہا طرح کے ملازموں میں یہ آمدنیاں خرچ ہوتی تھیں۔ اگر امیروں کی تنخواہوں کا

حساب لگاؤ تو وہ کروڑوں روپیہ کا ہوگا۔ سلاطین مغلیہ میں شاہجہاں کے خزانہ میں کبھی چھ کروڑ روپیہ سے زیادہ نہ جمع ہوا اور اورنگ زیب تیرہ لاکھ روپیہ خزانہ میں چھوڑ مرا سلاطین مغلیہ میں تیمور سے لے کر آخر تک کسی کو روپیہ جمع کرنے کا شوق نہیں ہوا۔ آمدنی خرچ برابر رکھتے تھے۔ اور طامسن صاحب پادشاہوں کی آمدنی کا نقشہ یہ لکھتے ہیں۔

نمبر	نام پادشاہ	زمین کا محصول	کل آمدنی
۱	فیروزشاہ تغلق ۱۳۵۱ء سے ۱۳۸۸ء	۰	۶۸۵۰۰۰۰۰ روپیہ
۲	بابر ۱۵۲۶ء سے ۱۵۳۰ء	۲۶۰۰۰۰۰۰	۰
۳	اکبر ۱۵۹۳ء	۰	۳۲۰۰۰۰۰۰۰
۴	اکبر ۱۵۹۳ء	۱۶۵۷۴۳۸۸	۰
۵	اکبر ۱۶۰۵ء	۱۷۴۵۰۰۰۰۰	۰
۶	جہانگیر ۱۶۰۹ء ۱۶۱۱ء	۰	۵۰۰۰۰۰۰۰۰
۷	جہانگیر ۱۶۲۸ء	۱۷۵۰۰۰۰۰۰	۰
۸	شاہجہاں کا اول زمانہ	۲۲۰۰۰۰۰۰۰	۰
۹	شاہجہاں کا پچھلا زمانہ	۳۶۰۰۰۰۰۰۰	۰
۱۰	اورنگ زیب	۳۸۷۱۹۰۰۰۰	۷۷۴۳۸۸۰۰۰

شہنشاہ عالمگیر

ہمنے عالمگیر کی خصائل کا بیان عالمگیر نامہ اور مآثر عالمگیری سے نقل کیا ہی جو بالکل سچا معلوم ہوتا ہی خافی خاں کے بیان کو پایۂ اعتبار سے ساقط جانتا ہوں جسکا سبب میں نے اوپر بیان کر دیا ہی وہ لکھتا ہی۔

کہ اولاد تیمور میں بلکہ دہلی کے پادشاہان سلف میں بحسب ظاہر ایسا پادشاہ کہ عبادت و ریاضت و عدالت گستری میں ممتاز ہو۔ سکندر لودی پادشاہ کے بعد جس کی صفات حمیدہ جلد اول میں گذارش ہوئی ہیں کمتر دوسرا پادشاہ سریر آرا ہوا ہے وہ شجاعت

وبردباری ورائے صائب میں بے نظیر تھا لیکن اس سبب سے کہ رعایت شرع کی پاسداری کرتا تھا سیاست کو کام میں نہیں لاتا تھا اور ملک کا بندوبست بے سیاست صورت نہیں پکڑتا تھا اور امرا میں بسبب ہمچشمی کے نفاق تھا جو تدبیر و منصوبہ کام میں آتا کمتر پیش رفت ہوتا ہر مہم کو طول ہوتا اور آخرنہ ہوتی باوجودیکہ نوّے برس کی عمر ہوئی مگر اس کے حواس خمسہ میں فرق نہیں آیا۔ سماعت میں خلل کچھ ہوگیا تھا مگر وہ دوسرے کو معلوم نہیں ہوتا تھا۔ شب اکثر بیداری عبادت میں بسر ہوتی اکثر لذات جو لازم و ملزوم بشریت ہیں ان کو چھوڑ دیا تھا۔

اس مورخ کی تعریف کرنی ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی کے حسن کی بڑی تعریف کرے اور بعد اس کے تلوار سے گلا کاٹ ڈالے۔ یہ جو اس نے لکھا ہے کہ وہ سیاست نہیں رکھتا تھا اس لئے اس کے کام ادھورے رہتے تھے بالکل غلط ہے۔ کیا اس نے گولکنڈہ بیجاپور کو نہیں فتح کیا؟ کیا اس نے بگڑے ہوئے راجپوتوں کو اپنے عہد میں دبائے نہیں رکھا؟ مرہٹوں کو ایک دفعہ کیا اس نے ستیاناس نہیں کردیا؟ اگر وہ زندہ رہتا تو کیا مرہٹوں کا سر نہ کچلتا آسام کے راجہ سے کیا اس نے پیشکش نہیں لی اور اس کے ملک کا حصہ نہیں لیا اسکے بعد جو سلطنت میں خرابی پھیلی اس کا سبب یہ تھا کہ وہ سلطنت کو ایسا وسیع کرگیا تھا کہ کوئی اسی جیسا جانشین ہوتا تو اس کو سنبھالتا۔ ہم اس کے خیالات جو پادشاہ کے فرائض کے اور اولاد کی تعلیم اور نفس تعلیم کے باب میں تھے۔ ڈاکٹر برنیر کے سیاحت نامہ کے ترجمہ سے اصل سے مقابلہ کرکے لکھتے ہیں

اپنے تیسرے بیٹے اکبر کو ولیعہد بنانا چاہتا تھا اس کے واسطے اتالیق مقرر کرنیکے لئے اپنے ارکین سلطنت اور علماء کو جمع کیا اور انکے سامنے اپنی بڑی آرزو یہ ظاہر کی کہ میں اس نوعمر لڑکے کی تعلیم و تربیت ایسی چاہتا ہوں کہ وہ بڑا لائق فائق ہو۔ پادشاہ سے زیادہ کوئی اس امر کو نہیں جانتا تھا کہ یہ امر ضروری ہے کہ شاہزادوں کے دلوں میں وہ مخازن مفید علوم کے ہوں جس سے وہ قوموں پر حکمرانی اور فرمانروائی کے قابل ہوں۔

اس کا قول ہے کہ جیسے وہ بلند مرتبگی اور قدرت میں اوروں پر فضیلت رکھتی میں ایسی کہ وہ

فرزانگی اور نکوکاری میں افضل ہوں وہ خوب واقف ہو کہ ایشیا کی سلطنتوں پر جو آفتیں اور بلائیں پڑتی ہیں اور انہیں بدعملی اور بے انتظامی پاؤں پھیلاتی ہے اور جس سے وہ آخر کار برباد اور تباہ ہو جاتی ہیں اُسکا سبب یہی دریافت ہوگا کہ پادشاہوں کی اولاد کی تعلیم مفرور ناقص ہوتی ہے۔ وہ بچپنے ہی سے روس سرکیشیا منگ یلیا (منولستان) اور گرجستان (جارجیا) اور حبش کی عورتوں اور خواجہ سراؤں کی صحبت میں پرورش پاتے ہیں۔ وہ اپنے سے بڑوں کے آگے فروتنی اور چاپلوسی کرتے ہیں۔ اپنے سے چھوٹوں کے اوپر ظلم توڑتے ہیں اور غرور سے پیش آتے ہیں۔ جب شاہزادے تخت نشین ہوتے ہیں اور محلوں کی چار دیواری سے باہر آتے ہیں تو وہ اپنے فرائض منصبی سے جو اس حالت کے لئے لازم ہیں بالکل جاہل ہوتے ہیں وہ اپنے حیات کی تماشاگاہ میں ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ کسی اور ہی دنیا سے آئے ہیں یا اول ہی اول کسی تہ خانہ سے نکلے ہیں جو احمقوں کی طرح اپنے گرد کی ہر چیز کو حیرت سے دیکھتے ہیں یا تو وہ بچوں کی طرح ہر بات کو یقین کر لیتے ہیں یا ہر چیز سے ڈرتے ہیں حماقت کے سبب ایسے ہٹیلے اور بے احتیاط ہوتے ہیں کہ وہ نیک صلاح کے سننے سے بہرے ہوتے ہیں اور برے کاموں کے کرنے میں بیدھڑک ہوتے۔ جب انکے سر پر تاج رکھا جاتا ہے تو وہ اپنی جبلی طبیعت کے سبب یا اُن خیالات کی وجہ سے جو ابتدائی سے انکے خاطر نشان کئے گئے ہیں اپنی تمکنت اور وقار دکھلاتے ہیں مگر آسانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظاہری تمکنت و وقار اُن کی اصل خصلت نہیں ہے بلکہ ان صفات کا ایک ظاہری تصنع ان کی کسی بُری تعلیم کا اثر ہے بلکہ حقیقت میں انکی ان صفات کا دوسرا نام وحشی پن اور خالی نمایش ہے۔ انکی خوش اخلاقی طعلا نہ ہوتی ہو اس سبب سے کہ وہ اصلی اور بے تکلف نہیں ہوتی ایشیا کی تاریخ سے جو شخص آگاہ ہے وہ میرے اس بیان کا منکر نہ ہوگا میں نے شاہزادوں کے حال کی ہو بہو تصویر کھینچی ہے۔ کیا ایشیا کے سلاطین آنکھیں بند کر کے ظلم و ستم نہیں کرتے؟ کیا وہ ظالم بے رحم و بے انصاف نہ تھے کیا وہ شراب خواری کے ذلیل و کمینہ عادات میں ایسے بدمست نہ ہوتے تھے کہ جس سے ان کی تندرستی غارت ہو جاتی تھی اور شہوت پرستی میں ایسے مستغرق نہ ہوتے تھے

کو عقل انکی سلامت نہ رہتی تھی ؟ گیا وہ سلطنت کے کاروبار کرنے کی جگہ سیر و شکار ہی میں اپنا تمام وقت نہ کھوتے تھے ؟ کتوں کی جوڑیوں کا خیال ان کو بہت رہتا ہے۔ اور ان سے بہت نالوں رہتے ہیں مگر ان بیچارے غریبوں کی تکلیفوں کی پروا نہیں کرتے جو شکار میں ان کو بادشاہوں کے ساتھ جانے کی بیگار میں مجبور کئے جاتے ہیں۔ اور گرمی سردی کی شدت اٹھانے سے اور بھوک اور تکان سے مرجاتے ہیں خلاصہ یہ کہ ایشیا کے سلاطین شیاطین کے بھائی ہوتے ہیں اور یہ برائیاں انکی بوقلموں ہوتی ہیں اور یہ تلون ان میں طبعی میلان کے سبب سے یا انکے ابتدائی خیالات کی وجہ سے ہوتا ہے جو انکے دلنشین ہوتے ہیں کمتر ایسا بادشاہ کوئی ہوتا ہے کہ جو اپنے ملک کی اندرونی مالی و ملکی حالت سے نہایت ناواقف نہ ہو وہ اپنی سلطنت کی عنان کسی وزیر کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں جو اپنی مطلق العنانی کے لئے کہ کوئی اس کے کسی کام کا مزاحم نہ ہو ایسی تدبیریں رہتا ہے کہ بادشاہ کسی طرح سے اپنی بد آشنائی سے فرصت نہ پائے۔ اور اپنے امور سلطنت پر علم نہ ہو اگر وزیر اعظم اعضاء سلطنت کو استحکام کے ساتھ اپنے ہاتھ میں نہیں رکھ سکتا تو بادشاہ کی ماں یہ اصل میں کوئی لونڈی باندی ہوتی ہے اور کوئی گروہ خواجہ سراؤں کا اور ایسے آدمیوں کا حکمرانی کرتے ہیں جن کی تدابیر ملکی وسیع اور آزادانہ خیالات پر مبنی نہیں ہوتیں بلکہ ہمیشہ سازشوں کے جوڑ توڑ کی ادھیڑبن میں لگے رہتے ہیں کہ کسی اپنے ہمجنس کو جلا وطن کریں یا قید کریں یا پھانسی دیں۔ اور اکثر یہ سلوک امیر الامراؤں اور وزیروں سے بھی کرتے ہیں انکی ایسی شرمناک سلطنت میں کوئی شخص جو کچھ بھی مال رکھتا ہو ایک دن کے لئے بھی اپنی حیات کو یقینی نہیں جانتا۔ پھر ایک دوسری جگہ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے کہ اورنگ زیب نے اپنے استاد ملا صالح سے کہا (ملا صالح بدخشاں کا رہنے والا تھا اور داراشکوہ کا پیر مرشد تھا۔ شاہجہاں اس کی بہت تعظیم کرتا تھا وہ ۱۰۶۱ھ میں کاشمیر میں مرگیا۔ برنیر کا ملا صالح یہی ہوگا جس نے کچھ عالمگیر کو بھی سکھایا ہوگا۔ ملاجی مجھے آپ یہ تو

بتلائے کہ آپ مجھ سے بخوشی کیا چاہتے ہیں کیا آپ یہ دعوی کرتے ہیں کہ میں آپ کو اپنے دربار کے
اعلےٰ درجہ کے امرا میں داخل کروں؟ تو مجھے اول یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ آپ کس درجہ کی عزت کے مستحق ہیں
میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ اگر آپ میری نوعمری میں میرے دل کو شائستہ تعلیم سے معمور کرتے تو ضرور
آپ اس عزت کے مستحق ہوتے۔ آپ کسی عمدہ تعلیم یافتہ نوجوان کو دکھلائیے تو میں کہوں گا کہ یہ امر مشتبہ ہے
کہ اسکا باپ یا استاد کون زیادہ شکرگزاری کا مستحق ہے۔ مجھے آپ بتلائیے کہ آپ کی تعلیم سے مجھے
کونسا علم حاصل ہوا؟ آپ نے مجھے سکھایا کہ سارا فرنگستان (یوروپ) ایک جزیرہ سے بڑا نہیں ہے
جس میں سب سے زیادہ طاقتور پہلے بادشاہ پرتگال تھا اور اس کے بعد شاہ ہالنڈ اس کے
بعد شاہ انگلنڈ اور فرنگستان کے اور بادشاہوں کی نسبت یہ سمجھے کہ شاہ فرانس اور شاہ
اندولیشیا ہیں۔ یہ بتلایا کہ یہ بادشاہ مثل ہماری چھوٹے چھوٹے راجاؤں کے ہیں اور
ہندوستان کے زبردست بادشاہ جنھوں نے سارے بادشاہوں کو گرہن لگایا۔
ہمایوں۔ اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہاں ہیں جو اقبال مند عظیم الشان۔ کشورستان اور
جہاں کے بادشاہ ہیں اور ایران وازبک۔ کاشغر۔ تاتار۔ خطا۔ پیگو۔ سیام۔ چین
ماچین (ماچین متقدمین کی کتابوں میں بطور تابع مہمل کے چین کے نام کے ساتھ لکھا جاتا
تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ ماچین جو چین کو ہندو کہتے ہیں اس کا ماچین مسلمانوں نے بنایا ہے)
کے بادشاہ تو سلاطین ہند کے نام سے کانپتے ہیں۔ آفریں ہے آپ کی اس جغرافیہ دانی
اور تاریخ دانی پر۔ میرے استاد کو یہ لازم تھا کہ وہ مجھے دنیا کی ہر قوم کے حالات سے
مطلع کرتا کہ اس کی وسائل آمدنی کیا ہیں؟ چین کی قوت کیسی ہے؟ طرز وآئین جنگ اسکی
کیا ہیں؟ اسکی رسم درواج و مذہب اور روش حکمرانی کیا ہیں۔ کن باتوں کو وہ اپنے حق
میں مفید سمجھتے ہیں؟ ان سب باتوں کی سلسلہ وار کیفیت تواریخ میں پڑھا کے مطلع کرتا کہ
میں ہر ایک سلطنت کی اصل اور اس کے اسباب ترقی و تنزل سے اور حادثات و اتفاقات سے
واقف ہوتا اور ان غلطیوں کو جانتا کہ جن کے سبب سے ایسے انقلابات و حادثات عظیم

واقع ہوئے اور قطع نظر اس سے کہ آپ مجھکو بنی آدم کی وسیع اور کامل تواریخ سے آگاہ کرتے۔ آپنے تو ہمارے ان نامور بزرگوں کے نام بھی خوب طرح نہیں تبائے۔ جو اس سلطنت کے بانی مبانی تھے۔ آپ نے تو مجھے بالکل اُن کی سوانح عمری سے اور ان واقعات سے جو اس سے پہلے گزرے اور اُنکی عجیب باتت سے جنکے سبب سے اُنھوں نے پہلے فتوحات عظیمہ حاصل کیں بالکل جہالت میں رکھا۔ بادشاہ کو ضرور ہی کہ وہ اپنے ہمسایہ کے قوموں کی زبانوں سے ماہر ہو اسکی بجائے مجھے آپنے عربی لکھنا پڑھنا سکھایا اور آپ یہ سمجھے کہ مجھپر آپ ایک امر احسان کرتے ہیں کہ میری عمر کا بڑا حصہ اس زبان کے سیکھنے میں ضائع کیا جو دس بارہ برس میں برابر محنت کرنے سے حاصل ہوتی ہی آپ اس بات کو بھول گئے کہ بادشاہزادہ کی تعلیم میں کن کن علوم کے سکھانے کی ضرورت ہی آپنے مجھے علم صرف ونحو سکھایا اور اس علم کا سکھانا جو قاضی کے لیے ضرور ہی واجب جانا جس میں میری نوعمری کا بیش قیمت وقت بے سود۔ بے لطف۔ الفاظ کے سکھانے میں ضائع گیا۔ کیا آپ کو معلوم نہ تھا کہ نوعمری کا وقت ایسا ہوتا ہی کہ حافظہ قوی ہوتا ہی اور آسانی سے ہزاروں عقلی احکام ذہن نشین ہوسکتے ہیں اور ایسی مفید تعلیم ہوسکتی ہی کہ دل دماغ میں اعلیٰ درجہ کے خیالات پیدا ہوں اور بڑے بڑے کاموں کے کرنے کی قابلیت پیدا ہو۔ کیا اپنی نماز پڑھنی اور فقہ اور علوم عربی زبان ہی کے ذریعے سے سیکھ سکتے ہیں؟ کیا ہم اپنی مادری زبان میں نماز پڑھیں تو وہ خدا انہیں قبول کریگا اور مسائل شرعیہ ہم آسانی سے اپنی مادری زبان میں نہیں سیکھ سکتے؟ آپنے میرے باپ شاہجہاں سے کہدیا کہ مجھے فلسفہ سکھاتے ہیں اور مجھے خوب یاد ہی کہ آپنے برسوں تک ایسے لاطائل لغو مسائل سے میرا دماغ پریشان کیا جنکے حل ہو جانیکے بعد بھی میری خاطر کو تشفی نہیں ہوئی اور وہ دنیاوی معاملات میں کارآمد نہ ہوئے۔ اور صرف ایسے غیر معین اور فضول خیالات اور توہمات میں جو بڑی مشکل سے سمجھ میں آتے ہیں مگر فوراً بھول جاتے ہیں اور جنکا نتیجہ صرف یہ ہی کہ دماغ پراگندہ ہو اور عقل چکر میں آئے۔ اور آدمی منہ پھٹ زبان دراز اور ہٹ دھرم ہو جائے کہ لوگ اُس سے دق ہو جائیں۔ بے شک آپ نے میری اوقات گرامی کئی سال تک ایسے مسائل مفروضہ کی تعلیم میں جو آپ کو مرغوب تھے صرف کرائے۔ مگر جب میں آپ کی تعلیم سے علحدہ ہوا تو

کسی بڑے علم کے جاننے کا فخر نہیں کر سکتا تھا بجز اسکے کہ اس سے چند عجیب اور غیر معروف اصطلاحوں سے
واقف تھا جو ایک عمدہ فہم کے نوجوان شخص کی ہمت کو شکستہ۔ دماغ کو مختل۔ طبیعت کو حیران کر دیتی
اور جو فلسفہ کے مدعیوں کے جھوٹے دعووں اور جہالت کے چھپانے کی خاطر جو آپ کی مانند لوگوں
کو یہ ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ وہ عقل و دانش میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں اور یہ کہ انکی تاریک
اور مشتبہ المفہوم جق جق و بق بق ایسے بہت سے دقائق ہیں جو بجز انکے اور کسی کو معلوم نہیں گھڑ لی
گئی ہیں اگر آپ مجھکو فلسفہ سکھاتے جس سے ذہن اس قابل ہو جاتا ہے کہ بغیر برہان اور دلیل صحیح کے
کسی بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ یا آپ مجھکو ایسا سبق پڑھاتے جس سے انسان کے نفس کو ایسا
شرف و علو حاصل ہو جاتا ہے کہ دنیا کے انقلابات سے متاثر نہیں ہوتا اور ترقی و تنزل کی حالت
میں ایک ہی سا رہتا ہے یا آپ مجھے انسان کی لوازم فطرت اور مقتضیات نیچر (فطرت) سے واقف
کرتے مجھے ان سے طریق استدلال کا عادی بناتے کہ تصورات و تخیلات کو چھوڑ کر ہمیشہ
اصول صادقہ بدیہہ کی طرف رجوع کیا کرتا۔ اور عالم و مافیہا کے حقائق واقعیہ اور انکے کون و فساد
کے ترتیب نظام کے معارف قطعیہ سے مجھے مطلع کرتے اور جو فلسفہ آپ نے مجھے تعلیم کیا ہے وہ ایسے
مسائل پر مشتمل ہوتا تو میں اس سے بھی زیادہ آپ کا احسان مانتا جیسا کہ سکندر نے ارسطو کا مانا تھا
اور ارسطو سے بھی زیادہ آپ کو انعام عطا کرتا۔ ملاجی ناقدر دانی کا جھوٹا الزام خواہ مخواہ مجھ پر
نہ لگائیے کیا آپ یہ نہیں جانتے تھے کہ شاہزادوں کو اتنی بات ضروری سکھانی چاہیے کہ ان کو رعایا
سے اور رعایا کو انکے ساتھ کس طرح برتاؤ کرنا لازم ہے۔ اور کیا تم کو اول ہی یہ خیال کر لینا واجب
تھا کہ میں کسی وقت میں تاج کی خاطر بلکہ اپنی جان بچانے کے لیے تلوار پکڑ کر اپنے بھائیوں سے
لڑنے پر مجبور ہونگا کیونکہ آپ خوب جانتے ہیں کہ سلاطین ہند کی اولاد کو ہمیشہ یہی معاملے
پیش آتے رہتے ہیں پس آپ نے کبھی لڑائی کا فن یا کسی شہر کا محاصرہ کرنا یا فوج کی صف آرائی
کا طریقہ سکھایا تھا؟ مگر میری خوش طالعی تھی کہ میں نے ان معاملات میں ایسے لوگوں سے
کچھ سیکھ لیا تھا جو آپ سے زیادہ عقلمند تھے۔ آپ اپنے گاؤں کو چلے جائیے ایک بڑے امیر نے

پادشاہی فرائض کی نسبت عالمگیر کے خیالات بلند

اورنگ زیب سے عرض کیا کہ حضور جو کام میں اس قدر محنت و مشقت اُٹھاتے ہیں۔ اس سے خوف ہے کہ مبادا صحت جسمانی بلکہ قوائے دماغی کے اعتدال اور طاقت کو کچھ نقصان پہنچے۔ اس کو سُنکر پادشاہ نے اس ناصح عقلمند کی طرف سے تو مُنہ پھیر لیا گویا سُنا ہی نہیں اور ذرا ٹھیر کر ایک اور بہت بڑے امیر کی طرف جو نہایت دانا اور ذی علم تھا متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ تمام اہل علم اس بات میں متفق الرائے ہیں کہ مشکل اور خوف کے زمانہ میں پادشاہ کو جان جوکھوں میں پڑ جانا اور ضرورت کے وقت رعایا کی بہتری کے لیے جو خدا نے اسکے سپرد کی ہی تلوار پکڑ کر میدان جنگ میں جان دیدینا فرض و واجب ہی۔ مگر اسکے برعکس یہ نیک اور باتمیز شخص یہ چاہتا ہی کہ رعایا کے آرام اور آسائش کے لیے مجھے ذرا بھی تکلیف اُٹھانی نہ پڑی اور بغیر اسکے کہ انکی رفاہ و فلاح کی تدبیروں کے سوچنے میں مجھے ایک رات بھی بے آرام رہنا پڑے۔ یا ایک دن بھی بے عیش و عشرت اور لہو و لعب کے بسر ہو۔ یہ مدعا یوں ہی حاصل ہو جائے اور اسکی یہ رائے ہی کہ میں اپنی تندرستی کو مقدم جانوں اور زیادہ تر عیش و عشرت اور آرام و آسائش ہی کے امور میں مصروف رہوں اور اسکا نتیجہ یہی ہو سکتا ہی کہ میں اس وسیع سلطنت کے کام کو کسی وزیر کے بھروسہ پر چھوڑ بیٹھوں مگر معلوم ہوتا ہی کہ اُس نے اس امر پر غور نہیں کیا جس حالت میں مجھے خدا نے پادشاہی خاندان میں پیدا کر کے تخت پر بٹھایا ہی تو دنیا میں اپنے ذاتی فائدے کے لیے نہیں بھیجا بلکہ اوروں کے آرام کے لیے محنت کرنا فرض کیا گیا ہی بس میرا کام یہ نہیں ہی کہ اپنی ہی آسائش کی فکر کروں البتہ اُن ہی کی رفاہ کی غرض سے جس قدر آرام لینا ضروری ہی اس کا مضائقہ نہیں ہی۔ اور بجز اس حالت کے کہ انصاف اور عدالت اسکی مقتضی ہو یا اقتدار سلطنت کے قائم رکھنے یا ملک کی حفاظت کے لیے ضروری ہو اور کسی صورت میں رعایا کے آرام و آسائش کا نظرانداز کرنا جائز نہیں ہی اور رعیت کی آسائش اور بہبودی ہی ایک ایسی چیز ہی کہ جس کا فکر مجھے ہونا چاہیے مگر یہ شخص اس بات کی تہ کو نہ پہنچا کہ اس آرام سے جو یہ میرے لیے تجویز کرتا ہی کیا کیا قباحتیں پیدا ہونگی اور یہ اس کو معلوم نہیں کہ دوسرے کے ہاتھ میں

حکومت کا دیدنیا کیسی بات ہی اور سعدی نے جو یہ لکھا ہی کہ بادشاہوں کو چاہیے کہ بذات خود کار و بار سلطنت کا بوجھ اپنے اوپر لیں ورنہ بہتر ہی کہ بادشاہ کہلانا چھوڑ دیں تو کیا اس بزرگ کا یہ قول لغو ہی پس اپنی دانست سے کہدیجیے کہ اگر ہم سے تحسین و آفرین حاصل کرنا چاہتا ہی تو جو کام اسکے سپرد ہی اُس کو اچھے طور سے کرتا ہے اور خبردار ایسی صلاح جو بادشاہوں کے سننے کے لائق نہیں ہی پھر کبھی نہ دے اور افسوس ہی کہ تن پروری اور آرام طلبی اور ایسے خیالات سے بجا جو دوسروں کی بہبودی کے فکر و تردد میں آدمی کو گھلا ڈالتے ہیں انسان کا طبعی اور جبلی امر ہے پس ایسے فضول صلاح کاروں کی ہم کو حاجت نہیں اور عیش و آرام کی صلاحیں ہماری بیگمیں بھی دے سکتی ہیں۔ یہ تو برنیر کے بیان سے نقل کیا گیا ہی۔ العلم عند اللہ۔ مگر عالمگیر نے جو رقعات ماں باپ پاس اسکی قید کی حالت میں لکھے ہیں ان میں اس نے یہ صاف صاف بیان کیا ہی کہ میں صرف آپ کو بار سلطنت سے سبکدوش کرنے کے لیے جسکے اُٹھانے کی طاقت آپ میں نہیں رہی یہ کام کرتا ہوں میں آپسے محبت کرنے پر خلقت کی آسائش اور آرام کو ترجیح دیتا ہوں اور ایسے ہی فرائض سلطنت بیان کیے تھے کہ اوپر لکھے گئے۔ ان رقعوں کو ظفرنامہ شاہجہاں کے آخر میں نکالکر پڑھو تو تم کو سب حال باپ کے قید کرنے کا اور بھائیوں کے مارنے کا معلوم ہو جائیگا۔

عالمگیر کی سلطنت کا خلاصہ اور اُسکا مآل

سنہ ۱۰۶۸ میں اورنگ زیب تخت پر بیٹھا اسکا باپ قید میں تھا اسنے اپنا لقب عالمگیر رکھا جو ایک بے نظیر تلوار کا نام تھا۔ جو شاہجہاں نے اپنے قید کی حالت میں اس پاس بھیجے تھے۔ سنہ ۱۱۱۸ تک سلطنت کی۔ ہندوستان میں جتنے مسلمان بادشاہ گزرے ان سب میں وہ زیادہ دیندار اور صاحب قدرت اور قوت تھا اسکی سلطنت کو وہ وسعت تھی یہ جو دنیا میں بڑی بڑی سلطنتوں کو ہوئی ہی۔ اسکے عہد میں خاندان تیموریہ کی سلطنت اپنی معراج پر پہنچی اُس نے پچاس برس تک بڑے کروفر و شان و شوکت سے سلطنت کی اول اسکو مجبوری بیٹے سے سرتابی کرنی پڑی اگر وہ یہ نہ کرتا تو دارا شکوہ بھلا اسکو کب سلطنت

کرنے دیا اور جیتا چھوڑتا بھائیوں کو بھی اس کو ضرور مارنا پڑا۔ وہ مدعیان سلطنت تھے۔ دنیا کا دستور یہی ہے کہ جو شخص سلطنت کا دعویٰ کرے اس کو بادشاہ مار ڈالے یا قید کرے یا ملک سے خارج۔ اسکو بھی یہی کام بھائیوں کا خون گردن پر لیا۔ وہ انصاف نہیں کرتے۔ در سلطنت خویشی نیست کے مقولہ کو نہیں سمجھتے۔ اگر وہ باپ اور بھائیوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا تو تخت سلطنت پر ایک دم کے لیے قدم نہیں رکھ سکتا تھا اور اپنی جان نہیں بچا سکتا۔ جو اُس نے بھائیوں کا حال کیا وہ حال اُسکا بھائی کرتے ایسے فسادات تو اُس خاندان میں ارث میں ملے تھے انکی شکایت کیا۔ اسکی برابر کوئی بادشاہ مدبر نہیں ہوا۔ اُس نے اپنی حسن تدبیر سے کابل اور قندھار کے پٹھانوں کو سر نہیں اُٹھانے دیا ان کو تابع رکھا شاہ ایران اُس کے ساتھ اتحاد رکھنے کا خواستگار رہا۔ اور بڑے بڑے شاہان اسلام غیر ملکوں نے اُس کے دربار میں سفیر اور تحفے تحائف بھیجتے تھے۔ اور دوستانہ خط وکتابت رکھتے تھے۔ راجپوت بگڑے۔ مگر پھر اُس نے ان کو اپنے عہد میں مطیع رکھا۔ بادشاہ دکن میں اپنے زمانہ میں بڑے بڑے کار نمایاں کر چکا تھا اس کو فتح دکن کی ایسی دھن تھی۔ کہ اپنی سلطنت کے آدھے زمانہ میں اپنے سپہ سالاروں کو بھیج بھیجکر اہل دکن سے لڑتا رہا اور آدھی مدت سلطنت میں خود دکن میں جاکر معرکہ آرا ہوا۔ دکن میں مسلمانوں کی پانچ سلطنتیں تھیں جن میں سے تین بیدر۔ احمد نگر۔ ایلچ پور۔ (برار) تو پہلے ہی اسکی تخت نشینی سے سلطنت مغلیہ میں داخل ہو چکی تھیں۔ اب اُس نے باقی دو بیجاپور اور گول کنڈہ کو بہت محنت شاقہ اُٹھاکر فتح کیا اور اپنی سلطنت میں ملایا اور وسعت سلطنت کو کمال پر پہنچایا۔ مشرق میں آسام پر میر جملہ نے معرکہ آرائیاں کیں جنمیں فتحیابی اور ناکامیابی دونوں ہوئیں۔ ساحل مالابار فرنگیوں کی گھٹا کا ٹکڑا اُٹھا اور گھاٹوں پر جا۔ امید تھی کہ اُسے عالمگیر کی ہوا یوں ہی اُڑا کر بے نشان کردیگی مگر امید کے برخلاف اس سے وہ طوفان بلاخیز اُٹھا کہ ہندوستان میں سلطنت اسلامیہ پر اُس نے پانی پھیر دیا۔ اسکا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بیجاپور اور گول کنڈہ کے مسلمانوں

کی سلطنتوں کے سبب سے دکن میں مسلمانوں کی حکومت قائم اور غالب تھی اور انکے سبب سے امن امان اور انتظام رہتا تھا۔ اور مرہٹوں پر خوب اس کا رعب داب رہتا تھا جب وہ برباد ہو کر ممالک محروسہ شاہی میں شامل ہوئیں تو اسکے متعلقین خواہ خواص خواہ عام پراگندہ اور منتشر ہو گئے پٹھانوں اور بیگانہ ملکوں کی سپاہ نے تو بادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور جو افسران میں سے اپنے آقاؤں سے بیوفا بنکر یا بیکار ہو کر بادشاہ کی خدمت اور ملازمت میں آئے انکے دل بڑھانے اور درجہ چڑھانے کے لیے بادشاہ کو اپنے موروثی کارپرداز موقوف کرنے پڑے باقی سپاہ اور اسکے افسر گیا تو سنبھاجی سے جاکر مل گئے یا بجائے خود قزاقی اور راہزنی کا پیشہ کرنے لگے اس طرح دکن فسادوں اور فتنوں کا گھر بنگیا اور وہ کے زمیندار اپنی خودمختاری کے لیے موقع تکتے رہتے اور مرہٹے جو لڑائیاں اور قزاقیاں کرتے ان میں وہ رفیق بننے کو تیار رہتے۔ کیونکہ وہ مرہٹوں ہی کو ان افعال غارتگری کا حامی اور مددگار اور مائی باپ جانتے تھے اب یہ کیفیت تو دور کے زمینداروں کی تھی اور جو زمیندار زیر طناب بستے تھے وہ بھی بادشاہ کی حکومت سے خوش نہ تھے دکن کا فتح کا سہرہ کیا سر پر چڑھا تھا۔ ایک کنٹاروں کا ہار گلے میں پڑا تھا سلطنت کے واقعات عظیم ۱۶۵۸ء شاہجہاں کی معزولی اور اورنگ زیب کی تخت نشینی۔

۱۶۵۹ء اورنگ زیب نے اپنے بھائیوں دارا اور شجاع کو شکست دی۔ دارا پکڑا آیا اور بادشاہ کے حکم سے مارا گیا۔

۱۶۶۰ء شجاع سے معرکہ آرائی جاری رہی اور وہ شکست پاکر اراکان میں گیا اور وہاں مر گیا

۱۶۶۱ء مراد کو قید خانہ میں اورنگ زیب نے قتل کرایا۔

۱۶۶۲ء میر جملہ کا آسام پر حملہ آوری فتحیابی و ناکامی۔ دکن میں فسادوں کا پیدا ہونا۔ بیجاپور اور سیواجی کی لڑائی۔ بعد بہت سی دولت کے انقلابات کے سیواجی نے مرہٹوں کی سلطنت کو قائم کیا اور دکن کے ایک حصہ پر قبضہ کیا۔

۱۶۶۲ء-۱۶۶۵ء سیواجی نے سلطنت مغلیہ سے بغاوت کی ۱۶۶۴ء اُس نے اپنے تئیں راجہ بنایا۔
اور اپنے تئیں آزاد کیا۔ پادشاہ نے ۱۶۶۵ء میں اس سے لڑنے کے لیے ایک بڑی سپاہ بھیجی اُس نے
اسکو مطیع کیا وہ دہلی میں آیا کچھ دن مقید رہا اور پھر بھاگ گیا۔

۱۶۶۶ء شاہجہاں اس دنیا سے سدھارا۔ دکن میں لڑائی اور والی بیجاپور سے معرکہ آرائی۔

۱۶۶۷ء اورنگ زیب اور سیواجی کی مصالحت اور سیواجی کی وسعت مملکت اور گولکنڈہ
اور بیجاپور سے پہلی دفعہ خراج لینا۔

۱۶۷۰ء سیواجی کا خاندیس اور دکن کا لوٹنا اور چوتھ لینے کا ڈول ڈالنا۔

۱۶۷۲ء پادشاہ اور سیواجی کی معرکہ آرائیاں۔

۱۶۷۷ء غیر مسلمانوں پر پادشاہ کا جزیہ مقرر کرنا۔

۱۶۷۹ء پادشاہ کی راجپوتوں سے لڑائی۔ شاہزادہ اکبر کی بغاوت جو راجپوتوں سے
جا ملا اور اسکی سپاہ جو بھاگ گئی۔ شاہزادہ بہ مجبوری مرہٹوں سے جا ملا۔

۱۶۸۱ء راجپوتوں کے ساتھ پادشاہ کا لڑائی جاری رکھنا۔

۱۶۷۲-۱۶۸۰ء دکن میں مرہٹوں کی ترقی ۱۶۷۴ء سیواجی نے رائے گڈھ میں تاج سلطنت سر پر
رکھا۔ پادشاہ اور بیجاپور سے لڑائی ۱۶۸۰ء میں سیواجی مرا۔ اسکا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا۔

۱۶۸۳ء میں اورنگ زیب نے خود دکن پر حملہ کیا اور لشکر عظیم ساتھ لے گیا۔

۱۶۸۶-۱۶۸۸ء اورنگ زیب نے بیجاپور اور گولکنڈہ فتح کر لیا۔

۱۶۸۸ء میں ان کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

۱۶۸۹ء میں اورنگ زیب نے سنبھاجی کو گرفتار کیا اور مار ڈالا۔

۱۶۹۲ء مرہٹوں کے مختلف سرداروں سے لڑائیاں۔

۱۶۹۸ء مرہٹوں سے جنجی کو اورنگ زیب نے لے لیا۔

۱۶۹۹-۱۷۰۱ء مرہٹوں سے لڑائیاں۔ ستارا او رمرہٹوں کے اور قلعوں کا مفتوح ہونا مرہٹوں کی ظاہری بربادی۔

سنہ ۱۷۰۵ء ۔ مرہٹوں کی فتوح ۔
سنہ ۱۷۰۶ء ۔ بادشاہ کا احمد نگر میں آنا ۔
سنہ ۱۷۰۷ء اورنگ زیب کا مرنا ۔

عالمگیر کی اولاد ۔

عالمگیر کے اوراوصاف میں سے یہ بھی ایک وصف تھا کہ اُس نے اپنے بیٹوں کی طاعت و صلاح و پرہیزگاری و قواعد اطوار سروری و سرداری اور بہت طرح کے ہنر سکھائے تھے ۔ حافظ کلام اللہ علم ادب سے بقدر معتدبہ آگاہ ۔ اقسام خطوط لکھنے سے ماہر زبان ترکی و فارسی خوب جاننے والے تھے ۔ اور بیٹیاں بھی عقائد حقہ اور احکام ضروریہ دینیہ سے واقف اور تلاوت و کتابت قرآن میں مشاق تھیں بادشاہ کے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں اگرچہ ان شاہزادوں کا حال تاریخ میں بیان کیا گیا ہی مگر یہاں دونوں شاہزادوں اور شہزادیوں کی لیاقت علمی کا بیان کیا جاتا ہی ۔

نام	سنہ ولادت	تاریخ وفات	نام	سنہ ولادت	تاریخ وفات
زیب النساء	سنہ ۱۰۴۸ھ / ۱۶۳۹ء	سنہ ۱۱۰۳ھ / ۱۷۰۱ء	زبدۃ النساء	سنہ ۱۰۶۱ھ / ۱۶۵۱ء	سنہ ۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۷ء
محمد سلطان	سنہ ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء	سنہ ۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۶ء	اعظم شاہ	سنہ ۱۰۶۳ھ / ۱۶۵۳ء	سنہ ۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۸ء
معظم شاہ عالم بہادر شاہ	سنہ ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء	سنہ ۱۷۱۲ء	اکبر شاہ	سنہ ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء	سنہ ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۶ء
زینت النساء	سنہ ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء	سنہ ۱۱۱۰ھ / ۱۷۰۸ء	مہر النساء	سنہ ۱۰۷۲ھ / ۱۶۶۱ء	سنہ ۱۱۱۶ھ / ۱۷۰۵ء
بدر النساء	سنہ ۱۰۵۷ھ / ۱۶۴۷ء	سنہ ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۱ء	کام بخش	سنہ ۱۰۷۷ھ / ۱۶۶۷ء	سنہ ۱۱۲۰ھ / ۱۷۰۹ء

بیٹوں کا حال یہ ہی کہ سب سے بڑا بیٹا محمد سلطان تھا ۔ نواب بائی اسکی ماں تھی ۔ کلام مجید کا حافظ تھا ۔ عربی ۔ فارسی ۔ ترکی ۔ کے لکھنے پڑھنے میں بہرہ کافی رکھتا تھا محاربات میں شجاعت و دلیری دکھائی سنہ ۲۱ جلوس میں وفات پائی ۔

دوم پسر محمد شاہ عالم بہادر بھی نواب بائی کے بطن سے پیدا ہوا ۔ حافظ قرآن علم قرأت و تجوید سے آگاہ ۔ اس طرح ترتیل و ترسیل سے قرآن پڑھتا تھا کہ اس کے سننے سے سامع کا دل نہ

بھرتا تھا۔ ایام شباب کو زیادہ تر تحصیل علمی میں صرف کیا۔ علم حدیث میں اُسکو ندوۃ المحدثین کہتے تھے۔ فقہ میں قرآن و حدیث سے استخراج مسائل کرلیتا تھا۔ عربی زبان ایسی بولتا تھا کہ اہل عرب پسند کرتے تھے۔ فارسی ترکی میں بھی خوب استعداد تھی۔ اقسام خطوط لکھنے میں استاد تھا۔ اکثر شب کو نوافل کو ادا کرتا۔ وظائف کی تقدیم اور قرآن مجید کی قرأت اور حدیث اور تفسیر و فقہ و سلوک کی کتابوں کا مطالعہ کرتا۔ وقت پر فجر کی نماز پڑھتا۔ جب ایک و نیزہ آفتاب بلند ہوتا تو وہ مصلے پر سے اُٹھتا بعد اسکے غرفہ میں بیٹھتا۔ اور ستم رسیدوں کی ملتمسات کو سنتا اور بقدر مصلحت یہاں توقف کرتا۔ بعد ازاں دیوان خاص کو دیوان عام کے ساتھ آرائش دیتا۔ مقدمات مالی وملکی بوساطت دیوانوں اور بخشیوں اور متصدیوں کے معروض ہوتے اور لوگوں کے مقصد نکلتے ظہر کی نماز کے بعد محل میں جاتا۔ تناول طعام اور قیلولہ کرتا۔ بعد اسکے عصر کی نماز پڑھتا اور پھر مظلوموں کے درد کی دوا کرتا۔ مغرب کی نماز سے پہلے تور کے ملازموں کا مجرا لیتا۔ مغرب کی نماز پڑھتا اور عشا کی نماز تہائی رات گئے پڑھتا اور مغرب و عشا کے مابین میں عبادت کرتا اور پھر شبستان میں جاکر آرام کرتا۔ یہ بادشاہ کا بیٹا سیدھا سادھا تھا اور باپ کی وہ اطاعت کرتا تھا کہ غلام آقا کی تابعداری کیا کریگا۔ کبھی کوئی بات بلند نظری کی منہ سے نہیں نکالتا اور باپ کا کہا ساری باتوں میں مانتا۔ اورنگ زیب کا حال بھی نوجوانی میں ایسا ہی تھا کہ وہ بالکل اُلوالعزمی سے خالی تھا اسلیے وہ اسکی سادگی کو اپنی سادگی سمجھتا۔ اسکے بعد کا حال تاریخ میں پڑھو۔

تیسویں محمد اعظم دلرس بانو بیگم سے پیدا ہوا جو شاہ نواز خاں صفوی کی بیٹی تھی سب بیٹوں میں بادشاہ اس بیٹے کو بہت پیار کرتا تھا۔ اکثر بادشاہ اسکو مصاحب بے بدل بدل نزدیک کہتا۔ باپ سے تین مہینے بیس یوم بعد معرکہ آرائی میں مارا گیا۔

چہارمیں محمد اکبر دلرس بانو بیگم کے بطن سے پیدا ہوا ۱۱۱۶ھ میں مرگیا۔

عالمگیر اس میں دو خوبیاں بتاتا ہے۔ ایک نماز جماعت پڑھتا ہے۔ کوئی جمعہ ترک نہیں کرتا اور

مخالفانہ دین سے کچھ باک نہیں رکھتا۔ دوم مشہد مقدس میں امام موسیٰ رضا کے مرقد کی زیارت کی۔
پنجمین کام بخش بائی اودیپوری سے پیدا ہوا اور حافظ قرآن تھا۔ کتب متداولہ میں اور بھائیوں سے
زیادہ ماہر تھا۔ زبان ترکی میں اور اقسام خط کے لکھنے میں مہارت تھی شجاعت و سخاوت جبلی
اسمیں تھی۔ باپ سے دو سال بعد مرگیا۔
اب بیٹیوں کا حال یہ ہے کہ زیب النسا بیگم بطن بیگم سے پیدا ہوئی۔ حافظ کلام مجید تھی جسکی
عوض میں باپ نے تیس ہزار اشرفیاں دی تھیں وہ علوم عربی و فارسی سے بہرہ تمام رکھتی تھی
اقسام خطوط نستعلیق و شکستہ میں خوشنویس تھی۔ وہ علم کی قدر شناس تھی۔ کتابیں جمع کیں۔
تصنیف و تالیف میں مصروف رہتی۔ ارباب فضل و کمال کی ترفیہ حال میں توجہ کرتی سرکار
شاہی کے کتب خانہ میں جتنی کتابیں اس نے پڑھی تھیں اتنی کسی اور نے نہیں پڑھیں۔
بہت سے علما و فضلا و صلحا و شعرا و منشیان بلاغت شعار و خوشنویسان سحر نگار اسکے
انعام سے بہرہ ور ہوتے ملا صفی الدین اردبیلی کشمیر میں رہتا تھا اس کے حکم سے تفسیر کبیر کا
ترجمہ کیا اسکا نام زیب التفاسیر ہے اور اسکے نام پر اور کتابیں اور رسالے بھی تصنیف ہوئے
ہیں ۴۶ سنہ جلوس میں انتقال ہوا۔ دوم زینت النسا بھی بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی عقائد
دینیہ و احکام ضروریہ دینیہ سے آگاہ تھی۔ بہت سخی تھی۔ سوئیں بدر النسا بیگم۔
نواب بائی کے پیٹ سے پیدا ہوئی۔ حافظ قرآن مجید تھی۔ علم دینی سے واقف تھی۔
سنہ ۱۳ جلوس میں وفات پائی۔ چہارمیں زبدۃ النسا بیگم۔ بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی
سپہر شکوہ پسر دارا شکوہ سے نکاح ہوا۔ جس مہینہ میں باپ مرا اس مہینہ میں وہ مرگئی۔
پنجمیں مہر النسا بیگم بطن اورنگ آبادی محل سے پیدا ہوئی۔ ایزد بخش پسر مراد بخش سے بیاہی
سنہ ۱۱۱۶ میں وفات پائی فقط

تمت